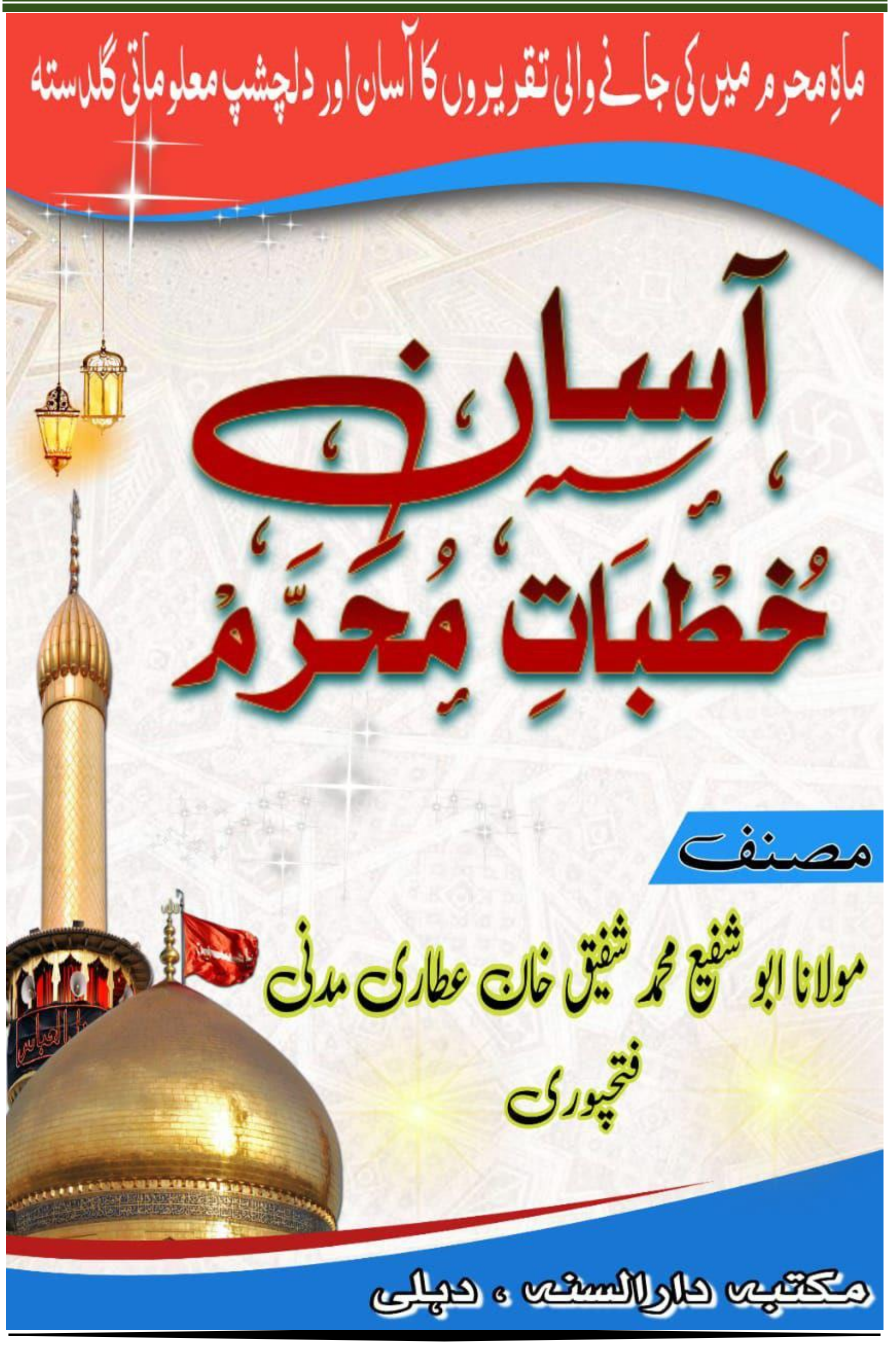

ماہِ محرم میں کی جانے والی تقریروں کا آسان اور دلچسپ معلوماتی گلدستہ
آسان
خُطبَاتِ مُحَرَّمْ
مصنف
مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی
فتحپوری
مکتبہ دارالسنہ ، دہلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

ماہِ محرم میں کی جانے والی تقریروں کا آسان اور دلچسپ معلوماتی گلدستہ بنام

آسان خطباتِ محرم

اس کتاب میں آپ ملاحظہ کریں گے:

1☆... دین اسلام کی خوبیاں
2☆... سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
3☆... صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم
4☆... حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
5☆... حضرتِ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
6☆... حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ
7☆... حضرتِ مولی علی رضی اللہ عنہ
8☆... حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنھا
9☆... حضرتِ امامِ حسن رضی اللہ عنہ
10☆... حضرتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ
11☆... شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ
12☆... یزید اور یزیدیوں کا انجام
13☆... دسویں محرم الحرام کے فضائل
14☆... کلام اور سلام

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

کتاب کا نام	:	آسان خطباتِ محرم
مصنف	:	مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
کمپوزنگ	:	مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
تصحیح	:	مفتی محمد عثمان اشرفی صاحب استاد: دار العلوم جائس، درگاہ مخدوم اشرف سمنانی، جائس، امیٹھی (یوپی)
سن طباعت	:	NOV 2024
صفحات	:	704
تعداد	:	1100
ناشر	:	مکتبہ دار السنہ دہلی
پتا	:	فیضانِ مدینہ، نگلہ میواتی، تاج نگری ۲، تاج گنج، آگرہ، اتر پردیش، ہندوستان۔282001

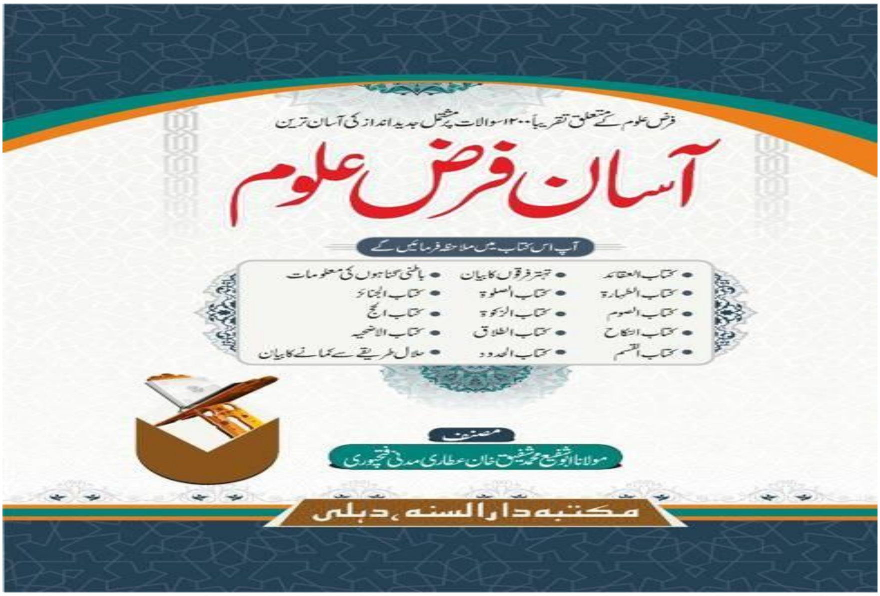
CONTACT NUMBER: +918808693818

نوٹ: میں اپنے جملہ قارئین سے التجا کرتا ہوں کہ اس کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر تصحیح تک کے سارے مراحل بنظرِ غائر طے کئے گئے ہیں لیکن بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان موجود ہے لہٰذا جو بھی اس کتاب کی اغلاط سے مطلع ہو وہ اس ای میل ایڈی پر ضرور اطلاع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

EMAIL: SHAFIQMADANI26@GMAIL.COM

دعائے خیر کا طالب: ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

فہرست


فرض علوم کے متعلق تقریباً ۱۲۰۰ سوالات پر مشتمل جدید انداز کی آسان ترین
آسان فرض علوم
آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے
• کتاب العقائد
• کتاب الطہارۃ
• کتاب الصوم
• کتاب النکاح
• کتاب القسم
• تہتر فرقوں کا بیان
• کتاب الصلوۃ
• کتاب الزکوۃ
• کتاب الطلاق
• کتاب الحدود
• باطنی گناہوں کی معلومات
• کتاب الجنائز
• کتاب الحج
• کتاب الاضحیہ
• حلال طریقے سے کمانے کا بیان
مصنف
مولانا ابوشفیع محمد شفیع خان عطاری مدنی فتحپوری
مکتبہ دارالسنہ، دہلی

تقریظِ جلیل

مفتی محمد عثمان اشرفی صاحب استاد: دارالعلوم جائس، درگاہ مخدوم اشرف سمنانی، جائس، امیٹھی (یوپی، الہند)

الحمد للہ، حضرت مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی ایک متحرک و فعال عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کا بھی ذوق و شوق رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصلاح و فلاح کی غرض سے حضرت موصوف نے دو درجن کتب تصنیف و تالیف کی ہیں۔ نیز آٹھ درسی کتب کی معاون و مددگار کتابیں بھی تصنیف و تالیف کرنا موصوف کا قابل رشک کارنامہ ہے۔

"آسان خطبات محرم" موصوف نے حسینی مجالس میں معاون و مددگار بنانے کے لیے تحریر کی ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ کچھ دن پہلے مجھے یہ کتاب بذریعہ حضرت **مولانا مغیث احمد قادری** استاذ دارالعلوم جائس بغرض نظر ثانی موصول ہوئی، جس کو میں نے بالاستیعاب پڑھنے کی سعادت حاصل کی، آسان انداز میں صحابہ کرام و اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت کو ذکر کیا گیا ہے، جو ماہ محرم الحرام کی مجالس میں کار آمد ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کا قلم مزید سیال فرمائے اور یوں ہی مزید سے مزید تر قلمی خدمات کی توفیق سعید سے نوازے، ان کی جملہ کتب کو مقبول عام و انام و مفید تام فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ و التسلیم وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین

محمد عثمان اشرفی صاحب استاد: دارالعلوم جائس، درگاہ مخدوم اشرف سمنانی، جائس، امیٹھی (یوپی، الہند)

تقریظ لطیف

مفتی نازش مدنی مرادآبادی (ٹھاکردوارہ، ضلع مرادآباد، یوپی)

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، جس کے آتے ہی کربلائے معلی کی داستانِ غم تازہ ہو جاتی ہے۔ اہلیانِ اسلام و محبّان اہلِ بیت شہدائے کربلا کی یاد میں شہادت ناموں اور محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔ شربت کی سبیلیں لگاتے اور لنگر کا اہتمام کرتے ہیں۔ یقیناً یہ سب کام باعث خیر وبرکت اور لائق صد تحسین ہیں۔ اور ایک سنیّ صحیح العقیدہ محبِ اہل بیت ہونے کے ناطے یہ سب امور کرنے بھی چاہیے۔ مگر ایک بڑی خرابی جو ماضی سے چلی آرہی ہے وہ یہ ہے کہ شہادت ناموں اور سوانح کربلا کے نام پر کچھ ایسی کتابیں مارکیٹ میں بکثرت دستیاب ہیں۔ جن میں پیش کردہ روایتوں اور حکایتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں جو سراسر من گھڑت ہیں یا شیعہ اور روافض کی ایجادات سے ہیں۔

ضرورت تھی کہ سوانح کربلا اور اس سے متعلقہ عناوین پر کوئی ایسی مستند و معتمد کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہو۔ جس سے قارئین کو مستند معلومات حاصل ہو سکے۔ بھلا ہو محب گرامی قدر، مصنف کتب کثیرہ، استاذ العلما حضرت علامہ مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتح پوری دام ظلہ (مدرس: جامعۃ المدینہ، فیضانِ صدیق اکبر آگرہ، یوپی) کا کہ آپ نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔ اور باضابطہ طور پر مستند تاریخی حوالوں سے مزین کرکے ایک کتاب بنام **"آسان خطباتِ محرم"** تصنیف فرمائی، اور اس ضرورت کو پورا کیا۔ فقیر تدریسی اور تحریری مصروفیات کے باعث کتابِ مذکور کو بالاستیعاب تو نہ پڑھ سکا البتہ

فہرست اور چیدہ چیدہ مقامات کو دیکھا تو اہل سنت وجماعت کے مستند لیٹریچر سے کتاب کو بھر پور پایا۔ امید ہے کہ یہ کتاب علما وعوام دونوں طبقوں کے لیے یکساں سود مند ثابت ہو گی۔ خصوصاً ائمہ مساجد اور مقررین وخطبا کو تو اس کتاب کو اپنے مطالعہ کی زینت بنانا زیادہ فائدہ مند ثابت ہو گا۔ دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مصنّفِ علّام کو دارین کی سعادتوں سے خوب خوب بہرہ مند فرمائے اور اس علمی کاوش کو موصوف کے لیے توشہ آخرت بنائے۔

آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

گدائے سرہند

فقیر نازش مدنی مرادآبادی غفرلہ

(ٹھاکر دوارہ، ضلع مرادآباد، یوپی، ہند)

۴/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۱ جون ۲۰۲۴ء، بروز منگل قبلِ نماز مغرب



تقدیم

"آسان خطبات محرم" پر ایک طائرانہ نظر

اثر خامہ: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

اس کائنات رنگ و بو میں دنیا کا ایک جہان آباد ہے لیکن ان میں انسان کو فقط "اشرف المخلوقات" کے مقام پر فائز کیا گیا ہے۔ پھر انسانوں میں گوناگوں لوگ ہیں۔ ان میں مسلمان ہیں، کفار ہیں، منافق ہیں، مرتد ہیں، زندیق ہیں، ظالم ہیں، مظلوم ہیں، حاکم ہیں اور محکوم ہیں۔ اسلام کی روشنی میں ان سب کے بارے میں احکامات جدا جدا ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان جہاں مادیت میں عروج پر پہنچا ہے وہاں روحانیت میں زوال پذیر بھی ہوا ہے۔ ہماری کئی مساجد میں وہ پہلے والی رونقیں عنقا ہیں۔ ہمارے کئی مدارس جن کا کبھی طوطی بولتا تھا آج ان میں الو بول رہے ہیں۔

اِلَّا مَاشَاءَ اللہ کچھ مدارس میں تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری ہے لیکن ان میں بھی وہ پہلے والا ولولہ و جوش نظر نہیں آتا، ہماری خانقاہیں کبھی رشد و ہدایت کا استعارہ تھیں لیکن اب ان میں کئی ایسی ہیں جن میں وہ پہلے والی تعلیم و تربیت ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ آہ صد آہ!

رسم اذاں رہ گئی روح بلالی نہ رہی

ہر سال ہمارے مدارس میں سے سیکنڑوں حفاظ و علما فراغت حاصل کرتے ہیں لیکن ان میں سے بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو عالم با عمل، کہنہ مشق مدرس اور صاحب قرطاس و قلم

بن کر حیات مستعار گزارتے ہیں اور اپنے علم و عمل سے دوسروں کی زندگیاں سنوارتے ہیں۔ عصر حاضر میں ایسے باعمل علما میں مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری زید مجدہ کا نام ممتاز و نمایاں ہے۔

ہندوستان کے صوبہ یوپی ضلع فتح پور ہنسوا کے قصبہ للولی میں ایک شریف النفس گھرانے میں محمد شریف خان کے ہاں ۲/شوال المکرم ۱۴۰۶ھ/۱۰/جون ۱۹۸۶ء کو ایک باسعادت فرزند ارجمند کی ولادت ہوئی جس کا نام محمد شفیق خان تجویز ہوا جسے اب دنیائے علم و فضل میں مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے نام سے شہرت عام حاصل ہے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے گھرانے میں ہوئی۔ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۴ء میں آپ نے اے سی کا کام سیکھنے کے لئے ممبئی کا رخ کیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا جب آپ وہاں چار سال کے بعد ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء میں اپنے گھر قصبہ للولی میں لوٹے تو آپ نے امیر دعوت اسلامی حضرت علامہ ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں بیعت و ارادت کی سعادت حاصل کی، آپ کو دعوتِ اسلامی کا دینی ماحول ملا تو آپ کی کایا پلٹ گئی۔ آپ نے قرآن وحدیث اور علوم دینیہ پڑھنے کی ٹھان لی۔ ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء میں آپ نے اپنے قصبہ للولی کے دارالعلوم جامعہ عربیہ گلشن معصوم میں قاری اقبال عطاری سے قرآن کریم ناظرہ اور مولانا عتیق الرحمن مصباحی سے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھیں۔ پھر چریا کوٹ ضلع مؤ گئے

اور وہاں درجۂ ثانیہ تک پڑھا۔ اہل سنت کی معیاری اور معروف درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں درجۂ ثانیہ کا امتحان دیا، کامیاب ہوئے اور درجۂ ثالثہ بھی یہاں ہی مکمل کیا۔ دارالعلوم غوثیہ گاؤں سریا ضلع اعظم گڑھ سے درجۂ رابعہ کی تکمیل کی۔ جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج نیپال میں درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث شریف تک پڑھا اور ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء میں آپ سند فراغت اور دستار فضیلت سے سر فراز ہوئے۔

فراغت کے بعد آپ نے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیق اکبر آگرہ میں تدریس کا آغاز کیا جس کا دورانیہ ایک سال رہا۔ بعد ازاں دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ گئے اور درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران آپ نے دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں پڑھائی جانے والی علم صرف کی کتاب **"مراح الارواح"** کی اردو شرح **"شفیق المصباح"** لکھی۔ جو کہ آپ کی پہلی تصنیف ہے۔ یہاں سے آپ دوبارہ جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیق اکبر آگرہ میں آگئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

آپ نہ صرف ایک نہایت ہی کہنہ مشق مدرس ہیں بلکہ آپ ایک صاحب طرز مصنف، بہترین مترجم اور عظیم شارح ہیں۔ آپ کے ذوق مطالعہ و تحقیق اور زود نویسی کا یہ عالم ہے کہ نہایت ہی مختصر سے عرصے میں اب تک مختلف موضوعات پر اصلاحانہ انداز میں چھبیس اور درسی کتب کی دس شروحات آپ کے نوک قلم سے نکل چکی ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

"آسان خطبات محرم" پر ایک طائرانہ نظر

سانحۂ کربلا کو کئی صدیاں بیت گئیں لیکن یہ سانحۂ عظیمہ آج بھی امت مسلمہ کے زبان و قلم پر زندہ و جاوید ہے، امت مسلمہ کے محدثین اور محققین نے اس روح فرسا واقعہ پر قلم اٹھایا ہے۔ اس پر ان کی بیسیوں کتابیں شاہد و ناطق ہیں۔

تاریخ میں ہر قسم کے واقعات کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ اس میں حقائق ہیں اور رطب و یابس سب کچھ ہے۔ تاریخ سے عقیدت تو ہو سکتی ہے لیکن اسے کبھی عقیدہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اس وقت ہم ایک نہایت ہی نازک اور پر فتن دور سے گزر رہے ہیں۔ بد قسمتی سے ہند و پاک میں چند ایسے خارجی یزیدی سامنے آئے ہیں جو واقعۂ کربلا کا سرے ہی سے انکار کر رہے ہیں اور شہزادۂ رسول، جگر گوشۂ بتول حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر نہایت ہی رکیک حملے کر رہے ہیں۔ یہ بدبخت یزید جیسے فاسق و فاجر، شرابی و زانی اور دشمن رسول و آل رسول کو "امیر المومنین' اور جنتی کہنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے۔ اس پر ان کی کئی چھوٹی موٹی کتابیں "خلافت معاویہ و یزید"، "رشید ابن رشید"، سادات بنو امیہ"، "تحقیق مزید"، اور "آؤ محرم کی تلاش کریں" وغیرہ شاہد و ناطق ہیں۔

ایک دوسرا طبقہ ایسا بھی ہے جس نے واقعۂ کربلا پر ایسا بھونڈا پن اختیار کیا کہ اسے الف لیلوی رنگ دے دیا گیا۔ غیر مستند مواد اور کذب و افتراء کی انتہا کر دی گئی ہے۔ صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار کے تقدس کو سخت مجروح کیا گیا۔ کئی قصہ خواں اور محدود مطالعہ رکھنے والے پیشہ ور مقررین محرم الحرام کے دنوں میں غیر معیاری اور غیر مستند کتابوں کا سہارا لے کر واقعۂ کربلا بیان کرتے ہیں اور اچھی خاصی رقم بٹورتے ہیں۔ اس صورت حال کو

دیکھتے ہوئے ہمارے اہل قلم علما نے اس جانب اپنی توجہ فرمائی اور ایسی کتابیں لکھ کر سامنے لائیں جن سے نہ صرف واقعۂ کربلا حقائق و شواہد کی روشنی میں صفحۂ قرطاس پر منتقل ہوا بلکہ فتنۂ خارجیت، فتنۂ یزیدیت اور فتنۂ رافضیت بھی بے نقاب ہوا۔

یہاں اردو زبان میں برصغیر پاک وہند کے چند مشاہیر علمائے کرام کی ان کتابوں کے نام ملاحظہ فرمائیں جن میں واقعۂ کربلا کے حوالے سے قلم اٹھایا گیا ہے:

(۱)۔۔۔برادر اعلیٰ حضرت مولانا محمد حسن رضا خان حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئینۂ قیامت

(۲)۔۔۔خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)۔۔۔۔۔۔۔۔۔سوانحِ کربلا

(۳)۔۔۔خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء)۔۔۔۔۔۔۔اوراق غم

(۴)۔۔۔خطیب پاکستان علامہ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللّٰہ علیہ (م:۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء)۔۔۔۔۔۔شام کربلا

(۵)۔۔۔خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء)۔۔۔۔۔کربلا کا مسافر

(۶)۔۔۔قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲)۔۔۔۔نقش کربلا

(۷)۔۔۔ علامہ ابو المعانی پیر محمد عبد الصبور بیگ منشور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۴ء)... شہسوار کربلا

(۸)۔۔۔ علامہ محمد عبد الغنی سالک قادری رضوی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ .... آئینۂ کربلا

(۹)۔۔۔ علامہ محمد عبد السلام قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔۔۔۔ شہادت نواسۂ سید الابرار و مناقب آل نبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱۰)۔۔۔ مولانا قاری محمد امین القادری رضوی ۔۔۔۔۔ تاریخ کربلا۔ تلک عشرۃ کاملۃ

یہی نہیں ہمارے علما و فضلا محرم الحرام میں اپنی تقاریر و خطبات صرف واقعات کربلا کے لئے مختص فرماتے آئے ہیں۔ اس پر ہمارے علما و مشائخ کے مطبوعہ خطبات و بیانات شاہد و ناطق ہیں۔ اس سلسلہ میں فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء) کے "خطبات محرم" کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کے تحت ہمارے ممدوح مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری زید مجدہ نے **"آسان خطبات محرم"** ترتیب دیئے ہیں۔ آپ نے اپنے اس مجموعۂ خطبات میں نہایت ہی آسان اور فہم انداز میں تیرہ ایسے خطبات سلک مروارید کی طرح ترتیب دے کر قارئین کی نذر کئے ہیں۔ جن کی نسبت کسی طرح بھی محرم الحرام سے بنتی ہے۔

پہلا خطبہ "دین اسلام کی خوبیاں" کے عنوان سے ہے جس میں ہجری تاریخ کا پس منظر، اسلامی سال کی شروعات، دین اسلام کی مقبولیت، دین اور اسلام کے معنی اور دین اسلام کی خوبیاں احاطۂ تحریر میں لائی گئی ہیں۔

دوسرا خطبہ "سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے نام سے معنون ہے۔ اس میں پیغمبر آخر الزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ومرتبہ، ولادت باسعادت، خاندان نبوی، حلیہ مبارک، آپ کی پسندیدہ غذائیں اور آپ کی مختصر مگر جامع سیرت صفحۂ قرطاس پر منتقل کی ہے۔

تیسرا خطبہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنھم" کے نام سے ہے۔ اس میں صحابہ کرام کی عظمتیں، فضیلتیں، تعداد، صحابہ کرام میں افضلیت اور دیگر اہم معلومات دی گئی ہیں۔

چوتھا خطبہ "حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" کے عنوان سے ہے۔ اس میں خلیفۂ اول کا تعارف، بچپن، اسلام لانے کا واقعہ، مقام ومرتبہ، اولیت، تاریخی کارنامے، خلافت، خصوصیات، کرامات، قربانیاں اور آپ کے وصال کی کیفیات دی گئی ہیں۔

پانچواں خطبہ "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ" کے عنوان سے ہے۔ اس میں خلیفۂ دوم کا تعارف وحلیہ، اسلام لانے کا واقعہ، مقام ومرتبہ، اولیات، خصوصیات، خلافت، کارنامے، کرامات اورآپ کی شہادت کے مختصر احوال دیئے گئے ہیں۔

چھٹا خطبہ "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ" کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں خلیفۂ سوم کا تعارف وحلیہ، اسلام لانے کا واقعہ، اولیات، خصوصیات، سخاوت، خلافت، تاریخی

کارنامے، کرامات اور آپ کی شہادت کے مختصر احوال دیئے گئے ہیں۔

ساتواں خطبہ "حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم" کا عنوان لئے ہوئے ہے۔ اس میں خلیفۂ چہارم کا تعارف و حلیہ، اسلام لانے کا واقعہ، مقام و مرتبہ، شجاعت، خلافت، تاریخی کارنامے، کرامات، خصوصیات، اور آپ کی شہادت کے احوال دیئے گئے ہیں۔

آٹھواں خطبہ "حضرت فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا" کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں پیغمبر آخر الزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری اور لاڈلی شہزادی خاتون جنت حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا کا تعارف دیا گیا ہے۔ آپ کے القابات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ آپ کا بچپن، نکاح، شب و روز، ایثار و سخاوت، کرامات، گھریلو زندگی اور آپ کے وصال باکمال کی کیفیات دی گئی ہیں۔

نواں خطبہ "حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ" کا عنوان لئے ہوئے ہے۔ اس میں خلیفۂ پنجم نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا تعارف و القاب، بچپن کے واقعات، عبادات، سخاوت، کرامات، خلافت، ازواج و اولاد اور آپ کی شہادت کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

دسواں خطبہ "حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ" کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کا تعارف و القاب، بچپن کے واقعات، عبادات، سخاوت، کرامات، ازواج و اولاد، مقام کربلا اور یزید کا برا کردار زیر بحث لایا گیا ہے۔

گیارھواں خطبہ "شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ "کا عنوان لئے ہوئے ہے۔ اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت، امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اہل کوفہ کی درخواستیں، آپ کی مدینۃ الرسول سے رخصتی، حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی، دس محرم الحرام اکسٹھ ہجری کے دل سوز واقعات، دعوت و عزیمت کے انمٹ نقوش، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ اور بعد کے روح فرساواقعات اس خطبہ میں شامل ہیں۔

بارھواں خطبہ " یزید اور یزیدیوں کا انجام'کا عنوان لئے ہوئے ہے۔ اس میں حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کے واقعات، سر انور کی تدفین، یزید پلید کا انجام، ابن زیاد بد نہاد کا انجام، مختار ثقفی اور اس کا دعویٰ نبوت بھی زیرِ بحث لایا گیاہے۔

تیرھواں خطبہ " دسویں محرم الحرام کے فضائل" کے عنوان سے منسوب ہے۔ اس میں درود شریف کی فضیلت، خیرات عاشورہ کی برکات، شب عاشورہ کاوسیلہ، عاشورہ کے روزے کے فضائل، یوم عاشورہ کی مبارک نسبتیں، یوم عاشورہ کے اعمال، ایک نہایت ہی اہم فتویٰ اور تعزیہ داری کے احکام اس خطبے کا حصہ ہیں۔

ماشاءاللہ، ہر خطبہ قرآنی آیات اور نبوی ارشادات سے مزین ہے۔ جو خطیب کے وسعت مطالعہ اور ذوق تحقیق پر دال ہے۔ ہر خطبے کا حرف حرف اور لفظ لفظ روشنی ہے۔ ادب واحترام اور احتیاط کا یہ عالم ہے کہ ہر خطبے کی سطر سطر سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم کی محبت وعقیدت کے سوتے پھوٹتے ہوئے

نظر آتے ہیں۔ ان خطبات سے یہ حقیقت مترشح ہے کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں کوئی صحابی ملوث نہیں ہے۔ اسی طرح نواسۂ رسول حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں بھی کوئی ایک صحابی بھی ملوث نہیں ہے۔ برادر اعلیٰ حضرت استاذ زمن مولانا حسن رضا خان حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

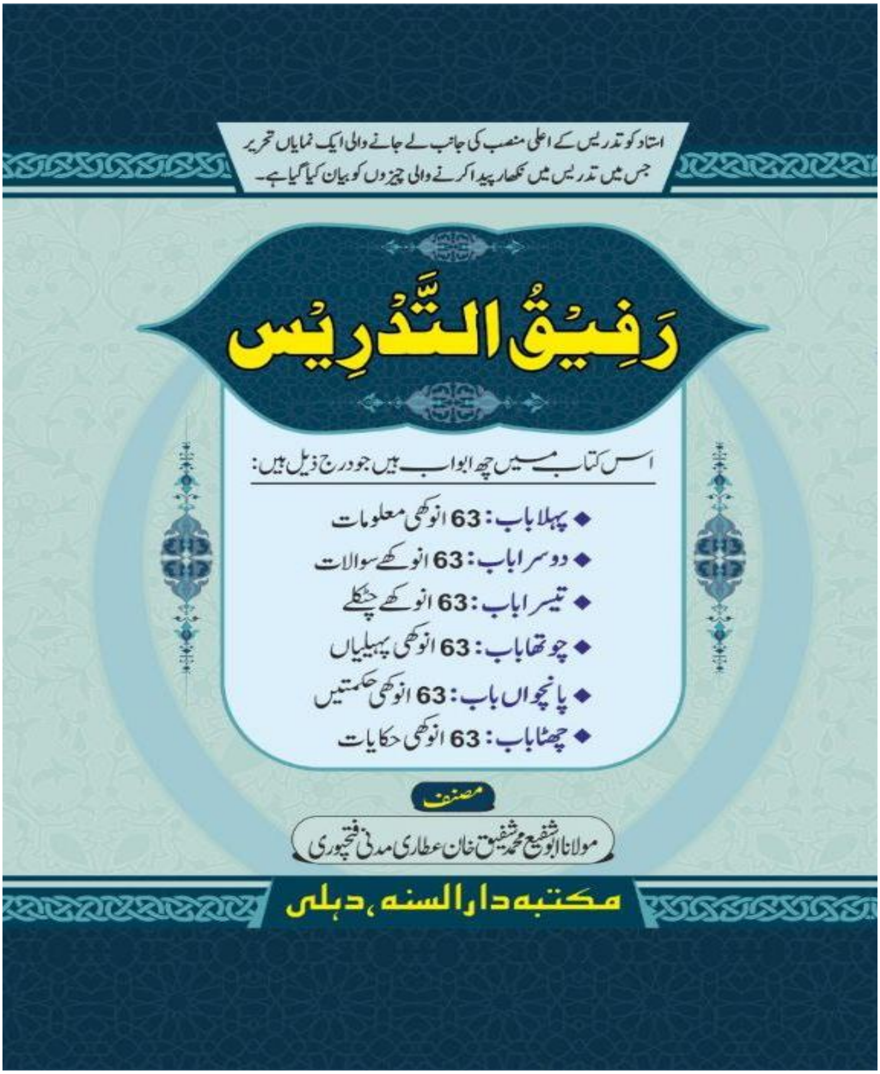
بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

ناچیز ہیچ مدان فاضل خطیب مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتح پوری زید مجدہ کی خدمت میں **"آسان خطبات محرم"** کی تکمیل اور اشاعت پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد اور ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ ماشاء اللہ، بہت خوب اللھم زد فزد اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین۔

دعاگو و دعاجو: گدائے کوئے مدینہ شریف
احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ
سرپرست اعلیٰ ماہنامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل و ہماری آواز

مدیر اعلیٰ الحقیقہ وسہ ماہی مجلہ "خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "(انٹر نیشنل)
ادارہ فروغ افکار رضاو ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان
(۱۷/ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ/ ۲۴/جون ۲۰۲۴ءبروز پیر بوقت ۷:۱۳، قریب المغرب)



مصنف کا تعارف

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے۔ سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ۲۰۰۴ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں۔ آپ کی ولادت قصبہ لَلَوُلیٰ ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی۔ آپ کی تاریخِ پیدائش ۱۰ جون ۱۹۸۶ء ہے۔

موصوف ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن ۲۰۰۰ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئ چلے گئے تھے اور وہاں پر ۴ سال قیام کیا پھر ۲۰۰۴ء میں اپنے وطن لوٹے اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا دینی ماحول ملا۔ دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور ۲۰۰۶ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھی، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریاکوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹسٹ دیا اور بفضلہ تعالی کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی۔ پھر درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَریّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال

گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی۔ ۲۰۱۴ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی۔ پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں چلنے والی علمِ صرف کی کتاب بنام مراح الارواح کی اردو شرح بنام **شفیق المصباح** تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لا کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ موصوف کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایاں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے موصوف کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

مصنف کی اصلاحی کتب

1☆...**ما فعل اللہ بک (حصہ اول)**
2☆...**ما فعل اللہ بک (حصہ دوم)**
3☆...**ما فعل اللہ بک (حصہ سوم)**
4☆...**میری سنت میری امت**
5☆...**کیا حال ہے؟**
6☆...**موت کے وقت**
7☆...**عقائد کی حکمتیں**
8☆...**پانچ نمازوں کی حکمتیں**
9☆...**قرآنی سورتوں کے مضامین**
10☆...**سب سے پہلے سب سے آخر**
11☆...**امتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات**
12☆...**قصور کس کا؟**
13☆...**نصاب مسائلِ نماز**

14☆... خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی جلد اوّل

15☆... خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی جلد دوم

16☆... خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی جلد سوم

17☆... تدریس کے ۲۶ طریقے

18☆... رفیق التدریس

19☆... تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے

20☆... فیضانِ قرآن کورس

21☆... فیضانِ شریعت کورس

22☆... آسان فرض علوم

23☆... آسان خطباتِ محرم

24☆... تنظیمی نصاب

25☆... اعلیٰ حضرت کا چرچا رہے گا

26☆... احمد، محمد کے راز

مصنف کی درسی کتب

1☆... شفیق المصباح شرح مراح الارواح

2☆... شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ

3☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ اول)

4☆... نور المغیث شرح تیسیر مصطلح الحدیث

5☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ دوم)

6☆... القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر

7☆... شارق الفلاح شرح نور الایضاح

8☆... عرفان الاثار شرح معانی الاثار

9☆... صرف کے دلچسپ سوالات

10☆... کلام الوقایہ اردو شرح الوقایہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِيْفِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الشَّفِيْقِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه   وَعَلٰى اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

(1) دینِ اسلام کی خوبیاں

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔ہجری تاریخ کی شروعات کب اور کیسے ہوئی؟

(2)۔۔۔اسلامی سال کی شروعات۔

(3)۔۔۔کون سا دین مقبول ہے؟

(4)۔۔۔دین اور اسلام کا معنیٰ کیا ہے؟

(5)۔۔۔اسلام کیوں آیا؟

(6)۔۔۔دینِ اسلام کی کیا خوبیاں ہیں؟

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دارالسنہ دہلی

(1) دینِ اسلام کی خوبیاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ　وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

آج میں آپ کے سامنے درودِ پاک کی فضیلت میں ایسی حدیث پاک بیان کرنے لگا ہوں جس کو آپ نے بارہا سنا ہو گا، لیکن اس کے پیچھے جو راز پوشیدہ ہے اس کے بارے میں شاید ہی آپ کا خیال اور ذہن گیا ہو گا۔

حافظ محمد شرفُ الدین عبدالمُؤمن بن خَلف دِمیاطی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ'' میں اس حدیث کی تخریج کی ہے:

حضرت سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مدد گار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ بہت خوش نظر آرہے ہیں؟" فرمایا: "میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور مجھ سے عرض کیا کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا اللہ پاک اس کے لیے دس

نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹادے گا اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا اور اس پر اتنی ہی رحمت بھیجے گا۔" (مسند احمد، حدیث ابی طلحۃ، رقم ۱۶۴۵۲، ج۵، ص۵۰۹)

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: درودِ پاک پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ تین چیزیں عطا فرماتا ہے:

(۱)۔۔۔اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا یعنی اس کو دس نیکیاں ملیں گی۔

(۲)۔۔۔دس گناہ جو اس نے ماضی میں کئے، مٹادے گا۔ یعنی معاف ہو جائیں گے۔

(۳)۔۔۔اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا۔ یعنی جنت میں اس کے دس درجات بلند ہوں گے۔

اور ایک حدیث سنن نسائی کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔

ترجمہ: جس نے مجھ پر ایک بار دُرُودِ پاک پڑھا اللہ پاک اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، دس گناہ مٹاتا ہے اور دس دَرَجات بُلند فرماتا ہے۔ (نَسائی ص ۲۲۲ حدیث ۱۲۹۴)

دونوں حدیث میں فرق

پس اس حدیث کا مفہوم بھی وہی ہے جو ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تھا، صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں دس نیکیاں ملنے کا ذکر تھا اور اس میں دس رحمتیں نازل کرنے کا تذکرہ ہے۔

یہ راز پوشیدہ ہے

درودِ پاک کی اس فضیلت میں جو راز پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں سب سے پہلے نیکیوں کے ملنے، پھر گناہوں کے مٹائے جانے، اور آخر میں درجات کے بلند ہونے کو کیوں بیان فرمایا؟ یعنی یہ ترتیب ہی کیوں؟ اس کے برعکس یعنی الٹا کیوں نہیں؟

کہ پہلے گناہ کے مٹنے کو بیان کیا جاتا پھر نیکیوں کے ملنے اور آخر میں درجات کی بلندی کو بیان کیا جاتا، یا پہلے درجات کی بلندی، پھر گناہوں کے مٹنے اور آخر میں نیکیوں کے ملنے کا تذکرہ کیا جاتا، مگر اس ترتیب کو چھوڑ کر پہلے نیکیوں کے ملنے، پھر گناہوں کے مٹنے اور پھر آخر میں درجات کے بلند ہونے کو بیان کیا گیا۔ اس کو آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ پہلے زمانۂ حال میں ملنے اور پھر ماضی میں کئے ہوئے گناہوں کی بھرپائی، اور پھر مستقبل میں درجات کی بلندی کی بات کی گئی ہے۔

سوال یہ ہے

سوال یہ ہے کہ اسلام کے جہاں ہر فرمان میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، تو اس فرمان میں کون سی حکمت پوشیدہ اور چھپی ہوئی ہے؟

یہ تھا سوال، اب اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں، کہ اس میں کیا حکمت اور کیا راز ہے؟ اے عاشقانِ رسول! اس میں بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے، اور یہ حکمت انسانی حالت کے مطابق، اس کی نفسیات کے مطابق، اور عقل و شعور کے مطابق و موافق ہے، اور اس حکمت سے یہ بھی پتہ چلے گا کہ ہمارے نبی ﷺ کو معاشرے کی مکمل معرفت ہے، اور ان کا ایک ایک فرمان زندگی آفریں اور مشعلِ راہ ہے۔

انسان کی حالت وعادت

اس حکمت کو سمجھنے کے لیے پہلے انسان کی حالت وعادت کو سمجھنا پڑے گا، اور وہ یہ کہ ایک شخص جو کہ بڑا امیر وکبیر تھا، جس کے پاس بے شمار دولت تھی، اور وہ بڑے عالیشان محلات اور بے شمار جائداد کا مالک تھا، جن سے عیش و تنعم خوب جھلک رہا تھا، ہر وقت دروازے پر نوکروں کا جھرمٹ رہتا تھا۔

سب کچھ جاتا رہا

مگر یکایک فنا کا بادَل گرجا، آفت ومصیبت کی آندھی چلی اور دنیا میں تادیر خوشحال رہنے کی اُمیدیں خاک میں مل کر رہ گئی، اس کے مسرتوں اور شادمانیوں سے ہنستے بستے گھر کو تباہی نے آلیا، وقت کی مار ایسی پڑی کہ اس سے یہ ساری چیزیں جاتی رہیں، اور روشنیوں سے جگ مگاتے محلات سے گھپ اندھیری جھوپڑی میں پہنچ گیا۔ کل تک اَہل وعیال کی رونقوں میں شاداں ومسرور تھا مگر آج لکڑی کی وَحشت ناک جھوپڑی اور تنہائیوں میں مغموم ورَنجور رہے، یعنی یوں کہہ لیجئے کہ کل کا کروڑپتی آج کاروڈپتی بن گیا، یہاں تک کہ ایک وقت کے کھانے کا کھانا، اور ستر چھپانے کے لیے کپڑا تک نہ رہا، بالکل کنگال و خستہ حال ہو گیا۔ بھوک وپیاس سے بیتاب ہے، جسم برہنہ ہے۔

اب اس کو کس چیز کی فکر ہوگی؟

اب آپ بتایئے! کیا اس کو اپنے ماضی کی فکر ہو گی، مستقبل کی فکر ہو گی، نہیں نا، وہ تو سوچے گا میرا ماضی درست ہو یا نہ ہو، میرا مستقبل صحیح ہو یا نہ ہو، میرا صرف حال صحیح ہو جائے، مجھے ابھی کچھ کھانے، پینے کو مل جائے، ستر چھپانے کو کپڑا مل جائے، نہ اس کو اپنے

ماضی کی فکر اور نہ مستقبل کی، اگر فکر ہے تو اپنے زمانۂ حال کے درست ہونے کی فکر ہے۔

اب ماضی کی یاد ستائے گی

اچھا! اس کے کھانے پینے اور ستر چھپانے کا انتظام ہو گیا، اس کا حال درست ہو گیا، تو اب اس کے دل میں کیا خیال ہو گا؟ اب اس کے دل میں یہ خیال ہو گا کہ میری ماضی میں ضائع ہونے والی دولت مل جائے، جو مجھے نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی ہو جائے، میرا کھویا ہوا وقار، اقتدار، افتخار، مل جائے، میرا ماضی درست ہو جائے۔ سب سے پہلے فکر تھی حال کی، جب حال درست ہوا، فوراً ماضی کی یاد ستانے لگی۔

اب مستقبل کی یاد ستائے گی

جناب چلو، اس کا ماضی بھی درست ہو جائے، اس کا لٹا ہوا تمام مال و دولت، عزت و وزارت، حکومت و صدارت سب واپس مل جائے، تو اب کیا ہو گا؟ اب اس کو فوراً اپنے مستقبل کی یاد ستائے گی، کہ اب میرا حال بھی درست ہو گیا، میرا ماضی بھی درست ہو گیا، اب مجھے اپنے مستقبل کو درست کرنا چاہیے۔

انسان کی حالت کے پس منظر میں حدیث

آپ دیکھیں آدمی کو پہلے حال کی فکر، پھر ماضی کی فکر اور پھر مستقبل کی فکر ہوتی ہے، یہ انسان کی فطرت ہے، اس کی عادت ہے، اب اسی قاعدہ اور قانون کو سامنے رکھ کر میرے نبی، آپ کے نبی، ہمارے نبی، اللہ کے نبی، آخری نبی، مکی مدنی ﷺ پر درود پڑھنے کی فضیلت کو ملاحظہ کیجیے: ”جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا اللہ پاک اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹادے گا اور اس کے دس درجات بلند فرمائے

گا اوراس پر اتنی ہی رحمت بھیجے گا۔"

تینوں حالتیں درست

اللہ اکبر! نیکی کے ملنے کی بات پہلے کی، اور ملنا یہ زمانۂ حال کا درست ہونا ہے، پھر ماضی میں کئے ہوئے گناہوں کو مٹانے کی بات کی، اور یہ پچھلے گناہ مٹانا، زمانۂ ماضی کا درست ہونا ہے، پھر آخر میں جنت کے اندر درجات کی بلندی کی بات کی، اور جنت ابھی نہیں ملے گی بلکہ وہ تو مستقبل میں ملے گی، لہذا یہ زمانۂ مستقبل کا درست ہونا ہے۔

اللہ اکبر! قربان جاؤں میں محمد عربی ﷺ پر، جو آپ پر درود پڑھتا ہے، آپ پر درود پڑھنے کی برکت سے پڑھنے والے کے تینوں حالتیں درست ہو جاتی ہیں۔

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

اتنا ہی نہیں بلکہ اور کچھ

اور یہی نہیں، بلکہ آگے بھی فرمان موجود ہے، فرمایا: "اللہ تعالی اس پر اتنی ہی رحمت بھیجے گا۔" اللہ اکبر! درودِ پاک پڑھنے والے پر اللہ پاک کی کتنی عطائیں ہیں کتنی کرم نوازیاں ہیں۔ تبھی تو اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" میں لکھتے ہیں:

برستا نہیں دیکھ کر اَبرِ رَحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

اب　آئی　شفاعت　کی　سَاعت　اب　آئی
ذرا　چین　لے　میرے　گھبرانے　والے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ رسول! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، آج محرم الحرام کی پہلی تاریخ ہے، اور اسلامی سال کی شروعات ماہِ محرم الحرام سے ہوتی ہے اس مناسبت سے آج کے بیان میں چند ضروری چیزوں کے متعلق سننے کی سعادت حاصل کریں مثلاً:

(1)۔۔۔ہجری تاریخ کی شروعات کب اور کیسے ہوئی؟

(2)۔۔۔اسلامی سال کی شروعات۔

(3)۔۔۔کون سا دین مقبول ہے؟

(4)۔۔۔دین اور اسلام کا معنی کیا ہے؟

(5)۔۔۔اسلام کیوں آیا؟

(6)۔۔۔دینِ اسلام کی کیا خوبیاں ہیں؟

(1)۔۔۔ہجری تاریخ کی شروعات کب اور کیسے ہوئی؟

اے عاشقانِ رسول! اسلام سے پہلے صرف عیسوی سال اور مہینوں سے تاریخ لکھی جاتی تھی اور مسلمانوں میں تاریخ لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ پھر ہجری تاریخ کی شروعات کیسے ہوئی؟ ہجری تاریخ شروع کرنے کے کیا اسباب بنیں؟

اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۱۷ ہجری میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ آپ کی طرف سے حکومت کے مختلف علاقوں میں خطوط جاری ہوتے ہیں مگر آپ کے ان خطوط میں تاریخ نہیں لکھی ہوتی، اور تاریخ لکھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے کہ کس دن آپ کی طرف سے حکم جاری ہوا اور کب پہنچا اور کب اس پر عمل ہوا۔ ان سب باتوں کے سمجھنے کا انحصار تاریخ لکھنے پر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے اس مشورے کو نہایت معقول بات سمجھا اور فوری طور پر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک میٹنگ بلائی۔ اس میں مشورہ دینے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے چار قسم کی رائے سامنے آئی:

(1)۔۔۔اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی یہ رائے تھی کہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت کے سال سے اسلامی سال کی ابتدا کی جائے۔

(2)۔۔۔دوسری جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ نبوت کے سال سے اسلامی سال کی ابتدا کی جائے یعنی جس وقت اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا۔

(3)۔۔۔تیسری جماعت کی رائے ہوئی کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتدا کی جائے۔

(4)۔۔۔اور چوتھی جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے وصال سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

ان چاروں قسم کی رائیں سامنے آنے کے بعد ان پر باضابطہ بحث ہوئی۔ پھر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سنایا کہ ولادت یا نبوت سے اسلامی سال کی ابتدا کرنے میں اختلاف سامنے آسکتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی ولادت کا دن اسی طرح آپ کے اعلانِ نبوت فرمانے کا دن یقینی طور پر اس وقت متعین نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف ہے اور وصال سے شروع کرنا اس لیے مناسب نہیں ہے کہ وصال کا سال اسلام اور مسلمانوں کے غم اور صدمہ کا سال ہے۔ اس لیے مناسب یہ ہو گا کہ ہجرت سے اسلامی سال کی شروعات کی جائے کہ اس میں چار خوبیاں ہیں:

(1)۔۔۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہجرت نے حق و باطل کے درمیان واضح امتیاز پیدا کر دیا۔

(2)۔۔۔یہی وہ سال ہے جس میں اسلام کو عزت اور قوت ملی۔

(3)۔۔۔یہی وہ سال ہے جس میں اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم اور مسلمان امن وسکون کے ساتھ بغیر خوف و خطر کے اللہ کی عبادت کرنے لگے۔

(4)۔۔۔اسی سال مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔

عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان سن کر ان تمام خوبیوں کی بناء پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع اس بات پر ہوا کہ ہجرت کے سال ہی سے اسلامی سال کی شروعات کی جائے۔

(2)---اسلامی سال کی شروعات

پھر اسی مجلس میں دوسرا مسئلہ اٹھا کہ سال میں بارہ مہینے ہیں ان میں چار مہینے حرمت (یعنی عظمت) والے ہیں: (۱) ذی القعدہ (۲) ذی الحجہ (۳) محرم اور (۴) رجب جو جمادی الثانی اور شعبان المعظم کے درمیان میں ہے۔

سال کے مہینے کی ابتدا میں بھی اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مختلف رائیں سامنے آئیں کہ سال کے مہینے کی ابتدا کس مہینے سے کی جائے؟ چنانچہ اس سلسلہ میں بھی اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے چار قسم کی رائیں سامنے آئیں:

(1)---ایک جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رجب کے مہینے سے سال کے مہینہ کی شروعات کی جائے، اس لیے کہ رجب سے ذی الحجہ تک چھ مہینے ہوتے ہیں۔ پھر محرم سے رجب کی ابتدا تک چھ مہینے ہوتے ہیں۔

(2)---دوسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رمضان کے مہینہ سے سال کے مہینے کی شروعات کی جائے۔ اس لیے رمضان سب سے افضل ترین مہینہ ہے جس میں پورا قرآن کریم نازل ہوا ہے۔

(3)---تیسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ محرم کے مہینے سے سال کے مہینے کی شروعات کی جائے۔ اس لیے کہ ماہ محرم میں حجاج کرام حج کر کے واپس آتے ہیں۔

(4)۔۔۔چوتھی جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ ربیع الاول سے سال کے مہینے کی شروعات کی جائے۔ اس لیے کہ اس مہینے میں اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہجرت فرمائی کہ ربیع الاول کے شروع میں مکہ شریف سے سفر شروع فرمایا اور ربیع الاول کے ہی مہینے میں مدینہ شریف پہنچ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی رائے نہایت احترام کے ساتھ سنی۔ پھر آخر میں یہ فیصلہ دیا کہ محرم کے مہینے سے سال کے مہینے کی شروعات ہونی چاہیے۔ اس کی دو خوبیاں ہیں:

(1)۔۔۔ حضرات انصار نے بیعت عقبہ کے موقع پر اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مدینہ شریف ہجرت کر کے تشریف لانے کی دعوت پیش فرمائی تھی اور آپ نے انصار کی دعوت قبول فرمائی اور یہ ذی الحجہ کے مہینے کے بعد حج پیش آیا تھا اور حضور ﷺ نے محرم کے شروع سے صحابہ کرام کو ہجرت کے لیے روانہ کرنا شروع فرما دیا تھا، لہٰذا ہجرت کی ابتدا محرم کے مہینہ سے ہوئی اور اس کی تکمیل ربیع الاول میں آپ کی ہجرت سے ہوئی۔

(2)۔۔۔حج اسلام کی ایک تاریخی عبادت ہے جو سال میں صرف ایک مرتبہ ہوتی ہے اور حج سے فراغت کے بعد محرم کے مہینہ میں حاجی لوگ اپنے گھر واپس آتے ہیں۔ ان خوبیوں کی بنا پر سال کے مہینے کی ابتدا محرم سے مناسب ہے۔

اس پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع ہوا کہ سال کے مہینے کی شروعات محرم سے ہو۔ لہٰذا اسلامی سال کی شروعات ہجرت سے اور اسلامی مہینے کی شروعات محرم الحرام سے مان لی گئی اور اسی پر امت کا اب تک عمل جاری ہے۔

اسلام کے تمام تر احکام قمری یعنی چاند کے مہینے اور تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں جیسے کہ روزہ، عید، حج، زکاۃ، عدت، بلوغت وغیرہ کا دار و مدار اسلامی سال و اسلامی تاریخوں پر رکھا گیا ہے۔ عیسیوی تاریخوں پر نہیں رکھا۔

اے عاشقانِ رسول! ہجری سال و مہینے کے بارے میں جاننے کے بعد اب یہ جانتے ہیں کہ اللہ پاک کو کون سا دین پسند ہے چنانچہ قرآن پاک کے پارہ ۳، سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۹ میں خود اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

(3)...کون سا دین مقبول ہے؟

یقیناً اللہ پاک کی بارگاہ میں دین "دینِ اسلام" ہی مقبول ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (پ۳، آل عمران، ۱۹)

اسی طرح اللہ پاک دینِ اسلام کے علاوہ دوسرا دین اپنانے والوں کے بارے میں آلِ عمران کی آیت نمبر ۸۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۸۵) (پ۳، آل عمران، ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہر گز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں (یعنی نقصان اٹھانے والوں میں) سے ہے۔

اور پارہ ٦، سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ٣ میں دینِ اسلام کو مکمل کرنے، اپنی نعمتوں کو پورا کرنے اور دینِ اسلام کو پسند کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ (پ٦، المائدہ ٣)

ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

اے عاشقانِ رسول! ان آیات سے بخوبی پتا چلتا ہے کہ اللہ پاک تک پہنچنے کے لیے، اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اس کے نعمت والے گھر جنت میں جانے کے لیے دینِ اسلام کو قبول کرنا اور اس کے احکامات کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ اب دنیا میں قیامت تک اللہ کا دین صرف اور صرف دینِ اسلام ہی ہے۔

(4)---دین اور اسلام کا معنی کیا ہے؟

اے عاشقانِ رسول! آپ نے سنا کہ اللہ پاک کو صرف دینِ اسلام پسند ہے، اب میں آپ کو بتاتا چلوں کہ دین کا کیا معنی ہے؟ چنانچہ:

سوال: دین کا کیا معنی ہے؟

جواب: امام راغب اصفہانی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: "اَلدِّیْنُ یُقَالُ لِلطَّاعَةِ وَ الْجَزَاءِ" دین اطاعت کرنے اور جزا یعنی بدلہ دینے کو کہتے ہیں۔

پس دین کو دین اس لیے کہتے ہیں کہ دین کا ماننے والا اپنے دین کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے اور اس کے اس فرماں برداری کرنے پر اس کو اس کا دین بدلہ دیتا ہے۔

اور اللہ پاک نے دینِ اسلام کے ماننے والوں کو کیسا بدلہ دیا کہ مسلمانوں کو تمام امتوں سے افضل کیا، قیامت میں اپنے عرش کا سایہ دیا اور اپنی نعمتوں والے گھر جنت میں رہنے کا ٹھکانہ دیا۔

اسلام کا معنی

سوال: اسلام کا کیا معنی ہے؟

جواب: امامِ غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اسلام کا معنی بیان کرتے ہوئے احیاء العلوم جلد اول میں لکھتے ہیں: اسلام کا معنی: ماننا اور دل سے قبول کرنا اور اس کی اطاعت پر سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ نیز سرکشی، انکار اور مخالفت کو چھوڑ دینے کا نام اسلام ہے۔

(احیاء العلوم مترجم، ج۱، ص۳۶۵)

اے عاشقانِ رسول! دین اور اسلام کا معنی جاننے کے بعد اب یہ سوال بھی سنتے چلیں کہ:

دینِ محمد ﷺ کا نام اسلام

سوال: اللہ کے آخری نبی، محمدِ عربی ﷺ کے دین کا نام دینِ اسلام کیوں رکھا گیا؟

جواب: اے عاشقانِ رسول! یقیناً یہ سوال قابلِ غور ہے کہ دنیا میں حضرتِ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک دین نہیں بلکہ سیکڑوں دین ہوئے

مگر کسی بھی دین کا نام اسلام نہیں ہوا۔ بلکہ پچھلے دینوں کا نام ان کے نبی کے نام پر ہوتا تھا مثلاً: موسی علیہ السلام کے دین کا نام دینِ موسوی تو حضرتِ عیسی علیہ السلام کے دین کا نام دینِ عیسوی، حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے دین کا نام دینِ ابراہیمی تھا۔ لہذا اسی طریقے پر عمل کرتے ہوئے محمدِ عربی ﷺ کے دین کا نام دینِ محمدی ہونا چاہیئے تھا مگر کیا وجہ ہے کہ محمدِ عربی ﷺ کے دین کا نام دینِ اسلام رکھا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے آخری نبی، محمد عربی ﷺ سے بہت محبت فرماتا ہے اسی وجہ سے تمام نبیوں اور رسولوں میں آپ کو افضل بنایا، آپ کو سید الانبیاء، سید المرسلین، اور رحمۃ للعالمین بنایا یہاں تک کہ سارے نبیوں اور رسولوں میں سے آپ کو اپنا محبوب بنایا، کیونکہ اللہ تبارک و تعالی کو سارے عالم میں سب سے پیارا اور سب سے محبوب ہمارے نبی ﷺ ہیں، کہ انہی کے لیے سارے عالم کو وجود بخشا، اگر رسول اللہ ﷺ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو رب تبارک و تعالی دنیا کو نہ بناتا۔ اس مضمون پر حدیثِ قدسی بھی ہے، مگر قربان جائیں شاعروں کی شاعرانہ تخیلات پر، ظہوری صاحب نے اسی بات کو ایک اچھوتے انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلک خوبصورت سجایا نہ ہوتا
کسی چیز کا بھی یاں سایہ نہ ہوتا

نہیں عرش و کرسی نہ چاند اور تارے
شب و روز ہوتے نہ ہوتے نظارے

نہ جن و بشر اور نہ کوئی پرندہ
حیاتی مماتی نہ مردہ نہ زندہ

نہ حوروں نہ آدم نہ حوا کی باتیں
نہ یعقوب یوسف زلیخا کی باتیں

نہ تخت اور تاجوں کے سلطان ہوتے
محلوں کے والی نہ دربان ہوتے

نہ ملتی کسی کو یہاں زندگانی
ہوا یہ نہ ہوتی نہ ہوتا یہ پانی

نبی نہ ولی غوث ابدال ہوتے
نہ ہوتے مہینے نہ یہ سال ہوتے

ثنا خواں نہ ہوتے نہ یہ خوش بیانی
نہ میلاد ہوتے نہ یہ نعت خوانی

نہ عرشی نہ فرشی نہ خاکی نہ نوری
زمانے میں کچھ بھی نہ ہوتا ظہوری

نہ قرآں حدیث و حوالہ نہ ہوتا
جو پیدا میرا شاہِ والا نہ ہوتا

اور اللہ پاک کا کروڑہا کروڑ احسان کہ اس نے ہمیں وہ نبی عطا فرمایا جو خود اس کا محبوب ہے، تبھی تو شاعر وارفتگی کے عالم میں کہتا ہے:

ہم اپنا انداز زمانے سے جدا رکھتے ہیں

کیوں؟

کیونکہ ہم محبوب بھی محبوبِ خدا رکھتے ہیں

اللہ پاک نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو وہ مرتبہ دیا کہ آج تک نہ کسی کو ملا اور نہ آئندہ کسی کو ملے گا، امامِ عشق و محبت، اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ العزت تبھی تو لکھتے ہیں:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کِسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرم راز ہے رُوحِ امیں
تُو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مِثل نہیں ہے خدا کی قسم

اللہ پاک کی اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب کے کئی نام اپنے نام پر رکھے مثلاً: اللہ کریم ہے، محبوب بھی کریم ہیں، اللہ رحیم ہے، محبوب بھی رحیم ہیں، اللہ عالم ہے، محبوب بھی عالم ہیں، اللہ اوّل ہے، محبوب بھی اوّل ہیں، اللہ آخر ہے، محبوب بھی آخر ہیں، اللہ ولی ہے، محبوب بھی ولی ہیں۔

اللہ پاک نے اپنے نبی کے نام اپنے نام پر رکھے۔ کیوں؟ محبت کی وجہ سے اور اسی محبت کی وجہ سے اپنے نبی کے دین کا نام بھی اللہ پاک نے اپنے نام پر رکھا۔ پس اللہ سلام ہے،

اور اپنے نبی کے دین کا نام اسلام رکھا، اور اس دین کو ماننے والوں کا نام مسلمین رکھا۔ اس کے بارے میں ایک روایت بھی سنیئے، چنانچہ:

اللّٰہ تعالی نے اس امت کا نام اپنے ناموں پر رکھا

امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہودی پر کچھ آتا تھا لینے کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا: قسم اس کی جس نے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تمام آدمیوں سے برگزیدہ کیا میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔

یہودی بولا: اللہ کی قسم! اللہ نے انہیں تمام بشر سے افضل نہ کیا، امیر المؤمنین نے اسے تمانچہ مارا، وہ بارگاہ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں شکایت کرنے آیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! تم اس تمانچہ کے بدلے اسے راضی کردو (یعنی ذمی ہے) اور ہاں! اے یہودی! آدم علیہ السلام صفی اللہ، ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ، نوح علیہ السلام نجی اللہ، موسی علیہ السلام کلیم اللہ، عیسٰی علیہ السلام روح اللہ ہیں "وَاَنَا حَبِیْبُ الله" اور میں اللہ کا پیارا ہوں، ہاں! اے یہودی! اللہ نے اپنے دو ناموں پر میری امت کے نام رکھے اللہ سلام ہے اور میری امت کا نام مسلمین رکھا اور اللہ مؤمن ہے اور میری امت کو مؤمنین کا لقب دیا، ہاں! اے یہودی! تم زمانہ میں پہلے ہو "وَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" اور ہم زمانے میں بعد اور روز قیامت میں سب سے پہلے ہیں، ہاں! ہاں! جنت حرام ہے انبیاء پر جب تک میں اس میں جلوہ افروز نہ ہو جاؤں اور حرام ہے امتوں پر جب تک میری امت نہ داخل ہو۔

(المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، حدیث ۱۱۸۵۱، ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، کراچی، ۵۱۱/۱۱)

اسی مضمون کو سنیوں کے امام، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ المنان اپنے شاعرانہ انداز میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

جائیں نہ جب تک غلام خُلد ہے سب پر حرام
ملک تو ہے آپ کا تم پہ کروروں درود

اور اعلیٰ حضرت کے بھائی جان، مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن، اپنے نعتیہ دیوان ''ذوقِ نعت''میں اسی مضمون کو کچھ یوں بیان کیا ہے:

نہ پہنچیں گے جب تک گنہگار اُن کے
نہ جائے گی جنت میں اُمت کسی کی

اے عاشقانِ رسول! ہم اور آپ ناز کریں، فخر کریں کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے ہمیں یہ عزت اور عظمت دی ہے، اس کا شکر ادا کریں کہ ہمیں اس نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت میں پیدا فرمایا ہے۔

(5)---اسلام کیوں آیا؟

اے عاشقانِ رسول! اسی طرح ایک اور سوال ذہن میں آتا ہے کہ:

سوال: دینِ اسلام آنے سے پہلے دنیا میں کئی دین موجود تھے، لہذا ان کے ہوتے ہوئے دینِ اسلام کی ضرورت کیوں پڑی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً دینِ اسلام آنے سے پہلے دنیا میں کئی دین موجود تھے، کئی اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے، مگر ان تمام دینوں میں درج ذیل چیزیں نہ تھیں اور نہ ہیں:

(1)۔۔۔ اللہ رب العالمین جو سب کا خالقِ حقیقی ہے اس کی معرفت وعبادت کا صحیح طریقہ نہ تھا، بعض لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کو خدا کا بیٹا کہتے، بعض بتوں کو اپنا معبود مانتے، تو بعض چاند و سورج، آگ و درخت کو اپنا معبود سمجھتے، بعض فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے۔ اللہ کو ماننے کا جیسا حق ہے ویسا نہیں مانتے تھے بلکہ کسی نہ کسی کو شریک ٹھہراتے تھے۔

(2)۔۔۔ ان تمام ادیان میں لوگوں کی جانیں محفوظ نہ تھیں، جس نے جس کو چاہا قتل کر دیا، جس کی بنا پر اخوت وبھائی چارگی کی جگہ ظلم وبربریت نے لے رکھی تھی معاشرے کا سکون پامال تھا۔

(3)۔۔۔ ان تمام ادیان میں کسی کا مال محفوظ نہ تھا، آئے دن چوری وڈکیتیوں کا بازار گرم رہتا، طاقتور کمزور کے مال پر قبضہ کر لیتا۔

(4)۔۔۔ لوگوں کے نسب کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا، بدکاری کو کوئی عیب نہ سمجھا جاتا جس کی وجہ سے ولد الزنا کی کثرت تھی۔

(5)۔۔۔ اپنے آپ کو عقلمند کہلانے کے باوجود عقل کا صحیح استعمال نہ تھا کہ حرام و ناجائز چیزوں کا استعمال عام تھا، شراب جوا، رشوت و سود جس کی عقل مذمت کرتی ہے، دیندار ہونے کے باوجود ان سب میں ملوث تھے۔

اسلام کی ضرورت

مذکورہ چیزوں کے پیشِ نظر ایک ایسے دین کی ضرورت تھی جو معاشرے سے تمام برائیوں کا خاتمہ کر کے ایک خالقِ حقیقی کی عبادت کا درس دے لہٰذا اللہ پاک نے کرم فرمایا

اور انسانوں کو دینِ اسلام دے کر احسان فرمایا۔ میرے آقا، اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت ، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان فتاوی رضویہ ، جلد ۲۱ کے صفحہ نمبر ۲۰۵ میں دینِ اسلام کے آنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: دینِ اسلام کے آنے سے درج ذیل پانچ چیزوں کی حفاظت ہو گئی:

(1)۔۔۔ **دین کی حفاظت کے لیے آیا** تاکہ انسان کو حق و باطل میں تمیز ہو سکے۔ پس دینِ اسلام صرف ایک خدا کی عبادت کا درس دیتا ہے۔

(2)۔۔۔ **جان کی حفاظت کے لیے آیا**، اسی لیے اسلام نے قتلِ ناحق کو حرام قرار دیا ہے۔

(3)۔۔۔ **مال کی حفاظت کے لیے آیا**، اسی لیے اسلام نے چوری، ڈاکہ زنی اور غصب وغیرہ کو حرام قرار دیا۔

(4)۔۔۔ **نسب کی حفاظت کے لیے آیا**، اسی لیے اسلام نے زنا (یعنی بدکاری) کو حرام قرار دیا۔

(5)۔۔۔ **عقل کی حفاظت کے لیے آیا**، اسی لیے اسلام نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا جن چیزوں سے عقل زائل ہوتی ہے مثلاً: نشہ آور چیزیں۔

(فتاوی رضویہ جلد ۔۲۱۔ ص ۲۰۵۔ مطبوعہ پوربندر گجرات بتغیر)

اے عاشقانِ رسول! یقیناً بے شمار دینوں کے ہوتے ہوئے دنیا میں دینِ اسلام کی ضرورت تھی اسی لیے اللہ پاک نے اپنے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنا آخری دین دے کر دنیا میں بھیجا۔

(6)۔۔۔دینِ اسلام کی کیا خوبیاں ہیں؟

اب یہاں پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ دینِ اسلام کی خوبیاں کیا کیا ہیں؟ جن کی وجہ سے دینِ اسلام تمام دین سے افضل و اعلیٰ ہوگیا۔ اور ان خوبیوں کی وجہ سے دینِ اسلام کا حق ہونا ثابت ہو جائے۔

اے عاشقانِ رسول! اس سوال کا جواب کان لگا کر سنیئے، کیونکہ بعض مسلمان بھی دوسرے دینوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔

اللہ پاک نے اس دین کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہے جس میں سے چند یہ ہیں:

اسلام کی پہلی خوبی

(1)۔۔۔اسلام ایک ایسے خدا کی عبادت کرنے کو کہتا ہے جس کے قبضہ و قدرت میں ساری کائنات ہے، ہر باطل دین کا خدا کسی نہ کسی طرح دوسرے کا محتاج اور مجبور نظر آتا ہے مگر دینِ اسلام کا خدا نہ کسی کا محتاج اور نہ مجبور۔

اسلام کی دوسری خوبی

(2)۔۔۔اسلام کی عبادات اور احکام میں بے شمار دینی فائدوں کے ساتھ ساتھ دنیوی فائدے بھی ہیں، اور یہ خوبی دنیا کے کسی باطل دین میں نہیں۔ آج سائنس بھی اقرار کرتی ہے کہ اسلام کی عبادات اور احکامات میں بے شمار فائدے ہیں مثال کے طور پر صرف وضو کو لے لیجئے:

سائنس کہتی ہے:

(1)۔۔۔"اگر گردن کی پُشت اور اَطراف پر روزانہ پانی کے چند قطرے لگادیئے جائیں تو رِیڑھ کی ہڈّی اور حرام مَغز کی خرابی سے پیدا ہونے والے اَمراض سے تَحَفُّظ حاصِل ہوجاتا ہے۔"

(2)۔۔۔ایک ڈاکٹر کہتا ہے: میں نے ڈِپریشن کے چند مریضوں کے روزانہ پانچ بار مُنہ دُھلائے کچھ عرصے بعد ان کی بیماری کم ہوگئی۔

(3)۔۔۔یہی ڈاکٹر اپنے مَقالے میں اِعتِراف کرتا ہے کہ: مسلمانوں میں مایوسی کا مَرَض کم پایا جاتا ہے کیوں کہ وہ دن میں کئی مرتبہ ہاتھ، منہ اور پاؤں دھوتے (یعنی وُضُو کرتے) ہیں۔

(4)۔۔۔ایک ہارٹ اِسپشلسٹ کا بڑے وُثوق (یعنی اعتماد) کے ساتھ کہنا ہے: ہائی بلڈ پریشر کے مریض کو وُضُو کرواؤ پھر اس کا بلڈ پریشر چیک کرو لازِماً کم ہوگا۔ ایک مسلمان ماہِرِ نفسیات کا قول ہے: "نفسیاتی اَمراض کا بہترین عِلاج وُضو ہے۔"مغربی ماہِرین نفسیاتی مریضوں کو وُضو کی طرح روزانہ کئی بار بدن پر پانی لگواتے ہیں۔

(5)۔۔۔وُضو میں جو ترتیب وار اَعضاء دھوئے جاتے ہیں یہ بھی حِکمت سے خالی نہیں۔ پہلے ہاتھ پانی میں ڈالنے سے جسم کا اَعصابی نِظام مُطَّلع ہوجاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ چِہرے اور دِماغ کی رگوں کی طرف اِس کے اثرات پہنچتے ہیں۔ وُضُو میں پہلے ہاتھ دھونے پھر کُلّی کرنے پھر ناک میں پانی ڈالنے پھر چِہرہ اور دیگر اَعضاء دھونے کی ترتیب فالج کی روک

تھام کیلیے مفید ہے۔ اگر چِہرہ دھونے اور مَسْح کرنے سے آغاز کیا جائے تو بدن کئی بیماریوں میں مُبتَلا ہو سکتا ہے!

(6)۔۔۔"امریکن کونسل فار بیوٹی" کی سرکردہ ممبر "بِیْچَر" نامی عورت نے کیا خوب اِنکِشاف کیا ہے کہتی ہے: "مسلمانوں کو کسی قسم کے کیمیاوی لوشن کی حاجت نہیں وُضُو سے اِنکاچِہرہ دُھل کر کئی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔"

(7)۔۔۔ڈاکٹر پروفیسر جارج اَیل کہتا ہے: "منہ دھونے سے داڑھی میں اُلجھے ہوئے جراثیم بہ جاتے ہیں، جڑ تک پانی پہنچنے سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں، داڑھی کے خلال سے جُوؤں کا خطرہ دُور ہوتا ہے، داڑھی میں پانی کی تری کے ٹھہراؤ سے گردن کے پَٹّھوں، تھائی رائیڈ گلینڈ اور گلے کے اَمراض سے حِفاظت ہوتی ہے۔"

پاگلوں کا ڈاکٹر

(8)۔۔۔ایک صاحِب کا بیان ہے: میں فرانس میں ایک جگہ وُضُو کر رہا تھا، ایک شخص کھڑا بڑے غور سے مجھے دیکھتا رہا! جب میں فارِغ ہوا تو اُس نے مجھ سے پوچھا: آپ کون اور کہاں کے وَطَنی ہیں؟ میں نے جواب دیا: میں پاکستانی مسلمان ہوں۔ پوچھا: پاکستان میں کتنے پاگل خانے ہیں؟ اِس عجیب و غریب سُوال پر میں چَونکا مگر میں نے کہہ دیا: دوچار ہوں گے۔ پوچھا: ابھی تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا: وُضُو۔ کہنے لگا: کیا روزانہ کرتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، بلکہ پانچ وَقت۔ وہ بڑا حیران ہوا اور بولا: میں Mental Hospital میں سرجن ہوں اور پاگل پن کے اَسباب کی تَحقیق میرا مَشْغَلہ ہے، میری تَحقیق یہ ہے کہ دِماغ سے سارے بدن میں سِگنل جاتے ہیں اور اَعْضاء کام کرتے ہیں، ہمارا دماغ ہر وَقت Fluid(مائِع) کے اندر

Float کر رہا ہے۔ اس لیے ہم بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور دماغ کو کچھ نہیں ہوتا اگر وہ کوئی Rigid(سخت) شے ہوتی تو اب تک ٹوٹ چکی ہوتی۔ دِماغ سے چند باریک رگیں (Conductor)(مُوصِل یعنی پہنچانے والی) بن کر ہماری گردن کی پُشت سے سارے جسم کو جاتی ہیں۔ اگر بال بہُت بڑھا دیئے جائیں اور گردن کی پُشُت کو خشک رکھا جائے تو اِن رگوں یعنی(Conductor) میں خشکی پیدا ہو جانے کا خطرہ کھڑا ہو جاتا ہے اور بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ اِنسان کا دِماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور وہ پاگل ہو جاتا ہے لہٰذا میں نے سوچا کہ گردن کی پُشت کو دن میں دو چار بار ضَرور تَر کیا جائے۔ ابھی میں نے دیکھا کہ ہاتھ منہ دھونے کے ساتھ ساتھ گردن کے پیچھے بھی آپ نے کچھ کیا ہے، واقعی آپ لوگ پاگل نہیں ہو سکتے۔ مزید یہ کہ مَسح کرنے سے لُو لگنے اور گردن توڑ بخار سے بھی بچت ہوتی ہے۔

اے عاشقانِ رسول! یہ باتیں سن کر آپ کو خوشی محسوس ہو رہی ہو گی کہ واہ کتنا خوب ہمارا دینِ اسلام ہے اس کے عبادات کی تعریفیں غیر بھی کر رہے ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ دنیا کے تمام باطل دین خود انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں جبکہ دینِ اسلام ساری کائنات کے خدا کا بنایا ہوا ہے۔

اسی طرح آپ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کو لے لیجئے، ان کے بھی دینی فائدوں کے ساتھ ساتھ دنیوی فائدے ہیں۔ اسی طرح ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہر ہر سنّت میں ہزاروں ہزار فائدے چھپے ہوئے ہیں جن میں سے کچھ تو سائنس نے ابھی بیان کئے ہیں اور بہت بیان کرنے کو باقی ہیں۔

اسلام کی تیسری خوبی

(3)۔۔۔ بلاشبہ اسلام نے ہر خیر و بھلائی کا حکم دیا اور ہر برائی اور شر سے روکا ہے۔

اسلام نے اچھے آداب اوراخلاق حسنہ کا حکم دیا ہے مثلا : صدق و سچائی ، حلم وبردباری ، رقت و نرمی ، عاجزی وانکساری ، تواضع ، شرم وحیاء ، عہد و وفاداری ، وقار و حلم ، بہادری و شجاعت ، صبر و تحمل ، محبت و الفت ، عدل و انصاف ، رحم ومہربانی ، رضامندی و قناعت ، عفت و عصمت ، احسان ، درگزرو معافی ، امانت و دیانت ، نیکی کا شکریہ ادا کرنا ، اورغصے کو پی جانا۔ ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی کرنے اور اس کی حق تلفی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

اوراسلام نے اللہ تعالی کے ساتھ شرک اور غیر اللہ کی عبادت کرنے سے لے کر ہر برائی سے منع کیا ہے ، مثلاً: چوری، جوا، شراب نوشی، جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی، گالی گلوچ، فحش و عریانی، سود، رشوت، دھوکہ، بد نگاہی کرنا، کسی اجنبی عورت کو دیکھنا، ماں باپ کی نافرمانی، قتل و غارت گری وغیرہ۔ بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ دنیا کی کوئی ایسی برائی نہیں جس سے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو منع نہ فرمایا ہو۔ بلکہ کرنا تو دور کی بات برائی کے قریب جانے سے منع کیا ہے، چنانچہ پارہ آٹھ، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱ میں ارشاد ہوا:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ (پ۸، الانعام، ۱۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو اِن میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔

اسلام کی چوتھی خوبی

(4)۔۔۔اسلام کے پاس ایسی کتاب ہے جس کے جیسی کوئی کتاب نہیں، اور وہ قرآنِ پاک ہے مثلاً:

(1)۔۔۔قرآنِ پاک جیسی کوئی کتاب بنا نہیں سکتا۔

(2)۔۔۔قرآنِ پاک کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

(3)۔۔۔قرآنِ پاک کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔

(4)۔۔۔قرآنِ پاک کو اللہ پاک نے یہ عظمت دی ہے کہ اس کو دیکھنا عبادت، اس کو چھونا عبادت، اس کو پڑھنا عبادت، اس کو سننا عبادت، جس مقصد کے لیے پڑھو وہ مقصد پورا ہو۔

قرآن کی عظمت

(1)۔۔۔دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہو۔

(2)۔۔۔دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جو ہر حال میں پڑھی جاتی ہو۔

(3)۔۔۔دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جو ہر ایک لیے فائدہ مند ہو۔

(4)۔۔۔دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس کو ہر کوئی پڑھتا ہو۔

صرف قرآن ہی وہ کتاب ہے جس کو اللہ پاک نے ہر قسم کی خوبیوں سے مالا مال کیا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ اللہ پاک کا مقدس کلام ہے۔

(1)۔۔۔قرآنِ پاک ہی وہ کتاب ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

(2)۔۔۔ قرآنِ پاک ہی وہ کتاب ہے جس کو ہر حال میں پڑھا جاتا ہے چاہے وہ خوشی کا ماحول ہو یا غمی کا۔

(3)۔۔۔ قرآنِ پاک ہی وہ کتاب ہے جو ہر ایک کے لیے فائدہ مند ہے۔

(4)۔۔۔ قرآنِ پاک ہی وہ کتاب ہے جس کو ہر کوئی پڑھتا ہے، کیونکہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے:

جس کو بچہ بھی پڑھتا ہو، جس کو جوان بھی پڑھتا ہو، جس کو بوڑھا بھی پڑھتا ہو، جس کو مرد بھی پڑھتا ہو، جس کو عورت بھی پڑھتی ہو، جس کو سیٹھ بھی پڑھتا ہو، جس کو نوکر بھی پڑھتا ہو، جس کو امیر بھی پڑھتا ہو، جس کو غریب بھی پڑھتا ہو، جس کو دین دار بھی پڑھتا ہو، جس کو دنیا دار بھی پڑھتا ہو، جس کو ڈاکٹر بھی پڑھتا ہو، جس کو انجینئر بھی پڑھتا ہو، جس کو ملازم بھی پڑھتا ہو، جس کو وزیر بھی پڑھتا ہو، جس کو بادشاہ بھی پڑھتا ہو، جس کو ولی بھی پڑھتا ہو، جس کو غوث بھی پڑھتا ہو، جس کو ابدال بھی پڑھتا ہو، جس کو قطب بھی پڑھتا ہو، جس کو صحابی بھی پڑھتا ہو، جس کو نبی بھی پڑھتا ہو۔

دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس کو عربی جاننے والا بھی پڑھتا ہو، جس کو فارسی جاننے والا بھی پڑھتا ہو، جس کو اردو جاننے والا بھی پڑھتا ہو، جس کو ہندی جاننے والا بھی پڑھتا ہو، جس کو انگلش جاننے والا بھی پڑھتا ہو، جس کو مراٹھی جاننے والا بھی پڑھتا ہو، جس کو گجراتی جاننے والا بھی پڑھتا ہو، جس کو بنگلہ جاننے والا بھی پڑھتا ہو۔

دنیا میں آپ کو کوئی ایسی کتاب نہیں ملے گی جس کو ہر کوئی پڑھتا ہو، ہر زبان جاننے والا پڑھتا ہو۔ یہ اعجاز صرف اور صرف قرآن کو حاصل ہے کہ ہر کوئی پڑھ رہا ہے۔

بچے بھی پڑھ رہے ہیں، جوان بھی پڑھ رہے ہیں، بوڑھے بھی پڑھ رہے ہیں، مرد بھی پڑھ رہے ہیں، عورتیں بھی پڑھ رہی ہیں، امیر بھی پڑھ رہے ہیں، غریب بھی پڑھ رہے ہیں، دینی لائن والے بھی پڑھ رہے ہیں، دنیوی لائن والے بھی پڑھ رہے ہیں، ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے پڑھ رہے ہیں۔

عربی جاننے والا بھی پڑھ رہا ہے، فارسی جاننے والا بھی پڑھ رہا ہے، اردو جاننے والا بھی پڑھ رہا ہے، ہندی جاننے والا بھی پڑھ رہا ہے، مراٹھی جاننے والا بھی پڑھ رہا ہے، گجراتی جاننے والا بھی پڑھ رہا ہے، بنگلہ جاننے والا بھی پڑھ رہا ہے، انگلش جاننے والا بھی پڑھ رہا ہے، چینی جاننے والا بھی پڑھ رہا ہے۔

اپنی مادری زبان میں لکھی ہوئی کتاب پڑھ پاتا ہو یا نہ پڑھ پاتا ہو مگر قرآن ضرور پڑھ رہا ہے۔

دو عجیب باتیں

پھر ایک عجیب بات اور، کہ دنیا کی کوئی سی بھی کتاب ہو آدمی ایک بار پڑھ کر اکتا جاتا ہے دوبارہ پڑھنے کو کہو، تو پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا مگر قربان جایئے اللہ پاک کے کلام پر، قرآنِ پاک کو ایک بار پڑھ کر پھر دوبارہ پڑھا جا رہا ہے، کوئی اکتاہٹ، کوئی ملال نہیں، بلکہ اپنا شرف سمجھا جا رہا ہے۔

اور دوسری عجیب بات، دنیا کی کوئی سی بھی کتاب پڑھتے وقت آدمی ہلتا نہیں، جھومتا نہیں، مگر عجیب بات ہے کہ جب قرآن پڑھنے لگتا ہے تو ہلنے لگتا ہے، جھومنے لگتا ہے۔ آخر قرآنِ پاک میں کیا بات ہے کہ پڑھنے والا ہلنے لگتا ہے؟

بزرگانِ دین فرماتے ہیں: دراصل بات یہ ہے کہ جب کوئی قرآن پڑھتا ہے تو اللہ پاک کی رحمتوں کا نزول اس کے دل پر ہوتا ہے جس کا ظہور بدن کے ہلنے سے ہوتا۔ اللہ اکبر! کیا شان ہے قرآنِ پاک کی، اللہ پاک ہم سب کو قرآنِ پاک کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

اسلام کی پانچویں خوبی

اور اسلام کی پانچویں خوبی یہ ہے کہ اسلام میں مکمل ضابطۂ حیات موجود ہے، کہ بچہ کے پیدا ہونے سے لے کر اس کے مرنے تک تمام مسائل کا حل موجود ہے۔

اے عاشقانِ رسول! یہ ہے ہمارا اسلام، سب سے اعلیٰ، سب سے افضل یہ ہے ہمارا اسلام، لیکن آج ہم اپنے اسلام اور اس کی تعلیم سے بہت دور جا چکے ہیں، چھوٹے سے چھوٹے فنکشن سے لے کر بڑے بڑے پروگرام تک، شادی کی خوشی سے لے کر فوتگی کی غمی تک، ہمارا کوئی کام اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہوتا۔

آہ! اسلام تیرے چاہنے والے نہ رہے
جن کا تو چاند تھا افسوس وہ ہالے نہ رہے

اے خاصۂ خاصانِ رُسُل وَقتِ دُعا ہے
اُمّت پہ تِری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پَردَیس میں وہ آج غریبُ الغُربا ہے

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے فَرُوزاں
اب اس کی مجالس میں نہ بَتی نہ دِیا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مُدّت سے اسے دَورِ زماں میٹ رہا ہے

فریاد ہے! اے کشتیٔ امّت کے نگہباں!
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

کر حق سے دعا اُمّتِ مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت اِس کا جہاز آکے گھرا ہے

اُمّت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دِلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سِوا ہے

کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ ایک ایک فِدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخِر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبولِ خدا ہے

اے عاشقانِ رسول! آ جائیں اب عمل کی جانب، آ جائیں اپنے رب کی رحمت کی جانب، چھوڑ دیں سارے گناہوں کے کام، چھوڑ دیں اپنے رب کی نافرمانیاں، چھوڑ دیں شیطان کی پیروی، پتا نہیں کب کس کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے، پتا نہیں کب کس کو موت آ جائے، اگر بغیر توبہ کئے موت آ گئی تو ہلاکت ہی ہلاکت ہو گی۔ یقیناً اللہ پاک کا عذاب نہایت سخت ہے اور اس نے مجرمین و ظالمین کے لیے جہنم بھی تیار کر رکھی ہے جس کا تذکرہ ہی ڈرا دینے کے لیے کافی ہے چنانچہ:

عذابِ جہنم کا تذکرہ

طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ایسے وقت میں تشریف لائے کہ اس وقت میں اس سے پہلے نہیں آتے تھے، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھڑے ہو گئے اور فرمایا: جبریل! کیا بات ہے؟ میں تم کو متغیر دیکھ رہا ہوں؟ جبریل نے عرض کی: میں اس وقت آپ کے پاس آیا ہوں جبکہ اللہ تَعَالٰی نے جہنم کو دہکا دینے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جبریل! مجھے اس آگ یا جہنم کے بارے میں بتلاؤ! جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی کہ اللہ تَعَالٰی نے "جہنم" کو حکم دیا اور اس میں ایک ہزار سال تک آگ دہکائی گئی یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی، پھر اسے ہزار سال تک دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی، پھر اسے حکمِ خداوندی سے ہزار سال تک اور بھڑکایا گیا یہاں تک کہ وہ بالکل سیاہ ہو گئی، اب وہ سیاہ اور تاریک ہے، نہ اس میں چنگاری روشن ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا بھڑکنا ختم ہوتا ہے اور

نہ اس کے شعلے بجھتے ہیں۔

اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی ٔبر حق بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اگر سوئی کے نا کے کے برابر بھی جہنم کو کھول دیا جائے تو تمام اہلِ زمین فنا ہو جائیں، اور قسم ہے! اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، اگر جہنم کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ دنیاوالوں پر ظاہر ہو جائے تو زمین کی تمام مخلوق اس کی بد صورتی اور بدبو کی وجہ سے ہلاک ہو جائے، اور قسم ہے! اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر جہنم کی زنجیروں کا ایک حلقہ ”جس کا اللہ تَعَالٰی نے قرآنِ کریم میں ذکر کیا ہے “دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور وہ حلقہ ” تَحۡتُ الثَّرٰی“ میں جا ٹھہرے، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے یہ سن کر فرمایا: بس جبریل بس! اتنا تذکرہ ہی کافی ہے، میرے لیے یہ بات انتہائی پریشان کن ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ تب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے جبریل کو دیکھا! وہ رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جبریل! تم کیوں روتے ہو حالانکہ تمہارا تو اللہ کے ہاں بہت بڑا مقام ہے۔ جبریل نے کہا: میں کیوں نہ رؤوں؟ میں ہی رونے کا زیادہ حقدار ہوں، کیا خبر علم خدا میں میرا اس مقام کے علاوہ کوئی اور مقام ہو! کیا خبر کہیں مجھے اِبلیس کی طرح نہ آزمایا جائے! وہ بھی تو فرشتوں میں رہتا تھا! اور کیا خبر مجھے ہاروت و ماروت کی طرح آزمائش میں نہ ڈال دیا جائے! تب حضور صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم اور جبریل عَلَیۡہِ السَّلَام دونوں اَشکبار ہو گئے اور یہ اَشکباری برابر جاری رہی یہاں تک کہ آواز آئی:

”اے جبریل! اے محمد! اللہ تَعَالٰی نے تم دونوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ کر لیا ہے “پس اس کے بعد جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آسمانوں کی طرف پرواز کر گئے۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا گزر انصار کی ایک جماعت سے ہوا جو ہنس رہے تھے اور فضول باتوں میں مصروف تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم ہنستے ہو! حالانکہ تمہارے پیچھے جہنم ہے جسے میں جانتا ہوں، اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے، تم کھانا پینا چھوڑ دیتے اور پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور انتہائی مصائب برداشت کر کے اللہ کی عبادت کرتے۔

اس وقت اللہ تَعَالٰی کی طرف سے ندا آئی کہ اے محمد! (صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم) میرے بندوں کو نااُمید نہ کرو، آپ خوشخبری دینے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں، لوگوں کو مصائب میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے، پس رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ راہِ راست پر گامزن رہو اور رحمت خداوندی سے اُمید رکھو۔ (المعجم الاوسط، ۲/۷۸، الحدیث ۲۵۸۳)

مسند احمد کی روایت ہے: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جبریل سے کہا: میں نے کبھی بھی میکائیل کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام کبھی نہیں مسکرائے۔

(مسند احمد، مسند انس بن مالك بن النضر، ۴/۴۴۷، الحدیث ۱۳۳۴۲)

اے عاشقانِ رسول! آج اسلامی سال کا پہلا دن ہے، نیا سال شروع ہوا ہے، آیئے توبہ کیجیے کہ ان شاء اللہ آج سے نیک بنوں گا، نیکوں کی صحبت اختیار کروں گا، آج سے نمازیں نہیں چھوڑوں گا، آج سے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنتوں پر علم کروں گا۔

اللہ پاک ہمیں اپنے اطاعت والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِيْف وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الشَّفِيْق اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه		وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

(2) سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔اللہ کے آخری نبی ﷺ کا مقام و مرتبہ

(2)۔۔۔اللہ کے آخری نبی ﷺ کی پیدائش

(3)۔۔۔اللہ کے آخری نبی ﷺ کا مبارک خاندان

(4)۔۔۔اللہ کے آخری نبی ﷺ کی مختصر سیرت

(5)۔۔۔اللہ کے آخری نبی ﷺ کا حلیہ مبارک

(6)۔۔۔اللہ کے آخری نبی ﷺ کی پسندیدہ غذائیں

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(2) سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ رسول! اس پر فتن دور میں طرح طرح کی مصیبتوں، آزمائشوں، تکلیفوں نے ڈیرا جمایا ہوا ہے جس کی وجہ سے ہر کوئی پریشان ہے، اور ایک ہی طرف ہر ایک کا دھیان ہے کہ میں جو چاہوں وہ ہو جائے، جو دعا کروں قبول ہو جائے، جو اپنے رب سے مانگوں مل جائے۔ مگر ایسا ہوتا نہیں۔ غریب چاہتا ہے میں امیر ہو جاؤں۔ امیر امیر ہونے کے باوجود چاہتا ہے میں دنیا کا سب سے بڑا امیر بن جاؤں۔ بیمار چاہتا ہے میں صحت مند ہو جاؤں۔ صحت مند چاہتا ہے میں ہمیشہ صحت مند بنا رہوں۔ ماں باپ چاہتے ہیں ہمارے بچے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ بچے چاہتے ہیں ہمارے ماں باپ ہماری ہر خواہش پوری کریں۔ شوہر چاہتا ہے میری بیوی میری فرماں بردار رہے۔ بیوی چاہتی ہے میرا شوہر میرے حکم کے مطابق چلے۔ ہر کسی کی کوئی نہ کوئی خواہش، کوئی نہ کوئی آرزو ہوتی ہے۔ اور بندہ اس کے لیے دعا بھی کرتا رہتا ہے مگر اس کی خواہش، اس کی آرزو پوری ہو کوئی ضروری نہیں۔

مگر آپ سے کوئی اللہ پاک کا ولی کہہ دے: "مانگ کیا مانگتا ہے؟" تو آپ سچ بتائیے!

آپ کا دل امید سے بھرے گا یا نہیں؟ کہ یار اللہ پاک کے ایک ولی نے کہا ہے، نیک بندے نے کہا ہے، جس کو اللہ پاک کی بارگاہ میں ایک مقام و مرتبہ حاصل ہے، یقیناً اب میں جو مانگوں گا مجھے ملے گا۔ کیوں؟ کیونکہ:

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

جب ولی کی نگاہ سے لوگوں کی تقدیر بدل جاتی ہے تو ان فرمان کا کیا عالم ہوگا؟ ولیوں کی شان بہت عالیشان ہے کیونکہ ان کی شان خود ربِّ رحمان نے قرآن میں بیان فرمائی ہے:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ (پ۱۱، یونس، ۶۲)

ترجمۂ کنز الایمان: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

آیئے اسی ضمن میں ایک ولیِّ کامل کی زبان کی تاثیر سنیئے چنانچہ:

مُشکل کُشا کا دیدار

امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ زِیْدَ مَجْدُہٗ وَ شَرَفُہٗ وَ عِلْمُہٗ وَ عَمَلُہٗ اپنے رسالے "بریلی سے مدینہ" کے صفحہ نمبر ۸ پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت نقل فرماتے ہیں کہ: **بعض** اِسلامی بھائیوں کو بابُ المدینہ کے ایک مُعَمَّر کاتِب عبدالْمَاجِد بن عبدالمالِک پیلی بھیتی نے یہ ایمان افروز واقِعہ سُنایا: میری عُمر اُس وَقت تیرہ برس تھی، میری سوتیلی والِدہ کا ذِہنی توازُن خراب ہو گیا تھا، اُن کو زَنجیروں میں جکڑ کر چھَت پر رکھا جاتا تھا، بَہُت علاج کروایا مگر اِفاقہ نہ ہوا۔ کسی کے مشورہ پر میں اور میرے والِد صاحِب والِدہ کو زنجیروں میں جکڑ کر جُوں تُوں پیلی بھیت سے **بریلی**

شریف لائے، والِدۂ محترمہ مسلسل گالیاں بکے جارہی تھیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرحمٰن کو دیکھتے ہی گرج کر کہا: تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہ نے اِنتہائی نرمی سے فرمایا: محترمہ! آپ کی بہتری کے لیے حاضِر ہوا ہوں۔ والِدہ بدستور گرج کر بولیں۔ بڑے آئے بہتری کرنے والے! جو چاہتی ہوں وہ بہتری کر دو گے؟ فرمایا: اِنْ شَآءَ اللہ۔ والِدہ نے کہا: "مولا علی مُشکِل کُشا کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ، الْکَرِیْم کا دیدار کروادو!" یہ سنتے ہی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہ نے اپنے شانۂ مبارَک سے چادر شریف اُتار کر اپنے چہرۂ مُبارک پر ڈالی اور مَعاً (یعنی فوراً) ہٹالی۔ اب ہماری نظروں کے سامنے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہ نہیں بلکہ مولا علی مُشکِل کُشا کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ، الْکَرِیْم اپنا چِہرہ چمکاتے کھڑے تھے۔ ہماری بوڑھی والدہ نِہایت سنجیدگی کے ساتھ جلووں میں گم تھیں، میں نے اور والِدِ محترم نے بھی خُوب جی بھر کر جاگتی آنکھوں سے مولا علی مُشکِل کُشا کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ، الْکَرِیْم کی زیارت کی۔ پھر مولا علی مُشکِل کُشا کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اپنی چادر مُبارک اپنے چِہرے پر ڈال کر ہٹائی تو اب اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہ ہمارے سامنے مُتَبَسِّم (یعنی مُسکراتے) کھڑے تھے۔ پھر اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہ نے ایک شِیشی میں دوا عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا: دو خُوراک دوا ہے، ایک خُوراک مریضہ کو دینا اگر ضَرورت محسوس نہ ہو تو دوسری خُوراک ہر گز مت دینا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! ہماری والِدہ صِرف ایک خُوراک (یعنی Dose) میں تندرُست ہو گئیں جب تک زندہ رہیں کوئی دِماغی خرابی نہ ہوئی۔ (بریلی سے مدینہ ص۸۔۹)

قسمت میں لاکھ پیچ ہوں سو بل ہزار کج
یہ ساری گُتھی اِک تِری سیدھی نظر کی ہے

اللہ پاک نے اپنے اولیاء کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ جس کو جو چاہیں عطا کریں، جس کی چاہیں جھولی بھریں، جس کی چاہیں مرادیں پوری کریں۔ اور لوگ اسی وجہ سے اولیاءُ اللہ کی بارگاہ میں جاتے بھی ہیں اور اپنی مرادیں پاتے بھی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سیکڑوں سال سے میرے خواجہ کے دربار میں مانگنے والوں کی بھیڑ نہ لگی رہتی۔ اعلی حضرت کے بھائی جان، مولانا حسن رضا خان، اپنے نعتیہ دیوان میں لکھتے ہیں:

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

اے عاشقانِ اولیاء! ایک ہے خود ان سے مانگنا اور ایک ہے خود ان کا فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ بندہ خود مانگے اور اسے مل جائے ضروری نہیں مگر اللہ کا ولی خود اس سے کہے مانگ کیا مانگتا ہے؟ تو اب ضرور اسے ملے گا۔ کیوں؟ کیونکہ اللہ پاک کے ولی نے کہا ہے۔

اب ذرا آپ مجھے یہ بتایئے کہ جب ولیوں کا یہ مقام و مرتبہ ہے کہ جو چاہیں جسے چاہیں عطا کریں تو نبی کا عالم کیا ہو گا؟ جب ولی کہے کہ مانگ تجھے ملے گا، تو مل جائے۔ تو اگر نبی کہے کہ مانگ تجھے ملے گا، تو کیا نہیں ملے گا؟ یقیناً ملے گا کیونکہ نبی کا مرتبہ ولی سے بڑا ہوتا ہے۔ اور اگر نبیوں کے نبی، اللہ پاک کے آخری نبی فرمادیں تو کیا خیال ہے؟ اللہ اکبر! جو محبوبِ خدا

ہیں، حبیبِ کبریاء ہیں، شہنشاہِ جود و سخا ہیں۔ اعلیٰ حضرت جن کی شانِ رفعت نشان کے بارے میں لکھتے ہیں:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

فرش والے تِری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خُسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھَریرا تیرا

آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

میں تو مالِک ہی کہوں گا کہ ہو مالِک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

لیکن اب یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ اللہ کے آخری نبی، محمدِ عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو اب مزارِ پاک میں تشریف لے گئے، دنیا سے پردہ فرما گئے، اب ہمیں نظر نہیں آتے، اب ہمیں کون کہے کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ **اے نبی کے عاشقوں!** پریشان مت ہو، تمہارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تم کو ایک ایسا وظیفہ عطا کیا ہے اگر اس وظیفے کو کروگے تو جو مانگو گے پاؤ گے، جو دعا کروگے قبول ہوگی۔ اور وہ وظیفہ یہ ہے:

جامع الترمذی میں ہے حَضْرتِ سَیِّدُنا فُضَالہ بن عُبَیْد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت

ہے کہ سیّدُ الْمُبلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم (مسجد میں) تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور پھر ان کَلِمات سے دُعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ، یعنی اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رَحم فرما۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: عَجِلْتَ اَیُّھَاالْمُصَلِّیْ اے نمازی تُو نے جلدی کی۔ اِذَاصَلَّیْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰہَ بِمَا ھُوَاَھْلُہٗ، وَ صَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُہٗ، جب تُو نماز پڑھ کر بیٹھے تو (پہلے) اللہ تعالیٰ کی ایسی حَمْد کر جو اس کے لائق ہے، پھر مجھ پر دُرُودِ پاک پڑھ اور اس کے بعد دُعا مانگ۔

راوی کا بَیان ہے کہ اس کے بعد ایک اور شَخْص نے نماز پڑھی، پھر (فارِغ ہو کر) اللہ تعالیٰ کی حَمْد بَیان کی اور حُضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دُرُودِ پاک پڑھا، تو سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرْشاد فرمایا: اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اُدْعُ تُجَبْ، اے نمازی! تُو دُعا مانگ، قبول کی جائے گی۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات۔الخ، ۵/۲۹۰، حدیث:۳۴۸۷)

اے عاشقانِ رسول! بَیان کردہ رِوایت سے معلوم ہوا کہ اگر دُعا مانگنے والا قَبُولِیَّت کا طالِب ہے تو اُسے چاہیے کہ دُعا کے شروع میں حمدِ الٰہی بجالائے اور سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم پر دُرُودِ پاک پڑھے پھر دعا مانگے، اس کی دعا قبول ہوگی کیونکہ خود رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اُدْعُ تُجَبْ، اے نمازی! تُو دُعا مانگ، قبول کی جائے گی۔

بچیں بے کار باتوں سے پڑھیں اے کاش کثرت سے
ترے مَحْبُوب پر ہر دم دُرُودِ پاک ہم مولیٰ

اے عاشقانِ رسول! اس حدیثِ پاک سے ایک اور بات معلوم ہوئی کہ جو نمازی نماز کے بعد اللہ پاک کی حمد بیان کرے مثال کے طور پر ۳۳بار "سُبْحٰنَ الله"، ۳۳بار "اَلْحَمْدُ لِلّٰه"، ۳۴بار "اَللّٰهُ اَكْبَر"، پھر کم سے کم ۱۲بار "صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّد" پڑھے اور دعا مانگے تو اس کی جانب خود بخود اللہ کے آخری نبی ﷺ متوجہ ہوتے ہیں اور جس کی طرف اللہ کے آخری نبی متوجہ ہو جائیں تو اس کا دونوں جہان میں بیڑا پار ہے۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری ؒ "سامانِ بخشش" میں لکھتے ہیں:

جو آپ ہوں مرے پلے پہ پھر مجھے کیا ڈر
جدھر نگاہِ کرم ہو خدا ادھر ہو جائے

لہٰذا نیت کیجیے کہ ان شاء اللہ اب ہر نماز کے بعد اللہ پاک کی حمد و ثنا اور نبی ﷺ پر درود پڑھ کر دعا مانگیں گے۔

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب!   صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ رسول! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، ماہِ محرم الحرام کی جلوہ گری ہے اور آج کی نورانی محفل میں ہم سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق درج ذیل چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے:

(1)۔۔۔اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مقام و مرتبہ

(2)۔۔۔اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیدائش

(3)۔۔۔اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مبارک خاندان

(4)۔۔۔اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مختصر سیرت

(5)۔۔۔اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حلیہ مبارک

(6)۔۔۔اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پسندیدہ غذائیں

(1)۔۔۔اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مقام و مرتبہ

اے عاشقانِ رسول! یوں تو ہر نبی اور رسول علیہم السلام اپنی خداداد صلاحیتوں، نبوت و رسالت کی ذمہ داریوں اور اللہ پاک کی خاص توجہ کی بنا پر عظیم (یعنی بڑے مرتبے والے) ہیں اور اگر بات کی جائے "اللہ کے آخری نبی" صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک حیات (یعنی زندگی) کے متعلق تو حضور نبیٔ اکرم، شفیعِ امم، رسولِ محتشم، نبیٔ مکرم، اللہ کے پیارے، امت کے سہارے، رب کے محبوب، دانائے غیوب، فخرِ عرب و عجم، والیٔ کون و مکاں، سیاحِ لا مکاں، سیدِ انس و جاں، نیرِ تاباں، سر نشینِ مہہ وشاں، ماہِ خوباں، شہنشاہِ حسیناں، تتمۂ دوراں، جلوۂ صبحِ ازل، نورِ ذاتِ لم یزل، باعثِ تکوینِ عالم، فخرِ آدم و بنی آدم، نیرِ بطحا، صاحبِ الم نشرح، معصومِ آمنہ، حضرت محمدِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت کا ہر پہلو درخشندہ و تاباں (یعنی روشن) ہے اور اپنی نورانی کرنوں سے تا قیامت اہلِ ایمان و محبت کے دلوں کو منور کرتا رہے گا۔

انسانی زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے، جہاں اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کا روشن و درخشاں، نیر تاباں سامان ہدایت موجود نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ و

الہ وسلم کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جو آج امت کی نگاہوں سے اوجھل (یعنی پوشیدہ) ہو کیونکہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت کے بارے میں خود قرآن مجید میں فرمایا گیا چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پ۲۱، الاحزاب، ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

مزید پارہ ۲۲، سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۵،۴۶ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا(۴۵) وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا(۴۶) (پ۲۲، الاحزاب، ۴۵-۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اے عاشقانِ رسول! نمونہ اسی کو قرار دیا جاسکتا ہے، جو کامل و اکمل ہو۔ گویا ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم، رشد وہدایت کا مظہر اکمل ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی انسان زندگی کے کسی بھی مرحلے، ملک اور شعبے میں ہو وہ اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پاکیزہ سیرت کو مشعل راہ بنا کر ہی دنیاوی و اخروی فوز و فلاح (یعنی کامیابی) سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کی ہمہ جہت صفات عالیہ اس کی بین دلیل ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم نے آپ کو شاہد (یعنی گواہ) بنا کر بھیجا یعنی انسانیت پر حجت تمام ہوگئی کہ اللہ کی توحید کو اختیار کریں اور شرک کی نجاست سے اپنے دامن کو آلودہ نہ کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے محبوب!

ﷺ ہم نے آپ کو چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سورج کی روشنی میں ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز عیاں (یعنی ظاہر) ہو کر دیکھی جاسکتی ہے اسی طرح محبوب ﷺ کی ذات وصفات میں دنیا کا ہر فردِ بشر ہر پہلو اور ہر زاویے سے اپنے لیے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ ہر طبقے سے تعلق رکھنے والا انسان فائدہ حاصل کر سکتا ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب، سیٹھ ہو یا مزدور، بچہ ہو یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت ہر ایک کے لیے مصطفیٰ ﷺ کی سیرت بہترین رول ماڈل ہے۔

اللہ کے آخری نبی ﷺ رہتی دنیا تک کے لیے اللہ کا آخری نظامِ حیات لے کر تشریف لائے، اسی لیے اللہ رب العالمین نے آپ کو کامل واکمل بنا کر بھیجا۔

سیرت طیبہ کا ہر پہلو کس قدر درخشندہ و تاباں ہے کہ اگر آپ والد ہیں تو فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب رضی اللہ عنہن کے بابا جان صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھ لیں، اگر آپ نانا ہیں تو بھی نواسوں کے ساتھ سلوک دیکھ لیں کہ اگر حسنین دوران نماز کندھوں پر سوار ہو جاتے ہیں تو آپ ﷺ سجدہ طویل کر دیتے ہیں، مگر شفقت و محبت کے لبریز جذبات سے انہیں اتارتے نہیں۔ سیرت طیبہ کا یہ پہلو کہ بہ حیثیت شوہر آپ ﷺ سب سے عظیم نظر آتے ہیں۔ امام کائنات ﷺ ہونے کے باوجود آپ ﷺ اپنی ٹوٹی ہوئی جوتیاں خود گانٹھ لیتے ہیں۔ پرانے کپڑے خود سی لیتے اور ازواجِ مطہرات کے ہم راہ (یعنی ساتھ) گھریلو کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتے ہیں اور کوئی عار (یعنی شرم) محسوس نہیں کرتے۔ حالاں کہ عرب معاشرے میں یہ بڑی عجیب بات تصور کی جاتی تھی۔

سیرتِ پاکِ مصطفےٰ ﷺ کے ذاتی، عائلی اور خانگی معاملات تو تاریخ انسانی کے روشن ترین باب ہیں ہی، مگر بہ حیثیت رسول، داعئ حق، امام الانبیاء، سیاست داں، جرنیل، حکم راں، تاجر، طبیب، سفارت کار، ماہر معاشیات، مصلح، مدبر، صلح جو، شجاعت، شرافت، امانت، دیانت، غریب پروری، خبر گیری جیسے اوصافِ حمیدہ (یعنی اچھی صفات) آپ ﷺ کی ذات اقدس میں بہ درجۂ اتم موجود تھے اور آج بھی دنیا آپ ﷺ کی عظمتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے۔

آج تک نسلِ انسانی ایسی کامل و اکمل مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سیرت مبارکہ کا ہر پہلو روشن، تابناک اور ضیابار ہے۔ یہ ہمارا ظرف ہے کہ ہم سیرت طیبہ سے کس قدر فیض حاصل کرتے ہیں وگرنہ تو ہادئ عالم، مرشدِ اعظم، نیر تاباں، ماہ درخشاں ﷺ کی سیرت طیبہ تو ہر متلاشئ حق کے لیے منارۂ نور ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت پاک کے گُن مسلم ہی نہیں، بلکہ غیر مسلم بھی گاتے ہیں چنانچہ ایک یہودی امریکی ماہرِ فلکیات و مؤرخ ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب بنام:

"The 100 A Ranking Of The Most Influential Persons Of All Times"

(جو کہ ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی) میں سو عظیم لوگوں میں سب سے پہلے اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بیان کیا ہے اور کتاب کے شروع میں لکھتا ہے: **"ممکن ہے کہ انتہائی متاثر کن شخصیات کی فہرست میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا شمار سب سے پہلے کرنے پر چند احباب کو حیرت ہو اور کچھ معترض (یعنی اعتراض کرنے والے) بھی ہوں، لیکن یہ واحد تاریخی ہستی ہیں جو مذہبی اور دنیوی دونوں محاذوں پر برابر طور پر کامیاب**

رہی"۔اور اس کے بعد لکھتا ہے:**"آج تیرہ سو برس گزرنے کے باوجود ان کے اثرات انسانوں پر ابھی مُسَلَّم اور گہرے ہیں"۔**

نہ کوئی دوسرا میں تجھ سا ہے

نہ کوئی دوسرا ہوا تیرا

اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کے گُن کیوں نہ گائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا ہر گوشہ ہدایت ہے۔

نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنے اقوال و افعال کی صورت میں بہترین نظامِ حیات دیا، معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹنے والے جرائم کے سدِّ باب کے لیے مستحکم قوانین عطا فرمائے، عدل و انصاف، مساوات اور اخلاقیات کا اعلیٰ نظام قائم فرما کر معاشرے کے بگڑتے ہوئے توازن کو دُرست کیا، یہی وجہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کو خوشگوار اور پُرسکون بنانے کے سلسلے میں کی جانے والی رحمتِ عالَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بے مثال کرم نوازیاں اور لازوال احسانات زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں آج بھی ہماری رہنمائی کر رہے ہیں۔

قرآنِ کریم میں مِیلاد کا ذِکْر

اے عاشقانِ رسول! ہمارے آقا و مولیٰ، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم مخلوق میں سب سے اَفْضَل و اعلیٰ ہیں کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کا ذکر قرآن میں اللہ پاک نے کئی ہزار بار فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لله! قرآنِ کریم میں کُل ۷ ہزار مقامات پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم کا واضح لفظوں میں ذِکْرِ پاک آیا ہے۔

(بصائر ذوی التمیز، الباب الثلاثون، بصیرۃ فی ذکر نبینا، جلد:۶، ص:۱۷)

۞ قرآنِ کریم میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم کے مبارک ناموں کا بھی ذِکر ہے۔

۞ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم کی جائے وِلادت (Birthplace) کا بھی ذِکر ہے۔

۞ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم کے مبارک اَعْضا کا بھی ذِکر ہے۔

۞ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم کی صِفَات کا بھی ذِکر ہے۔

۞ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم کے فضائل کا بھی ذِکر ہے اور اَلْحَمْدُ لله!

قرآنِ کریم میں ۲،۴ مرتبہ نہیں بلکہ ایک محتاط اندازے (Estimate) کے مطابق کُل ۲۷ مقامات پر مِیْلاد (یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم کی دُنیا میں تشریف آوری) کا ذِکر موجود ہے۔

(2)...اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش

اے عاشقانِ رسول! ابھی آپ نے اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا مقام و مرتبہ سنا آیئے اب اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی پیدائش کے بارے میں سنتے ہیں چنانچہ:

مشہور قول کے مطابق اصحابِ فیل کے واقعہ کے ۵۵ دن کے بعد جب ربیع الاول کا مہینہ تھا بارہویں تاریخ تھی، پیر کا دن تھا، صبحِ صادق کی سہانی گھڑی تھی، رات کی سیاہی چھٹ رہی تھی اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا، ۵۷۱ عیسوی کے اپریل کی ۲۰ تاریخ تھی، مکہ شریف میں

حضرتِ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بظاہر سادہ سے مکان میں سعادتوں اور مسرتوں کا نور چمکا اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کی جلوہ گری ہو گئی۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، ص ۹۶۲، حدیث ۵۹۳۸)

پر نور ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت
پردہ اٹھا ہے کس کا صبحِ شبِ ولادت

اللہ کے آخری نبی ﷺ کی ولادت سے صرف آپ ﷺ کی والدہ ہی خوشیوں سے مسرور نہیں ہوئیں بلکہ تمام غمزدوں اور درد کے ماروں کے لبوں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔

اللہ کے آخری نبی ﷺ کی ولادت کے ساتھ ہی کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جو اس بات کی خوشخبری تھے کہ وہ زمانہ آچکا ہے کہ جس میں اسلام کی روشنیاں کفر کی تاریکیوں کو مٹا دیں گی۔ نوشیرواں کے عالیشان محل کا پھٹنا اور اس کے چودہ کنگروں کا گر جانا، فارس میں مجوسیوں کے عبادت خانے کی صدیوں سے روشن آگ کا یکدم بجھ جانا، دریائے ساوہ کے موجیں مارتے پانی کا خشک ہو جانا، یہ اور اس طرح کے کئی واقعات اس بات کی علامت تھے کہ اب عالم کا رنگ بدلا ہے اور نئی حکومت کا سکہ چلنے والا ہے۔

آئی نئی حکومت سکہ نیا چلے گا
عالم نے رنگ بدلا صبحِ شبِ ولادت

(3)۔۔۔اللہ کے آخری نبی ﷺ کا خاندان

اے عاشقانِ رسول! ہمارے نبی ﷺ کا نام محمد، والد ماجد کا نام حضرت عبد اللہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرتِ آمنہ ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے:

(۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۲) بن عبد اللہ (۳) بن عبد المطلب (۴) بن ہاشم (۵) بن عبد مناف (۶) بن قصی (۷) بن کلاب (۸) بن مرہ (۹) بن کعب (۱۰) بن لوی (۱۱) بن غالب (۱۲) بن فہر (۱۳) بن مالک (۱۴) بن نضر (۱۵) بن کنانہ (۱۶) بن خزیمہ (۱۷) بن مدرکہ (۱۸) بن الیاس (۱۹) بن مضر (۲۰) بن نزار (۲۱) بن معد (۲۲) بن عدنان۔ (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲، ص۵۷۳)

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شجرہ نسب یہ ہے:

(۱) حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۲) بن آمنہ (۳) بنت وہب (۴) بن عبد مناف (۵) بن زہرہ (۶) بن کلاب (۷) بن مرہ۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، اولاد عبد المطلب، ص۴۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا نسب نامہ "کلاب بن مرہ" پر مل جاتا ہے اور آگے چل کر دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔ (کرمانی بحوالہ حاشیہ بخاری ج۱، ص۵۴۳)

اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ "عدنان" حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ہیں۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص۵۰)

ہمارے نبی ﷺ کے والدِ گرامی حضرتِ عبد اللہ رضی اللہ عنہ سیرت و صورت دونوں میں بے مثال تھے۔ ان کا وصال ہمارے نبی ﷺ کی ولادت سے پہلے، ۲۵ سال کی عمر میں ہوا۔ قولِ مشہور کے مُوافق جب حمل شریف کو دومہینے پورے ہوگئے تو ہمارے نبی ﷺ کے دادا عبد المُطَّلِب نے حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مدینہ میں کھجوریں لانے کے لیے بھیجا۔ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں اپنے والد کے ننہال بنو عَدِی بن نجّار میں ایک ماہ بیمار رہ کر انتقال فرماگئے اور وہیں دارِ نابِغَہ میں دفن ہوئے۔ (سیرتِ رسولِ عربی ص۴۹)

اور ہمارے نبی ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرتِ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے نسب و شرف میں قریش کی تمام خواتین میں سب سے افضل تھیں۔

خاندانی شرافت

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندان و نسب نجابت و شرافت میں تمام دنیا کے خاندانوں سے اشرف و اعلیٰ ہے اور یہ وہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن کفارِ مکہ بھی کبھی اس کا انکار نہ کرسکے۔ چنانچہ: حضرت ابو سفیان نے جب وہ کفر کی حالت میں تھے بادشاہ روم ہرقل کے بھرے دربار میں اس حقیقت کا اقرار کیا کہ "هُوَ فِيْنَا ذُوْنَسَبٍ" یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں عالی خاندان والے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ٦، ج۱، ص۱۰ مفصلاً)

حالانکہ اس وقت وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے اور چاہتے تھے کہ اگر ذرا بھی کوئی گنجائش ملے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک پر کوئی عیب لگا کر بادشاہ روم کی نظروں سے آپ کا وقار گرادیں۔

اللہ کے آخری نبی ﷺ کے چچا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچاؤں کی تعداد میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی تعداد نو، بعض نے کہا کہ دس اور بعض کا قول ہے کہ گیارہ مگر صاحب مواہب لدنیہ نے "ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ" سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:

(۱)۔۔۔حارث	(۲)۔۔۔ابوطالب	(۳)۔۔۔زبیر
(۴)۔۔۔حمزہ	(۵)۔۔۔عباس	(۶)۔۔۔ابولہب
(۷)۔۔۔غیداق	(۸)۔۔۔مقوم	(۹)۔۔۔ضرار
(۱۰)۔۔۔قثم	(۱۱)۔۔۔عبدالکعبہ	(۱۲)۔۔۔جحل

ان میں سے صرف حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسلام قبول کیا۔(سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص۶۹۹)

اللہ کے آخری نبی ﷺ کی پھوپھیاں

اللہ کے آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پھوپھیوں کی تعداد چھ ہے جن کے نام یہ ہیں:

(۱)۔۔۔عاتکہ	(۲)۔۔۔امیمہ	(۳)۔۔۔ام حکیم
(۴)۔۔۔برہ	(۵)۔۔۔صفیہ	(۶)۔۔۔اروی

ان میں سے تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ یہ زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔ یہ بہت ہی بہادر اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔(سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص ۷۰۰)

اللہ کے آخری نبی ﷺ کے ماموں

اللہ کے آخری نبی ﷺ کے ماموں کی تعداد تین ہے:

(۱)۔۔۔عبد یغوث (۲)۔۔۔عمیر (۳)۔۔۔اسود

اللہ کے آخری نبی ﷺ کے خالائیں

اللہ کے آخری نبی ﷺ کی خالاؤں کی تعداد دو ہے:

(۱)۔۔۔فاختہ بنتِ عمرو (۲)۔۔۔فریعہ

اللہ کے آخری نبی ﷺ کے رضاعی رشتے دار

رضاعی والد

اللہ کے آخری نبی ﷺ کے رضاعی والد حارث بن عبد العزی ہیں۔

رضاعی مائیں

اللہ کے آخری نبی ﷺ کی رضاعی (یعنی دودھ پلانے والی) ماؤں کے مبارک نام یہ ہیں:

(۱)۔۔۔بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا: حضور ﷺ کی والدہ نے سات دن حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔

(۲)۔۔۔حلیمہ سعدیہ: حضور ﷺ نے رضاعت (یعنی دودھ پینے) کے دن سب سے زیادہ حلیمہ سعدیہ کے پاس گزارے اور بچپن بھی۔

(۳)۔۔۔ام فروہ:

(۴)۔۔۔بنو سعد کی ایک خاتون: حضرتِ حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی بنو سعد کی ایک خاتون کا دودھ پیا۔ اسی ناطے سے وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رضاعی بھائی بھی ہیں اور چچا بھی۔

(۵)۔۔۔بی بی ثویبہ: یہ ابولہب کی کنیز تھیں، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کا بہت احترام فرماتے اور مدینۂ منورہ سے بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کی طرف کپڑے وغیرہ بھیجا کرتے تھے۔

(۶)۔۔۔بنو سلیم کی دو خواتین: جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بنو سعد لے جایا جارہا تھا تب ان خواتین نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دودھ پلایا تھا۔(آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیاری سیرت ص ۱۳۷)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مبارک بیویاں

اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مبارک بیویوں کے نام یہ ہیں:

ش	نام مبارک	تاریخ نکاح	نکاح کے وقت عمر	نبی کے ساتھ گزارے	وفات کے وقت عمر
1	حضرتِ خدیجہ بنتِ خویلد	۲۸ سال قبل ہجرت	۴۰ سال	۲۵ سال	۶۵ سال
2	حضرتِ سودہ بنتِ زمعہ	۳ سال قبلِ ہجرت	---	۱۴ سال	---
3	حضرتِ عائشہ بنتِ ابوبکر صدیق	۲ قبلِ ہجرت رخصتی ۱ھ	نکاح کے وقت ۶ سال، رخصتی کے وقت ۹ سال	۱۰ سال	۶۵ سال
4	حضرتِ حفصہ بنتِ عمر فاروق	۳ ہجری	۲۱ سال	۸ سال	۶۳ سال

5	حضرتِ زینب بنتِ خزیمہ	۳ہجری	۲۹سال	۸ماہ	۳۰سال
6	حضرتِ ام سلمہ بنتِ ابو امیہ	۴ہجری	۲۸سال	۷سال	۸۵سال
7	حضرتِ زینب بنتِ جحش	۵ہجری	۳۷سال	۶سال	۵۳سال
8	حضرتِ ام حبیبہ بنتِ ابو سفیان	۶ہجری	۳۲سال	۵سال	۶۹سال
9	حضرتِ جویریہ بنتِ حارث	۵ہجری	۱۹سال	۶سال	۷۰سال
10	حضرتِ میمونہ بنتِ حارث	۷ہجری	۳۶سال	۴سال	۸۰سال
11	حضرتِ صفیہ بنتِ حیی	۷ہجری	۱۶سال	۴سال	۵۹سال

(آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری سیرت ص۱۳۸)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ اطہار

اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تین شہزادے اور چار شہزادیوں کے نام یہ ہیں:

ش	نام مبارک	ولادت	شوہر	اولاد	وفات	کل عمر
1	سید قاسم	-	-	-	-	-
2	سیدہ زینب	۲۳ قبل ہجری	ابو العاص بن ربیع	بیٹا علی، بیٹی امامہ	۸ہجری	۳۱سال
3	سیدہ رقیہ	۲۰ قبل ہجری	پہلا: عتبہ بن ابو لہب دوسرا: عثمانِ غنی	بیٹا عبد اللہ	رمضان ۲ھ	۲۲سال

4	سیدہ ام کلثوم	۱۹ قبل ہجری	پہلا: عتیبہ بن ابو لہب دوسرا: عثمانِ غنی	کوئی اولاد نہیں	رمضان ۹ھ	۲۸ سال
5	سیدہ فاطمہ	۱۸ قبلِ ہجری	علی المرتضی	حسن، حسین، زینب، ام کلثوم، رقیہ	۳ رمضان ۱۱ھ	۲۹ سال
6	سید عبد اللہ	بعدِ اعلانِ نبوت	-	-	۴ نبوت	بچپن میں
7	سید ابراہیم	ذوالحجہ ۸ ہجری	-	-	۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ	۱۷ یا ۱۸ ماہ

(آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیاری سیرت ص ۱۳۸)

(4) اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مختصر سیرت

دودھ پینے کا زمانہ

اے عاشقانِ رسول! آپ نے اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مقام و مرتبہ، پیدائش اور مبارک خاندان کے بارے میں سنا اب آپ کے سامنے اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مبارک سیرت دودھ پینے کے زمانے سے وصالِ ظاہری تک مختصر انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں لہذا خوب توجہ کے ساتھ سنیئے چنانچہ:

سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو لہب کی لونڈی "حضرت ثویبہ" کا دودھ نوش فرمایا پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکے دودھ سے سیر اب ہوتے رہے، پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے ساتھ لے

گئیں اور اپنے قبیلہ میں رکھ کر آپ کو دو سال تک دودھ پلاتی رہیں اور انہیں کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔

(مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، ج ۲، ص ۱۹، ۱۸ ملخصًا)

اللہ کے آخری نبی ﷺ جب سے حضرتِ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے ان کے جانور بڑھنے لگے، ان کی عزت میں اضافہ ہوا اور خیر و برکت نصیب ہونے لگی۔

جب تک آپ ﷺ وہاں رہے بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کا گھر خیر و برکت سے بھرا رہا، دن بدن ان پر انعامات اور برکات میں اضافہ ہوتا رہا۔

(آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص ۲۱)

بعض روایات کے مطابق بی بی حلیمہ کے علاوہ مزید ۶ خوش نصیب خواتین نے ہمارے نبی ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا اور ان کو اس کا صلہ یہ ملا کہ ان تمام عورتوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ (سیرتِ حلبیہ، باب ذکر رضاعہ وما اتصل بہ، ج ۱، ص ۱۲۴)

ہمارے نبی ﷺ دوسرے بچوں کی طرح چیختے چلاتے اور روتے نہیں تھے۔ دو ماہ کی عمر میں آپ ﷺ گھٹنوں کے بل چلنے لگے، تین ماہ کی عمر میں اٹھ کر کھڑے ہونے لگے، چار ماہ کی عمر میں دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر ہر طرف چلا کرتے، پانچ ماہ کی عمر میں چلنے پھرنے کی پوری قوت حاصل کر چکے تھے، آٹھ ماہ کی عمر میں یوں کلام فرماتے کہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی، نو ماہ کی عمر میں فصیح باتیں کرنا شروع فرمادیا۔

(معارج النبوۃ، رکن دوم، باب سوم، فصل دوم، ص ۵۶، ۵۵)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی عمر کے ابتدائی حصے میں جو کلام فرمایا وہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً'' ہے ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے اور ہر طرح کی حمد و تعریف اللہ کے لیے ہے۔

جھولا جھولتے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے جس طرف اشارہ فرماتے چاند اسی طرف جھک جاتا۔ (جمع الجوامع، حرف الھمزۃ مع نون، ج۳، ص۲۱۲) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ العزت اپنے نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' میں لکھتے ہیں:

چاند جھک جاتا جِدھر اُنگلی اٹھاتے مَہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دوسال کے ہو گئے تو مائی حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دودھ چھڑا دیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو آپ کی والدہ کے پاس لے کر آئیں اور کہا: کاش! آپ اپنے بیٹے کو میرے پاس اور رہنے دیں تاکہ قوی ہو جائے کیونکہ مجھے اس پر وبائے مکہ کا ڈر ہے کیونکہ ان دنوں مکہ میں ایک وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ یہ سن کر بی بی آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے ساتھ واپس کر دیا۔ حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا بیان ہے کہ ہمیں واپس آئے دو یا تین مہینے گزرے تھے کہ ایک روز آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے رضائی بھائی عبد اللہ کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے ہماری بھیڑوں میں تھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھائی دوڑتا آیا، کہنے لگا کہ میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو شخص آئے جن پر سفید کپڑے ہیں انہوں نے پہلو کے بل لٹا کر اس کا

پیٹ پھاڑ دیا۔ یہ سن کر میں اور میرا خاوند دوڑے گئے، دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے، ہم دونوں آپ کے گلے لپٹ گئے اور پوچھا: بیٹا! تجھے کیا ہوا؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیان کیا کہ دو شخص میرے پاس آئے جن پر سفید کپڑے تھے، انہوں نے پہلو کے بل لٹا کر میرا پیٹ پھاڑ دیا اور اس میں سے ایک خون کی پھٹکی نکال کر کہا: ”ھٰذَا حَظُّ الشَّیْطٰنِ مِنْکَ“ (یہ تجھ سے شیطان کا حصہ ہے) پھر اسے ایمان وحکمت سے بھر کر سی دیا۔ پس ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے خیمہ میں لے آئے۔ میرے خاوند نے کہا: حلیمہ! مجھے ڈر ہے اس لڑکے کو کچھ آسیب ہے، آسیب ظاہر ہونے سے پہلے اسے اس کے کنبے میں چھوڑ آ۔ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آپ کی والدہ کے پاس لائی اور بڑے اِصرار کے بعد اس سے حقیقت حال بیان کی۔ ماں نے کہا: اللہ کی قسم! ان پر شیطان کو دخل نہیں، میرے بیٹے کی بڑی شان ہے۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، ذکر رضاعہ وما معہ، ج۱، ص۲۷۹۔ ۲۸۲ ملخصاً علمیہ)

تعداد شق صدر

اے عاشقانِ رسول! حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا شقِ صَدر (یعنی سینہ مبارک کا چاک ہونا) چار مرتبہ ہوا ہے:

(۱)۔۔۔ ایک وہ جس کا ذکر ابھی ہوا، یہ اس واسطے تھا کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وساوسِ شیطان سے جن میں بچے مبتلا ہوا کرتے ہیں محفوظ رہیں اور بچپن ہی سے اَخلاقِ حمیدہ پر پرورِش پائیں۔

(۲)۔۔۔ دوسری مرتبہ دس برس کی عمر میں ہوا تاکہ آپ ﷺ کامل ترین اوصاف پر جوان ہوں۔

(۳)۔۔۔ تیسری مرتبہ غارِ حرا میں بعثت کے وقت ہوا تاکہ آپ ﷺ وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔

(۴)۔۔۔ چوتھی مرتبہ شبِ معراج میں ہوا تاکہ آپ مناجات الٰہی کے لیے تیار ہو جائیں۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، ذکر رضاعہ وما معہ، ج۱، ص۲۸۸ ملخصاً علمیہ)

اللہ کے آخری نبی ﷺ تقریباً چار سال تک قبیلۂ بنو سعد میں برکتیں لٹاتے رہے، اس کے بعد آپ ﷺ اپنی والدہ کی گود میں پرورش پانے لگے۔

حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہَا کی وفات

اللہ کے آخری نبی (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ میں آپ کے دادا کے ننھیال بنو عَدِی بن نجّار میں ملنے گئیں بعض کہتے ہیں کہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے گئی تھیں۔ اُم اَیمن بھی ساتھ تھیں، جب واپس آئیں تو راستے میں مقام اَبواء میں انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، ذکر وفاۃ امہ۔۔۔ الخ، ج۱، ص۳۰۸۔۳۰۹ ملخصاً علمیہ)

عبدالمُطَّلِب وابوطالب کی کفالت

ام ایمن آپ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو مکہ میں لائیں اور آپ کے دادا عبد المُطَّلِب کے حوالہ کیا۔ عبد المُطَّلِب آپ کی پرورش کرتے رہے مگر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو وہ بھی وفات پا گئے اور حسب وصیت آپ کے چچا ابو طالب

جو حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے والد ہیں آپ ﷺ کی تربیت کے کفیل ہوئے، ابو طالب نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کفالت کو بہت اچھی طرح انجام دیا اور آپ کو اپنی ذات اور بیٹوں پر مُقَدَّم رکھا۔ (شرح الزرقانی علی المواھب، باب ذکر وفاۃ امہ۔۔۔ الخ، ج۱، ص۳۰۹)

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۱۰ سال کی تھی تو آپ ﷺ اپنے چچا زبیر کے ہمراہ یمن کی طرف سفر کے لیے نکلے۔

جب اللہ کے آخری نبی ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال کی ہوئی تو ابو طالب حسب معمول قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کو جانے لگا، یہ دیکھ کر آپ ﷺ اس سے لپٹ گئے۔ اس لیے اس نے آپ کو بھی ساتھ لے لیا۔ جب قافلہ شہر بصریٰ میں پہنچا تو وہاں بَحِیرا رَاہِب نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھ کر پہچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: یہ سارے جہان کا سردار ہے، رب العالمین کا رسول ہے، اللہ اس کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۔ قریشیوں نے پوچھا: تجھے یہ کیونکر معلوم ہوا؟ اس نے کہا کہ جس وقت تم گھاٹی سے چڑھے کوئی درخت اور پتھر باقی نہ رہا مگر سجدے میں گر پڑا۔ درخت اور پتھر پیغمبر کے سوا کسی دوسرے شخص کو سجدہ نہیں کرتے اور میں ان کو مُہرِ نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند ہے۔ اس راہب نے سب کی دعوت کا اہتمام کیا اور اس نے ابو طالب سے تاکید کے ساتھ کہا کہ ان کو مکہ واپس لے جاؤ کیونکہ اگر تم آگے بڑھو گے تو ڈر ہے کہیں یہودی ان کو قتل نہ کر دیں لہٰذا ابو طالب آپ کو واپس لے آیا

اور شہر بصریٰ سے آگے نہ بڑھا اور اس راہب نے اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خشک روٹی اور زیتون کا تیل زادِ راہ دیا۔

(سنن الترمذی، کتاب مناقب رسول، باب ما جاء فی بدء نبوۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج۵، ص۳۶۵، الحدیث: ۳۶۴۰)

جس وقت آپ کی عمر مبارک چودہ سال کی تھی قبیلہ کنانہ اور ہوازن کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس کا نام حربِ فِجار رکھا گیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس جنگ میں تیر اٹھا اٹھا کر اپنے چچاؤں کو دیتے رہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''وَکُنْتُ اُنَبِّلُ عَلٰی اَعْمَامِی'' بعض کہتے ہیں: آپ نے بھی تیر پھینکے تھے بہر حال اَخیر میں فریقین میں صلح ہو گئی۔

(العقد الفرید، الفجار الآخر، ج۶، ص۱۰۳۔۱۰۲ ملتقطاً علمیہ)

جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عمر مبارک ۲۰ سال کی ہوئی تو مکہ میں ہونے والی حِلْفُ الْفُضُوْل نامی صلح میں شرکت فرمائی اور اس کو پسند فرمایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدے کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں اسے نہ توڑتا۔ (سیرتِ رسولِ عربی ص۶۰)

شام کا دوسرا سفر

جب اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو آپ کے صدق وامانت کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا کہ زبانِ خَلق نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو امین کا لقب دے دیا تھا یہ دیکھ کر حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جو ایک معزز مالدار خاتون تھیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں جو معاوضہ (یعنی بدلہ) میں اوروں کو دیتی ہوں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس کا دُگنا دوں گی۔ حضور عَلَیْہِ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قبول فرمایا اور مال تجارت لے کر شام کو روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا غلام مَیْسَرَہ آپ کے ساتھ تھا جو آپ کی خدمت کرتا تھا اور آپ کی ضروریات کا ذمہ دار تھا۔ جب آپ ملکِ شام میں پہنچے تو بازار بصریٰ میں نَسْطُورانام کے راہب کی خانقاہ کے نزدیک اترے۔ وہ راہب مَیْسَرَہ کی طرف آیا اور میسرہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق دریافت کیا اور مَیْسَرَہ سے کہا کہ "ان سے جدا نہ ہونا اور نیک نیتی سے ان کے ساتھ رہنا کیونکہ اللہ پاک نے ان کو نبوت کا شرف عطا کیا ہے۔" آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بازارِ بصریٰ میں خرید و فروخت کرکے مکہ واپس آئے جب حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جو عورتوں کے درمیان ایک بالاخانے میں بیٹھی تھی آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو دو فرشتے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سرمبارک پر دھوپ سے سایہ کیے ہوئے تھے۔ مَیْسَرَہ نے حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے بیان کیا کہ میں نے تمام سفر میں آپ کا یہی حال دیکھا ہے اور اس راہب کے قول و وصیت کی خبر دی۔ اللہ پاک نے اس تجارت میں دگنا نفع دیا۔ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جو دیکھا اور سنا اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ بیشک ساری مخلوق کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ (السیرۃ الحلبیۃ، باب سفرہ الی الشام ثانیاً، ج۱، ص۱۹۳۔۱۹۶ ملتقطاً علمیہ)

حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح

اس وقت حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیوہ تھیں ان کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں، ان کی پاکدامنی کے سبب لوگ زمانۂ جاہلیت میں ان کو طاہرہ کہا کرتے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خاندان سے جا ملتا

ہے۔ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے امور مذکورہ بالا کو مدنظر رکھ کر واپس آنے کے قریباً تین مہینے بعد یعلی بن مُنْیَہ کی بہن نفیسہ کی وَساطت سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ نے اس درخواست کی خبر اپنے چچاؤں کو دی، انہوں نے قبول کیا۔ پس تاریخ مُعَیَّن پر ابو طالب اور امیر حمزہ اور دیگر رؤسائے خاندان حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مکان پر گئے اور ان کے چچا عمرو بن اسد نے اور بقول بعض حضرتِ خدیجہ کے بھائی عمرو بن خُوَیْلِد نے ان کا نکاح کر دیا۔ شادی کے وقت اُن کی عمر چالیس سال کی تھی۔ ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور ۵۰۰ درہم مہر قرار پایا۔ یہ اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پہلی شادی تھی۔ (سیرتِ رسولِ عربی ص ۶۲)

اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا ہی کے بَطن (یعنی پیٹ) سے ہوئی، صرف ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھا حضرت مارِیہ قِبْطِیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بطن سے سنہ آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ دس ہجری میں انتقال فرما گئے۔ (سیرتِ رسولِ عربی ص ۶۲)

تعمیرِ کعبہ

جب اللہ کے آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پینتیس (۳۵) برس کی ہوئی تو زور دار بارش سے حرم کعبہ میں ایسا عظیم سیلاب آگیا کہ کعبہ کی عمارت بالکل ہی منہدم ہو گئی۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا کعبہ بہت پرانا ہو چکا تھا۔ عمالقہ، قبیلۂ جُرہم اور قصی وغیرہ اپنے اپنے وقتوں میں اس کعبہ کی تعمیر و مرمت کرتے رہے تھے مگر چونکہ عمارت نشیب میں تھی اس لیے پہاڑوں سے برساتی پانی کے بہاؤ کا زور دار دھارا وادئ

مکہ میں ہو کر گزرتا تھا اور اکثر حرم کعبہ میں سیلاب آجاتا تھا۔ کعبہ کی حفاظت کے لیے بالائی حصہ میں قریش نے کئی بند بھی بنائے تھے مگر وہ بند بار بار ٹوٹ جاتے تھے۔ اس لیے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کو ڈھا کر پھر سے کعبہ کی ایک مضبوط عمارت بنائی جائے جس کا دروازہ بلند ہو اور چھت بھی ہو۔ (السیرۃ الحلبیۃ، باب بنیان قریش الکعبۃ...الخ، ج۱، ص۲۰۴ مختصراً)

چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اس تعمیر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور سردارانِ قریش کے دوش بدوش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے مختلف قبیلوں نے تعمیر کے لیے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے۔ جب عمارت "حجر اسود" تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم ہی "حجر اسود" کو اٹھا کر دیوار میں نصب کریں۔ تاکہ ہمارے قبیلہ کے لیے یہ فخر و اعزاز کا باعث بن جائے۔ اس کشمکش میں چار دن گزر گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ تلواریں نکل آئیں۔ پانچویں دن حرم کعبہ میں تمام قبائل عرب جمع ہوئے اور اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے ایک بڑے بوڑھے شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کل جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو اس کو پنچ مان لیا جائے۔ وہ جو فیصلہ کر دے سب اس کو تسلیم کر لیں۔ چنانچہ سب نے یہ بات مان لی۔ خدا کی شان کہ صبح کو جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوا وہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے کہ واللہ یہ "امین" ہیں لہٰذا ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کو اس طرح ختم فرمایا کہ پہلے آپ نے یہ حکم دیا کہ جس جس قبیلہ کے لوگ حجر اسود کو اس

کے مقام پر رکھنے کے مدعی ہیں ان کا ایک ایک سردار چن لیا جائے۔ چنانچہ ہر قبیلہ والوں نے اپنا اپنا سردار چن لیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر حجرِ اسود کو اس پر رکھا اور سرداروں کو حکم دیا کہ سب لوگ اس چادر کو تھام کر مقدس پتھر کو اٹھائیں۔ چنانچہ سب سرداروں نے چادر کو اٹھایا اور جب حجرِ اسود اپنے مقام تک پہنچ گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے متبرک ہاتھوں سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح ایک ایسی خونریز لڑائی ٹل گئی جس کے نتیجہ میں نہ معلوم کتنا خون خرابا ہوتا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، حدیث بنیان الکعبۃ...الخ، ص۷۹)

غیر معمولی کردار

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ طفولیت (یعنی بچپن) ختم ہوا اور جوانی کا زمانہ آیا تو بچپن کی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جوانی بھی عام لوگوں سے نرالی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شباب مجسم حیا اور چال چلن عصمت و وقار کا کامل نمونہ تھا۔ اعلانِ نبوت سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام زندگی بہترین اخلاق و عادات کا خزانہ تھی۔ سچائی، دیانتداری، وفاداری، عہد کی پابندی، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، رشتہ داروں سے محبت، رحم و سخاوت، قوم کی خدمت، دوستوں سے ہمدردی، عزیزوں کی غمخواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبر گیری، دشمنوں کے ساتھ نیک برتاؤ، مخلوق خدا کی خیر خواہی، غرض تمام نیک خصلتوں اور اچھی اچھی باتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی بلند منزل پر پہنچے ہوئے تھے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے انسانوں کیلیے وہاں تک رسائی تو کیا؟ اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

جب حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کا چالیسواں سال شروع ہوا تو ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ایک نیا انقلاب رونما ہو گیا کہ ایک دم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلوت پسند ہو گئے اور اکیلے تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اوقات غور و فکر میں پائے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیشتر وقت مناظر قدرت کے مشاہدہ اور کائنات فطرت کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ دن رات خالقِ کائنات کی ذات و صفات کے تصور میں مستغرق اور اپنی قوم کے بگڑے ہوئے حالات کے سدھار اور اس کی تدبیروں کے سوچ بچار میں مصروف رہنے لگے اور ان دنوں میں ایک نئی بات یہ بھی ہو گئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچھے اچھے خواب نظر آنے لگے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر خواب اتنا سچا ہوتا کہ خواب میں جو کچھ دیکھتے اس کی تعبیر صبح صادق کی طرح روشن ہو کر ظاہر ہو جایا کرتی تھی۔ (صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۳، الحدیث: ۳، ج ۱، ص ۷ مختصراً)

غارِ حراء

مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر "حراء" نامی پہاڑ کے اُوپر ایک غار (یعنی کھوہ) ہے جس کو "غار حراء" کہتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر کئی کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر اس غار کے پر سکون ماحول کے اندر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو کبھی خود گھر پر آکر لے جاتے اور کبھی حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔ آج بھی یہ نورانی غار اپنی اصلی حالت میں موجود اور زیارت گاہ خلائق ہے۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب کیف کان بدء الوحی... الخ، باب ۳، تحت الحدیث: ۳، ج۱، ص۱۰۵۔۱۰۷ ملتقطاً وملخصاً)

پہلی وحی

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "غار حراء" کے اندر عبادت میں مشغول تھے کہ بالکل اچانک غار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ (یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو ہمیشہ خدا کا پیغام اس کے رسولوں علیہم الصلاۃ والسلام تک پہنچاتے رہے ہیں) فرشتے نے ایک دم کہا کہ "پڑھئیے" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں "پڑھنے والا نہیں ہوں۔" فرشتہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکڑا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زور دار معانقہ کیا پھر چھوڑ کر کہا کہ "پڑھئیے" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ "میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔" فرشتہ نے دوسری مرتبہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے چمٹایا اور چھوڑ کر کہا کہ "پڑھئیے" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ "میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔" تیسری مرتبہ پھر فرشتہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زور کے ساتھ اپنے سینے سے لگا کر چھوڑا اور کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ(۱) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ(۲) اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ(۳) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ(۴) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ(۵)

ترجمہ کنز الایمان: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ (پ۳۰، العلق: ۱۔۵)

یہی سب سے پہلی وحی تھی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ ان آیتوں کو یاد کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے۔ مگر اس واقعہ سے جو بالکل ناگہانی طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش آیا اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر لرزہ طاری تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کملی اڑھاؤ۔ مجھے کملی اڑھاؤ۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوف دور ہوا اور کچھ سکون ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غار میں پیش آنے والا واقعہ بیان کیا۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی اترنے کا سلسلہ بند ہوگیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں مضطرب اور بے قرار رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں گھر سے باہر تشریف لے جارہے تھے کہ کسی نے "یا محمد" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر پکارا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ وہی فرشتہ (یعنی حضرت جبریل علیہ السلام) جو غار میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ایک خوف کی کیفیت پیدا ہو گئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکان پر آکر لیٹ گئے اور گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورہ "مدثر" کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور رب تعالیٰ کا فرمان اتر پڑا کہ:

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے بالاپوش اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔(پ۲۹، المدثر:۱۔۵)

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۳، الحدیث:۴، ۳، ج۱، ص۷)

ان آیات کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے دعوتِ اسلام کے منصب پر مامور فرمادیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ پاک کے حکم کے مطابق دعوت حق اور تبلیغِ اسلام کے لیے کمربستہ ہوگئے۔

دعوتِ اسلام کا پہلا دور

تین برس تک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت رازداری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اور اس درمیان میں عورتوں میں سب سے پہلے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت و تبلیغ سے حضرت عثمان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد، حضرت ارقم بن ابو ارقم، حضرت عثمان بن

مظعون اور ان کے دونوں بھائی حضرت قدامہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد حضرت ابو ذر غفاری و حضرت صہیب رومی، حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب حضرت عمر کی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضل حضرت عباس بن عبد المطلب کی بیوی اور حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مسلمان ہو گئیں۔ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے مردوں اور عورتوں نے بھی اسلام لانے کا شرف حاصل کر لیا۔ (المواہب اللدنیۃ، دقائق حقائق بعثتہٖ، ج۱، ص۱۱۵، ۱۱۶ و شرح الزرقانی علی المواہب، ذکر اول من آمن باللہ ورسولہ، ج۱، ص۴۵۵، ۴۶۰ ملتقطاً وملخصاً)

دعوتِ اسلام کا دُوسرا دور

تین برس کی اس خفیہ دعوتِ اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی اس کے بعد اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورۂ "شعراء" کی آیت

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۲۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

نازل فرمائی اور اللہ پاک کا حکم ہوا کہ اے محبوب! ﷺ آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرایئے، اس پر اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قبیلۂ قریش کے خاندانوں کو یوں پکارا:

یابنی فِھْر! یابنی عَدِی! یہاں تک کہ وہ جمع ہو گئے، جو خود نہ آسکتا تھا وہ اپنی طرف سے کسی اور کو بھیجتا تاکہ دیکھے کہ یہ پکار کیسی ہے۔ پس ابو لہب اور قریش آ گئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "بتاؤ اگر میں تم سے کہوں کہ وادئ مکہ سے ایک سواروں کا لشکر تمہیں تہس نہس کرنا چاہتا ہے۔ تو کیا تمہیں یقین آجائے گا؟" وہ بولے: ہاں! کیونکہ ہم نے تم کو سچ ہی بولتے دیکھا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تو میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر سخت عذاب نازل ہو گا۔ اس پر ابو لہب بولا: تجھ پر ہمیشہ ہلاکت ہو، کیا اس کے لیے تو نے ہم کو جمع کیا ہے! تب یہ آیتیں نازل ہوئیں:

تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ(۱) مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ؕ(۲) (پ۳۰،اللھب:۱،۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تباہ ہو جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء، باب ولا تخزنی یوم یبعثون، الحدیث: ۴۷۷۰، ج۱، ص۲۹۴)

دعوتِ اسلام کا تیسرا دور

اب وہ وقت آگیا کہ اعلان نبوت کے چوتھے سال سورۂ حجر کی آیت:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ(۹۴) (پ۱۴،الحجر:۹۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

نازل ہوئی اور اللہ پاک نے یہ حکم فرمایا کہ اے محبوب! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمایئے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علانیہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔ اور تمام قریش بلکہ تمام اہل مکہ بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا ایک طوفانی سلسلہ شروع ہو

گیا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الاجھار بدعوتہ، ج۱، ص۴۶۱،۴۶۲)

ہجرت حبشہ 5نبوی

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو "حبشہ" جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔

اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی، اسے ہجرتِ اولیٰ کہتے ہیں۔ (سیرتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ۱۲۶)

کچھ دنوں کے بعد مزید کئی صحابہ و صحابیات نے حبشہ کی طرف ہجرت کی یہاں تک کہ حبشہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد ۸۲، افراد تک پہنچ گئی۔

حضرت حمزہ وعمر مسلمان ہوگئے

اعلان نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ مسلمان ہوئے اور تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی مسلمان ہو گئے، دو ایسی ہستیاں دامن اسلام میں آ گئیں جن سے اسلام اور مسلمانوں کے جاہ و جلال اور ان کے عزت و اقبال کا پرچم بہت ہی سربلند ہو گیا۔ (سیرتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ۱۳۲)

شعب ابی طالب 7نبوی

اعلان نبوت کے ساتویں سال میں کفار مکہ نے جب دیکھا کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بہادران قریش بھی دامن اسلام میں آ گئے تو غیظ و غضب میں یہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور تمام سرداران قریش اور مکہ کے دوسرے کفار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان لوگوں کو کسی تنگ و تاریک جگہ میں محصور (یعنی قید) کر کے ان کا دانہ پانی بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔

ابو طالب مجبوراً حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے تمام خاندان والوں کو لے کر پہاڑ کی اس گھاٹی میں جس کا نام "شعب ابی طالب" تھا پناہ گزین ہوئے۔ اور یہ تین برس کا زمانہ اتنا سخت اور کٹھن گزرا کہ بنو ہاشم درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے پکا پکا کر کھاتے تھے۔ اور ان کے بچے بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر دن رات رویا کرتے تھے۔ سنگدل اور ظالم کافروں نے ہر طرف پہرہ بٹھا دیا تھا کہ کہیں سے بھی گھاٹی کے اندر دانہ پانی نہ جانے پائے۔ (المواہب اللدنیۃ، ھجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱، ص۱۲۶)

مسلسل تین سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خاندان بنو ہاشم ان ہوش ربا مصائب کو جھیلتے رہے یہاں تک کہ خود قریش کے کچھ رحم دلوں کو بنو ہاشم کی ان مصیبتوں پر رحم آگیا اور ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑنے کی تحریک اٹھائی۔
(سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص ۱۴۰)

غم کا سال 10 نبوی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "شعب ابی طالب" سے نکل کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور چند ہی روز کفار قریش کے ظلم و ستم سے کچھ امان ملی تھی کہ ابو طالب بیمار ہو گئے اور گھاٹی سے باہر آنے کے آٹھ مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص ۱۴۱)

ابو طالب کی وفات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ایک بہت ہی جاں گداز

اور روح فرسا حادثہ تھا کیونکہ بچپن سے جس طرح پیار و محبت کے ساتھ ابو طالب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اور زندگی کے ہر موڑ پر جس جاں نثاری کے ساتھ آپ کی نصرت و دستگیری کی اور آپ کے دشمنوں کے مقابل سینہ سپر ہو کر جس طرح آلام و مصائب کا مقابلہ کیا اس کو بھلا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح بھول سکتے تھے۔

حضرت بی بی خدیجہ کی وفات

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ابھی ابو طالب کے انتقال کا زخم تازہ ہی تھا کہ ابو طالب کی وفات کے تین دن یا پانچ دن کے بعد حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ مکہ میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا وہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی تھی۔

ابو طالب اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کی وفات سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مددگار اور غمگسار دونوں ہی دنیا سے اٹھ گئے جس سے آپ کے قلب نازک پر اتنا عظیم صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام "عام الحزن" (یعنی غم کا سال) رکھ دیا۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص ۱۴۳)

طائف وغیرہ کا سفر

مکہ والوں کے عناد اور سرکشی کو دیکھتے ہوئے جب حضور رَحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوسی نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لیے مکہ کے قرب وجوار کی بستیوں کا رُخ کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "طائف" کا بھی سفر فرمایا۔ جہاں پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ظلم وستم کی حد کر دی گئی اور یہ ایک الگ باب ہے جس کو سننے سنانے کے لیے اچھا خاصہ وقت درکار ہے۔

اسی سفر میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام "نخلہ" میں تشریف فرما ہوئے اور رات کو نماز تہجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے تو "نصیبین" کے جنات کی ایک جماعت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور قرآن سن کر یہ سب جنات مسلمان ہو گئے۔ پھر ان جنوں نے لوٹ کر اپنی قوم کو بتایا تو مکہ مکرمہ میں جنوں کی جماعت نے فوج در فوج آکر اسلام قبول کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورۂ جن کی ابتدائی آیتوں میں اللہ پاک نے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (المواہب اللدنیۃ، ہجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱، ص۱۳۸، ۱۳۷ ملتقطاً)

قبائل میں تبلیغ اسلام

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ حج کے زمانے میں جب کہ دور دور کے عربی قبائل مکہ میں جمع ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام قبائل میں دورہ فرما کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

اعلانِ نبوت کے گیارہویں سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معمول کے مطابق حج میں آنے والے قبائل کو دعوت اسلام دینے کے لیے منیٰ کے میدان میں تشریف لے گئے اور قرآنِ مجید کی آیتیں سنا سنا کر لوگوں کے سامنے اسلام پیش فرمانے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ میں عقبہ (یعنی گھاٹی) کے پاس جہاں آج "مسجد العقبہ" ہے تشریف فرما تھے کہ قبیلۂ خزرج کے چھ آدمی آپ کے پاس آ گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے ان کا نام و نسب پوچھا۔ پھر قرآن کی چند آیتیں سنا کر ان لوگوں کو اسلام کی

دعوت دی جس سے یہ لوگ بے حد متاثر ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر واپسی میں یہ کہنے لگے کہ یہودی جس نبی آخر الزمان کی خوشخبری دیتے رہے ہیں یقیناً وہ نبی یہی ہیں۔ لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی ہم سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کر لیں۔ یہ کہہ کر سب ایک ساتھ مسلمان ہو گئے اور مدینہ جا کر اپنے اہل خاندان اور رشتہ داروں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔

(مدارج النبوت، قسم دوم، باب سوم، ج۲، ص۵۱۔ ۵۲ والمواہب اللدنیۃ، ھجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱، ص۱۴۱)

بعثت کے گیارہویں سال، ہجرت سے دو سال پہلے، ۲۷ رَجَبُ المرجَّب، پیر شریف کی سُہانی اور نُور بھری وہ رات آئی جس میں اللہ پاک نے اپنے محبوب ﷺ کو معراج کا معجزہ عطا فرمایا اللہ پاک کے آخری نبی ﷺ نمازِ عشا ادا فرمانے کے بعد اپنی چچازاد بہن حضرتِ اُمِّ ہانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے گھر آرام فرما تھے کہ دولت خانۂ اقدس کی مُبَارَک چھت کھلی، حضرتِ جبرائیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نیچے حاضِر ہوئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حضرتِ اُمِّ ہانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے گھر سے مسجِدِ حرام، مسجِدِ حرام سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے ساتوں آسمان کی جانب لے گئے، پھر اللہ کے آخری نبی ﷺ وہاں سے لا مکاں کی سیر کو تشریف لے گئے اور اللہ پاک کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ (فیضانِ معراج ص۱۱) معراج ہمارے نبی ﷺ کا دوسرا بڑا معجزہ ہے۔

بیعت عقبہ اولیٰ

اعلانِ نبوت کے بارہویں سال میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص مِنیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام "بیعت عقبہ اولیٰ" ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ درخواست بھی کی کہ احکامِ اسلام کی تعلیم کے لیے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جاجاکر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، العقبۃ الاولٰی ومصعب بن عمیر، ص۱۷۱۔۱۷۴)

اس کے ایک سال بعد یعنی اعلانِ نبوت کے تیرہویں سال میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتّر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور اسلام کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اس بیعت کو بیعتِ عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔

ہجرت مدینہ

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے جائیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ ہی میں مقیم رہے اور حضرتِ ابو بکر

صدیق اور حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

جب کفار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق کر چکے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔

کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق کاشانۂ نبوت کو گھیر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو جائیں تو ان پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینہ چلے آنا۔ (سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ۱۶۰۔۱۶۱)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بستر نبوت پر جان ولایت کو سلا کر ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی اور سورۂ یٰس کی ابتدائی آیتوں کو تلاوت فرماتے ہوئے نبوت خانہ سے باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے۔ نہ کسی کو نظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی۔

اپنے مکانِ عالیشان سے نکل کر صدیقِ اکبر کو ساتھ لے کر غارِ ثور تشریف لے گئے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رات اس غار میں رونق افروز رہے۔
(سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ۱۶۳)

پھر غارِ ثور سے مدینۂ منورہ کی جانب کوچ فرمایا۔ راستے میں کئی واقعات پیش آئیں۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ لوگ ہر روز صبح کو شہر سے نکل کر حَرَّہ میں جمع ہوتے انتظار کرتے کرتے جب دوپہر ہو جاتی تو واپس چلے جاتے۔ ایک دن انتظار کر کے گھروں میں واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے ایک قلعہ پر سے کسی مطلب کے لیے نظر دوڑائی، اسے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے ہمراہی سفید لباس پہنے ہوئے نظر آئے، وہ یہودی نہایت زور سے بے ساختہ پکار اٹھا: ''اے مَعْشَرِعرب! لو تمہارا مقصد و مقصود جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آگیا۔'' یہ سن کر مسلمانوں نے فوراً ہتھیار لگا کر حَرَّہِ قُباء کے عقب میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا استقبال کیا اور اظہار مسرت کے لیے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس کی آواز بنی عمرو بن عوف میں پہنچی۔ یہ قبیلہ موضع قُباء میں جو مدینہ سے جنوب کی طرف دو میل کے فاصلہ پر ہے آباد تھا۔ اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہِدْم اَنصاری اَوسی تھا۔ اس سے پہلے اکثر اکابر صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اسی کے ہاں اترتے تھے۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی اسی کو شرفِ نزول بخشا۔ (سیرتِ رسولِ عربی ص۱۰۵)

ہجرت کا پہلا سال

تعمیر مسجد قباء

قُباء میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نزول ۱۲ رَبیع الاوَّل پیر کے دن ہوا۔ یہی تاریخ اسلامی کی ابتداء ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم جو اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی روانگی کے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے یہاں آملے اور یہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی شان میں یہ آیت

وارِد ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔ (پ۱۱، التوبۃ:۱۰۸)

(سیرتِ رسولِ عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ۱۰۶)

مسجدِ قباء میں نماز ادا کرنے کی فضیلت میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مسجدِ قباء میں نماز پڑھنا عمرے کے برابر ہے۔'' (ترمذی شریف، ج۱، ص۳۴۸)

مسجد الجمعه

چودہ یا چوبیس روز کے قیام میں مسجد قباء کی تعمیر فرما کر جمعہ کے دن آپ "قباء" سے شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں قبیلۂ بنی سالم کی مسجد میں پہلا جمعہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پڑھا۔ یہی وہ مسجد ہے جو آج تک "مسجد الجمعہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اہل شہر کو خبر ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جذبات شوق میں مشتاقانہ استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ (سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ۱۷۵)

شہر مدینہ قریب آگیا تو اہل مدینہ کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خواتین مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور یہ استقبالیہ اشعار پڑھنے لگیں کہ

طَلَعَ　الْبَدْرُ　عَلَيْنَا　مِنْ　ثَنِيَّاتِ　الْوَدَاع

وَجَبَ　الشُّكْرُ　عَلَيْنَا　مَا　دَعا　لِلّٰهِ　دَاعِی

ترجمہ: ہم پر چاند طلوع ہو گیا وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک اللہ سے دعاء مانگنے والے دعا مانگتے رہیں۔

اَيُّهَا　الْمَبْعُوْثُ　فِيْنَا　جِئْتَ　بِالْاَمْرِ　الْمُطَاع

اَنْتَ　شَرَّفْتَ　الْمَدِيْنَةَ　مَرْحَبًا　يَاخَيْرَ　دَاعٍ

ترجمہ: اے وہ ذات گرامی! جو ہمارے اندر مبعوث کئے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم وہ دین لائے جو اطاعت کے قابل ہے آپ نے مدینہ کو مشرف فرمادیا تو آپ کے لیے "خوش آمدید" ہے اے بہترین دعوت دینے والے۔

فَلَبِسْنَا　ثَوْبَ　يَمَنٍ　بَعْدَ　تَلْفِيْقِ　الرِّقَاعٖ

فَعَلَيْكَ　اللّٰهُ　صَلّٰى　مَا　سَعٰى　لِلّٰهِ　سَاعٍ

ترجمہ: تو ہم لوگوں نے یمنی کپڑے پہنے حالانکہ اس سے پہلے پیوند جوڑ جوڑ کر کپڑے پہنا کرتے تھے تو آپ پر اللہ تعالیٰ اس وقت تک رحمتیں نازل فرمائے۔ جب تک اللہ کے لیے کوشش کرنے والے کوشش کرتے رہیں۔

مدینہ کی ننھی ننھی بچیاں جوشِ مسرت میں جھوم جھوم کر اور دف بجا بجا کر یہ گیت گاتی تھیں کہ

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ

یَاحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٍ

ترجمہ: ہم خاندان "بنو النجار" کی بچیاں ہیں، واہ کیا ہی خوب ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پڑوسی ہوگئے۔(سیرتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص۱۷۶۔۱۷۷)

ابوایوب انصاری کا مکان

تمام قبائل انصار جو راستہ میں تھے انتہائی جوش مسرت کے ساتھ اونٹنی کی مہار تھام کر عرض کرتے یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ ہمارے گھروں کو شرفِ نزول بخشیں مگر آپ ان سب محبین سے یہی فرماتے کہ میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو جس جگہ خدا کو منظور ہوگا اسی جگہ میری اونٹنی بیٹھ جائے گی۔ چنانچہ جس جگہ آج مسجد نبوی شریف ہے اس کے پاس حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا اُسی جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اجازت سے آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر میں لے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہی کے مکان پر قیام فرمایا۔(سیرتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص۱۷۷)

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھ سکیں اس لیے مسجد کی تعمیر نہایت ضروری تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے قریب ہی "بنو النجار" کا ایک باغ تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مسجد تعمیر کرنے کے لیے اس باغ کو قیمت دے کر خریدنا چاہا۔لہذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے آپ

نے اس کی قیمت ادا فرمادی۔(مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج۲، ص۶۸، ۶۷)

پہلی ہجری کو عبد اللہ بن سلام جو کہ مدینہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے دامنِ اسلام میں آگئے اور ان کا مسلمان ہو جانا یہ اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔(مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب اول، ج۲،ص۶۶ملخصاًوالمستدرک للحاکم)

ایک ہجری کے واقعات میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بہت اہم ہے۔(سیرتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص۱۹۰)

حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی رُخصتی

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح تو ہجرت سے قبل ہی مکہ میں ہو چکا تھا مگر ان کی رُخصتی ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ میں ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پیالہ دودھ سے لوگوں کی دعوت ولیمہ فرمائی۔(مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج۲، ص۶۹۔۷۰ ملخصًا)

پہلی ہجری ہی کو اذان کی ابتدا ہوئی اور اسی سال حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں رشتہ اخوت (یعنی بھائی چارہ) قائم کرکے ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ جو کہ تاریخ کا ایک اہم اور مثالی باب ہے۔(سیرتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص۱۸۵۔۱۸۶)

اسی سال ایک ہجری میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ ہجرت کے بعد مہاجرین کے یہاں سب سے پہلا بچہ جو پیدا ہوا وہ یہی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی اسماء ہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔(اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ، حرف العین ، ص۶۰۴)

اب تک فرض نمازوں میں صرف دو ہی رکعتیں تھیں مگر ہجرت کے پہلے سال ہی میں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ظہر و عصر و عشاء میں چار چار رکعتیں فرض ہو گئیں لیکن سفر کی حالت میں اب بھی وہی دو رکعتیں قائم رہیں اسی کو سفر کی حالت میں نمازوں میں "قصر" کہتے ہیں۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج۲، ص۷۱)

ہجرت کا دوسرا سال

ایک ہجری کی طرح دوسری ہجری میں بھی بہت سے اہم واقعات وقوع پذیر ہوئے جن میں سے چند بڑے بڑے واقعات یہ ہیں:

قبلہ کی تبدیلی

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پہلے مکہ میں کعبہ کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے ہجرت کے بعد حکم الٰہی کی وجہ سے بیت المقدس آپ کا قبلہ مقرر ہوا، چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ یہود آپ پر طعن کیا کرتے تھے کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ہماری مخالفت کرتے ہیں مگر قبلہ میں ہمارے تابع ہیں اس لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ آرزو رہی کہ ملتِ ابراہیمی کی طرح میرا قبلہ بھی ابراہیمی ہی ہو۔ مدتِ مذکورہ کے بعد اللہ پاک نے آپ کی یہ آرزو پوری کر دی اور آیت نازل فرمائی:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ (پ۲، البقرۃ:۱۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد

حرام کی طرف اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔

حضور انور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر پڑھا رہے تھے تیسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ وحی الٰہی سے آپ ﷺ نے نماز ہی میں کعبہ کی طرف رخ کر لیا اور مقتدیوں نے بھی آپ کا اتباع کیا۔ جس مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا اسے "مسجد قِبْلَتَيْن" کہتے ہیں۔ (سیرتِ رسولِ عربی ﷺ ص ۱۲۰۔۱۲۱)

۱۲ صفر ۲ ہجری تواریخ اسلام میں وہ یادگار دن ہے جس میں اللہ پاک نے مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص ۱۹۷)

مسلمانوں کی کافروں کے ساتھ جو پہلی سب سے بڑی جنگ ہوئی اسے غزوۂ بدر کہتے ہیں۔ اللہ کے آخری نبی ﷺ ۱۲ رمضان ۲ ہجری کو بنا کسی خاص جنگی تیاری کے بدر کی جانب چل پڑے، جو جس حال میں تھا اسی حال میں روانہ ہو گیا، اس لشکر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی، جن میں ۶۰ مہاجر باقی انصار تھے، جبکہ کفارِ مکہ کی تعداد ایک ہزار سے زائد اور مکمل تیاری سے آئے تھے۔

اسی جنگ میں حضور ﷺ نے جنگ سے پہلے کافروں کے قتل ہونے کی جگہ کے متعلق نشاندہی فرما دیا تھا کہ فلاں کافر یہاں مرے گا اور فلاں کافر یہاں۔

۱۷ رمضان ۲ ہجری جمعہ کے دن حضور ﷺ نے مجاہدین کو صف بندی کا حکم دیا، اسی جنگ میں ابو جہل کو دو کم عمر صحابہ حضرتِ معاذ اور معوذ نے جہنم واصل کیا۔ اس جنگ میں کفارِ مکہ کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور مسلمانوں کو شاندار کامیابی حاصل

ہوئی۔ اس جنگ میں کل ۱۴ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

فرشتوں کی فوج

جنگ بدر میں اللہ پاک نے مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتوں کا لشکر اتار دیا تھا۔ پہلے ایک ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار ہو گئے اس کے بعد پانچ ہزار ہو گئے۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، غزوۃ بدر الکبریٰ، ج۲، ص۲۸۶)

جب خوب گھمسان کا رن پڑا تو فرشتے کسی کو نظر نہیں آتے تھے مگر ان کی حرب و ضرب کے اثرات صاف نظر آتے تھے۔ بعض کافروں کی ناک اور منہ پر کوڑوں کی مار کا نشان پایا جاتا تھا، کہیں بغیر تلوار مارے سر کٹ کر گرتا نظر آتا تھا، یہ آسمان سے آنے والے فرشتوں کی فوج کے کارنامے تھے۔ (سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص۲۳۲)

اس جنگ میں کفار کے ستر آدمی قتل اور ستر آدمی گرفتار ہوئے۔ باقی اپنا سامان چھوڑ کر فرار ہو گئے اس جنگ میں کفارِ مکہ کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ ان کی لشکری طاقت ہی فنا ہو گئی۔ (سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص۲۳۲)

2ھ کے متفرق واقعات

(۱)۔۔۔ اسی سال روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت کے احکام نازل ہوئے اور نماز کی طرح روزہ اور زکوٰۃ بھی مسلمانوں پر فرض ہو گئے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تحویل القبلۃ...الخ، ج۲، ص۲۵۴، ۲۵۳)

(۲)۔۔۔ اسی سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز جماعت کے ساتھ عید گاہ میں ادا فرمائی، اس سے قبل عید الفطر کی نماز نہیں ہوئی تھی۔

(۳)۔۔۔صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم اسی سال جاری ہوا۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تحویل القبلۃ...الخ، ج۲، ص۲۵۴،۲۵۳)

(۴)۔۔۔اسی سال ۱۰ ذوالحجہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بقر عید کی نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔

(۵)۔۔۔اسی سال "غزوۂ قرقرالکدر" و "غزوۂ بحران" وغیرہ چند چھوٹے چھوٹے غزوات بھی پیش آئے جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی مگر ان غزوات میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تحویل القبلۃ...الخ، ج۲، ص۲۵۴،۲۵۳)

ہجرت کا تیسرا سال

جنگِ اُحد

تیسری ہجری کا سب سے بڑا واقعہ "جنگِ اُحد" ہے۔ "احد" ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل دور ہے۔ چونکہ حق و باطل کا یہ عظیم معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں درپیش ہوا اسی لیے یہ لڑائی "غزوۂ اُحد" کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں اس لڑائی کے واقعات کا اللہ پاک نے تذکرہ فرمایا ہے۔

کفارِ مکہ جنگِ بدر سے جاتے ہی بدلہ لینے کے لیے اگلی جنگ کی تیاری شروع کر دی اور ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے میں یعنی جنگِ بدر کے ایک سال بعد پوری تیاری کے ساتھ مدینہ میں حملہ کرنے کے لیے آ پہنچے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے مقابلے کے لیے ایک ہزار کی فوج لے کر مدینہ سے باہر نکلے، مگر راستے میں عبد اللہ بن ابی منافق کسی بہانے سے اپنے ۳۰۰ لوگوں کو لے کر اسلامی لشکر سے الگ ہو گیا۔ اب اسلامی لشکر کی تعداد ۷۰۰ ہو

گئی۔(آخری نبی کی پیاری سیرت ص۸۰۔۸۱)

اسی جنگ میں حضور ﷺ کے مبارک دانتوں کے کچھ کنارے بھی شہید ہوئے اور نیچے کا مقدس ہونٹ بھی زخمی ہوا۔ بالآخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، اس جنگ میں ۷۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، ۴مہاجر اور ۶۶ انصار۔ اسی جنگ میں حضور ﷺ کے چچا حضرت امیرِ حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔(آخری نبی کی پیاری سیرت ص۸۳)

3ھ کے واقعات متفرقہ

ہجرت کے تیسرے سال میں مندرجہ ذیل واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے۔

(۱)۔۔۔۱۵ رمضان ۳ھ کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔

(۲)۔۔۔اسی سال حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو غزوۂ بدر کے زمانہ میں بیوہ ہوگئی تھیں۔

(۳)۔۔۔اسی سال حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔

(۴)۔۔۔میراث کے احکام و قوانین بھی اسی سال نازل ہوئے۔ اب تک میراث میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ان کے حقوق کا مفصل بیان نازل ہوگیا۔

(۵)۔۔۔اب تک مشرک عورتوں کا نکاح مسلمانوں سے جائز تھا مگر ۳ھ میں اس کی حرمت نازل ہوگئی اور ہمیشہ کے لیے مشرک عورتوں کا نکاح مسلمانوں سے حرام کر دیا گیا۔(سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص۲۸۶۔۲۸۷)

ہجرت کا چوتھا سال

ہجرت کا چوتھا سال بھی کفار کے ساتھ چھوٹی بڑی لڑائیوں ہی میں گزرا۔ جنگِ بدر کی فتح مبین سے مسلمانوں کا رعب تمام قبائل عرب پر بیٹھ گیا تھا اس لیے تمام قبیلے کچھ دنوں کے لیے خاموش بیٹھ گئے تھے لیکن جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے جانی نقصان کا چرچا ہو جانے سے دوبارہ تمام قبائل دفعتاً اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے کھڑے ہو گئے اور مجبوراً مسلمانوں کو بھی اپنے دفاع کے لیے لڑائیوں میں حصہ لینا پڑا۔

نیز ہجرت کے چوتھے سال یہ دردناک واقعہ پیش آیا کہ قبیلۂ عَضَل وَقارَہ کے چند آدمی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا ہے آپ ﷺ کچھ صحابۂ کرام کو بھیج دیں جو انہیں اسلام سکھائیں۔ حضور ﷺ دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ لیکن ان لوگوں نے دھوکے بازی کی اور ان میں سے ۸ مسلمانوں کو شہید کر ڈالا جبکہ دو کو مکہ لے جا کر فروخت کر ڈالا۔

(آخری نبی کی پیاری سیرت ص ۸۳۔۸۴)

واقعۂ بیر معونہ

ماہ صفر ۴ھ میں "بیر معونہ" کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ عامر بن مالک جو اپنی بہادری میں مشہور تھا، بارگاہ رسالت میں آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ اس سے کوئی نفرت ظاہر کی بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے چند منتخب صحابہ کو ہمارے دیار میں بھیج دیجئے مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے نجد کے کفار کی طرف سے خطرہ ہے۔ اس

نے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کی جان و مال کی حفاظت کا ضامن ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے ستر منتخب صالحین کو جو "قراء" کہلاتے تھے بھیج دیا۔ یہ حضرات جب مقام "بیر معونہ" پر پہنچے تو ٹھہر گئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قافلہ سالار حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس اکیلے تشریف لے گئے جو قبیلہ کا رئیس اور عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط کو پڑھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کر دیا جس نے پیچھے سے حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور آس پاس کے قبائل کو جمع کر کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر حملہ کر دیا، صرف ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا باقی تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کر دیا، انہوں نے مدینہ پہنچ کر جب یہ تمام واقعہ اللہ کے آخری نبی ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ کو شدید صدمہ ہوا۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص ۸۴۔۸۵)

4ھ کے متفرق واقعات

(۱)۔۔۔اسی سال غزوۂ بنو نضیر کے بعد جب انصار نے کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو نضیر کے جو اموال غنیمت میں ملے ہیں وہ سب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے مہاجر بھائیوں کو دے دیجیے ہم اس میں سے کسی چیز کے طلب گار نہیں ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر یہ دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَاَبْنَآءَ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَآءَ اَبْنَآءِ الْاَنْصَارِ۔ اے اللہ! انصار پر، اور انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما۔

(۲)۔۔۔اسی سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے حضرت عبداللہ بن عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی آنکھ میں ایک مرغ نے چونچ ماردی جس کے صدمے سے وہ دورات تڑپ کر وفات پاگئے۔

(۳)۔۔۔اسی سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت بی بی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی۔

(۴)۔۔۔اسی سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(۵)۔۔۔اسی سال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا مقدس پیراہن ان کے کفن کیلیے عطا فرمایا اور ان کی قبر میں اتر کر ان کی میت کو اپنے دست مبارک سے قبر میں اتارا۔

(۶)۔۔۔اسی سال ۴ شعبان ۴ھ کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی۔

(۷)۔۔۔اسی سال ایک یہودی نے ایک یہودی کی عورت کے ساتھ زنا کیا اور یہودیوں نے یہ مقدمہ بارگاہ نبوت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تورات وقرآن دونوں کتابوں کے فرمان سے اس کو سنگسار کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

(۸)۔۔۔بعض مؤرخین کے نزدیک شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی سال نازل

ہوا اور بعض کے نزدیک ٦ھ میں اور بعض نے کہا کہ ٨ھ میں شراب حرام کی گئی۔
(سیرتِ مصطفی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ٣٠٢۔٣٠٤)

ہجرت کا پانچواں سال

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے جانی نقصان کا چرچا ہو جانے اور کفار قریش اور یہودیوں کی مشترکہ سازشوں سے تمام قبائل کفار کا حوصلہ اتنا بلند ہو گیا کہ سب کو مدینہ پر حملہ کرنے کا جنون ہو گیا۔ چنانچہ ٥ھ بھی کفر و اسلام کے بہت سے معرکوں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔(سیرتِ مصطفی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ٣٠٤)

غزوہ ذات الرقاع

سب سے پہلے قبائل "انمار و ثعلبہ" نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار سو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور ١٠ محرم ٥ھ کو مدینہ سے روانہ ہو کر مقامِ "ذات الرقاع" تک تشریف لے گئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا حال سن کر یہ کفار پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے اس لیے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔
(سیرتِ مصطفی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ٣٠٤۔٣٠٥)

غزوہ مُریسیع

غزوۂ مریسیع کا دوسرا نام "غزوہ بنی المُصْطَلَق" بھی ہے "مریسیع" ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے آٹھ منزل دور ہے۔ قبیلۂ خُزاعہ کا ایک خاندان "بنو المصطلق" یہاں آباد تھا اور اس قبیلہ کا سردار حارث بن ضرار تھا اس نے بھی مدینہ پر فوج کشی کے لیے لشکر جمع کیا

تھا، جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو ۲ شعبان ۵ھ کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں حضرت بی بی عائشہ اور حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں، جب حارث بن ضرار کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر ہوگئی تو اس پر ایسی دہشت سوار ہوگئی کہ وہ اور اس کی فوج بھاگ کر منتشر ہوگئی مگر خود مریسیع کے باشندوں نے لشکر اسلام کا سامنا کیا اور جم کر مسلمانوں پر تیر برسانے لگے لیکن جب مسلمانوں نے ایک ساتھ مل کر حملہ کر دیا تو دس کفار مارے گئے اور ایک مسلمان بھی شہادت سے سرفراز ہوئے، باقی سب کفار گرفتار ہوگئے جن کی تعداد سات سو سے زائد تھی، دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھ آئیں۔ (المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ المریسیع، ج۳، ص۳۔۸ ملتقطاً)

غزوہ مریسیع جنگ کے اعتبار سے تو کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا مگر اس جنگ میں بعض ایسے اہم واقعات درپیش ہوگئے کہ یہ غزوہ تاریخ نبوی کا ایک بہت ہی اہم اور شاندار عنوان بن گیا ہے، ان مشہور واقعات میں سے چند یہ ہیں:

اسی غزوے میں قیدیوں کے ساتھ ام المؤمنین جویریہ بنتِ حارث بھی تھیں جنہیں اللہ کے آخری نبی ﷺ نے اپنی زوجیت میں قبول فرمایا اور مسلمانوں نے اس خوشی میں تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص۸۶)

اسی غزوے سے جب اللہ کے آخری نبی ﷺ واپس آنے لگے تو ایک مقام پر

حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کسی سبب سے پیچھے رہ گئیں، بعد میں اللہ کے آخری نبی ﷺ سے آکر مل گئیں۔ اس کو بنیاد بنا کر منافقین نے معاذ اللہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگائے جس پر اللہ پاک نے خود قرآنِ پاک کی سورۂ نور کی آیت نمبر ۱۱ سے ۲۰ تک میں حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہ کی پاکی بیان فرمائی اور منافقین کے بہتانوں کو جھوٹ قرار دیا۔ نیز تیمم کی آیت بھی اسی موقع پر نازل ہوئی۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص ۸۷)

جنگِ خندق

۵ھ کی تمام لڑائیوں میں جنگ خندق سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لیے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اس لیے یہ لڑائی "جنگ خندق" کہلاتی ہے اور چونکہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی اس لیے اس لڑائی کا دوسرا نام "جنگ احزاب" (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے، قرآن مجید میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ المریسیع، ج۳، ص۷ ملتقطاً)

جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور خوفناک حملہ کی خبریں مدینہ پہنچیں تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رائے دی کہ جنگِ اُحد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ کو میدانی لڑائی میں روکنا مصلحت کے خلاف ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے ایک خندق کھودلی جائے تاکہ کفار کی

پوری فوج بیک وقت حملہ آور نہ ہو سکے، مدینہ کے تین طرف چونکہ مکانات کی تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ تھے اس لیے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا مدینہ کا صرف ایک رُخ کھلا ہوا تھا اس لیے یہ طے کیا گیا کہ اسی طرف پانچ گز گہری خندق کھودی جائے، چنانچہ ۸ ذوالقعدہ ۵ھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حدبندی فرمائی اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمادی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق تیار ہو گئی۔ خندق ۳۰۰ میٹر لمبی اور ۹ میٹر چوڑی تھی جبکہ خندق کی گہرائی ۵ میٹر تھی۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ الخندق...الخ، ج۳، ص۱۹،۳۳)

اللہ پاک نے کفار پر ایسی آندھی مسلط فرمادی جن سے کافروں کی دیگیں الٹ پلٹ ہو گئیں، خیمے اکھڑ گئے، الغرض ایسی صورتِ حال پیش آئی کہ کافروں کے پاس سوائے بھاگنے کے اور کوئی راستہ نہ بچا۔ اس جنگ میں ٦ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

(آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیاری سیرت ص۸۹)

5ھ کے متفرق واقعات

(۱)۔۔۔اس سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(۲)۔۔۔اسی سال مسلمان عورتوں پر پردہ فرض کر دیا گیا۔

(۳)۔۔۔اسی سال حد قذف (یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا) اور لعان و

ظہار کے احکام نازل ہوئے۔

(۴)۔۔۔اسی سال تیمم کی آیت نازل ہوئی۔

(۵)۔۔۔اسی سال نمازِ خوف کا حکم نازل ہوا۔(سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص ۳۴۵)

ہجرت کا چھٹا سال

بیعۃ الرضوان وصلح حدیبیہ

ہجرت کے چھٹے سال کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ اہم اور شاندار واقعہ "بیعۃ الرضوان" اور "صلح حدیبیہ" ہے۔ تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اسلام کی تمام آئندہ ترقیوں کا راز اسی کے دامن سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو بظاہر یہ ایک مغلوبانہ صلح تھی مگر قرآن مجید میں اللہ پاک نے اس کو"فتح مبین"کا لقب عطا فرمایا ہے۔

ذوالقعدہ ۶ ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ شاید کفارِ مکہ ہمیں عمرہ ادا کرنے سے روکیں گے اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تھا تاکہ وہ کفارِ مکہ کے ارادوں کی خبر لائے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قافلہ مقام"عسفان"کے قریب پہنچا تو وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ کفارِ مکہ نے تمام قبائل عرب کے کافروں کو جمع کرکے یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ کفارِ قریش نے اپنے تمام ہمنوا قبائل کو جمع کرکے ایک فوج تیار کرلی اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے مکہ سے باہر نکل کر مقامِ

"بلدح" میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جس راستے پر کافروں کی فوج تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس راستے سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا اور مقام "حدیبیہ" میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں پانی کی بے حد کمی تھی۔ ایک ہی کنواں تھا۔ وہ چند گھنٹوں ہی میں خشک ہو گیا۔ جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیاس سے بے تاب ہونے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑے پیالہ میں اپنا دست مبارک ڈال دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ اسی حسین منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنج آبِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خشک کنویں میں اپنے وضو کا غسالہ اور اپنا ایک تیر ڈال دیا تو کنویں میں اس قدر پانی ابل پڑا کہ پورا لشکر اور تمام جانور اس کنویں سے کئی دنوں تک سیراب ہوتے رہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، الحدیث:۴۱۵۲، ۴۱۵۰، ج۳، ص۶۹، ۶۸ ملخصًا)

مقام حدیبیہ میں پہنچ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ کفار قریش کا ایک عظیم لشکر جنگ کے لیے آمادہ ہے اور ادھر یہ حال ہے کہ سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں اس حالت میں جوئیں بھی نہیں مار سکتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ کفار مکہ سے مصالحت کر لی جائے، بہرِ حال کفارِ مکہ نے چند شرائط پر صلح کر لی ان شرائط میں سے یہ بھی تھیں کہ

(۱)۔۔۔ مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔

(۲)۔۔۔ آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

(۳)۔۔۔ تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں۔ تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہو۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص ۳۵۵)

سلاطین کے نام دعوت اسلام

۶ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد جب جنگ و جدال کے خطرات ٹل گئے اور ہر طرف امن و سکون کی فضا پیدا ہو گئی تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا دائرہ صرف خطۂ عرب ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ "قیصر" فارس کے بادشاہ "کسریٰ" حبشہ کے بادشاہ "نجاشی" مصر کے بادشاہ "عزیز" اور دوسرے سلاطین عرب و عجم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائے۔

(سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص ۳۶۴)

ہجرت کا ساتواں سال

مسلمان خیبر چلے

ہجرت کے ساتویں سال جب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلۂ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لیے سولہ سو صحابۂ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر روانہ

ہوئے۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج۳، ص۲۵۵، ۲۴۵ ملتقطاً)

یہودیوں کے پاس تقریباً بیس ہزار فوج تھی جو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لیے مورچہ بندی کئے ہوئے تھی۔ بالآخر اللہ پاک نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خیبر کو فتح فرمادیا۔

حضرت صفیہ کا نکاح

خیبر کے قیدیوں میں حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ یہ بنو نضیر کے رئیس اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں، لہٰذا حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کرکے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا اور منزل صہبا میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی، پنیر کا مالیدہ کھلایا۔ (سیرتِ مصطفی ﷺ ص ۳۹۳)

خیبر ہی میں ایک یہودی عورت نے حضور ﷺ کو زہر آلود بکری کا گوشت کھلایا۔ (سیرتِ مصطفی ﷺ ص ۳۹۳)

خیبر میں اعلان مسائل

جنگ خیبر کے موقع پر فقہی مسائل کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱)۔۔۔پنجہ دار پرندوں کو حرام فرمایا۔

(۲)۔۔۔تمام درندے جانوروں کی حرمت کا اعلان فرمادیا۔

(۳)۔۔۔گدھا اور خچر حرام کردیا گیا۔

(۴)۔۔۔چاندی سونے کی خرید وفروخت میں کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے

کو حرام فرمایا اور حکم دیا کہ چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے برابر برابر بیچنا ضروری ہے۔ اگر کمی بیشی ہو گی تو وہ سود ہو گا جو حرام ہے۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج۳، ص۲۸۶، ۲۸۷ ملتقطاًو مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۲۶۰)

عمرۃ القضاء

چونکہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آئندہ سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آکر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن مکہ میں ٹھہریں گے۔ اس شرط کے مطابق ماہ ذوالقعدہ ۷ ہجری میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ روانہ ہونے کا عزم فرمایا اور اعلان کرادیا کہ جو لوگ گزشتہ سال حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ سوائے ان لوگوں کے جو جنگ خیبر میں شہید یا وفات پا چکے تھے سب نے یہ سعادت حاصل کی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ کفار مکہ پر بھروسہ نہیں تھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں گے اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ کی پوری تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے۔ دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ جن میں ایک سو گھوڑوں پر سوار تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ساٹھ اونٹ قربانی کے لیے ساتھ تھے۔ جب کفار مکہ کو خبر لگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیاروں اور سامان جنگ کے ساتھ مکہ آرہے ہیں تو وہ بہت گھبرائے اور انہوں نے چند آدمیوں کو صورت حال کی تحقیقات کے لیے "مر الظہران" تک بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو گھڑ سواروں کے افسر تھے قریش کے قاصدوں نے ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے اطمینان دلایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح

نامہ کی شرط کے مطابق بغیر ہتھیار کے مکہ میں داخل ہوں گے یہ سن کر کفار قریش مطمئن ہو گئے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مقام "یاجج" میں پہنچے جو مکہ سے آٹھ میل دور ہے تو تمام ہتھیاروں کو اس جگہ رکھ دیا اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں چند صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لیے متعین فرما دیا۔ اور اپنے ساتھ ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں رکھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مجمع کے ساتھ "لبیک" پڑھتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے، صفامروہ کی سعی فرمائی اور قربانی کے جانور ذبح فرمائے۔ تین دن تک آپ ﷺ مکہ شریف میں تشریف فرما رہے، اس کے بعد واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص۳۹۷۔۳۹۸)

حضرت میمونہ کا نکاح

اسی عمرۃ القضاء کے سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چچی ام فضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بہن تھیں۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص۴۰۱)

ہجرت کا آٹھواں سال

ہجرت کا آٹھواں سال بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس حیات کے بڑے بڑے واقعات پر مشتمل ہے۔ ہم ان میں سے یہاں چند اہمیت و شہرت والے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جنگ موتہ

"موتہ" ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں ۸ھ میں کفرواسلام کا وہ عظیم الشان معرکہ ہوا جس میں ایک لاکھ لشکر کفار سے صرف تین ہزار جاں نثار مسلمانوں نے اپنی جان پر کھیل کر ایسی معرکہ آرائی کی کہ یہ لڑائی تاریخ اسلام میں ایک تاریخی یادگار بن کر قیامت تک باقی رہے گی اور اس جنگ میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بڑی بڑی اولوالعزم ہستیاں شرف شہادت سے سرفراز ہوئیں۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ موتۃ، ج۳، ص۳۳۹۔۳۴۱، ۳۴۴)

اس جنگ کا سبب

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "بصریٰ" کے بادشاہ یا قیصر روم کے نام ایک خط لکھ کر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ روانہ فرمایا۔ راستہ میں "بلقاء" کے بادشاہ شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کا باج گزار تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قاصد کو نہایت بے دردی کے ساتھ رسی میں باندھ کر قتل کر دیا۔ جب بارگاہ رسالت میں اس حادثہ کی اطلاع پہنچی تو قلب مبارک پر انتہائی رنج و صدمہ پہنچا۔ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تین ہزار مسلمانوں کا لشکر تیار فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے سفید رنگ کا جھنڈا باندھ کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور ان کو اس فوج کا سپہ سالار بنایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر سپہ سالار ہوں گے اور جب وہ بھی شہادت سے سرفراز ہو جائیں تو اس جھنڈے کے علمبردار حضرت عبداللہ بن رواحہ ہوں گے (رضی اللہ تعالیٰ

عنہم) ان کے بعد لشکر اسلام جس کو منتخب کرے وہ سپہ سالار ہو گا۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ موتۃ، ج۳، ص ۳۴۲، ۳۴۰)

اللہ کے آخری نبی ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق حضرتِ زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچمِ اسلام اٹھالیا، یہ شہید ہوئے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پرچمِ اسلام سنبھال لیا۔ اللہ کے آخری نبی ﷺ مدینے میں یہ تمام واقعات دیکھ رہے تھے اور بیان بھی فرما رہے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرتِ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور اس قدر بہادری سے لڑے کہ ان کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں، اور کمال جنگی مہارت سے اسلامی فوج کو دشمنوں کے محاصرے سے نکالا اور مدینہ واپس لے آئے۔ یہ مسلمانوں کی فتح ہی تھی کہ ایک لاکھ کے لشکر کے مقابلے میں صرف ۱۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے باقی سب صحیح و سالم واپس آ گئے جبکہ دشمنوں کا نقصان اس سے کہیں زیادہ تھا۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص ۱۰۲)

فتح مکہ

حدیبیہ میں ہونے والی صلح کے مطابق مسلمانوں اور کفارِ قریش کے درمیان ۱۰ سال تک جنگ بندی کا معاہدہ ہوا تھا لیکن کفارِ مکہ معاہدہ کی پاسداری نہ کر سکیں اور معاہدہ کے ختم ہونے کا خود ہی اعلان کر دیا۔ تبھی اللہ کے آخری نبی ﷺ نے بڑی رازداری اور خاموشی سے جنگ کی تیاری فرمائی، مقصد یہ تھا کہ اہلِ مکہ کو خبر نہ ہونے پائے اور بے خبری میں ان پر حملہ کیا جائے۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص ۱۰۳)

غرض ۱۰ رمضان ۸ھ کو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ سے دس ہزار کا

لشکرِ پر انوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار کا لشکر رہا ہو۔ پھر راستہ میں بعض قبائل اس لشکر میں شامل ہو گئے ہوں تو مکہ پہنچ کر اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی ہو۔ (سیرتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ۴۲۱)

مکہ میں داخلے سے پہلے اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا، ایک حصے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خود موجود تھے جبکہ دوسرا حصہ خالد بن ولید کی سربراہی میں دے کر دوسرے راستے سے مکہ میں داخلے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور مکہ شریف کی سرزمین پر پہنچتے ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو پہلا فرمان جاری کیا وہ یہ تھا:

جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لیے امان ہے۔

جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے گا اس کے لیے امان ہے۔

جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے امان ہے۔"

جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے امان ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس اعلانِ رحمت سے ہر طرف امن و امان کی فضا پیدا ہو گئی مگر قریش کے بعض افراد نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۳ مسلمان شہید ہوئے اور کم و بیش ۱۲ کافر بھی قتل ہوئے۔

(آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیاری سیرت ص ۱۰۴۔۱۰۵)

شہنشاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربارِ عام

اس کے بعد تاجدارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہنشاہ اسلام کی حیثیت سے

حرم الٰہی میں سب سے پہلا دربارِ عام منعقد فرمایا جس میں افواج اسلام کے علاوہ ہزاروں کفارو مشرکین کے خواص و عوام کا ایک زبردست ازدحام تھا۔ اس شہنشاہی خطبہ میں آپ نے صرف اہل مکہ ہی سے نہیں بلکہ تمام اقوام عالم سے خطابِ عام فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ

"ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اس نے اپنے بندے (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مدد کی اور کفار کے تمام لشکروں کو تنہا شکست دے دی، تمام فخر کی باتیں، تمام پرانے خونوں کا بدلہ، تمام پرانے خون بہا، اور جاہلیت کی رسمیں سب میرے پیروں کے نیچے ہیں۔ صرف کعبہ کی تولیت اور حجاج کو پانی پلانا، یہ دو اعزاز اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور خاندانوں کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے ہیں۔" (سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ۴۳۷)

جنگِ حنین

"حنین" مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ تاریخ اسلام میں اس جنگ کا دوسرا نام "غزوہ ہوازن" بھی ہے۔ اس لیے کہ اس لڑائی میں "بنی ہوازن" سے مقابلہ تھا۔

فتح مکہ کے بعد عام طور سے تمام عرب کے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کیونکہ ان میں اکثر وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش کے ڈر سے مسلمان ہونے میں توقف کر رہے تھے اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔

لیکن مقام حنین میں "ہوازن" اور "ثقیف" نام کے دو قبیلے آباد تھے جو بہت ہی جنگجو اور فنون جنگ سے واقف تھے۔ ان لوگوں پر فتح مکہ کا اُلٹا اثر پڑا۔ ان لوگوں پر غیرت سوار ہوگئی اور ان لوگوں نے یہ خیال قائم کرلیا کہ فتح مکہ کے بعد ہماری باری ہے اس لیے ان لوگوں نے یہ طے کرلیا کہ مسلمانوں پر جو اس وقت مکہ میں جمع ہیں ایک زبردست حملہ کردیا جائے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی شوال ۸ھ میں بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔ دس ہزار تو مہاجرین و انصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان و شوکت کے ساتھ حنین کا رُخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ "آج بھلا ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص۴۵۳۔۴۵۵)

شروع میں اسلامی لشکر کے اندر افراتفری مچ گئی، مگر بالآخر مسلمان غالب ہوئے۔ اس غزوے میں ہزاروں قیدی اور ڈھیروں ڈھیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص۱۰۷)

اس کے بعد اللہ کے آخری نبی ﷺ طائف کی طرف روانہ ہوئے، طائف کے قلعے کا محاصرہ کیا، محاصرہ دو ہفتے سے زائد جاری رہا مگر خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا لہٰذا آپ ﷺ نے محاصرہ ختم کرنے کا حکم دیا اور ان کے حق میں دعائے ہدایت فرمائی جس کے نتیجے میں ۹ ہجری میں طائف کے لوگ مسلمان ہوگئے۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص۱۰۷)

عمرہ جعرانہ

اس کے بعد نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ ہی سے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور احرام باندھ کر مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے اور ذوالقعدہ ۸ھ کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

(الکامل فی التاریخ، ذکر قسمۃ غنائم حنین، ج ۲، ص ۱۴۴، ملخصاً)

8ھ کے متفرق واقعات

(۱)۔۔۔اسی سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم سے پیدا ہوئے۔

(۲)۔۔۔اسی سال حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی۔(سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص ۴۷۰)

ہجرت کا نواں سال

ہجرت کا نواں سال بہت سے واقعاتِ عجیبہ سے لبریز ہے۔ لیکن چند واقعات بہت ہی اہم ہیں جن کو مؤرخین نے بہت ہی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ہم ان واقعات کو اپنی مختصر کتاب میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ الگ الگ عنوانوں کے ساتھ قلمبند کرتے ہیں۔

عاملوں کا تقرر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۹ھ محرم کے مہینے میں زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے لیے عاملوں اور محصّلوں کو مختلف قبائل میں روانہ فرمایا۔

ہجرت کے نویں سال ماہِ رجب میں غزوۂ تبوک کا معرکہ پیش آیا۔ مدینہ اور شام

کے درمیان ایک جگہ ہے جس کا نام تبوک ہے۔ اسے جَیْشُ الْعُسْرَۃ(یعنی تنگ دستی کا لشکر) بھی کہا جاتا ہے۔ اس جنگ کا سبب یہ بنا کہ مدینہ میں خبر پہنچی کہ رومیوں اور عرب عیسائیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک بڑی فوج تیار کر لی ہے۔ لہٰذا اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ کے آخری نبی ﷺ نے فوج کی تیاری کا حکم فرمایا۔ اس وقت پورے حجاز میں شدید قحط تھا، سخت گرمی اور گھر سے نکلنا مشکل تھا۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص۱۰۷۔۱۰۸)

یہ وہی غزوہ ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال اور گھر کا تمام اثاثہ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی لا کر بارگاہ نبوت میں پیش کر دیئے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا آدھا مال اس چندہ میں دے دیا۔ جبکہ حضرتِ عثمانِ غنی اور حضرتِ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے خصوصی تعاون فرمایا۔ پس اللہ کے آخری نبی ﷺ تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک روانہ ہوئے۔ تبوک پہنچ کر جب لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو اسلامی لشکر کی شان و شوکت دیکھ کر رومی لشکر اپنے گھروں سے باہر نہ نکلا۔ اللہ کے آخری نبی ﷺ بیس دن تک تبوک میں قیام فرما کر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص۱۰۹)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر الحج

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذوالقعدہ ۹ ہجری میں تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینۂ منورہ سے حج کے لیے مکۂ مکرمہ بھیجا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "امیر الحج" اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "نقیبِ

اسلام" اور حضرت سعد بن ابی وقاص و حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معلم بنا دیا اور اپنی طرف سے قربانی کے لیے بیس اونٹ بھی بھیجے۔

(سیرتِ مصطفی ﷺ ص ۵۰۳)

۹ ہجری کو وفود کا سال بھی کہا جاتا ہے یعنی کچھ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے نمائندے بن کر مدینہ شریف آتے اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے دعوتِ اسلام کا پیغام سن کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے۔ ایک قول کے مطابق اس سال تقریباً ۶۰ وفود مدینہ شریف حاضر ہوئے۔ (آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص ۱۱۱)

ہجرت کا دسواں سال

حجۃ الوداع

دس ہجری کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ شاندار اور اہم ترین واقعہ "حجۃ الوداع" ہے۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری حج تھا اور ہجرت کے بعد یہی آپ کا پہلا حج تھا۔ ذوقعدہ ۱۰ھ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کے لیے روانگی کا اعلان فرمایا۔ یہ خبر بجلی کی طرح سارے عرب میں ہر طرف پھیل گئی اور تمام عرب شرفِ ہم رکابی کے لیے اُمنڈ پڑا۔ بیہقی کی روایت ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار اور دوسری روایتوں میں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، النوع السادس فی ذکر حجہ وعمرہ، ج ۱۱، ص ۳۲۹۔۳۳۱ وحجۃ الوداع، ج ۴، ص ۱۴۶)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات پہنچ کر ایک کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی "قصواء" پر سوار ہو

کر خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ میں آپ نے بہت سے ضروری احکامِ اسلام کا اعلان فرمایا اور زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں اور بیہودہ رسموں کو آپ نے مٹاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِالْجَاھِلِیَّۃِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ۔ سن لو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، النوع السادس فی ذکر حجہ وعمرہ، ج۱۱، ص ۳۸۴، ۳۹۳۔۳۹۵، ۳۹۷ملتقطاً)

اسی طرح زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں اونچ نیچ وغیرہ تصورات جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے اور مساوات اسلام کا عَلَم بلند فرماتے ہوئے تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ: اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ (یعنی آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الحدیث:۲۳۵۴۸، ج۹، ص۱۲۷)

اسی طرح تمام دنیا میں امن و امان قائم فرمانے کے لیے امن و سلامتی کے شہنشاہ تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خدائی فرمان جاری فرمایا کہ

فَاِنَّ دِمَآئَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا اِلٰی یَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ

ترجمہ: تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر محترم ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، الحدیث:۱۷۴۱، ج۱، ص۵۷۷ ملتقطاً)

اپنا خطبہ ختم فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سامعین سے فرمایا کہ وَاَنْتُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ تم سے اللہ پاک کے یہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا جواب دوگے؟ تمام سامعین نے کہا کہ ہم لوگ خدا سے کہہ دیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور رسالت کا حق ادا کر دیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

(سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الحدیث:۱۹۰۵، ج۲، ص۲۶۹ ملتقطاً)

عین اسی حالت میں جب کہ خطبہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا فرض رسالت ادا فرما رہے تھے یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

(پ۶، المائدۃ:۳)(مدارج النبوت، قسم سوم، باب دہم، ج۲، ص۳۹۴)

موئے مبارک

قربانی کے بعد حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر کے بال اتروائے اور کچھ حصہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا اور باقی موئے مبارک کو مسلمانوں میں تقسیم کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السنۃ... الخ، الحدیث:۱۳۰۵، ص۶۷۸)

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے اور طوافِ زیارت فرمایا۔

ہجرت کا گیارہواں سال

ہجرت کے گیارہویں سال ۲۰ یا ۲۲ صفر کو اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم جنت البقیع آدھی رات کو تشریف لے گئے، وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج مبارک ناساز ہو گیا۔ کچھ دن تک علالت بہت بڑھ گئی۔ آپ ﷺ تمام ازواج مطہرات کی اجازت سے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں تشریف فرما ہوئے۔ جب کمزوری بہت زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے حکم دیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے مصلی پر نماز پڑھائیں۔ چنانچہ سترہ نمازیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائیں۔ وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ تازہ مسواک ہاتھ میں لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی طرف نظر جما کر دیکھا۔ حضرت عائشہ نے سمجھا کہ مسواک کی خواہش ہے۔ انہوں نے فوراً ہی مسواک لے کر اپنے دانتوں سے نرم کی اور دستِ اقدس میں دے دی آپ نے مسواک فرمائی۔ پیر کے دن، ربیع الاول کے مہینے میں آپ نے رحلت فرمائی۔ مشہور قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ہجرت کے گیارہویں سال آپ نے ظاہری طور پر اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ آپ کے وصالِ ظاہری سے صحابۂ کرام کو بڑا صدمہ ہوا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ ﷺ کے اہلِ بیت و اہلِ خاندان نے آپ کی تجہیز و تکفین کی خدمت انجام دی۔ آپ کا جنازہ مبارکہ حجرہ شریف کے

اندر ہی رہا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کی نماز جنازہ ادا کرنے کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ جب اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وصال فرماگئے تو مرد داخل ہوئے اور انہوں نے بغیر امام کے انفرادی طور پر صلوۃ وسلام پڑھا، پھر عورتیں داخل ہوئیں تو انہوں نے بھی آپ پر صلوۃ وسلام پڑھا۔ پھر بچے گئے انہوں نے بھی ایسے ہی کیا۔ پھر غلام گئے انہوں نے بھی آپ پر صلوۃ وسلام پڑھا۔ کسی نے بھی آپ پر امامت نہ کروائی۔ شروع میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں اختلاف ہوا کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے، اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہر نبی اپنی وفات کے بعد اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ اس کی وفات ہوئی ہو۔ اس حدیث کو سن کر لوگوں نے اسی جگہ (یعنی حجرۂ عائشہ) میں آپ کی قبر تیار کی اور آپ ﷺ اسی میں مدفون ہوئے۔ حضرت ابو طلحہ انصاری نے بغلی قبر شریف تیار کی، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس اور حضرت عباس رضی اللہ عنھم اجمعین نے جسم اقدس کو قبر منور میں اتارا۔

(آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت ص۱۱۸۔۱۱۹)

جیش اُسامہ

اس لشکر کا دوسرا نام "سریہ اُسامہ" بھی ہے۔ یہ سب سے آخری فوج ہے جس کے روانہ کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ ۲۶ صفر ۱۱ھ دوشنبہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو اس فوج کا امیر

لشکر مقرر کیا تم اپنے باپ کی شہادت گاہ مقام "اُبنٰی" میں جاؤ اور نہایت تیزی کے ساتھ سفر کر کے ان کفار پر اچانک حملہ کر دو تا کہ وہ لوگ جنگ کی تیاری نہ کر سکیں۔ باوجود یکہ مزاج اقدس ناساز تھا مگر اسی حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھا اور یہ نشانِ اسلام حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا:

أُغْزُبِسْمِ اللهِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَقَاتِلْ مَنْ كَفَرَ بِاللهِ

ترجمہ: اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور کافروں کے ساتھ جنگ کرو۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم نبوی کی تکمیل کرتے ہوئے مقام جرف میں پہنچ گئے تھے اور وہاں لشکر اسلام کا اجتماع ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک عظیم لشکر تیار ہو گیا۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۱ھ کو جہاد میں جانے والے خواص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رخصت ہونے کے لیے آئے اور رخصت ہو کر مقام جرف میں پہنچ گئے۔ اس کے دوسرے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت نے اور زیادہ شدت اختیار کر لی۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مزاج پرسی اور رخصت ہونے کے لیے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا مگر ضعف کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے، بار بار دست مبارک کو آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور ان کے بدن پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرتے تھے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے لیے

دعا فرمارہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رخصت ہو کر اپنی فوج میں تشریف لے گئے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو کوچ کرنے کا اعلان بھی فرمادیا۔ اب سوار ہونے کے لیے تیاری کر رہے تھے کہ ان کی والدہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرستادہ آدمی پہنچا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ہیں۔ یہ ہوش ربا خبر سن کر حضرت اُسامہ و حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ فوراً ہی مدینہ آئے تو یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سکرات کے عالم میں ہیں اور اسی دن دوپہر کو یا سہ پہر کے وقت آپ کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

یہ خبر سن کر حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر مدینہ واپس چلا آیا مگر جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود ربیع الآخر کی آخری تاریخوں میں اس لشکر کو روانہ فرمایا اور حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام "اُبنٰی" میں تشریف لے گئے اور وہاں بہت ہی خونریز جنگ کے بعد لشکر اسلام فتح یاب ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کے قاتل اور دوسرے کفار کو قتل کیا اور بے شمار مال غنیمت لے کر چالیس دن کے بعد مدینہ واپس آئے۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص۵۳۶۔۵۳۸)

وفات کا اثر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے حضرات صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟ اور اہل مدینہ کا کیا حال ہو گیا؟ اس کی تصویر کشی کے لیے کافی وقت چاہیئے۔ وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت

کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقانِ رسول پر جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمۂ عظیم ہوا ہو گا؟

جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلامبالغہ ہوش و حواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہو گئیں، آوازیں بند ہو گئیں اور وہ اس قدر مخبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لیے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ کیا کہیں؟ اور کیا کریں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی کی کچھ سنتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنج و ملال میں نڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کا انتقال ہو گیا۔ (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...الخ، ج۱۲، ص۱۴۳، ۱۴۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر ہوش و حواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں اِس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج۲، ص۴۳۲ ملخصاً)

(5)---اللہ کے آخری نبی ﷺ کا حلیہ مبارک

اے عاشقانِ رسول! یہ ہے اللہ کے آخری نبی ﷺ کی مختصر سیرتِ پاک اب آپ کے سامنے اللہ کے آخری نبی ﷺ کا حلیہ مبارک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا

ہوں لہذا نہایت توجہ کے ساتھ سنیئے اور اپنے دل و دماغ میں بسایئے چنانچہ:

عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے ''مکتبۃ المدینہ'' کی مطبوعہ ''آخری نبی ﷺ کی پیاری سیرت'' میں مصطفی ﷺ کا حلیہ مبارک کچھ یوں بیان ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جسم اطہر بہت نرم و نازک تھا، میں نے ریشمی کپڑے کو بھی آپ کے بدن سے زیادہ نرم و نازک نہیں دیکھا اور آپ کے جسم مبارک کی خوشبو سے زیادہ اچھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔ سورج، چاند یا کسی بھی روشنی میں سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر مہر نبوت تھی۔

آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ آپ کا معجزہ تھا کہ جب الگ ہوتے تو درازی مائل درمیانہ قد والے ہوتے اور جب اوروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند دکھائی دیتے۔

آپ کا سر انور بڑا تھا، مبارک زلفیں ہلکی گھنگریالی تھیں۔ آپ کا چہرہ مبارک جمالِ الٰہی کا آئینہ تھا، یوں چمکتا جیسے چودہویں کا چاند، حضرت انس رضی وللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کے آخری نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے چہرہ مبارک کا رنگ نہ تو چونے کی طرح بالکل سفید تھا نہ ہی گندمی، بلکہ آپ سرخ و سفید اور چمکدار چہرے کے مالک تھے۔ آپ کے مبارک اَبرُو دراز اور باریک، دونوں ایسے تھیں کہ دور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ان کے درمیان میں

رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر آتی تھی۔

مبارک آنکھیں بڑی بڑی اور قدرتی طور پر سرمگیں تھیں۔ آنکھوں کا معجزہ تھا کہ جس طرح آپ سامنے والی چیزوں کو دیکھ لیا کرتے ایسے ہی اپنے سے پیچھے کی چیزیں بھی دیکھ لیا کرتے۔ آنکھوں کی طرح مبارک کان بھی معجزانہ شان والے تھے، آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں دیکھتا اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں سنتا۔

آپ کی پیشانی مبارک روشن اور کشادہ تھی۔ آپ کے مبارک رخسار نرم و نازک اور ہموار تھے، دندان اقدس کشادہ اور روشن تھے، جب آپ گفتگو فرماتے تو دونوں اگلے دانتوں کے درمیان سے نور نکلتا تھا، جب آپ اندھیرے میں مسکرا دیتے تو ہر طرف روشنی ہو جاتی۔

آپ ﷺ کی مبارک زبان وحیٔ الٰہی کی ترجمان اور فصاحت و بلاغت میں عالیشان۔ بڑے بڑے فصحا آپ کا کلام سنتے تو دنگ رہ جاتے۔ آپ کی مبارک آواز بہت خوبصورت، اس کا کمال تھا کہ خطبوں میں دور اور نزدیک والے سب یکساں (یعنی برابر) اپنی اپنی جگہ پر آپ کا مقدس کلام سن لیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ بہت نرم و نازک اور گوشت سے بھرے ہوئے، جس شخص سے آپ مصافحہ فرماتے وہ دن بھر ہاتھوں کو خوشبودار پاتا۔

آپ ﷺ کے مبارک قدم چوڑے اور گوشت سے بھرے ہوئے، پاؤں کی نرمی

اور نزاکت کا حال یہ تھا کہ پانی نہیں ٹھہر تا تھا۔ آپ چلنے میں بڑے وقار سے قدم شریف کو زمین پر رکھتے ، جب چلتے تو یوں لگتا جیسے اوپر سے نیچے اتر رہے ہیں، ہر قدم جما کر رکھتے۔(آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری سیرت ص ۱۲۱۔۱۲۳)

(6)۔۔۔اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ غذائیں

عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے ''مکتبۃ المدینہ'' کی مطبوعہ ''سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم'' میں مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پسندیدہ غذاؤں کا کچھ یوں بیان ہے:

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی چونکہ بالکل ہی زاہدانہ اور صبر و قناعت کا مکمل نمونہ تھی اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی لذیذ اور پر تکلف کھانوں کی خواہش ہی نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ کبھی آپ نے چپاتی نہیں کھائی پھر بھی بعض کھانے آپ کو بہت پسند تھے جن کو بڑی رغبت کے ساتھ آپ تناول فرماتے تھے۔ مثلاً: عرب میں ایک کھانا ہوتا ہے جو "حیس" کہلاتا ہے یہ گھی پنیر اور کھجور ملا کر پکایا جاتا ہے اس کو آپ بڑی رغبت کے ساتھ کھاتے تھے۔

جو کی موٹی موٹی روٹیاں اکثر غذا میں استعمال فرماتے، سالنوں میں گوشت، سرکہ، شہد، روغن زیتون، کدو خصوصیت کے ساتھ مرغوب تھے۔ گوشت میں کدو پڑا ہوتا تو پیالہ میں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھاتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری، دنبہ، بھیڑ، اونٹ، گورخر، خرگوش، مرغ، بٹیر، مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ اسی طرح کھجور اور ستو بھی بکثرت تناول فرماتے تھے۔ تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر، کھجور کے ساتھ ککڑی ملا کر، روٹی کے ساتھ کھجور بھی کبھی کبھی تناول

فرمایا کرتے تھے۔ انگور، انار وغیرہ پھل فروٹ بھی کھایا کرتے تھے۔

ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا دودھ میں کبھی پانی ملا کر اور کبھی خالص دودھ نوش فرماتے، کبھی کشمش اور کھجور پانی میں ملا کر اس کا رس پیتے تھے جو کچھ پیتے تین سانس میں نوش فرماتے۔

ٹیبل (یعنی میز) پر کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا، ہمیشہ کپڑے یا چمڑے کے دستر خوان پر کھانا کھاتے، مسند یا تکیہ پر ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کبھی کچھ نہ کھاتے نہ اس کو پسند فرماتے۔ کھانا صرف انگلیوں سے تناول فرماتے چمچہ کانٹا وغیرہ سے کھانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ہاں ابلے ہوئے گوشت کو کبھی کبھی چھری سے کاٹ کاٹ کر بھی کھاتے تھے۔

(سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ص ۵۸۵۔۵۸۶)

حیاتِ مصطفیٰ ﷺ ایک نظر میں

ش	اسلامی سن	عیسوی سن	اہم واقعات
1	ولادت کا سال	20، اپریل، 571ء	۱۲ ربیع الاول کو مکہ میں ولادت۔ ولادت سے چھ ماہ پہلے والد کا وصال۔
2	دوسرا سال	572ء	حضرتِ حلیمہ کے پاس قبیلہ بنو سعد میں رہے۔
3	تیسرا سال	573ء	مکہ واپسی مگر وبا کی وجہ سے قبیلۂ بنو سعد میں مزید قیام۔
4	چوتھا سال	574ء	قبیلۂ بنو سعد میں شق صدر۔ والدہ کے پاس واپسی۔
5	چھٹا سال	576/577ء	والدہ اور ام ایمن کے ساتھ مدینہ سے واپسی پر ابواء کے مقام پر والدہ حضرتِ آمنہ کا انتقال اور تدفین۔
6	آٹھواں	578/579ء	دادا عبد المطلب کا انتقال۔ چچا ابو طالب کی کفالت کا آغاز۔

	سال		
7	نواں سال	579/580ء	عرب میں شدید قحط جو آپ کی برکت سے دور ہوا۔
8	دسواں سال	581ء	دس سال کی عمر میں چچا زبیر کے ہمراہ یمن کا سفر۔
9	بارہواں سال	583ء	ابو طالب کے ساتھ ملکِ شام کا پہلا تجارتی سفر اور بحیرا راہب سے ملاقات۔
10	چودہواں سال	584/585ء	حربِ فجار میں شرکت۔
11	بیسواں سال	589/590ء	حلف الفضول میں شرکت۔
12	پچیسواں سال	595ء	حضرتِ خدیجہ کی فرمائش پر ان کے مال کے ساتھ ملکِ شام کا دوسرا تجارتی سفر پھر تین ماہ بعد حضرتِ خدیجہ سے شادی
13	تیسواں سال	600ء	سب سے بڑی شہزادی حضرتِ زینب کی ولادت۔
14	تینتیسواں سال	605ء	تعمیرِ کعبہ میں شرکت۔ حجرِ اسود کے تنازع کا فیصلہ۔ حضرتِ فاطمہ کی ولادت۔
15	۱ نبوی	فروری610ء	چالیسویں سال پہلی وحی کی آمد اور اعلانِ نبوت
16	۱۔۳ نبوی	610/613ء	تین سال تک خفیہ طور پر دعوتِ اسلام۔ صاحبزادی حضرتِ رقیہ کا حضرتِ عثمانِ غنی سے نکاح۔

17	۴نبوی	613/614ء	اعلانیہ تبلیغِ اسلام کا آغاز اور شرک وبت پرستی سے روکنا۔
18	۵نبوی	615ء	مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔
19	۶نبوی	616ء	حضرتِ امیر حمزہ اور حضرتِ عمر فاروقِ اعظم کا قبولِ اسلام۔
20	۷نبوی	617ء	خاندانِ بنوہاشم کا شعبِ ابی طالب میں محاصرے کا آغاز۔
21	۱۰نبوی	619/620ء	شعبِ ابی طالب میں بائی کاٹ کا اختتام۔ اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔ ابو طالب اور حضرتِ خدیجہ کا انتقال۔
22	۱۲نبوی	جولائی 621ء	پہلی بیعتِ عقبیٰ جب مدینہ کے ۱۲ افراد منیٰ کی گھاٹی میں اسلام لائے۔ معجزۂ معراج۔
23	۱۳نبوی	622ء	دوسری بیعتِ عقبیٰ جب مدینہ کے مزید ۷۲ افراد نے منیٰ کی گھاٹی میں آپ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی۔ اسی سال ستمبر میں ہجرتِ مدینہ
24	پہلی ہجری	622ء	قباء میں آمد۔ تعمیرِ مسجدِ قباء۔ پہلا جمعہ ادا فرمایا۔ مدینہ میں جلوہ گری۔ تعمیرِ مسجدِ نبوی۔ مواخاتِ مدینہ قائم فرمائی۔ اذان واقامت کی ابتدا۔ سیدہ عائشہ کی رخصتی۔ سیدہ فاطمہ کی شادی۔
25	دوسری ہجری	623/624ء	تبدیلِ قبلہ۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت۔ نمازِ عیدین و قربانی کا وجوب۔ غزوۂ بدر۔ امامِ حسن کی ولادت۔ حضرت رقیہ کی وفات۔ حضرتِ ام کلثوم کی شادی حضرتِ عثمانِ غنی کے ساتھ۔

26	تیسری ہجری	625ء	غزوۂ احد۔ حضرت حمزہ کی شہادت۔
27	چوتھی ہجری	526/625ء	سانحۂ رجیع۔ بئرِ معونہ۔ صلوۃ الخوف کا حکم۔ امامِ حسین کی ولادت۔ حضرتِ ام سلمہ اور حضرتِ زینب بنتِ جحش سے نکاح۔ نمازِ قصر۔ پردے کے احکام کا نزول۔
28	پانچویں ہجری	626/627ء	حضرتِ جویریہ سے نکاح۔ غزوۂ خندق۔ غزوۂ بنو مصطلق۔ واقعۂ افک۔ تیمم کے جواز کا حکم۔ غزوۂ بنو قریظہ۔
29	چھٹی ہجری	628ء	بیعتِ رضوان۔ صلح حدیبیہ۔ بادشاہوں کے دعوتِ اسلام کے مکتوب کا بھیجنا۔ شاہِ حبشہ نجاشی کا قبولِ اسلام۔
30	ساتویں ہجری	628/629ء	غزوۂ خیبر۔ غزوۂ ذات الرقاع۔ حضرتِ ام حبیبہ، حضرتِ صفیہ اور حضرتِ میمونہ سے نکاح۔ معجزہ رد الشمس۔ شہزادے حضرتِ ابراہیم کی ولادت۔ عمرۂ قضا کی ادائیگی۔
31	آٹھویں ہجری	630ء	فتحِ مکہ۔ غزوۂ حنین۔ غزوۂ طائف۔ غزوۂ موتہ۔
32	نوی ہجری	631ء	غزوۂ تبوک۔ مختلف وفود کی حاضری۔
33	دسویں ہجری	632ء	شہزادے ابراہیم کا وصال۔ الوداعی حج کی ادائیگی۔
34	گیارہویں ہجری	632ء	جیشِ اسامہ کی تیاری۔ ۱۲ ربیع الاول، ۱۱ ہجری، بروزِ پیر، بمطابق ۱۲ جون، ۶۳۲ء کو ۶۳ سال کی عمر میں اللہ کے

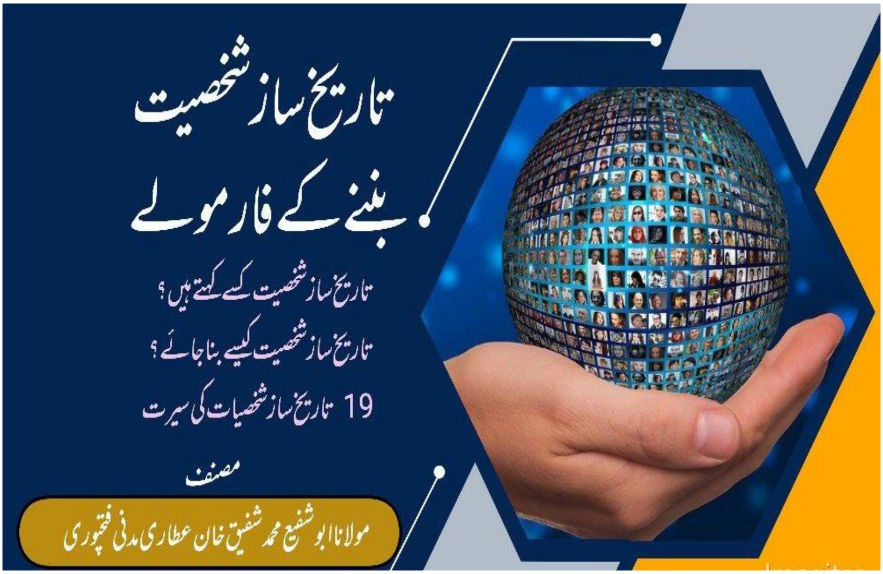
آخری نبی ﷺ کا وصالِ طاہری۔ خلیفۂ اول حضرتِ ابو بکر صدیق کا انتخاب۔ سیدہ فاطمہ کا وصال۔			

رسول اللہ ﷺ کے غزوات و سرایا ایک نظر میں

اللہ کے آخری نبی ﷺ کے مبارک دور میں ہونے والی جنگوں کی تعداد ۱۰۰ تک بیان کی جاتی ہے۔ ان میں سے کثیر ایسی جنگیں ہیں جن میں تلوار اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ایک تحقیق کے مطابق ان تمام غزوات و سرایا میں ۱۸۱ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جامِ شہادت نوش فرمایا جبکہ ۲۰۲ غیر مسلم ہلاک ہوئے۔

ش	غزوہ کا نام	مسلمان شہداء	مقتول کفار
1	غزوۂ بدر	14	70
2	غزوۂ سویق	2	---
3	سریہ سرکوبی کعب بن اشرف	---	1
4	غزوۂ احد	70	22
5	غزوۂ حمراء الاسد	---	1
6	سریۂ رجیع	7	---
7	سریۂ بئرِ معونہ	27	---
8	غزوۂ خندق	6	3
9	سریہ عبد اللہ بن عتیک	---	1

10	غزوۂ بنو قریظہ	---	---
11	غزوۂ ذی قرد	2	1
12	غزوۂ بنو مصطلق	1	---
13	غزوۂ خیبر	20	2
14	غزوۂ وادیٔ قریٰ	1	---
15	غزوۂ موتہ	11	---
16	فتحِ مکہ	3	17
17	غزوۂ حنین	4	84
18	غزوۂ طائف	13	---
	کل تعداد	**181**	**202**



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(3) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔ صحابۂ کرام کی عظمتیں

(2)۔۔۔ صحابۂ کرام کی فضیلتیں

(3)۔۔۔ صحابۂ کرام کی تعداد

(4)۔۔۔ صحابۂ کرام میں افضلیت

(5)۔۔۔ صحابۂ کرام کے بارے میں اہم معلومات

(6)۔۔۔ صحابۂ کرام کی قربانیاں

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(3) صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ صحابہ! حضراتِ صحابۂ کرام علیہمُ الرِّضوان کی خوش نصیبی کہ وہ کیسے خوش بخت تھے کہ حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے دیدار سے مشرّف ہوئے، حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے، اور ہر عاشقِ رسول صحابۂ کرام پر رشک کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھے بھی حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا قرب مل جائے، ان کے ساتھ بیٹھنا نصیب ہو جائے، مگر اب ایسا ہونے سے رہا، کہ ظاہری طور پر وہ رخِ زیبا پردے کے پیچھے چلا گیا، اعلیٰ حضرت معراج کے سماں کو یاد کرکے آرزو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لِپَٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامُرادی کے دن لکھے تھے

اے عاشقانِ رسول! ذرا تصور تو کیجیے نبیِ پاک صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا قرب کیسا لطف بھرا ہوگا، یہاں تو مدینے جانے کے لیے تڑپتے ہیں، عاشقوں کو مدینہ ان کے جان و دل سے بھی پیارا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ وہاں مدینے والے تشریف فرما ہیں۔ امیر اہلسنت لکھتے ہیں:

مدینہ اس لیے عطارؔ جان و دل سے ہے پیارا
کہ رہتے ہیں مِرے آقا مرے دلبر مدینے میں

اور عاشقانِ مدینہ جب مدینے جاتے ہیں اور پھر جب ان کی رخصتی کا وقت قریب آتا ہے تو ان سے پوچھو کہ مدینہ چھوڑنا ان کے لیے کیسا درد بھرا معاملہ ہوتا ہے۔ عاشقوں کے امام، امامِ عشق و محبت، اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ رخصتیٔ مدینہ کے متعلق لکھتے ہیں:

خراب حال کیا دِل کو پُر مَلال کیا
تمہارے کُوچہ سے رُخصت کیا نِہال کیا

نہ رُوئے گُل ابھی دیکھا نہ بُوئے گُل سُونگھی
قضا نے لا کے قفس میں شکستہ بال کیا

یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس
سِتم گر اُلٹی چُھری سے ہمیں حلال کیا

چمن سے پھینک دیا آشیانۂ بلبل
اُجاڑا خانۂ بے کس بڑا کمال کیا

اَبھی اَبھی تو چمن میں تھے چہچہے ناگاہ
یہ دَرْد کیسا اُٹھا جس نے جی نڈھال کیا

مَدینہ چھوڑ کے وِیرانہ ہندؔ کا چھایا
یہ کیسا ہائے حواسوں نے اِختلال کیا

تُو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب
بتا تو اس ستم آرا نے کیا نہال کیا

جب عشق کو مدینہ چھوڑنا اتنا شاق ہوتا ہے تو پھر مدینے والے کے قرب سے دور ہونا کیسا دشوار گزار معاملہ ہو گا؟ اب کوئی لاکھ چاہے کہ میں اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قرب میں رہوں گا ،وہاں سے نہیں جاؤں گا، تمام تر کوششوں کے باوجود وہ قربِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اب حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر اے گھبراؤ مت! قربِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے اور وہ طریقہ یہ کہ:

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً۔ میرے عاشقو! غمزدہ نہ ہونا، تم میرا قرب پانا چاہتے ہو تو سنو!" اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ "قِیامَت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہو گا،" اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً "جوسب سے زیادہ مجھ پر دُرُود شریف پڑھتا ہو گا۔

(ترمذی، کتاب الوتر ، باب ماجاء فی فضل الصلاۃ...الخ، ۲/ ۲۷، حدیث: ۴۸۴)

چارۂ بے چارگاں پر ہوں دُرودیں صد ہزار
بے کسوں کے حامی و غمخوار پر لاکھوں سَلام

میں قرباں اِس ادائے دستگیری پر مِرے آقا
مدد کو آگئے جب بھی پکارا یا رسولَ اللہ

اے عاشقانِ رسول! لہٰذا اگر ہم قربِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چاہتے ہیں تو مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر خوب درودِ پاک پڑھیں ان شاء اللہ درودِ پاک کی برکت سے قیامت میں مصطفی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کا قربِ دلنشین حاصل ہوگا۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ رسول! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، ماہِ محرم الحرام کی جلوہ گری ہے اور آج ہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق درج ذیل چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے:

(1)۔۔۔صحابۂ کرام کی عظمتیں

(2)۔۔۔صحابۂ کرام کی فضیلتیں

(3)۔۔۔صحابۂ کرام کی تعداد

(4)۔۔۔صحابۂ کرام میں افضلیت

(5)۔۔۔صحابۂ کرام کے بارے میں اہم معلومات

(6)۔۔۔صحابۂ کرام کی قربانیاں

(1)۔۔۔صحابۂ کرام کی عظمتیں

اے عاشقانِ رسول! سید المرسلین، سرورِ معصومین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امتِ مسلمہ میں افضل اور برتر ہیں، صحابہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت

اور نصرت واعانت کے لیے پسند فرمایا اور منتخب فرمایا، ان نفوسِ قدسیہ کی فضیلت و مدح میں قرآنِ پاک میں جابجا آیاتِ مبارکہ وارد ہیں جن میں ان کے حسنِ عمل، حسنِ اخلاق اور حسنِ ایمان کا تذکرہ ہے اور انہیں دنیا ہی میں مغفرت اور انعاماتِ اخروی کا مژدہ سنا دیا گیا۔

قرآن میں صحابۂ کرام کے اوصاف

جن کے اوصافِ حمیدہ کی خود اللہ پاک تعریف فرمائے ان کی عظمت اور رفعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ ان پاک ہستیوں کے بارے میں قرآنِ پاک کی کچھ آیات سنیئے اور محبتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں اضافہ کیجیے چنانچہ پارہ ۹ سورۂ انفال میں ارشاد ہوا:

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۚ(۴)

(پ۹، الانفال: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لیے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

پارہ ۱۱ سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۰۰)

پارہ ۲۶ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۲۹ میں فرمانِ باری تعالی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اُسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تا کہ اُن سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

صحابی کی تعریف

اے عاشقانِ رسول! آپ کو بتاتا چلوں کی صحابی کسے کہتے ہیں؟ چنانچہ آسان فرض علوم میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان میں پہلا سوال ہی یہی ہے، جس کے جواب میں لکھا ہے:

جس نے ایمان کی حالت میں نبیٔ اکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو دیکھا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو اس بزرگ ہستی کو صحابی کہتے ہیں۔

(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۹۷)

(2)۔۔۔صحابۂ کرام کی فضیلتیں

اے عاشقانِ رسول! آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ کتبِ احادیث بھی فضائلِ صحابہ کے ذکر سے مالامال ہیں چنانچہ:

حضرت سیِّدُنا عُمَرفارُوقِ اَعْظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سُلْطانِ دوجہان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ یعنی میرے صحابہ کی عزّت کرو کہ وہ تمہارے نیک تَرین لوگ ہیں۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابۃ، الفصل الثانی، ۲/ ۴۱۳، حدیث: ۶۰۱۲)

مزید مسلم شریف کی حدیث میں ارشاد فرمایا: "خَیْرُ اُمَّتِیْ اَلْقَرْنُ الَّذِیْنَ یَلُوْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ یعنی میری اُمّت میں سب سے بہتر میرے زمانہ والے (یعنی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) ہیں پھر اُن کے بعد کے لوگ (یعنی تابعین) پھر اُن کے بعد کے لوگ (یعنی تبع تابعین) ہیں۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابۃ...الخ، ص ۱۰۵۲، حدیث: ۶۴۶۹)

اور شرح السنہ نامی کتاب میں فرمانِ مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لکھا ہے: "مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْ اُمَّتِیْ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لَا یَصْلَحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ یعنی میری امت میں میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے دُرُست نہیں ہوتا۔"

(شرح السُّنۃ، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ۷/ ۱۷۴، حدیث: ۳۷۵۶)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں: جیسے

نمک ہوتا ہے تھوڑا، مگر سارے کھانے کو دُرُست کر دیتا ہے، ایسے ہی میرے صحابہ میری اُمّت میں ہیں تھوڑے، مگر سب کی اِصلاح اِنہی کے ذریعے سے ہے۔ ریل کا پہلا ڈَبّہ جو اِنجن سے مُتَّصِل ہے، وہ ساری ریل کو اِنجن کا فَیض پہنچاتا ہے اِنجن سے وہ (پہلا ڈبہ) کھینچتا ہے اور سارے ڈَبّے اُس کے ذریعے کھنچتے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح،۸/۳۴۳)

بخاری شریف کی حدیث میں فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچھ اس طرح ہے: تمہارا اُحُد پہاڑ جتنا سونا خَیرات کرنا میرے کسی صحابی کے مٹھی بھر جَو خَیرات کرنے بلکہ اُس کے آدھے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا، ۲/۵۲۲، حدیث:۳۶۷۳)

مشہور مُفَسِّرِ قرآن، حکیمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی میرا صحابی تقریباً سَوا سیر جَو خَیرات کرے اور اُن کے علاوہ کوئی مُسلمان خواہ غَوث و قُطب ہو یا عام مُسلمان، پہاڑ بھر سونا خیرات کرے تو اُس کا سونا قُربِ الٰہی اور قَبولیّت میں صَحابی کے سَوا سیر کو نہیں پَہُنچ سکتا، یہی حال روزہ، نماز اور ساری عبادات کا ہے۔ جب مسجدِ نَبَوِی کی نماز دوسری جگہ کی نمازوں سے پچاس ہزار گُنا (یعنی زِیادہ ثواب والی) ہے، تو جنہوں نے حُضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قُرب اور دیدار پایا اُن کا کیا پُوچھنا اور اُن کی عبادات کا کیا کہنا؟ (مراٰۃ المناجیح،۸/۳۳۵، ملتقطاً)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و شرافت، فضیلت و ہدایت کے بارے میں ایک سچے مسلمان کے لیے صرف اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ حدیثِ پاک ہی کافی ہے جس

میں ہمارے نبی مکی مدنی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (کشف الخفاء، الحدیث ۳۸۱، ج۱، ص۱۱۸)

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابۃ، الحدیث: ۶۰۱۸، ج۲، ص۴۱۴)

اللہُ اکبر! اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رہتی دنیا تک کے تمام مسلمانوں کے لیے رہبر ورہنما بنادیا اور فرمادیا کہ اگر ہدایت چاہتے ہو تو میرے صحابۂ کرام کے دامنِ کرم سے لپٹ جاؤ، تم ہدایت پاجاؤ گے۔

مزید مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: سبحان اللہ! کیسی نفیس تشبیہ ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو ہدایت کے تارے فرمایا اور دوسری حدیث میں اپنے اہلِ بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم کو کشتی نوح فرمایا، سمندر کا مسافر کشتی کا بھی حاجت مند ہوتا ہے اور تاروں کی رہبری کا بھی کہ جہاز ستاروں کی رہنمائی پر ہی سمندر میں چلتے ہیں۔ اس طرح امتِ مسلمہ اپنی ایمانی زندگی میں اہلِ بیت اَطہار رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بھی محتاج ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بھی حاجت مند، امت کے لیے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی اقتداء میں ہی اہتداء یعنی ہدایت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۸، ص۳۴۵)

امامِ اہلِ سنت، مجددِ دین وملت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اے عاشقانِ رسول! انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب سے زیادہ تعظیم وتوقیر کے لائق ہیں یہ وہ مقدس ومبارک ہستیاں ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا، دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور تن من دھن سے اسلام کے آفاقی اور ابدی پیغام کو دنیا کے ایک ایک گوشے میں پہنچانے کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان مبارک ہستیوں نے قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عام کرنے اور پرچم اسلام کی سربلندی کے لیے ایسی بے مثال قربانیاں دی ہیں کہ آج کے دور میں جن کا تصور بھی مشکل ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روئے زیبا کی زیارت وہ عظیم سعادت ہے کہ دنیا جہاں کی کوئی نعمت اس کے برابر نہیں ہو سکتی اور صحابۂ کرام تو وہ ہیں کہ شب وروز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور آپ ﷺ کی صحبتِ فیض سے مستفیض ہوتے رہے قرآن ودین کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے سنا اور بے واسطہ اللہ پاک کے اوامر ونواہی کے مخاطب رہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فقہائے صحابہ میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں، آپ ایک موقع پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت وفضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص راہِ راست پر چلنا چاہے اسے چاہیے کہ ان لوگوں

کے راستے پر چلے اور ان کی اقتدا و پیروی کرے جو اس جہاں سے گزر گئے کہ زندوں کے بارے میں یہ اندیشہ موجود ہے کہ وہ دین میں کسی فتنہ اور ابتلا میں مبتلا ہو جائیں اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام ہیں یہ حضرات امت میں سب سے زیادہ افضل ہیں ساری امت میں سب سے زیادہ ان کے دل نیکوکار، ان کا علم سب سے زیادہ گہرا، ان کے اعمال تکلف سے خالی، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی رفاقت وصحبت اور اقامت وخدمت دین کے لیے چنا تو ان کا فضل وکمال پہچانو اور ان کے آثار وطریقوں کی پیروی کرو اور حتی الوسع (یعنی جہاں تک ہو سکے) ان کے اَخلاق اور ان کی سیرت ورَوِش اختیار کرو کہ بے شک یہ لوگ ہدایتِ مستقیم پر قائم تھے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الحدیث: ۱۹۳، ج۱، ص۵۷)

اے عاشقانِ رسول! سنا آپ نے! اللہ پاک نے صحابۂ کرام کو کیسی عظمتوں سے نوازا ہے۔

(3)۔۔۔صحابۂ کرام کی تعداد

اے عاشقانِ رسول! آیئے اب آپ کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے بارے میں بتاتا چلوں چنانچہ مدارج النبوۃ نامی کتاب میں عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں:

صَحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی تعداد ایک لاکھ سے زِیادہ ہے۔ مروی ہے کہ حِجَّۃُ الۡوِداع میں تقریبًا ایک لاکھ چودہ ہزار صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان حُضُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّم کے ساتھ حج کے لیے مکّۂ مُکرَّمہ میں جمع ہوئے۔ بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ حِجَّةُ الْوِداع میں صحابۂ کِرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔

(مدارج النبوت، ذکر حجۃ الوداع، ۲/۳۸۷)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں لکھا ہے: تمام صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے نام معلوم نہیں، جن کے معلوم ہیں (ان کی تعداد) سات ہزار ہے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ ۳، ص ۴۰۰)

(4)۔۔۔صحابۂ کرام میں افضلیت

اے عاشقانِ رسول! تمام صحابۂ کرام کے درمیان افضلیت کا کیا معاملہ ہے؟ لہٰذا اس کے بارے میں سنیئے چنانچہ فقہِ حنفی کی مایہ ناز اور عالم بنانے والی کتاب ''بہارِ شریعت'' میں مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: تمام صحابہ میں خلفائے اربعہ یعنی سب سے افضل حضرتِ ابو بکر صدیق پھر حضرتِ عمر فاروقِ اعظم پھر حضرتِ عثمانِ غنی پھر حضرتِ علی المرتضی رضی اللہ عنہم ہیں۔

خُلَفائے اَرْبعہ کے بعد بقیہ عشرۂ مُبَشَّرہ، حضراتِ حَسَنَیْن (یعنی حضرت اِمام حسن اور حضرت اِمامِ حسین)، اَصْحابِ بدر اور اَصْحابِ بَیْعَةُ الرِّضْوان کے لیے اَفْضَلِیَّت ہے اور یہ سب قَطعی (یعنی یقینی) جَنَّتی ہیں۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۱، ۱/۲۴۹)

عشرۂ مبشرہ

اے عاشقانِ رسول! یوں تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے بہت سے صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مختلف اوقات میں جنت کی بشارت دی اور دنیا ہی میں ان کے جنتی ہونے کا اعلان فرمادیا مگر دس ایسے جلیل القدر اور خوش نصیب صحابۂ

کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جن کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسجد نبوی کے منبر شریف پر کھڑے ہو کر ایک ساتھ ان کا نام لے کر جنتی ہونے کی خوش خبری سنائی۔ تاریخ میں ان خوش نصیبوں کا لقب "عشرۂ مبشرہ" ہے جن کے مبارک نام یہ ہے:

(۱)۔۔۔حضرت ابو بکر صدیق
(۲)۔۔۔حضرت عمر فاروق
(۳)۔۔۔حضرت عثمان غنی
(۴)۔۔۔حضرت علی مرتضیٰ
(۵)۔۔۔حضرت طلحہ بن عبید اللہ
(۶)۔۔۔حضرت زبیر بن العوام
(۷)۔۔۔حضرت عبد الرحمن بن عوف
(۸)۔۔۔حضرت سعد بن ابی وقاص
(۹)۔۔۔حضرت سعید بن زید
(۱۰)۔۔۔حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (ترمذی ج ۲، ص ۲۱۶، مناقب عبد الرحمٰن بن عوف)

(5)۔۔۔صحابۂ کرام کے بارے میں اہم معلومات

اے عاشقانِ صحابہ! آیئے اب آپ کو صحابۂ کرام کے بارے میں کچھ اہم باتیں بتاؤں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے نہایت ضروری ہے تاکہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخیوں سے پاک، صحابۂ کرام کی محبتوں سے لبریز زندگی گزارنے میں کامیاب ہو سکے چنانچہ "آسان فرض علوم" نامی کتاب سے چند سوال وجواب سماعت کیجیے:

سوال: کیا کوئی مسلمان عبادت وریاضت کرکے کسی صحابی کے مرتبے کو پہنچ سکتا ہے؟

جواب: کوئی ولی، کوئی غوث، کوئی قُطب چاہے کتنی ہی عبادت کرلے، مرتبہ میں کسی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا، پس پتا چلا کہ جب کوئی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا تو نبی کے برابر کیسے ہوسکتا ہے۔(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص۹۷)

سوال: صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں ایک مسلمان کو کیسا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مُتّقی و پرہیز گار اور عادل ہیں ان کا جب ذکر کیا جائے اَدب، محبت اور توقیر کے ساتھ کرنا فرض ہے، تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جنّتی ہیں، وہ جہنم کی بِھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مُرادوں میں رہیں گے، محشر کی وہ بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی، روزِ محشر فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔("المسامرۃ"، ص۳۱۳)(بہارِ شریعت ج۱، ص۲۵۴)

سوال: کسی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں زبان درازی کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: کسی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بدعقیدگی یا کسی کی شان میں بدگوئی کرنا انتہائی درجہ کی بدنصیبی اور گمراہی ہے۔ وہ فِرقہ نہایت بدبخت اور بددین ہے جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ پر لَعن طَعن یعنی بُرا بھلا کہنے کو اپنا مذہب بنائے ان کی دشمنی کو ثواب کا ذریعہ سمجھے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی بڑی شان ہے، ان کی تکلیف سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایذا ہوتی ہے۔(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص۱۰۱)

کسی صحابی کے ساتھ سوءِ عقیدت بدمذہبی و گمراہی و استحقاقِ جہنم ہے، کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے، ایسا شخص رافضی ہے، اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سُنّی کہے، مثلاً حضرت امیرِ معاویہ اور اُن کے والدِ ماجد حضرت ابو سفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ، اسی طرح حضرت سیّدنا عَمرو بن عاص، و حضرت مغیرہ بن شعبہ، و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے قبلِ اسلام حضرت سیّدنا سید الشہدا امیرِ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعدِ اسلام اَخبث الناس خبیث مُسَیْلِمَہ کذّاب ملعون کو واصلِ جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے: کہ میں نے خَیْرُ النَّاس و شَرُّ النَّاس کو قتل کیا، اِن میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرّا (یعنی نفرت کا اظہار کرنا) ہے اور اِس کا قائل رافضی، اگرچہ حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی، کہ ان کی توہین، بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج۶، ص ۳۶۲) (بہار شریعت ج۱، ص ۲۵۳)

سوال: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو آپسی اختلافات ہوئے ان میں پڑنا کیسا ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم (یعنی آپس میں) جو واقعات ہوئے، ان میں پڑنا حرام، حرام، سخت حرام ہے، مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں۔

(بہار شریعت ج۱، ص ۲۵۴)

سوال: صحابۂ کرام کی لغزشوں پر ان کی پکڑ کرنا کیسا ہے؟

جواب: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انبیا نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں بعض کے لیے لغزشیں ہوئیں، مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ اللہ پاک نے "سورہ حدید" میں جہاں صحابۂ کرام کی دو قسمیں فرمائیں، (۱)۔۔۔مؤمنین قبلِ فتحِ مکہ اور (۲)۔۔۔مؤمنین بعدِ فتحِ مکہ اور اُن کو (یعنی مکہ فتح ہونے سے پہلے ایمان لانے والوں کو) اِن پر (یعنی مکہ فتح ہونے کے بعد ایمان لانے والوں پر) فضیلت دی اور فرمادیا: "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى "ترجمہ: "سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔" اور ساتھ ہی ارشاد فرمادیا: "وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ" (پ۲۷، الحدید: ۱۰) ترجمہ: "اللہ خوب جانتا ہے، جو کچھ تم کروگے۔" تو جب اُس نے اُن کے تمام اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ ان سب سے ہم جنتِ بے عذاب و کرامت و ثواب کا وعدہ فرماچکے تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ اُن کی کسی بات پر طعن کرے...؟! کیا طعن کرنے والا اللہ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

("الفتاوی الرضویۃ"، ج۲۹، ص۱۰۰۔۱۰۱، ۲۶۴، ۳۳۶، ۳۶۱۔۳۶۳)

سوال: حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلسنّت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ اہلِ حق، اہلِ خیر اور عادل ہیں اور حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے صحابی ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "دَعْهُ فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی

اللہ علیہ و الہ و سلم "ترجمہ: انہیں کچھ نہ کہہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے صحابی ہیں۔ (صحیح بخاری باب ذکر معاویہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱)

امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوّل ملوکِ اسلام (یعنی اسلام کے پہلے بادشاہ) ہیں، اسی کی طرف توراتِ مقدّس میں اشارہ ہے کہ: "مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ وَمُھَاجَرُہٗ بِطَیْبَۃَ وَمُلْکُہٗ بِالشَّامِ" ترجمہ: "وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ کو ہجرت فرمائیں گے اور ان کی سلطنت ملکِ شام میں ہو گی۔" اور ملکِ شام میں بادشاہت حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی۔

("المستدرک"، کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین، الحدیث: ۴۳۰۰، ج ۳، ص ۵۲۶)

لہٰذا امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت ہے۔ سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوجِ جرّار جاں نثار کے ساتھ عین میدان میں بالقصد و بالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی اور اس صُلح کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور اس کی بشارت دی کہ امام حسن کی نسبت فرمایا: "إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" ترجمہ: "میرا یہ بیٹا سیّد ہے، میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ پاک اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صلح کرا دے۔" تو امیرِ معاویہ پر معاذ اللہ فِسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، بلکہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بلکہ حضرت عزّت جلّ وعلا پر طعن کرتا ہے۔

(" صحيح البخاري"، كتاب الصلح، باب قول النبيصلى الله عليه وسلم للحسن بن علي رضى الله عنهما: إنّ ابني هذا، الحديث: ۲۷۰۴، ج ۲، ص ۲۱۴)

آجکل کافی لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتے اور لعن طعن کرتے ہیں، لہٰذا ان سے دور رہیں اور کسی بھی صحابی کی گستاخی کر کے اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ناراضی مول نہ لیجئے اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خیال کیجئے کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کی ذات میں کوئی نقص ہوتا تو صحابۂ کرام کے دور سے آج تک کی حدیثوں کی کتابوں میں حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی احادیث اور باتیں نہ لکھی جاتیں۔ آپ کو بتاتا چلوں، آپ حدیث کی کوئی سی بھی کتاب لے لیں جس میں صحابۂ کرام کی فضیلت کا باب موجود ہو، اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر ضرور موجود ہو گا۔ یہاں تک کہ قرآن کے بعد سب سے بہترین کتاب بخاری شریف میں بھی فضیلتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان موجود ہے۔

سوال: کیا حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد صحابی ہیں؟

جواب: جی ہاں! امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے، اُن کا مجتہد ہونا حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیثِ " صحیح بخاری "میں بیان فرمایا ہے۔

(" صحيح البخاري"، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، باب ذكر معاوية رضي الله تعالیٰ عنه، الحديث: ۳۷۶۵، ج ۲، ص ۵۰۵.)

سوال: حضرتِ علی اور امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اختلاف ہوا اس کے بارے میں اہلسنّت کا کیا نظریہ ہے؟

جواب: حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور مجتہد سے صواب و خطا (یعنی صحیح اور غلط) دونوں صادر ہوتے ہیں۔ مگر مجتہد کی خطا پر عند اللہ پکڑ نہیں۔ حضرت

امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیّدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اختلاف اسی قسم کا تھا (یعنی خطائے اجتہادی) اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ڈِگری (یعنی تائید وسندِ حق) اور امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت۔ (بہار شریعت ج۱، ص۲۵۵۔۲۵۶)

(6)۔۔۔صحابۂ کرام کی قربانیاں

اے عاشقانِ صحابہ! شاید آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہو کہ اللہ پاک نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنا بڑا مرتبہ اور اتنی عظمت و فضیلت کیوں عطا فرمایا ہے؟

لہذا اس بیان کے آخر میں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کی بھی کچھ وضاحت ہو جائے کہ ان حضرات کو اتنی عظمتیں اور فضیلتیں کیوں ملیں؟

پہلی بات تو یہ کہ اللہ پاک جس کو چاہے اپنے انعامات و اکرامات سے نوازے وہ قادرِ مطلق ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ کچھ ظاہری اسباب بھی ہوتے ہیں جو اللہ پاک کے انعامات و اکرامات کے حصول کے سبب بنتے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ظاہری اسباب وہ قربانیاں ہیں جو انہوں نے دینِ اسلام کی خاطر پیش کیں، چاہے وہ مالی قربانی ہو یا جسمانی قربانی، روحانی قربانی ہو یا جانی قربانی، خواہشات کی قربانی ہو یا گھر بار کی، صحابۂ کرام نے دین کی خاطر تمام طرح کی قربانیاں پیش کی ہیں جس کے کچھ واقعات سنیئے:

صحابہ کی قربانیاں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نیکی کی دعوت عام کرنے کے لیے راہِ خدا میں سفر کرکے نہ صرف اپنے مال کی قربانیاں دیں بلکہ اس عظیم کام کے لیے اپنی جانیں تک قربان کر

دیں۔ انہیں ڈرایا گیا، دھمکایا گیا، مارا گیا، سخت گرمیوں کی کڑکتی دھوپ میں تپتی ریت پر لٹایا گیا، بھوکا، پیاسا رکھا گیا، قید کیا گیا، سولی پر چڑھایا گیا اور گلے میں رسیاں ڈال کر گلیوں میں گھسیٹا گیا اَلغرض ہر طرح سے اَذیت وتکلیف پہنچائی گئی لیکن اس کے باوجود وہ دینِ اِسلام کی ترویج واِشاعت سے پیچھے نہ ہٹے اور اس راہ میں اپنا تن، من، دَھن سب قربان کر دیا گویا وہ ان اَشعار کے حقیقی مِصداق تھے:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطُم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے وہ پرواہ نہیں کرتے

زباں پر شکوۂ رَنج و اَلم لایا نہیں کرتے
نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

اَلغرض ان نُفُوس قُدسیہ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کی سربلندی کی خاطر قربانیاں دیں۔ ۱۰سنِ ہجری حجۃُ الوداع کے موقع پر کم وبیش ۱لاکھ ۲۴ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان میدانِ عرفات میں جمع تھے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خطبے کے دوران اِرشاد فرمایا جو حاضر ہیں اِن پر لازم ہے کہ جو یہاں موجود نہیں اُن تک میرے یہ پیغامات پہنچا دیں۔ اور اِس وقت مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً کے مشہور قبرِستان جنّت البقیع میں ایک رِوایت کے مطابق تقریباً صرف ۱۰ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان آرام فرما ہیں۔ ہر صحابی کو مدینہ منورہ زادھا

اللہ شرفاً و تعظیماً سے پیار تھا مگر مدینے والے کا مدنی پیغام ساری دُنیا میں عام کرنے کے لیے یہ حضراتِ قُدسیہ ساری دُنیا میں پھیل گئے۔ اور اللہ و رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیغام کو ساری دنیا تک پہنچا دیا۔

صحابیات کی قربانیاں

حضرتِ سمیہ

صحابہ کے ساتھ ساتھ صحابیات نے بھی اسلام کی خاطر بہت قربانیاں پیش کی ہیں چنانچہ مَشْہُور صحابی حضرت سَیِّدُنا عمّار بن یاسِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی والِدہ ماجِدہ حضرتِ سیِّدَتُنا سُمَیّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا وہ شیر دِل خاتون ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرکے شَجَرِ اِسْلَام کی جڑوں کو مَضْبُوط کیا۔ یوں انہیں جہاں اِسلام کی شہیدۂ اوّل ہونے کا اِعزاز حاصِل ہوا تو وہیں یہ شَرَف بھی ملا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا راہِ خُدا میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والی واحِد صحابیہ بن گئیں۔

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کو اپنے بیٹے حضرت سَیِّدُنا عمّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور شوہر حضرت سَیِّدُنا یاسِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سمیت مکّہ مُکَرَّمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا کے تپتے صَحرا میں مَقامِ اَبْطَح پر اِیذائیں پاتے دیکھتے تو اِرشَاد فرماتے:

اے آلِ یاسِر! صَبْر کرو! تمہارے لیے جنّت کا وعدہ ہے۔ (اصابہ، ۱۱۳۴۲-سمیہ بنت خباط، ۸/ ۲۰۹)

اہلِ مکّہ بِالْخُصُوص دشمنِ اسلام ابو جَہْل نے کون سا سِتَم ہے جو ان پر نہ کیا، اسے بس اسی بات سے سمجھ لیجئے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کو لوہے کی زِرہ پہنا کر سَخْت دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا۔

ذرا تَصَوُّر کیجئے کہ جب دھوپ کی گرمی سے لوہے کا لِباس تپنے لگتا ہو گا تو عَرَب میں سُورَج کی تَپِش اور اس پر لوہے کے آگ برساتے لِباس میں آپ کا کیا حال ہوتا ہو گا۔ مگر قُربان جایئے اس شہیدۂ اوّل کی عَظَمت واِسْتِقَامَت پر! آپ کے دل میں **اللہ** اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَحَبَّت اس طرح گھر کرچکی تھی کہ اتنی سَخْت تکالیف کے باوُجود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے اسلام کا دامَن نہ چھوڑا، ایک مرتبہ ابوجَہْل نے نیزہ تان کر انہیں دھمکاتے ہوئے کہا کہ تو کَلِمَہ نہ پڑھ ورنہ میں تجھے یہ نیزہ مار دوں گا۔ حضرت بی بی سُمَیّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا نے سینہ تان کر زور زور سے کَلِمَہ پڑھنا شروع کیا، ابوجَہْل نے غصّہ میں بھر کر ان کی ناف کے نیچے اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ خون میں لت پت ہو کر گر پڑیں اور شہید ہو گئیں۔(جنّتی زیور، ص۵۰۸بحوالہ الاستیعاب، ۳۳۹۷۔سمیہ ام عمار بن یاسر، ۲/۵۳۴)

جب تری یاد میں دُنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دُلہن بن کے قَضا آئی ہے

اے عاشقانِ صحابہ! دینِ اسلام کا یہ لہلہاتا کھیت ہمیں ایسے ہی نہیں ملا بلکہ اس کے لیے ہمارے اَسلاف نے بَہُت سی قربانیاں دیں، اپنی جان ومال، گھربار، بیوی بچے اور دیگر اَعِزّا واَقْرِبا غَرَضْ کہ ہر چیز دِیْنِ اِسلام کی ترقّی اور اِعْلائے کلمۂ حَق (یعنی حَق کا کَلِمَہ بُلَند کرنے) کے لیے قربان کر دیا۔ بقولِ شاعِر:

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حَق تو یہ ہے کہ حَق اَدا نہ ہوا

حضرتِ نہدیہ اور ان کی بیٹی

ظُلْم و سِتَم کی ان آندھیوں کے آگے سینہ سِپَر ہو جانے والی ہستیوں میں حضرت سَیِّدَتُنا نَہدِیہ اور ان کی بیٹی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُما بھی ہیں۔ یہ دونوں بَنُو عَبدُ الدَّار کی ایک عورت کی باندیاں تھیں جو انہیں سَخْت تکلیفیں دیا کرتی اور کہا کرتی کہ میں کبھی تمہیں آزاد نہ کروں گی اور یہی سُلُوک جاری رکھوں گی، اگر اس سے چھٹکارا چاہتی ہو تو توحید کا اِنْکار کر دو یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارا ہم مَذْہَب کوئی شخص تمہیں خرید کے آزاد کر دے۔ ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا صِدِّیقِ اکبر رَضِیَاللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کے پاس سے گزرے تو وہ عورت اس وَقْت بھی انہیں یہی کہہ رہی تھی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اے اُمِّ فلاں! انہیں آزاد کر دو۔ وہ بولی: آپ نے ان دونوں کو بگاڑا ہے آپ ہی آزاد کریں۔ چُنَانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

(سبل الھدی والرشاد، الباب الخامس عشر فی عدوان المشرکین...الخ، ۲/ ۳۶۱ ملخصًا)

حضرتِ امِ عبیس

حضرت سَیِّدَتُنا بی بی اُمِّ عُبَیْس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا نے بھی دین کی خاطر بَہُت مَظَالِم بَرْدَاشْت کئے۔ یہ بنی زُہرہ کی باندی تھیں اور ان کو بھی کافِروں نے بَہُت ستایا، بے حد ظُلْم و سِتَم کیا۔ بِالْخُصُوص اَسْوَد بن عبدِ یَغُوث آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کو سَخْت تکالیف پہنچاتا اور ظُلْم و سِتَم ڈھاتا۔ (اصابہ، ۱۲۱۶۳۔ امِ عبیس، ۸/ ۴۹۱ ملتقطًا)

حضرتِ زنیرہ

اللہ کو وَحْدَہٗ لا شَرِیک ماننے اور حُضُور پُرنُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر

اِیمان لانے کی پاداش (یعنی جُرم) میں اَذِیّتوں کی سنگلاخ چٹانوں کا سامنا کرنے والی ایک صحابیہ حضرت سَیِّدَتُنازِنّیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا بھی ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا باندی تھیں۔ اَمِیرُ الْمُومِنِین حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صِدِّیق رَضِیَاللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خرید کر آزاد فرمایا اور کفّار کے ظُلم و سِتَم سے نجات دلائی۔چُنَانچہ مَرْوِی ہے کہ:

حضرت سَیِّدُنا عُمَر فَارُوق رَضِیَاللہُ تَعَالٰی عَنْہ (جو کہ ابھی تک ایمان نہ لائے تھے) اور ابوجَہْل آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو سَخْت تکالیف دیتے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ اس پر ابوجَہْل لعین نے کہا: تیری یہ حَالَت لات و عزّی (یعنی کفارِ مکہ کے بتوں) نے کی ہے۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے صَبْر واِسْتِقَامَت اور جُرْأَت بھرا جواب دیتے ہوئے کہا: لات و عزّی تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی پوجا کون کرتا ہے؟ یہ آزمائش تو میرے رب کی طرف سے ہے اور میرا مالِک و پروردگار میری بینائی لوٹانے پر قادِر ہے۔ چنانچہ اگلی ہی صُبْح اللہ نے آپ کی آنکھیں روشن فرمادیں۔

(سبل الہدی والرشاد، الباب الخامس عشر فی عدوان المشرکین...الخ، ۲/ ۳۶۱ملتقطًا وملخصًا)

حضرتِ لبینہ

دِیْنِ اِسْلَام کی خاطِر مصیبتوں کے پہاڑ کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جانے والی ایک پاک طِینَت صحابیہ حضرت سَیِّدَتُنا لُبَیْنہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا بھی ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا بَنِی مُؤَمَّل کی باندی تھیں۔ اِبْتِدَائے اِسْلَام میں ہی اِسْلَام کی حَقّانِیَّت کا نُور ان کے دِل میں چمک اُٹھا اور یہ دَامَنِ مصطفٰے سے وَابَسْتہ ہو گئیں، کفّارِ مکّہ نے ان پر بھی ظُلم و سِتَم

کی اِنْتِہا کردی۔چُنَانْچِہ مَنْقُول ہے کہ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا مُشَرَّف بہ اِسْلَام ہوئیں تو حضرت سَیِّدُنا عُمَرَ فَارُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کو دِینِ اسلام چھوڑنے پر سَخْت سزائیں دیتے اور اتنا مارتے کہ مارتے مارتے خود تھک جاتے اور کہتے: میں تجھے کہیں کا نہ چھوڑوں گا۔ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا جواب میں کہتیں: اے عمر! اگر اللہ کے سچے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔ آخِرِ کار جب ظُلْم و سِتَم بڑھتے گئے تو حضرت سَیِّدُنا صِدِّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کو بھی خرید کر آزاد کردیا۔

(سیرت ابن ھشام، مباداۃ رسول اللہ...الخ، ذکر عدوان...الخ، المجلد الاول، ۱/۲۰۴ مفھومًا)

اے عاشقانِ صحابہ! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہ یہ قربانیاں ہی ہیں جس کے بدلے اللہ پاک نے انہیں دنیاوآخرت میں عزت وکرامت سے سرفراز فرمایا۔ اور مصطفٰی جانِ رحمت، شمع بزم ہدایت صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے جابجا ان کی عظمت وشان بیان فرمائی۔ چنانچہ:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ مُکَرَّم، نُوْرِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "اللہ پاک نے میرے صحابہ (رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْھُم) کو نبیوں اور رسولوں (عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے علاوہ تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔" (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اصحاب رسول اللہ، الحدیث: ۱۶۳۸۳، ج۹، ص۷۳۶)

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”جو میرے صحابہ (رِضْوَانُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن) میں سے کسی کو بھی برا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

(المعجم الاوسط، الحدیث ۱۸۴۶، ج ۱، ص ۵۰۰)

ایک حدیثِ پاک میں یہ مضمون بھی موجود ہے: ”جس نے میرے صحابہ کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ (دنیا یا آخرت میں) اس کی پکڑ فرمائے۔“

(مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابۃ، الفصل الثانی، الحدیث: ۶۰۱۴، ج ۲، ص ۴۱۴)

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں صحابہ کا سچا غلام بنائے، ان کی برکتوں سے فیضیاب فرمائے، ان کی عزت و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِيْفِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الشَّفِيْقِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه وَعَلٰى اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

(4) حضرتِ ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔صدیقِ اکبر کا تعارف و حلیہ مبارک

(2)۔۔۔صدیقِ اکبر کے بچپن کے واقعات

(3)۔۔۔صدیقِ اکبر کے اسلام لانے کا واقعہ

(4)۔۔۔صدیقِ اکبر کا مقام و مرتبہ اور قربانیاں

(5)۔۔۔صدیقِ اکبر کے بارے میں قرآنی آیات و احادیث

(6)۔۔۔صدیقِ اکبر کی خصوصیات

(7)۔۔۔صدیق اکبر کی اولیت

(8)۔۔۔صدیقِ اکبر کے تاریخی کارنامے

(9)۔۔۔صدیقِ اکبر کی خلافت

(10)۔۔۔صدیقِ اکبر کی کرامات

(11)۔۔۔صدیقِ اکبر کا وصال

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(4) حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ رسول! اللہ پاک کی رحمتوں، برکتوں سعادتوں اور مغفرتوں سے حصہ پانے کا ایک آسان طریقہ نیکی کرنا ہے کہ جو بندہ نیکوکار ہوتا ہے اللہ پاک کی رحمت اس پر چھما چھم برس رہی ہوتی ہیں، اور ہر مسلمان نیکی کرتا بھی ہے، نماز پڑھ کر، روزے رکھ کر، صدقہ و خیرات کر کے، حج کر کے، تلاوتِ قرآن کر کے، ذکر و اذکار کر کے، اوراد و وظائف پڑھ کر، بھلائی والے کام کر کے مگر ہر ایک اپنی طاقت و قوت اور حیثیت کے مطابق ہی نیک عمل کر سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں کر سکتا مثلاً کوئی غریب ہے وہ حج کی نیکی نہیں کر سکتا، کیوں؟ کیونکہ اس کے پاس مکہ شریف جانے کے اخراجات نہیں، کنگال و نادار شخص صدقہ و زکاۃ کی نیکی نہیں کر سکتا، کیوں؟ کیونکہ اس کے پاس مال نہیں۔ لاکھ کوشش کرے، تمنا کرے آرزو کرے، لاکھ جتن کرنے کے باوجود ان نیکیوں سے حصہ نہیں پا سکتا جو اس کے بس میں نہیں۔

ان وجوہات کے باوجود اگر کوئی چاہے کہ میں سب لوگوں سے زیادہ نیکی کر لوں، تو

کیا وہ کر سکتا ہے؟ نہیں نا۔ مگر آیئے آج میں آپ کو ایک ایسا عمل بتاتا ہوں اگر آپ نے اس کو کر لیا تو سب سے زیادہ ہی نہیں بلکہ آپ کی وہ نیکی تمام زمین والوں کی نیکی کے برابر ہو گی۔

چنانچہ:

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں موجود تھا کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سلام کیا۔ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ اسے دیکھ کر آپ کا رخ انور نکھر گیا، آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ جب اس شخص کی حاجت پوری ہو گئی تو وہ اٹھ کر چلا گیا۔ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے ابو بکر! یہ وہ شخص ہے جس کی ایک نیکی روزانہ آسمان کی طرف بلند کی جاتی ہے جو تمام زمین والوں کی نیکی کی مثل ہے۔" میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کی کیا وجہ ہے؟" فرمایا: "یہ شخص روزانہ مجھ پر ایک ایسا درود پڑھتا ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہو جاتا ہے۔" میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ کون سا درود ہے؟" فرمایا: وہ یہ کہتا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ عَدَدَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ مِنْ خَلْقِكَ

وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ كَمَا یَنْبَغِیْ لَنَا أَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْهِ

وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ كَمَا أَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْهِ

ترجمہ: اے اللہ! محمد (صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) پر اس مخلوق کی تعداد کے برابر درود بھیج جو

ان پر درود بھیجتی ہے۔ ان پر ایسا درود بھیج جیسا ہمیں بھیجنا چاہیے۔ محمد صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایسا درود بھیج جیسا تو نے ہمیں درود بھیجنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(الدر المنثور، پ۲۱، الاحزاب:۵٦، ج٦، ص٦۴۸)

مزید درودِ پاک کی فضیلت کے متعلق امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ”نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود پاک پڑھنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹا دیتا ہے جتنا پانی آگ کو مٹاتا ہے اور دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر سلام بھیجنا غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے اور حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرنا غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔“ یا یہ فرمایا کہ ”راہ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔“ (کنز العمال، کتاب الاذکار، باب فی الصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۳۹۷۹، ج۱، الجزء:۲، ص۱۱۷)

دکھوں نے جو تم کو گھیرا ہے تو درود پڑھو
جو حاضری کی تمنا ہے تو درود پڑھو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب !　　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ رسول! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، محرم الحرام کا پاکیزہ مہینہ جلوہ فگن ہے، آج کی نورانی و عرفانی محفل میں ہم خلیفۂ اوّل، جانشین محبوبِ ربِّ اکبر، عاشقِ اکبر امیرُ المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا صِدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مبارک سیرت کے متعلق درج ذیل چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے:

(1)۔۔۔ صدیقِ اکبر کا تعارف وحلیہ مبارک

(2)۔۔۔ صدیقِ اکبر کے بچپن کے واقعات

(3)۔۔۔ صدیقِ اکبر کے اسلام لانے کا واقعہ

(4)۔۔۔ صدیقِ اکبر کا مقام ومرتبہ اور قربانیاں

(5)۔۔۔ صدیقِ اکبر کے بارے میں قرآنی آیات واحادیث

(6)۔۔۔ صدیقِ اکبر کی خصوصیات

(7)۔۔۔ صدیقِ اکبر کی اولیت

(8)۔۔۔ صدیقِ اکبر کے تاریخی کارنامے

(9)۔۔۔ صدیقِ اکبر کی خلافت

(10)۔۔۔ صدیقِ اکبر کی کرامات

(11)۔۔۔ صدیقِ اکبر کا وصال

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!		صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(1)۔۔۔ مُخْتَصَر تعارُف

اے عاشقانِ صدیقِ اکبر! خلیفۂ اوّل، جانَشین محبوبِ ربِّ قدیر، امیرُ المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا صِدِّیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نامِ نامی اسمِ گرامی **عبداللہ** آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کُنْیَت **ابوبکر** اور **صِدِّیق وعتیق** آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اَلقاب ہیں۔ سُبحٰنَ اللہ!

صِدِّیق کا معنی ہے: ''بہُت زیادہ سچ بولنے والا۔'' آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ زمانۂ

جاہلیت ہی میں اِس لقب سے مُلَقَّب ہو گئے تھے کیونکہ ہمیشہ ہی سچ بولتے تھے اور **عتیق** کا معنٰی ہے: ''آزاد''۔ سرکارِ عالی مَرتَبَت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا ''اَنْتَ عَتِیْقٌ مِّنَ النَّارِ یعنی تُو نارِ دوزخ سے آزاد ہے۔'' اِس لیے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ لَقَب ہوا۔ (تارِیخُ الْخُلَفاء ص ۲۹)

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ **قریشی** ہیں اور ساتویں پُشت میں شجرۂ نسب رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے **خاندانی شَجَرے** سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ عامُ الفیل کے تقریباً اڑھائی برس بعد مکّۃُ المُکَرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں پیدا ہوئے۔ امیرُ المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا صِدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ وہ صَحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تاجدارِ رِسالت، شَہَنْشاہِ نبُوَّت، مخزنِ جود و سخاوت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی **رِسالت کی تصدیق** کی۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اِس قدَر جامِعُ الکَمالات اور مَجْمَعُ الفَضائِل ہیں کہ اَنبیاءِ کِرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے بعد اگلے اور پچھلے تمام انسانوں میں سب سے اَفضل واَعلیٰ ہیں۔

آزاد مردوں میں سب سے پہلے اِسلام قبول کیا اور تمام جِہادوں میں مجاہدانہ کارناموں کے ساتھ شریک ہوئے اور صُلح وجنگ کے تمام فیصلوں میں محبوبِ ربِّ قدیر، صاحبِ خَیرِ کثیر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے وزیر و مُشیر بن کر، زندگی کے ہر موڑ پر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا ساتھ دے کر جاں نثاری ووفاداری کا حق ادا کیا۔

۲ سال ۷ ماہ مَسنَدِ خِلافت پر رونق اَفروز رہ کر **۲۲** جمادَی الاُخریٰ **۱۳** ہجری پیر

شریف کا دن گزار کر وَفات پائی۔ **امیرُ المؤمنین** حضرتِ سیِّدُنا عُمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نَمازِ جنازہ پڑھائی اور روضۂ منوَّرہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَکْرِیْمًا میں حضورِ اَقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے **پہلوئے مقدَّس** میں دَفن ہوئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال ص ۵۸۷، تاریخ الخُلَفاء ص ۶۲۔۶۷ باب المدینہ کراچی)

حُلیہ مبارک

مُسلمانوں کی پیاری پیاری اَمّی جان حضرتِ بی بی عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہِرہ عابِدہ عَفیفہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: ''حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حُلیہ (مبارک) کیسا تھا؟'' فرمایا: ''آپ کا رَنگ سَفید، جسم کمزور اور رُخسار کم گوشت والے تھے، کمر کی جانب سے تہبند کو مضبوطی سے باندھا کرتے تھے تاکہ لٹکنے سے محفوظ رہے، آپ کے چہرۂ مبارک کی رَگیں واضح نظر آتی تھیں، اِسی طرح ہتھیلیوں کی پچھلی رَگیں بھی صاف نظر آتی تھیں۔''

(تاریخ الخلفاء، ص ۲۵)

بہتری جس پہ کرے فخر وہ بہتر صدیق
سَروری جس پہ کرے ناز وہ سرور صدیق

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(2)۔۔۔صدیقِ اکبر کے بچپن کے واقعات

اے عاشقانِ رسول! صِدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کبھی بُت کو **سجدہ** نہ کیا۔ چندبرس کی عمر میں آپ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے باپ بُت خانے میں لے گئے اور کہا: یہ ہیں تمہارے بلند و بالا خدا، انہیں سجدہ کرو۔ **جب** آپ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بُت کے سامنے

تشریف لے گئے، فرمایا: ''میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے، میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے، میں پتّھر مارتا ہوں اگر تُو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔'' وہ بُت بَھلا کیا جواب دیتا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک پتّھر اس کے مارا جس کے لگتے ہی وہ گر پڑا اور قُوّتِ خداداد کی تاب نہ لا سکا۔ باپ نے یہ حالت دیکھی انہیں غصّہ آیا، اُنہوں نے ایک تَھپّڑ رُخسار مبارک پر مارا، اور وہاں سے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ماں کے پاس لائے، سارا واقِعہ بیان کیا۔ ماں نے کہا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو جب یہ پیدا ہوا تھا تو غیب سے آواز آئی تھی کہ یَا اَمَةَ اللهِ عَلَى التَّحْقِيْقِ اَبْشِرِیْ بِالْوَلَدِ الْعَتِيْقِ اِسْمُهٗ فِی السَّمَاءِ الصِّدِّيْقُ لِمُحَمَّدٍ صَاحِبٌ وَّ رَفِيْقٌ

ترجمہ: اے اللہ کی سچی بندی! تجھے خوشخبری ہو یہ بچہ عتیق ہے، آسمانوں میں اس کا نام صدیق ہے، محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا صاحب اور رفیق ہے۔

یہ روایت صدّیقِ اَکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود مجلسِ اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم میں بیان کی۔ جب یہ بیان کر چکے، جبریلِ امین عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حاضرِ بارگاہ ہوئے اور عرض کی: صَدَقَ اَبُوْبَكْرٍ وَّهُوَ الصِّدِّيْقُ ابو بکر نے سچ کہا اور وہ صدّیق ہیں۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج۸ ص ۳۷۰، ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۶۱، ۶۰ بِتَصَرُّف)

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

(3)۔۔۔صدیقِ اکبر کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرتِ سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے قبول اسلام کے مختلف واقعات مختلف کتب میں مذکور ہیں۔ چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

(1) بحیرا راہب سے ملاقات

حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کا اسلام آسمانی وحی کی مانند تھا، وہ اس طرح کہ آپ ملکِ شام تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے، وہاں آپ نے ایک خواب دیکھا، جو ''بحیرا'' نامی راہب کو سنایا۔ اس نے آپ سے پوچھا: ''تم کہاں سے آئے ہو؟ ''فرمایا: ''مکہ سے۔'' اس نے پھر پوچھا: ''کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ ''فرمایا: ''قریش سے۔'' پوچھا: ''کیا کرتے ہو؟'' فرمایا: تاجر ہوں۔'' وہ راہب کہنے لگا: ''اگر اللہ تعالٰی نے تمہارے خواب کو سچا فرما دیا تو وہ تمہاری قوم میں ہی ایک نبی مبعوث فرمائے گا، اس کی حیات میں تم اس کے وزیر ہوگے اور وصال کے بعد اس کے جانشین۔'' حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے اس واقعے کو پوشیدہ رکھا، کسی کو نہ بتایا۔ اور جب سرکار صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نبوت کا اعلان فرمایا، تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی واقعہ بطور دلیل آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے پیش کیا۔ یہ سنتے ہی آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو گلے لگالیا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔'' آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''اس دن میرے اسلام لانے پر مکہ مکرمہ میں سرکار صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زیادہ کوئی خوش نہ تھا۔'' (الریاض النضرہ، ج۱، ص۸۳)

(2) آپ کا خواب

ایک بار آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے خواب دیکھا کہ ایک چاند مکۂ مکرمہ پر نازل ہو کر

مختلف اجزاء میں تقسیم ہو گیا اور اس کا ایک ایک ٹکڑا ہر گھر میں داخل ہو گیا اور پھر وہ تمام اجزاء مل کر پورا چاند بن کر ان کی گود میں آگیا۔ آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک راہب سے اس کی تعبیر پوچھی تو اس نے آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کو نبیِّ کریم رؤف رَّحیم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ظہور اور ان کے اتباع کی خوشخبری دی۔ (الروض الانف، اسلام ابی بکر، ج۱، ص۴۳۱ مختصرا)

(3) صدیق اکبر اور درخت کی پراسرار آواز

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ خود ارشاد فرماتے ہیں: "ایام جاہلیت میں ایک دن میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا۔ اچانک اُس درخت کی ایک شاخ میری طرف جھکنے لگی یہاں تک کہ وہ اتنا قریب آگئی کہ میرے سر سے آلگی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا اور دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اسی درخت سے یہ آواز میرے کانوں میں پہنچی کہ "اللہ کا ایک سچا نبی فلاں وقت ظاہر ہو گا تمہیں چاہیے کہ (اس پر ایمان لاؤ اور اس کے دوست بن کر) سب سے زیادہ سعادت مند بنو۔" میں نے اس سے کہا: "مجھے واضح کر کے بتاؤ کہ وہ نبی کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟" اس نے کہا: "محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔" میں نے کہا: "وہ میرے دوست اور میرے حبیب ہیں۔" میں نے اس درخت سے عہد لیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہو جائیں تو مجھے خوشخبری دے دینا۔ جب اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مبعوث ہو گئے تو اس درخت میں سے آواز آئی کہ "اے ابو قحافہ کے بیٹے! وہ نبی مبعوث ہو گیا ہے اب کوشش کرو اور قسم ہے رب موسیٰ کی! اسلام میں کوئی تم پر سبقت نہ کرے گا۔" جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صَلَّی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس پہنچا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا: "اے ابو بکر! میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں۔" میں نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے آپ کو حق دے کر روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے، میں آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لایا۔"

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ج۳، ص۳۱)

قبولِ اسلام کے وقت آپ کی عمر

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت حضرت علامہ مولانا شاہ **امام احمد رضا خان** عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن ارشاد فرماتے ہیں: "(قبول اسلام کے وقت حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی عمر ۳۸سال کی تھی۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۶۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(4)۔۔۔صدیقِ اکبر کا مقام و مرتبہ اور قربانیاں

مُشیرِ رسولِ انور، عاشقِ شہنشاہ بحر و بر حضرتِ سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں، مجھے تین چیزیں پسند ہیں:

اَلنَّظْرُ اِلَیْكَ وَاِنْفَاقُ مَالِیْ عَلَیْكَ وَالْجُلُوْسُ بَیْنَ یَدَیْكَ

(1)۔۔۔آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ پُر انوار کا دیدار کرتے رہنا۔

(2)۔۔۔آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اپنا مال خرچ کرنا۔

(3)۔۔۔آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر رہنا۔

(تفسیر روح البیان، پ۱۹، النمل: ۶۲، ج۶، ص۳۶۲)

مرے تو آپ ہی سب کچھ ہیں رحمتِ عالَم
میں جی رہا ہوں زمانے میں آپ ہی کے لیے
تمہاری یاد کو کیسے نہ زندگی سمجھوں
یہی تو ایک سہارا ہے زندگی کے لیے

اللہ پاک نے حضرتِ سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ تینوں خواہشیں حُب رسولِ انور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے پوری فرما دیں اور وہ ایسے کہ:

(1)۔۔۔ آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کو سفر و حضر میں رفاقت حبیب صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نصیب رہی، یہاں تک کہ غار ثور کی تنہائی میں آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے سوا کوئی اور زِیارت سے مشرف ہونے والا نہ تھا۔

(2)۔۔۔ اسی طرح مالی قربانی کی سعادت اِس کثرت سے نصیب ہوئی کہ اپنا سارا مال وسامان سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قدموں پر قربان کر دیا۔

(3)۔۔۔ مزار پر انوار میں بھی اپنی دائمی رفاقت و قُربت عنایت فرمائی۔

محمد ہے متاعِ عالَمِ اِیجاد سے پیارا
پدر مادر سے مال و جان سے اولاد سے پیارا

اے عاشقانِ رسول! صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ سمجھنے کے لیے مزید یہ روایت سنئے چنانچہ: حضرت سیدنا سلیمان بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اچھی خصلتیں تین

سوساٹھ ہیں اوراللہ پاک جب کسی سے بھلائی کا ارادہ فرماتاہے تو اس کی ذات میں ایک خصلت پیدا فرمادیتاہے اوراسی کے سبب اسے جنت میں بھی داخل فرمادیتاہے۔" حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیامیرے اندر بھی ان میں سے کوئی خصلت موجود ہے؟ "ارشاد فرمایا: "اے ابو بکر! تمہارے اندر توساری خصلتیں موجودہیں۔" (تاریخ مدینۃ دمشق، ج۳۰، ص۱۰۳)

بارگاہِ رسالت میں مقام ومرتبہ

حضرت سیدناعبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہما سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیدنا علی المرتضی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے ساتھ کھڑے تھے اتنے میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لے آئے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آگے بڑھ کر ان سے مصافحہ فرمایا پھر گلے لگاکر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے منہ کو چوم لیااور حضرت سیدنا علی المرتضی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے ارشاد فرمایا: "اے ابوالحسن! میرے نزدیک ابو بکر کا وہی مقام ہے جو اللہ کے ہاں میرا مقام ہے۔" (الریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۸۵)

ستاروں کے مثل نیکیاں

حضرت سیدتناعائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک بار اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سر مبارک میری گود میں تھا اور رات روشن تھی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں جتنی ہوں گی؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جی ہاں!

وہ عمر ہیں، جن کی نیکیاں ان ستاروں جتنی ہیں۔" حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: "میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! پھر میرے والد ماجد سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نیکیاں کس درجہ میں ہیں؟ "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی نیکیوں میں سے صرف ایک نیکی کے برابر ہیں۔" (مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب، الفصل الثالث، الحدیث:۶۰۶۸، ج۳، ص۳۴۹)

اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہے

اے عاشقانِ صحابہ! اب میں آپ کو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ سنانے لگا ہوں جس کو آپ نے کئی بار سنا ہو گا مگر اس واقعے کے بعد کیا ہوا تھا اس کو آپ پہلی بار سنیں گے چنانچہ:

اللہ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا کہ "اپنا مال راہ خدا میں جہاد کے لیے صدقہ کرو۔" اس فرمان عالیشان کی تعمیل میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے حسب توفیق اپنا مال راہِ خدا میں جہاد کے لیے تصدق کیا۔ حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دس ہزار مجاہدین کا سازوسامان تصدق کیا اور دس ہزار دینار خرچ کیے اس کے علاوہ نوسو اونٹ اور سو گھوڑے سازوسامان کے ساتھ فرمانِ رسول پر لَبَّیْك کہتے ہوئے پیش کر دیے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ "میرے پاس بھی مال تھا میں نے سوچا حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر دفعہ ان معاملات میں مجھ سے سبقت لے جاتے ہیں اس بار زیادہ سے زیادہ مال صدقہ کر کے ان سے سبقت لے جاؤں

گا۔" چنانچہ وہ گھر گئے اور گھر کا سارا مال اکٹھا کیا اس کے دو حصے کیے ایک گھر والوں کے لیے چھوڑا اور دوسرا حصہ لے کر بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: "اے عمر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کے آئے ہو؟ "عرض کیا: "یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آدھا مال گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔" اتنے میں عاشقِ اکبر، یارِ غار مصطفٰے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنا مال لے کر بارگاہ رسالت میں اس طرح حاضر ہوئے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بالکل سادہ سی قبا پہنی ہوئی ہے جس پر ببول کے کانٹوں کے بٹن لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور استفسار فرمایا: "اے ابو بکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ "بس! محبوب کا یہ پوچھنا تھا کہ گویا عاشقِ صادق کا دل عشق و محبت کی مہک سے جھوم اٹھا، فوراً ہی سمجھ گئے کہ بات کچھ اور ہے، کیونکہ محبوب تو جانتا ہے کہ میرے عاشق صادق نے تو اس وقت بھی اپنی جان، مال، آل، اولاد سب کچھ قربان کر دیا تھا جب مکہ مکرمہ میں حمایت کرنے والے نہ ہونے کے برابر تھے بلکہ اکثر لوگ جانی دشمن بن گئے تھے اور محبوب کے کلام کو کیوں نہ سمجھتے کہ یہ تو وہ عاشق تھے جو ہر وقت اس موقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ بس محبوب کچھ مانگے تو سہی! سب کچھ قدموں میں لاکر قربان کر دیں:

کیا پیش کریں جاناں کیا چیز ہماری ہے
یہ دل بھی تمہارا ہے یہ جاں بھی تمہاری ہے

یہ تو وہ عاشق صادق تھے جنہوں نے کبھی اپنے مال کو اپنا سمجھا ہی نہیں، بلکہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا اسے محبوب کی عطا سمجھتے اور کیوں نہ سمجھتے کہ:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

فوراً سمجھ گئے کہ محبوب کی چاہت کچھ اور ہے غالباً محبوب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اے میرے عاشق! میں تو تیرے عشق کو جانتا ہوں، آج دنیا کو بتا دے کہ عشق کسے کہتے ہیں، بس آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے محبت بھرے لہجے میں یوں عرض کیا: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہ! اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہ یعنی اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اپنے گھر کا سارا مال لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں اور گھر والوں کے لیے **اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہے۔**'' حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ ''میں کبھی بھی ابو بکر صدیق سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔''

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا اور رسول بس

دے کے سب کچھ پھر بھی بچ گیا میرے لیے
اک خدا میرے لیے، اک مصطفٰے میرے لیے

مرے تو آپ ہی سب کچھ ہیں رحمت عالم
میں جی رہا ہوں زمانے میں آپ ہی کے لیے

اتنا واقعہ تو آپ نے بارہا سنا ہو گا، اب اس کے بعد کیا ہوا وہ سنیئے چنانچہ:

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے دیکھا کہ اتنے میں خالق کائنات کے قاصدِ خصوصی حضرت سیدنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام ویسا ہی لباس زیب تن کیے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے جو عاشق اکبر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: "اے جبریل! یہ کیا پہنا ہوا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ پاک نے آج تمام فرشتوں کو بھی حکم فرمایا ہے کہ آج ویسا ہی لباس پہنیں جیسا آپ کے عاشق صادق نے پہنا ہوا ہے اور ساتھ ہی اللہ انہیں سلام ارشاد فرماتا ہے اور استفسار فرماتا ہے کہ یہ اپنے رب سے اس حال میں راضی ہیں یا ناراض؟" یہ پیغام محبت سنتے ہی حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وجد میں آگئے اور ان پر رقت طاری ہو گئی، عرض کیا: "یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں بھلا اپنے رب سے کیسے ناخوش ہو سکتا ہوں۔" پھر تین بار فرمایا: "میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔"

(تاریخ الخلفاء، ص۳۰، سنن الدارمی، کتاب الزکوۃ، باب الرجل یتصدق ماعندہ، الحدیث:۱۶۶۰، ج۱، ص۴۸۰)

(سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ، باب فی مناقب ابی بکر وعمر، الحدیث:۳۶۹۵، ج۵، ص۳۸۰)

گھر بار لٹا کر کہتے ہیں اللہ نبی ہی کافی ہے
کیا بات اجاگر کہتے ہیں صدیق اکبر میرے ہیں
جب جاگے گا قلب مومن ہر دل سے صدا یہ آئے گی
صدیق اکبر میرے ہیں صدیق اکبر میرے ہیں

صدیقِ اکبر کے احسانات

اے عاشقانِ رسول! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام اور اہلِ اسلام پر بے شمار احسانات ہیں جیسا کہ اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر جس کسی کا احسان تھا میں نے اُس کا بدلہ چکا دیا ہے، مگر ابو بکر کے مجھ پر وہ احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ پاک روزِ قیامت انہیں عطا فرمائے گا۔" (ترمذی، حدیث:۳۶۸۱، ۵/۳۷۴)

اور ابنِ ماجہ کی حدیثِ پاک میں ہے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَا نَفَعَنِیْ مَالٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو ابو بکر کے مال نے دیا۔ "بارگاہِ نُبُوّت سے یہ بِشارت سُن کر حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیئے اور عَرض کی: یا رسولَ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! میرے اور میرے مال کے مالِک آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہی تو ہیں۔

(سُنَنِ اِبن ماجہ ج ۱ ص ۷۲ حدیث ۹۴ دار المعرفۃ بیروت)

حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انہیں احسانات میں سے ایک احسان آج کی مبارک محفل کے صدقے آپ کو بتاتا چلوں اور یہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ایسا احسان ہے جس سے قیامت تک کے مسلمانوں کو حصہ ملتا رہے گا چنانچہ:

صدر الافاضل مفتی **محمد نعیم الدین** مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی "**تفسیر خزائن العرفان**" میں پارہ ۲۲ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۳ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جب آیت

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (پ۲۲، الاحزاب، ۵۶)

نازل ہوئی تو حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب آپ کو اللہ پاک کوئی فضل و شرف عطا فرماتا ہے تو ہم نیاز مندوں کو بھی آپ کے طفیل میں نوازتا ہے۔ اس پر اللہ پاک نے پارہ ۲۲ کی سورۂ احزاب کی آیت نبر ۴۳ نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (۴۳) (پ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیریوں سے اُجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

سُبْحٰنَ اللہ! جہاں اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اللہ پاک اور اس کے معصوم فرشتے درود بھیجتے ہیں وہیں حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے صدقے ہم گناہگاروں پر اللہ پاک اور اس کے معصوم فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

اے عاشقانِ رسول! اس واقعے میں کئی ایمان افروز نکات چھپے ہوئے ہیں ان میں سے دو نکتے ملاحظہ فرمائیں:

پہلا نکتہ

پہلا نکتہ یہ کہ پہلے (اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ) والی آیت نازل ہوئی جو کہ آیت نمبر ۵۶ ہے اور اس کے بعد (هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ) والی آیت

نازل ہوئی جو کہ آیت نمبر ۴۳ ہے حالانکہ ۴۳ گنتی میں پہلے آتا ہے اور ۵۶ بعد میں آتا ہے لہذا (اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ) والی آیت کا نمبر ۴۳ ہونا چاہیئے تھا کہ یہ پہلے نازل ہوئی ہے اور (هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ) والی آیت کا نمبر ۵۶ ہونا چاہیئے تھا کیونکہ وہ بعد میں نازل ہوئی ہے مگر اس کے باوجود معاملہ الٹا ہے کہ پہلے نازل ہونے والی آیت کا نمبر ۵۶ اور بعد میں نازل ہونے والی آیت کا نمبر ۴۳ ہے۔ اس میں کیا راز ہے؟

وہ راز سنیئے! اس میں راز یہ ہے کہ نبی کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے اور امتیوں کا مرتبہ چھوٹا ہوتا ہے اس لیے نبی والی آیت کا نمبر ۵۶ رکھا گیا اور امتیوں والی آیت کا نمبر ۴۳ رکھا گیا تاکہ کوئی امتیوں کو نبی سے بڑا خیال نہ کرے، لہذا اس سے پتا چلا کہ جو امتی کو کسی نبی سے مرتبے میں بڑا بتائے وہ غلط ہے۔

دوسرا نکتہ

اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے محبوب ﷺ کی امت سے کیسی محبت فرماتا ہے کہ درود نازل کرنے کے ساتھ ساتھ مزید آگے فرمایا: (لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ) کہ اللہ تمہیں اندھیریوں سے اُجالے کی طرف نکالتا ہے ۔ اور مزید فرمایا: (وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا) اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ اللہ اکبر! کیسی عطائیں ہیں اپنے محبوب ﷺ کی امت پر۔

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

(5)---صدیقِ اکبر کے بارے میں قرآنی آیات واحادیث

اے عاشقانِ صدیقِ اکبر! ذکرِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہو رہا ہے اللہ پاک ہمیں

ان کے ذکر کی برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جن کا ذکر قرآنِ پاک میں خود اللہ پاک ۳۲ مقامات میں فرمایا، ان میں سے چند یہ ہیں چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قرآنی آیات

وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی (پ۳۰، اللیل:۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: "اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار۔

اس آیت میں "اَتْقٰی" (یعنی سب سے بڑا پرہیز گار) سے مراد سیدنا صدیق اکبر ہیں۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں: "مفسرین کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت مبارکہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کے بارے میں نازل ہوئی۔" (التفسیرالکبیر، اللیل:۱۷، ج۱۱، ص۱۸۷)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ(۳۰) (پ۲۴، حم السجدۃ:۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنّت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

امام فخر الدین رازی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی "**تفسیر کبیر**" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے روایت ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے راہ خدا میں بہت تکلیفیں اٹھائیں لیکن دین اسلام پر صبر واستقامت کے ساتھ کاربند رہے۔

(التفسیرالکبیر، فصلت: ۳۰، ج۹، ص ۵۶۰)

جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے چالیس ہزار دینار اس طرح صدقہ کیے کہ دن میں دس ہزار، رات میں دس ہزار، چھپاکر دس ہزار اوراعلانیہ دس ہزار تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حق میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (۲۷۴) (پ۳، البقرۃ: ۲۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چُھپے اور ظاہر ان کے لیے ان کا نیگ (یعنی اجر) ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

(تفسیر روح المعانی، البقرۃ: ۲۷۴، ج۳، ص ۶۶، تفسیرخزائن العرفان، ص ۹۶)

احادیث

اے عاشقانِ رسول! اب آیئے احادیثِ مبارکہ بھی سنتے چلیئے چنانچہ اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

(۱)۔۔۔ جِسے دَوزخ سے آزاد شخص کو دیکھنا ہو وہ "ابو بکر" کو دیکھ لے۔

(معجم اوسط، ۶/ ۴۵۶، حدیث: ۹۳۸۴)

(۲)۔۔۔ ابو بکر کی محبت اور اِن کا شُکر میری تمام اُمت پر واجب ہے۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۴۴)

(۳)۔۔۔ اے ابو بکر! میری اُمّت میں سب سے پہلے جنّت میں داخل ہونے والے شخص تم ہی ہوگے (ابوداؤد، ۴/ ۲۸۰، حدیث: ۴۶۵۲)

(۴)۔۔۔ اے ابو بکر! تم آگ سے اللہ پاک کے آزاد کئے ہوئے ہو۔

(ترمذی ، حدیث:٣٦٩٩)

(٥)۔۔۔ ”اے ابوالحسن (یعنی حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:) میرے نزدیک ابو بکر کا وہی مقام ہے جو اللہ پاک کے ہاں میرا مقام ہے۔“ (الریاض النضرۃ ، ١/١٨٥)

(٦)۔۔۔ اللہ پاک نے کچھ جنّتی حُوروں کو پھولوں سے پیدا فرمایا ہے اور اُنہیں گلابی حوریں کہا جاتا ہے، اُن سے صِرف نبی یا صدیق یا شہید ہی نکاح کر سکتے ہیں اور ابو بکر کو ایسی چار سو حُوریں عطا کی جائیں گی۔ (الریاض النضرۃ ، ١ ، ص١٨٤)

(٧)۔۔۔ مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی پس میرا جس آسمان سے گزر ہوا میں نے وہاں اپنا نام لکھا ہوا پایا اور اپنے بعد ابو بکر کا نام بھی لکھا ہوا پایا۔“ (مجمع الزوائد، الحدیث:١٤٢٩٦، ج٩، ص١٩)

سُبْحٰنَ اللہ! کیا شان ہے ہمارے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی! ان شانوں کو دیکھ کر **بَرادرِ اعلیٰ حضرت**، اُستاذِ زَمن، حضرت مولانا حسن، رضا خان عَلَیہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان اپنے مجموعۂ کلام **”ذوقِ نعت“** میں اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الانبیاء، محبوبِ حبیبِ خدا، صاحبِ صِدق وصفا، حضرتِ سیّدُنا ابو بکر صِدّیق بن ابو قُحافَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شانِ صداقت نشان میں یوں رَطْبُ اللِّسان ہیں:

بَیاں ہو کس زَباں سے مرتبہ صِدّیق اَکبَر کا
ہے یارِ غار محبوبِ خدا صِدّیق اَکبَر کا

یااِلٰہی! رَحم فرما! خادِمِ صِدّیقِ اَکبَر ہوں
تِری رَحمت کے صدقے، واسِطہ صِدّیقِ اَکبَر کا

رُسُل اور اَنبیا کے بعد جو اَفضل ہو عالَم سے
یہ عالَم میں ہے کس کا مرتبہ صِدّیقِ اَکبَر کا

گدا صِدّیقِ اَکبَر کا خدا سے فضل پاتا ہے
خدا کے فضل سے ہوں میں گدا صِدّیقِ اَکبَر کا

ہوئے فاروق و عثمان و علی جب داخلِ بیعت
بنا فخرِ سلاسِل سِلسِلہ صِدّیقِ اَکبَر کا

علی ہیں اُس کے دُشمن اور وہ دُشمن علی کا ہے
جو دُشمن عقل کا دُشمن ہوا صِدّیقِ اَکبَر کا

لٹایا راہِ حق میں گھر کئی بار اِس مَحبّت سے
کہ لُٹ لُٹ کر حسنؔ گھر بن گیا صِدّیقِ اَکبَر کا

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(6)۔۔۔صدیقِ اکبر کی خصوصیات

اے عاشقانِ رسول! اللہ پاک نے ہمارے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو بہت سی خصوصیات سے نوازا ہے چنانچہ ان خصوصیات میں سے یہ بھی ہیں:

(۱)۔۔۔آپ نے حضور صَلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی ظاہری مبارک زندگی میں ۱۷ نمازیں پڑھائیں۔(شانِ صدیقِ اکبر ص ۱۱)

(۲)۔۔۔آپ ہی نے سب سے پہلے قرآن کریم کو جمع فرمایا۔(عمدۃ القاری، ۱۳/ ۵۳۴)

(۳)۔۔۔آپ سب سے پہلے حضور صَلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کیساتھ نماز پڑھنے والے

ہیں۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۵)

(۴)۔۔۔ اہلِ سنّت کا اِس پر اِتفاق ہے کہ انبیاو مرسلین (علیہم السلام) کے بعد تمام انسانوں، جنوں اور فرشتوں سے آپ اَفضل ہیں۔ (شانِ صدیقِ اکبر ص ۱۱)

(۵)۔۔۔ آپ نے اپنی مبارک زندگی کے ۴۷ سال حضور صَلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ساتھ گزارے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۸/ ۴۵۷ تسہیلا ملخصاً ملتقطاً)

(۶)۔۔۔ آپ وہ خوش نصیب ہیں کہ خود صحابی، والد صحابی، بیٹے، بیٹیاں، پوتے اور نواسے صحابی، یعنی آپ کی چار پشت صحابی بننے کا شرف پایا ہے۔ (تاریخ ابن عساکر، ۳۰/ ۱۹) آپ کے عِلاوہ یہ اِعزاز کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

(۷)۔۔۔ آپ نے سب سے پہلے مسجدُ الحرام شریف میں خطبہ دیا۔

(تاریخ ابن عساکر، رقم: ۳۳۹۸)

(۸)۔۔۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ (لمعات التنقیح، ۶/ ۵۰۰)

چمنستانِ نبوت کی بہارِ اوّل
گُلشنِ دیں کے بنے پہلے گُلِ تر صدیق

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(7)۔۔۔ صدیق اکبر کی اولیت

اے عاشقانِ صدیقِ اکبر! یقین کیجئے! اللہ پاک نے ایسی ایسی شانیں حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات میں جمع فرمادیا ہے کہ بندہ ان کو سن کر دنگ رہ جائے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ اللہ پاک نے ان کو انبیائے کرام کے بعد سب سے افضل جو کیا ہے، خصوصیات کے

ساتھ ساتھ اللہ پاک نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کئی چیزوں میں اولیت بھی عطا فرمائی ہے ۔اَوّلیات سے مراد ایسے امور ہیں جو کسی سے سب سے پہلے صادر ہوں۔

حضرتِ صدیق اکبر،عاشق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ پاک نے ۱۹ چیزوں میں اولیت نصیب فرمائی ہے چنانچہ:

(۱)سب سے پہلے دوست

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه اسلام سے پہلے بھی اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دوست تھے اور قبول اسلام کے بعد سب سے پہلا دوست ہونے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔(تاریخ مدینہ دمشق،ج۳۰،ص۴۹)

(۲)سب سے پہلے مصدق

سب سے پہلے جس شخص نے سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تصدیق کی یعنی آپ کو سچا ہی سمجھا وہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه ہیں۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب المغازی، باب ما جاء فی حضر زمزم، ج۵، ص۲۲۲)

(۳)سب سے پہلے مسلمان

سب سے پہلے بالغ مردوں میں اسلام قبول کرنے والے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه ہی ہیں۔(سنن الترمذی، کتاب المناقب، مناقب علی بن ابی طالب، الحدیث:۳۷۵۵،ج۵،ص۴۱۱)

(٤)سب سے پہلے اظہار اسلام کرنے والے

اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے پہلے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه نے اسلام کا اظہار کیا اوراس کو اعلانیہ سب کے سامنے بیان کیا جس کے سبب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه کو

بہت تکالیف بھی دی گئیں۔(تاریخ مدینۃ دمشق، ج۳۰، ص۴۹)

(۵) سب سے پہلے جامع قرآن

قرآن پاک کو سب سے پہلے جمع کرنے کا اعزاز بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی کو حاصل ہے۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب فضائل القرآن، اول من جمع القرآن، الحدیث:۱، ج۷، ص۱۹۶)

(۶) سب سے پہلے مسمی قرآن

قرآن پاک کو جمع کرکے سب سے پہلے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہی اس کو ''مُصْحَفْ'' کا نام دیا۔(الکامل فی التاریخ، ج۲، ص۲۷۴، تاریخ الخلفاء، ص۵۹)

(۷) سب سے پہلے خلیفہ

اسلام کے سب سے پہلے خلیفۂ راشد بنائے جانے کا اعزاز بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی کو حاصل ہے۔

(۸) سب سے پہلے خلیفہ پکارا گیا

حضرت سیدنا ابو بکر بن ابی ملیکہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یوں پکارا: ''یَا خَلِیْفَةَ اللہ!یعنی اے اللہ کے خلیفہ۔'' ارشاد فرمایا: ''میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی پہ راضی ہوں۔''

(مسند امام احمد، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث:۵۹، ج۱، ص۳۳)

(۹) سب سے پہلے نفقہ کی تقرری

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رعایا نے خلافت کے معاملات میں مصروفیت کے سبب آپ کا نفقہ مقرر کیا۔

(الکامل فی التاریخ، ج۲، ص۲۷۴، تاریخ الخلفاء، ص۵۹)

(۱۰) سب سے پہلے خطیب

جب آپ نے اپنے اسلام کو ظاہر فرمایا تو ایک خطبہ ارشاد فرمایا یوں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسلام کے سب سے پہلے خطیب بھی ہیں۔ (تاریخ مدینۃ دمشق، ج۳۰، ص۴۹)

(۱۱) سب سے پہلے محافظ

ابتدائے اسلام میں سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مشرکین مکہ کی طرف سے بہت تکالیف دی گئیں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مشرکین مکہ کے شر سے آپ کو بچایا یوں آپ کو پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پہلے محافظ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

(نوادر الاصول للترمذی، الاصل الثانی عشر والمائتان، ج۲، ص۷۷۷)

(۱۲) سب سے پہلے مقیم بیت المال

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی نے بیت المال قائم فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء، ص۶۰)

(۱۳) سب سے پہلے عتیق لقب پانے والے

اسلام میں سب سے پہلے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ہی عتیق لقب عطا کیا گیا۔

(الریاض النضرۃ، ج۱، ص۷۷)

(۱۴) سب سے پہلے مبلغ اسلام

دو عالم کے مالک و مختار، مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلے اسلام کی تبلیغ فرمانے کا اعزاز بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی کو حاصل ہے کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سب سے پہلے اسلام قبول فرمایا اور جس دن اسلام قبول

فرمایا اسی دن اس کی تبلیغ بھی شروع فرمادی۔ (تاریخ مدینہ دمشق، ج ۳۰، ص ۴۹)

(۱۵) سب سے پہلے معین اسلام

جانی ومالی طور پر سب سے پہلے اسلام کی معاونت کرنے والے بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی ہیں اسلام لاتے ہی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے چالیس ہزار درہم خرچ کردیے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حرف العین، عبد اللہ بن ابی قحافۃ، ج ۱، ص ۹۴، تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۶۶)

(۱۶) سب سے پہلے امیر الحج

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم، رؤفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حج کا امیر بنایا اور اسلام میں آپ ہی سب سے پہلے امیر الحج بنے ہیں۔

(الریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۱۶۳)

(۱۷) اپنے والد کی حیات ہی میں پہلے خلیفہ

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہ پہلے خلیفہ ہیں جو اپنے والد کی حیات ہی میں خلیفہ بنے اور خلافت کے امور کی باگ ڈور سنبھالی۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۶۵، الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۲۷۲)

(۱۸) حیات والد میں انتقال کرنے والے پہلے خلیفہ

اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی وہ پہلے خلیفہ ہیں جن کا انتقال ان کے والد کی حیات ہی میں ہو گیا۔ والد کی حیات ہی میں انتقال کرنے والے آپ پہلے خلیفہ ہیں۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۶۵)

(۱۹) اسلام کی سب سے پہلی مسجد بنانے والے

کفارِ مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حبشہ کی طرف

ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تو اِبْنِ دَغِنَہ کے روکنے پر دوبارہ مکہ واپس تشریف لے آئے اور گھر میں عبادت کرنے لگے۔ بعد میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد قائم فرمائی اور اس میں عبادت وریاضت شروع فرمادی یہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے گھر میں قائم فرمائی۔

(عمدۃ القاری، کتاب الکفالۃ، باب جوار ابی بکر فی عھد النبی، الحدیث:۲۲۹۷، ج۸، ص۶۶۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(8)۔۔۔صدیقِ اکبر کے تاریخی کارنامے

اے عاشقانِ صحابہ! آیئے! اب حضرتِ صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے تاریخ ساز کاموں کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں جو آپ نے سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد فرمائے:

(1)۔۔۔سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے وقت سب سے زیادہ صدمے میں ہونے کے باوجود خود بھی صبر کا دامن تھامے رکھا اور دوسروں کو بھی تلقین کی۔(فیضانِ صدیق اکبر، ص۲۹۳)

(2)۔۔۔ خلیفہ کے انتخاب کے وقت اُمَّت کو متحد رکھنے میں مثالی کردار ادا کیا۔

(مسند احمد، ج۱، ص۲۳، حدیث:۱۸)

(3)۔۔۔رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مدفن کی جگہ کے تَعَیُّن میں پیدا ہونے والے اختلاف اور میراثِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تقسیم میں رَہنُمائی فرمائی۔

(بخاری، ص۱۶۴۲، حدیث:۶۷۲۵، ۶۷۲۶) (تاریخ الخلفاء، ص۵۶)

(4)۔۔۔رومی لشکر کی سرکوبی کے لیے لشکر اسامہ کی روانگی کا جُرْأَت مندانہ فیصلہ کیا۔

(تاریخ مدینہ دمشق، ج۸، ص۶۲)

(5)۔۔۔جھوٹے مدعیانِ نبوّت (مثلاً مسیلمہ کذاب، اسود عنسی و سجاع وغیرہ)اور دیگر مرتدین اور باغیوں کے خلاف بھرپور لشکر کشی کی۔(التاریخ فی الکامل، ص۲۰۱)

(6)۔۔۔ منکرینِ زکوٰۃ کی سرکوبی فرمائی۔(مسلم، ص۳۳)

(7)۔۔۔ فتوحاتِ اسلامیہ کا آغاز کیا۔(فیضانِ صدیق اکبر، ص۴۰۳)

(8)۔۔۔مختلف اشیا پر تحریر شدہ قرآنِ کریم کی متفرق سورتوں اور آیتوں کو ایک مجموعہ کی شکل میں جمع کیا۔(بخاری، ص۱۲۹۱، حدیث:۴۹۸۶)

(9)۔۔۔ایک اور اہم انقلابی قدم یہ اٹھایا کہ مسلمانوں کو انتشار سے بچانے کے لیے اپنی وفات سے پہلے سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو امیر المؤمنین مقرّر کردیا۔

(فیضان صدیق اکبر، ص۴۳۸)

(9)۔۔۔صدیقِ اکبر کی خلافت

علامہ عبد الرحمن ابن جوزی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اپنی کتاب صفۃ الصفوہ میں حضرت علامہ ابوعبد اللہ محمد بن عمر بن واقد سہمی اسلمی واقدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ”حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیدنا سعید بن مسیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وغیرہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال مبارکہ کے دن بارہ ربیع الاول بروز پیر گیارہ

سن ہجری میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بیعت کی گئی۔"

(صفۃ الصفوۃ، ذکر خلافۃ ابی بکر، ج۱، ص ۱۳۲)

اور تمام مہاجرین و انصار صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور متفقہ طور پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پہلا "خلیفۃُ المسلمین" تسلیم کر لیا۔ (بخاری، ج۴، ص۳۴۶، حدیث: ۶۸۳۰ مفہوماً)

آپ اپنے دورِ خلافت میں اسلام دشمن قوتوں کے خلاف ڈٹے رہے، نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے بر سرِ پیکار (یعنی جنگ پر آمادہ) ہوئے اور انہیں کیفرِ کردار (یعنی کئے کی سزا) کو پہنچایا، اپنی حکمتِ عملی سے ناپختہ ذہن رکھنے والے مرتد قبائل کی سرکوبی کی، زکوٰۃ کے منکرین کے خلاف جہاد کا عَلَم (یعنی جھنڈا) بلند فرمایا اور انہیں شکست سے دوچار کیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں عراق و شام کے کئی شہر فتح ہوئے جن میں اُردن، اَجنادِین، مقامِ حِیرَہ اور دَوْمَۃُ الْجَنْدَل کی فتوحات قابلِ ذکر ہیں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(10)---صدیقِ اکبر کی کرامات

اے عاشقانِ صدیقِ اکبر! اللہ پاک نے ہمارے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو بے شمار کرامات سے بھی نوازا ہے اس ضمن میں چند کرامات ملاحظہ فرمائیں:

بیٹی پیدا ہونے کی بشارت

حضرت سیدنا عروہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے مرض وفات میں اپنی صاحبزادی اُمّ

المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "**میری پیاری بیٹی! آج تک میرے پاس جو میرا مال تھا وہ آج وارثوں کا مال ہو چکا ہے اور میری اولاد میں تمہارے دونوں بھائی عبدالرحمن و محمد اور تمہاری دونوں بہنیں ہیں لہٰذا تم لوگ میرے مال کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا۔**" یہ سن کر حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کیا کہ "ابا جان! میری تو ایک ہی بہن بی بی اسماء ہیں۔ یہ میری دوسری بہن کون ہے؟" آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ "میری زوجہ بنت خارجہ جو حاملہ ہے اس کے شکم میں لڑکی ہے وہ تمہاری دوسری بہن ہے۔"

(المُؤطّا لِلامامِ مالك، کتاب الاقضیة، باب ما لا یجوز من النحل، الحدیث ۱۵۰۳، ج ۲، ص ۲۷۰)

(تاریخ الخلفاء، ص ۶۳، حجة الله علی العالمین، الخاتمة فی اثبات کرامات الاولیاء الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملة جمیلة۔۔۔ الخ، ص ۶۱۱)

واقعی لڑکی پیدا ہوئی

اِس حدیث پاک کے تحت حضرتِ سیدنا علامہ محمد بن عبد الباقی زُرقانی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی تحریر فرماتے ہیں: چُنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام "اُمِّ کُلثُوم" رکھا گیا۔

(شرح الزرقانی علی المؤطا، کتاب الاقضیة، باب ما لا یجوز من النحل، ج ۴، ص ۶۱)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کرامات کے کیا کہنے! عشاق تو آج چودہ سو سال بعد بھی فیضان صدیق اکبر سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کرامات کے ضمن میں شیخ طریقت امیر اہلسنت بانیٔ دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مشہور زمانہ کتاب "**فیضان سنت**" جلد اول، باب فیضان بسم اللہ، ص ۴۵ سے ایک مدنی بہار پیش خدمت ہے:

صدیقِ اکبر نے مَدَنی آپریشن فرمادیا

امیرِ اہلسنت فرماتے ہیں: ایک عاشقِ رسول کا بیان اپنے انداز والفاظ میں پیش خدمت ہے: ہمارا مدنی قافلہ ایک بستی میں سنتوں کی تربیّت کے لیے حاضر ہوا تھا، مدنی قافلے کے ایک مسافِر کے سر میں چار چھوٹی چھوٹی گانٹھیں ہوگئی تھیں جن کے سبب اُن کو آدھا سِیسی (یعنی آدھے سر) کا درد ہوا کرتا تھا۔ جب درد اُٹھتا تو درد کی طرف والے چہرے کا حصّہ سیاہ پڑ جاتا اور وہ تکلیف کے سبب اِس قدر تڑپتے کہ دیکھا نہ جاتا۔ ایک رات اِسی طرح وہ درد سے تڑپنے لگے، ہم نے گولیاں کِھلا کر اُن کو سلادیا۔ صبح اُٹھے تو ہشاش بشاش تھے۔ اُنہوں نے بتایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مجھ پر کرم ہوگیا، میرے خواب میں سرکارِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بمع چار یار عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کرم فرمایا۔ سرکارِ مدینہ، قرار قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری جانب اِشارہ کرتے ہوئے حضرتِ سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: "اِس کا درد ختم کردو۔" چُنانچہ یارِ غار و یارِ مزار سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے میرا اِس طرح **آپریشن** کیا کہ میرا سَر کھول دیا اور میرے دِماغ میں سے چار کالے دانے نکالے اور فرمایا: "بیٹا! اب تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔" واقعی وہ اسلامی بھائی بالکل تندرُست ہوچکے تھے۔ سفر سے واپسی پر اُنہوں نے دوبارہ "چیک اَپ" کروایا۔ تو ڈاکٹر نے حیران ہو کر کہا: "بھائی کمال ہے! تمہارے دِماغ کے چاروں دانے غائب ہوچکے ہیں" اس پر اُس نے رو رو کر مدنی قافلے میں سفر کی برکت اور خواب کا تذکرہ کیا۔ ڈاکٹر بہت مُتاثر ہوا۔ اُس اَسپتال کے ڈاکٹروں سمیت وہاں موجود ۱۲ افراد نے ۱۲ دن کے مدنی قافلے میں سفر کی نیتیں لکھوائیں

اور بعض ڈاکٹروں نے اپنے چہرے پر ہاتھوں ہاتھ سرورِ کائنات فخر موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کی نشانی یعنی داڑھی مُبارک سجانے کی نیّت کی۔

ہے نبی کی نظر قافِلے والوں پر
آؤ سارے چلیں قافِلے میں چلو
سیکھنے سنّتیں قافِلے میں چلو
لُوٹنے رَحمتیں قافِلے میں چلو

صدیق اکبر کا گستاخ بندر بن گیا

اے عاشقانِ رسول! جہاں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت و الفت رکھنے والوں کو برکتوں سے نوازا جاتا ہے وہیں آپ کے گستاخوں کو عذابات سے دوچار کیا جاتا ہے چنانچہ:

حضرت امام مستغفری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے ثقات سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ تین آدمی ایک ساتھ یمن جارہے تھے ہمارا ایک ساتھی جو کوفی تھا وہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق و حضرت سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کی شان میں بدزبانی کررہا تھا، ہم لوگ اس کو بار بار منع کرتے تھے مگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتا تھا، جب ہم لوگ یمن کے قریب پہنچ گئے اور ہم نے اس کو نماز فجر کے لیے جگایا، تو وہ کہنے لگا کہ میں نے ابھی ابھی یہ خواب دیکھا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے سرہانے تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ **"اے فاسق! خداوند تعالٰی نے تجھ کو ذلیل وخوار فرمادیا اور تو اسی منزل میں مسخ ہوجائے گا۔"** اس کے بعد فوراً ہی اس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہو گئے اور تھوڑی ہی دیر میں اس کی صورت بالکل ہی بندر جیسی ہو گئی۔ ہم لوگوں نے نماز فجر کے بعد اس کو پکڑ کر اونٹ کے

پالان کے اوپر رسیوں سے جکڑ کر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ غروب آفتاب کے وقت جب ہم ایک جنگل میں پہنچے تو چند بندر وہاں جمع تھے۔ جب اس نے بندروں کے غول کو دیکھا تو رسی توڑ کر یہ اونٹ کے پالان سے کود پڑا اور بندروں کے غول میں شامل ہو گیا۔ ہم لوگ حیران ہو کر تھوڑی دیر وہاں ٹھہر گئے تا کہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ بندروں کا غول اس کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے تو ہم نے یہ دیکھا کہ یہ بندروں کے پاس بیٹھا ہوا ہم لوگوں کی طرف بڑی حسرت سے دیکھتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ گھڑی بھر کے بعد جب سب بندر وہاں سے دوسری طرف جانے لگے تو یہ بھی ان بندروں کے ساتھ چلا گیا۔

(شواھد النبوۃ، رکن سادس در بیان شواھد و دلایلی...الخ، ص ۲۰۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(11)...صدیقِ اکبر کا وصال

جب حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیدنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلا کر ارشاد فرمایا: ”آپ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟“ انہوں نے عرض کیا: ”حضور! جس مسئلے کے متعلق آپ مجھ سے دریافت فرمارہے ہیں اسے آپ بہتر جانتے ہیں۔“ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ”پھر بھی کچھ تو کہو۔“ عرض کیا: ”خدا کی قسم! آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں جو (اپنے بعد خلیفہ بنانے کی) رائے قائم کی ہے وہ اس سے بھی کہیں زیادہ افضل و اعلیٰ ہیں۔“ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو طلب فرمایا اور ان سے

بھی یہی پوچھا کہ "مجھے عمر فاروق کے بارے میں بتائیے۔" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: "حضور! آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں۔" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اس کے علاوہ کچھ کہو۔" حضرت سیدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: "اَللّٰھُمَّ عِلْمِیْ بِہٖ اَنَّ سَرِیْرَتَہٗ خَیْرٌ مِّنْ عَلَانِیَّتِہٖ وَاِنَّہٗ لَیْسَ فِیْنَا مِثْلُہٗ حضرت سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں میرا علم یہی ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے کہیں بہتر ہے اور ہمارے درمیان ان کی مثل کوئی نہیں ہے۔" سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیدنا سعید بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیدنا اُسید بن حضیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ ساتھ دیگر مہاجرین وانصار سے بھی مشورہ کیا۔ حضرت سیدنا اسید بن حضیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: "اَللّٰھُمَّ اَعْلَمُہُ الْخَیْرَ بَعْدَکَ، یَرْضٰی لِلرِّضَا وَیَسْخَطُ لِلسَّخَطِ الَّذِیْ یُسِرُّ خَیْرٌ مِّنَ الَّذِیْ یُعْلِنُ، وَلَنْ یَلِیَ ھٰذَا الْاَمْرَ اَحَدٌ اَقْوٰی عَلَیْہِ مِنْہُ یعنی اللہ بہتر جانتا ہے، میں آپ کے بعد انہیں سراپا خیر سمجھتا ہوں، وہ تو اچھے کام پر راضی اور برے کام پر ناراض ہوتے ہیں، جو وہ چھپا کر رکھتے ہیں، اس کی بانسبت کہیں بہتر ہے جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بانسبت کوئی بھی امر خلافت پر زیادہ مضبوط اور قوت والا ہرگز نظر نہیں آئے گا۔"

(کنزالعمال، کتاب الامارۃ والخلافۃ، خلافۃ امیر المؤمنین عمر۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۴۱۷۱، ج۳، الجزء: ۵، ص۲۶۹)

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے انتقال سے قبل مختلف اکابر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مشاورت سے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خلیفہ

منتخب فرمایا تاکہ ان کے انتقال کے بعد کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہونے پائے اور مسلمان بغیر انتشار کے اپنے معاملات کو سنبھال لیں۔

عاشقِ اکبر حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ۲۲ جُمادَی الاُخری سن ۱۳ ہجری بروز پیر شریف ۶۳ سال کی عمر میں دُنیا سے رُخصت ہوئے۔(السنن الکبری للبیہقی، ۳/۵۵۷، حدیث:۶۶۶۳)

آپ کی مدت خلافت دو سال، تین ماہ اور دس دن ہے اور بقول بعض دو سال تین ماہ ۲۶ دن ہے اور بقول بعض دو سال تین ماہ اور سات دن ہے۔ حضرت ابن اسحاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "نبیِّ کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رحلت سے ٹھیک دو سال تین ماہ اور بارہ دن اور بقول بعض دس یا بیس دن بعد آپ کی وفات ہوئی۔

(الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر وصیۃ ابی بکر، ج۳، ص۱۵۱، الریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۶۱)

بوقتِ وفات زبانِ مبارک پر آخری کلمات یہ تھے: اے پروَردگار! مجھے اِسلام پر موت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ مِلا دے۔(الریاض النضرۃ، ۱/۲۵۸)

یارسولَ اللہ! ابوبکر حاضِر ہے

وِصالِ ظاہری سے قبل فیضیابِ فیضانِ نُبُوَّت، صاحبِ فضیلت وکرامت حضرتِ سیِّدُنا صِدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **وصیَّت** فرمائی کہ میرے جنازے کو شاہِ بحرو بر، مدینے کے تاجور، حبیبِ داوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے روضۂ اَنور کے پاک دَر کے سامنے لاکر رکھ دینا اور اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہہ کر عرض کرنا: "یا رسولَ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم، ابو بکر آستانۂ عالیہ پر حاضِر ہے۔" اگر دروازہ خود بخود کُھل جائے تو اندر لے جانا ورنہ جنَّتُ البَقِیْع میں دفن کر دینا۔ جنازۂ مُبارَکہ کو حسبِ وَصِیّت جب

روضۂ اَقدس کے سامنے رکھا گیا اور عرض کیا گیا: اَلسَّلامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ الله! ابو بکر حاضِر ہے۔ یہ عرض کرتے ہی **دروازے کا تالا خود بخود کُھل گیا** اور آواز آنے لگی: اَدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ یعنی محبوب کو محبوب سے مِلا دو کہ محبوب کو محبوب کا اِشتِیاق ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۱۶۷ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

صَحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضوَان کا نہایت ادب کیجئے

اے عاشقانِ صحابہ! صدرُ الافاضل حضرتِ علامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللهِ علیه فرماتے ہیں: مُسلمان کو چاہیے کہ صَحابۂ کِرام (علیہم الرضوان) کا نہایت اَدب رکھے اور دِل میں اِن کی عقیدت و محبت کو جگہ دے۔ اِن کی محبت حُضُور (صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کی محبت ہے اور جو بد نصیب، صَحابہ (علیہم الرضوان) کی شان میں بے ادَبی کے ساتھ زَبان کھولے وہ دشمنِ خدا اور سول ہے۔ مسلمان ایسے شخص کے پاس نہ بیٹھے۔
(سوانحِ کربلا، ص ۳۱)

گستاخِ صَحابہ سے دُور رہو

حضرتِ علّامہ جلالُ الدّین سُیُوطی شافعی رحمۃ اللہِ علیہ ”شرحُ الصُّدور“ میں لکھتے ہیں: ایک شخص کی موت کا وَقت قریب آگیا تو اس سے کلمۂ طَیّبہ پڑھنے کے لیے کہا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کے پڑھنے پر قادر نہیں ہوں کیوں کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا رکھتا تھا جو مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بُرا بھلا کہنے کی تلقین کرتے تھے۔

(شَرْحُ الصُّدُور، ص ۳۸ مرکز اہلسنت برکات رضا الہند)

اے عاشقانِ صحابہ و اہلِ بیت! دوستی رکھنے کا یہ وَبال کہ مَرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہو رہا تھا تو پھر جو لوگ خود توہین کرتے ہیں اُن کا کیا حال ہو گا! لہٰذا شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سمیت تمام ہی صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے گستاخوں سے دور و نُفُور رہنا ضَروری ہے۔ صِرف عاشقانِ رسول و مُحِبّانِ صَحابہ و اولیا کی صحبت اِختیار کیجئے، ان عظیم ہستیوں کی اُلفت کا دِیا (یعنی چراغ) اپنے دِل میں روشن کیجئے اور دونوں جہاں کی بھلائیوں کے حقدار بنئے۔ اپنے بچوں کو بھی یہ سکھایئے کہ:

ہر صحابیٔ نبی۔۔۔ جنّتی جنّتی۔ حضرتِ صدیق بھی۔۔۔ جنّتی جنّتی۔ اور عمر فاروق بھی۔۔۔ جنّتی جنّتی

حضرتِ عثمان بھی۔۔۔ جنّتی جنّتی۔ فاطمہ اور علی۔۔۔ جنّتی جنّتی



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

(5) حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔فاروقِ اعظم کا تعارف و حلیہ مبارک

(2)۔۔۔فاروقِ اعظم کے اسلام لانے کا واقعہ

(3)۔۔۔فاروقِ اعظم کا مقام و مرتبہ

(4)۔۔۔فاروقِ اعظم کے بارے میں ارشاداتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(5)۔۔۔فاروقِ اعظم کی خصوصیات و اولیات

(6)۔۔۔فاروقِ اعظم کی خلافت

(7)۔۔۔فاروقِ اعظم کے تاریخی کارنامے

(8)۔۔۔فاروقِ اعظم کی کرامات

(9)۔۔۔فاروقِ اعظم کا وصال

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(5) حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ اہلبیت ! اہلبیت کی محبت میں ہم اور آپ آج نورانی و عرفانی مجلس سجائے بیٹھے ہیں اور علامہ جلال الدین سیوطی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی مایہ ناز تصنیف "الجامع الصغیر" میں حدیثِ پاک نقل فرماتے ہیں: سرکارِ مدینہ راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: زَیِّنُوْا مَجَالِسَکُمْ بِالصَّلَاۃِ عَلَیَّ "اے مسلمانو! تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پڑھ کر آراستہ کرو"۔ (الجامع الصغیر للسیوطی، ص۲۸۰، حدیث: ۴۵۸۰)

یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ محفل ہماری، مجلس ہماری، سجایا ہم نے، رقم خرچ کی ہم نے، اس کے لیے محنت کی ہم نے، ہم جیسے چاہیں، جس سے چاہیں، اپنی مجلس کو آراستہ کریں، سجائیں، زینت دیں، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیوں فرمارہے ہیں کہ تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پڑھ کر سجایا کرو؟

لوگ ہماری تعریف کریں گے

اگر ہم نے اپنی مجلس کو قمقموں سے سجایا، دنیوی زیب و زینت کی چیزوں سے سجایا تو لوگ ہماری تعریف کریں گے، کہ واہ بھائی واہ! کیا محفل سجایا ہے؟ اور اس طرح ہمارا نام ہو گا، پس اگر ہم اپنی مجلس کو دنیوی زیب و زینت سے سجاتے ہیں تو ہمارا نام ہوتا ہے مگر! اگر ہم نے اپنی مجلس کو محبوب ﷺ پر درود پڑھ کر سجائیں تو ہمیں کیا ملے گا؟

سوال کا جواب چودہ سو سال پہلے دے دیا

کیونکہ آج کا دور وہ دور ہے کہ ہر کوئی اپنا فائدہ چاہتا ہے، جس کام میں، جس چیز میں آدمی کا فائدہ ہوتا ہے وہی کرتا ہے اور جس کام میں، جس چیز میں اس کا کوئی فائدہ نہ ہو اس کو کرنے سے بچتا ہے۔ کیوں؟ کیونکہ کسی کے پاس اتنا وقت کہاں جو بے فائدہ چیزوں میں گزارے۔لہذا اگر ہم دنیوی چیزوں سے اپنی محفل و مجلس کو سجاتے ہیں تو ہمیں لوگوں کی تعریفیں ملتی ہیں لیکن اگر ہم نے اپنی محفل و مجلس کو رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھ کر سجائیں تو ہمیں کیا ملے گا؟

تو اس سوال کا جواب اللہ کے محبوب ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا کہ سنو! اگر تم نے اپنی مجلس کو دنیوی ساز و سامان اور زیب و زینت سے سجاؤ گے تو تمہیں صرف لوگوں کی تعریفیں ملیں گی، اور اگر تم نے اپنی مجلس کو مجھ پر درود پڑھ کر سجاؤ گے تو: فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ عَلَيَّ نُوْرٌ لَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "کہ تمہارا درود پڑھنا قیامت کے روز تمہارے لیے نور ہو گا۔"

اے عاشقانِ اہلبیت! ذرا قیامت کے ہوش ربا منظر کو ذہن میں لایئے کہ قیامت کا دن وہ دن ہو گا جس میں کوئی روشنی نہیں ہو گی، اندھیرا ہی اندھیرا ہو گا، چاند و سورج بے نور ہو چکے ہوں گے، روشنی میں رہنے والا، اندھیرے سے گھبرانے والا ہر کوئی روشنی تلاش کر رہا ہو گا مگر روشنی ملے کیسے؟ سورج و چاند تو بے نور ہو چکے، ہائے! ہائے! آدمی ڈر رہا ہو گا تھر تھر کانپ رہا ہو گا، نفسی نفسی کا عالم ہو گا، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں ہو گا، مزید آفت یہ کہ

سورج ایک میل پر ہو گا وہ بھی اپنے اگلے رخ کے ساتھ ہو گا، آگ برسا رہا ہو گا، گرمی سے دماغ کھول رہے ہوں گے، زمین تانبے کی ہو گی، اور قیامت کا وہ دن ۵۰ ہزار سال کا ہو گا۔" ذرا تصور کیجیے کہ ابھی سورج ہم سے کروڑوں میل دور ہے اور اس کی پیٹھ ہماری طرف ہے پھر بھی اس کی گرمی کی وجہ سے ہم مٹی کی زمین پر کھڑے نہیں ہو سکتے، اس وقت ہمارا کیا حال ہو گا! ہم کس طرح اس حالت میں تانبے کی زمین پر کھڑے ہو سکیں گے جبکہ پاؤں میں چپل اور بدن پر لباس بھی نہیں ہو گا۔ اعلیٰ حضرت مجدِدِ دین و ملت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان اپنے نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" میں قیامت کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

راہ پُرخار ہے کیا ہونا ہے
پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے

روشنی کی ہمیں عادت اور گھر
تیرہ و تار ہے کیا ہونا ہے

اس کڑی دُھوپ کو کیوں کر جھیلیں
شعلہ زَن نار ہے کیا ہونا ہے

چھپ کے لوگوں سے کیے جس کے گناہ
وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے

ارے او مجرم بے پَروا دیکھ
سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے

کام زِنداں کے کیے اور ہمیں
شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے

ان کو رَحم آئے تو آئے ورنہ
وہ کڑی مار ہے کیا ہونا ہے

کیوں رضاؔ کُڑھتے ہو ہنستے اُٹھو
جب وہ غفّار ہے کیا ہونا ہے

لیکن جس نے دنیا میں اپنی مجلس و محفل کو، چاہے وہ شادی کی محفل ہو یا منگنی کی محفل ہو، بچے کی پیدائش کی محفل ہو یا کسی کے موت کی محفل ہو، خوشی کی محفل ہو یا غمی کی محفل ہو، جس نے اپنے محفل و مجلس کو مدینے والے آقا ﷺ پر درود پڑھ کر سجایا ہو گا، قیامت کے اس ہوش ربا ماحول میں اس کا یہ درودِ پاک پڑھنا اس کے لیے نور یعنی روشنی ہو گا، قیامت کی مصیبتوں سے چھٹکارے کا سبب بنے گا۔ اللہ اکبر!

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مداح الحبیب، مولانا محمد جمیل الرحمٰن علیہ رحمۃ المنان اپنے نعتیہ دیوان "قبالۂ بخشش" میں لکھتے ہیں:

پائیں مرادیں دونوں جہاں میں
جس نے پکارا نامِ محمد

دونوں جہاں میں دنیا و دیں میں
ہے اِک وسیلہ نامِ محمد

مومن کو کیوں ہو خطرہ کہیں پر
دل پر ہے کندہ نامِ محمد

روزِ قیامت میزان و پل پر
دے گا سہارا نامِ محمد

اپنے جمیلؔ رضوی کے دل میں
آ جا سما جا نامِ محمد

اے عاشقانِ رسول! ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نام ہمیں دونوں جہان میں کام آئے گا۔ ان شاء اللہ

کتنا بڑا صلہ ملے گا

یہاں پر ایک بات اور ذہن نشین کرنے والی ہے کہ دنیوی زیب و زینت سے سجائی جانے والی مجلس پر لوگوں کی تعریف چند لمحے کی ہوں گی، یا چند دن، یا چند مہینے یا چند سال کی، یعنی لوگوں کی جانب سے ملنے والا صلہ اور بدلہ بہت جلد ختم ہو جائے، کچھ دن بعد لوگ ہمیں اور ہماری مجلس و محفل کو بھول جائیں گے، مگر اللہ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھنے کا صلہ

پچاس ہزار سال تک نور کی صورت میں ملتا رہے گا، کیونکہ قیامت کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا۔ اللہ اکبر! (الجامع الصغیر للسیوطی، ص۲۸۰، حدیث:۴۵۸۰)

اے عاشقانِ صحابہ و اہلبیت! جب درودِ پاک ہمارے لیے اتنا فائدہ مند ہے تو ہم کیوں نہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، ہر وقت ہر گھڑی درود و سلام پڑھیں۔ اعلیٰ حضرت کے بھائی جان، مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الحنان اپنے نعتیہ دیوان "ذوقِ نعت" میں لکھتے ہیں:

دنیا و آخرت میں جب میں رہوں سلامت
پیارے پڑھوں نہ کیونکر تم پر سلام ہر دم

کوئی نہیں ہے میرا میں کس سے داد چاہوں
سلطانِ بندہ پرور تم پر سلام ہر دم

کیا خوف مجھ کو پیارے نارِ جحیم سے ہو
تم ہو شفیعِ محشر تم پر سلام ہر دم

اپنے گدائے در کی لیجے خبر خدارا
کیجے کرم حسنؔ پر تم پر سلام ہر دم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ رسول! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، ماہِ محرم الحرام کی پر بہار رونقیں ہیں اور آج ہم خلیفۂ دوم، امیرُ الْمُؤمِنِین، حامیٔ دینِ متین، مُحبُّ المسلمین، غَیظُ

المنافِقین، امامُ العادِلین، حضرتِ سیّدُنا عُمَر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مبارک سیرت کے متعلق درج ذیل چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے:

(1)۔۔۔فاروقِ اعظم کا تعارف وحلیہ مبارک

(2)۔۔۔فاروقِ اعظم کے اسلام لانے کا واقعہ

(3)۔۔۔فاروقِ اعظم کا مقام ومرتبہ

(4)۔۔۔فاروقِ اعظم کے بارے میں ارشاداتِ مصطفی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(5)۔۔۔فاروقِ اعظم کی خصوصیات واولیات

(6)۔۔۔فاروقِ اعظم کی خلافت

(7)۔۔۔فاروقِ اعظم کے تاریخی کارنامے

(8)۔۔۔فاروقِ اعظم کی کرامات

(9)۔۔۔فاروقِ اعظم کا وصال

(1)۔۔۔فاروقِ اعظم کا تَعارُف

فاروقِ اعظم کی پیدائش

اے عاشقانِ فاروقِ اعظم! عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے، یوں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تاریخ ولادت ۵۸۳ عیسوی تقریباً ۴۰ سال قبل ہجرت ہے۔ حضرت سیّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عام الفیل کے ڈھائی سال بعد پیدا ہوئے یوں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سیّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عمر میں تقریباً ساڑھے دس سال چھوٹے ہیں اور سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چونکہ عام

الفیل کے سال دنیا میں تشریف لائے یوں فاروقِ اعظم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عمر میں تقریباً تیرہ سال چھوٹے ہیں۔(اسد الغابة، عمربن خطاب، ج۴، ص۱۵۷ ماخوذا)

دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام دونوں میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نام ''عمر ''ہی رہا۔ ''عمر '' کے معنی ہیں ''آباد رکھنے والا ''یا ''آباد کرنے والا''۔حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سبب چونکہ اسلام آباد ہونا تھا اس لیے اللہ پاک نے پہلے ہی آپ کو ''عمر ''نام عطا فرمادیا اور اسلام آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سبب آباد ہوا لہٰذا آپ اسم بامسمّٰی ہیں۔

''انسانی زندگی کی مدت ''کو بھی ''عمر'' کہتے ہیں یعنی ''جسم کی آبادی کا زمانہ'' ۔ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا عہدِ خلافت چونکہ اِسلام کی آبادی کا زمانہ ہے اِس اعتبار سے بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اِسم بامسمّٰی ہوئے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۸، ص۳۶۰، ریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۷۲)

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نام آسمانوں میں ''فاروق ''انجیل میں ''کافی ''تورات میں ''مَنْطَقُ الْحَق''اور جنت میں ''سراج ''ہے۔(ریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۷۳)

بارگاہِ رسالت سے عطا کردہ نام

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے فرماتی ہیں:

''سَمّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عُمَرَ الْفَارُوْقَ یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نام ''فاروق ''رکھا۔

(تھذیب الاسماء، عمر بن الخطاب، ج۲، ص۳۲۵)

فاروقِ اعظم کی کنیت

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کنیت ''ابو حفص'' ہے اگرچہ آپ کی اولاد میں سے کسی کا نام ''حفص'' نہیں ہے۔

(مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر مناقب ابی حذیفہ، ج۴، ص۲۳۹، حدیث:۵۰۴۲ ملتقطا)

بدر کے دن اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اسی کنیت سے پکارا تھا۔ عربی زبان میں ''حفص'' شیر کے بچے کو کہتے ہیں، اسی لیے شیر کی کنیت ''ابو حفص'' ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی چونکہ اسلام کے شیر ہیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قبولِ اسلام سے لے کر وصالِ ظاہری تک جتنا فائدہ آپ کی ذات سے اِسلام کو ہوا اِتنا کسی اور خلیفہ یا حاکم سے نہ ہوا اِس وجہ سے آپ کی یہ کنیت آپ پر کلیۃً صادق آتی ہے اور آپ کو ''ابو حفص'' کہا جاتا ہے۔

(مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب الثانی، ص۱۴)

فاروقِ اعظم کا نسب

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نسب کچھ یوں ہے: ''عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قُرْط بن رَزَاح بن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی۔'' کعب بن لوئی پر جاکر نویں پشت میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نسب دو عالم کے مالِک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نسب سے جا ملتا ہے۔ (اسد الغابۃ، عمر بن خطاب، ج۴، ص۱۵۶)

آسمانوں میں آپ کا نام ''فاروق'' ہے:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں مسجد میں بیٹھا

جبریل امین سے باتیں کر رہا تھا کہ اچانک عمر بن خطاب آ گئے۔ جبریل امین نے کہا: "یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا یہ آپ کے بھائی عمر تو نہیں ہیں؟ "میں نے کہا: "جی ہاں۔ اور اے جبریل! کیا زمین کی طرح آسمانوں میں بھی ان کا کوئی خاص نام ہے؟ "جبریل بولے: "اِنَّ اِسْمَهٗ فِی السَّمَاءِ اَشْهَرُ مِنْ اِسْمِهٖ فِی الْاَرْضِ اِسْمُهٗ فِی السَّمَاءِ فَارُوْقٌ وَفِی الْاَرْضِ عُمَرُ۔ یعنی یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آسمانوں میں جو ان کا نام ہے وہ زمین کی نسبت زیادہ مشہور ہے، زمین میں ان کا نام عمر ہے اور آسمانوں میں ان کا نام فاروق ہے۔"

(ریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۷۳)

جنتی درخت کے پتوں پر آپ کا نام فاروق لکھا ہے

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ دو عالم کے مالِک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ مَا عَلَيْهَا وَرَقَةٌ اِلَّا مَكْتُوْبٌ عَلَيْهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اَبُوْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ عُمَرُ الْفَارُوْقُ عُثْمَانُ ذُو النُّوْرَيْنِ۔ یعنی جنت میں ایک درخت ہے جس کے ہر پتے پر یہ لکھا ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں، ابو بکر صدیق ہیں، عمر فاروق ہیں، عثمان ذوالنورین ہیں۔"

(معجم کبیر، مجاهد عن ابن عباس، ج۱۱، ص۶۳، حدیث: ۱۱۰۹۳)

قیامت میں آپ کو "فاروق" نام سے پکارا جائے گا

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحِیْم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قیامت کے دن اپنا اور صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا

مقام بیان فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: ''قیامت میں یوں ندا آئے گی ''عمر فاروق ''کہاں ہیں ؟ '' چنانچہ انہیں حاضر کیا جائے گا تو اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: ''اے ابو حفص! تمہیں مبارک ہو، یہ ہے تمہارا اعمال نامہ، چاہو تو اسے پڑھ لو یا نہ پڑھو کیونکہ میں نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔'' (ریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۷۳)

فاروقِ اعظم کا حلیہ مبارک

اے عاشقانِ فاروقِ اعظم! آیئے اب آپ کو حضرت عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا حلیہ مبارک بتاؤں کہ آپ کیسے تھے ؟ چنانچہ آپ کے حلیہ مبارک کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کی رنگت بہت سفید تھی بلکہ ایسی سفید تھی جیسے چونا ہوتا ہے اور لگتا تھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جسمِ مبارک میں خون ہی نہیں ہے۔''

(معرفۃ الصحابۃ، معرفۃ نسبۃ الفاروق، معرفۃ صفۃ عمر، ج۱، ص۶۹، الرقم: ۱۷۰، الملتقطا، ریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۷۴)

حضرت سیّدُنا ذر بن حبیش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور اکثر لوگوں نے یہی بیان کیا ہے کہ '' کَانَ عُمَرُ طَوِیْلًا جَسِیْماً یعنی امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لمبے قد والے اور بھاری جسم والے تھے۔'' چند لوگوں میں جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دیگر لوگوں کو اوپر سے دیکھ رہے ہیں۔

(معرفۃ الصحابۃ، معرفۃ نسبۃ الفاروق، معرفۃ صفۃ عمر، ج۱، ص۶۹ الرقم: ۱۷۰،)

(ریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۷۴، تاریخ الخلفاء، ص۱۰۳)

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آنکھیں سرخ یعنی لال اور رخسار بہت ہی پتلے اور کمزور تھے۔

(معرفۃ الصحابۃ، معرفۃ نسبۃ الفاروق، معرفۃ صفۃ عمر، ج۱، ص۶۹، الرقم: ۱۷۰)

حضرت سیِّدُنا ابو عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ "کَانَ کَثُّ اللِّحْیَۃِ یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی داڑھی مبارکہ گھنی و گھنگریالی تھی۔" (الاستیعاب، عمربن الخطاب، ج۳، ص۲۳۶، الرقم: ۱۸۹۹)

(2)۔۔۔فاروقِ اعظم کے اسلام لانے کا واقعہ

اے عاشقانِ صحابہ و اہلبیت! ذکرِ فاروقِ اعظم ہو رہا ہے اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے چنانچہ:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے باہر نکلے، گلی سے گزر رہے تھے کہ قبیلہ بنوزہرہ کے ایک شخص سے سامنا ہو گیا، اس نے پوچھا: "اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟" کہا: "میں محمد بن عبد اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔" اس نے کہا: "اگر تم نے محمد بن عبد اللہ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو شہید کر دیا تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے تمہیں کیسے امن حاصل ہو گا؟" سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: "لگتا ہے تم بھی اپنا دین تبدیل کر کے مسلمان ہو گئے ہو؟" اس نے کہا: "اے عمر! کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں؟ تمہاری بہن اور تمہارے بہنوئی دونوں تمہارا دین چھوڑ کر مسلمان ہو چکے ہیں۔" یہ سننا تھا کہ مزید طیش میں آ گئے اور اپنے بہن و بہنوئی کے گھر کی طرف چل پڑے۔ آپ کی بہن حضرت سیدتنا اُمِّ جمیل فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی حضرت سیِّدُنا سعید بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گھر میں اس وقت حضرت سیِّدُنا خباب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی موجود تھے اور دونوں کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے، جیسے ہی انہیں سیِّدُنا فاروقِ اعظم

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے آنے کی خبر ہوئی تو فوراً چھپ گئے۔ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسے ہی اندر آئے تو پوچھا: ”مجھے کچھ پڑھنے کی بھنبھناہٹ آرہی تھی، تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟“ دونوں نے جواب دیا: ”ہمارے مابین تو کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔“ آپ نے فرمایا: ”مجھے لگتا ہے کہ تم دونوں اپنا دین ترک کرچکے ہو۔“ آپ کے بہنوئی بولے: ”کیا حق تمہارے عقیدہ کے برخلاف نہیں ہے؟“ یہ سنتے ہی آپ اپنے بہنوئی پر جھپٹ پڑے اور انہیں خوب مارا پیٹا۔ آپ کی بہن غضب ناک ہو کر بولیں: ”اے عمر! حق وہ نہیں جو تمہارا عقیدہ ہے، اور سن لو میرا اعلان یہ ہے: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ جب آپ پر حق واضح ہونے لگا تو پوچھا: ”جو کتاب تم لوگ پڑھ رہے تھے میرے پاس لاؤ، میں بھی پڑھنا چاہتا ہوں۔“ بہن نے کہا: ”اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ تم وضو یا غسل کرلو پھر اسے پڑھ سکتے ہو۔ آپ نے اٹھ کر وضو کیا، اور پھر قرآن پاک کی سورۂ طٰہٰ پڑھنا شروع کردی۔ جیسے جیسے قرآن پاک پڑھتے گئے اسلام کی محبت دل میں اترتی گئی۔ کہنے لگے: ”مجھے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس لے چلو۔“ حضرت سیّدُنا خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو چھپے بیٹھے تھے جب یہ سنا تو باہر نکل آئے اور بولے: ”اے عمر! تمہیں بشارت ہو مجھے یقین ہے کہ تم ہی اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا کا ثمر ہو کیونکہ جمعرات کی رات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسلسل یہی دعا فرماتے رہے ہیں: اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ اَوْبِعَمْرِوبْنِ الْهِشَامِ یعنی اے اللہ! دین اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (یعنی ابو جہل) کے ساتھ عزت عطا فرما۔“ حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ

رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دنوں صفا پہاڑی کے دامن میں واقع دارِ ارقم کے اندر جلوہ فرما تھے۔ حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہاں آئے تو دروازہ پر حضرت سیِّدُنا امیر حمزہ، حضرت سیِّدُنا طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان موجود تھے۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آمد کا سن کر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان گھبرا گئے۔ حضرت سیِّدُنا امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اگر عمر اچھی نیت سے آرہا ہے اور اللہ نے اس کی سلامتی چاہی تو بچ جائے گا، ورنہ اس کا قتل کوئی بڑی بات نہیں۔" اس وقت صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان صحن میں اور حضور نبیِّ پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آگے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باہر تشریف لائے اور سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گریبان اور تلوار کی حمائل پکڑ کر ارشاد فرمایا: "اے عمر! کیا تم اس وقت باز آؤ گے جب ولید بن مغیرہ کی طرح اللہ تمہاری ذلت میں آیت نازل فرمائے گا۔" پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں دعا فرمائی: "اے اللہ! عمر کو راہِ اسلام نصیب فرما۔ اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے، اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔" یہ سننا تھا کہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بے ساختہ پکار اٹھے: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں۔" اور اسلام قبول کر لیا۔

(مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب استقامۃ فاطمۃ علی الاسلام، ج۵، ص۷۹، حدیث:۲۹۸۱ ملخصا)

ہے بے شک سب سے اونچا مرتبہ فاروقِ اعظم کا

ہے ایسا رُعب ایسا دبدبہ فاروقِ اعظم کا

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قبول اسلام کے تین دن بعد ایمان لائے۔ تاریخ کے اعتبار سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ماہ ذوالحجہ ۶ بعثت نبوی (بمطابق ۶۱۷ عیسوی جمعرات) کو عین جوانی کی حالت میں مشرف بااسلام ہوئے۔

(طبقات کبری، عمر بن الخطاب، ج۳، ص۲۰۴)

ایک روایت میں ہے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **۳۹** مردوں کے بعد، خاتَمُ الْمُرْسَلِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دُعا سے اِعلانِ نُبُوَّت کے چھٹے سال میں ایمان لائے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور اُن کو بَہُت بڑا سہارا مل گیا یہاں تک کہ حُضُور رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر **حَرَمِ محترم میں اِعْلانیہ نَماز ادا فرمائی۔**

(کراماتِ فاروقِ اعظم ص۵)

(3)۔۔۔فاروقِ اعظم کا مقام و مرتبہ

اے عاشقانِ صحابہ و اہلبیت! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شان اور مقام و مرتبہ بہت ہی بلند و بالا ہے یہاں تک کہ آپ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم آیاتِ فضیلت: یعنی وہ آیات جو مطلقاً آپ کی فضیلت میں نازل ہوئیں۔ پھر اس میں وہ آیات بھی شامل ہیں جو شیخین یعنی حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق و سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا دونوں کے حق میں نازل ہوئیں یا حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں بھی نازل ہوئیں۔

(۲) دوسری قسم آیات موافقات: یعنی وہ آیات جو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رائے کی موافقت میں نازل ہوئیں۔ ان دونوں قسموں کی مجموعی آیات کی تعداد ۴۱ ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

فضیلت پر آیات

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ دو عالم کے مالِک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ۳۹ لوگ ایمان لا چکے تھے۔ پھر حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

(۱)۔۔۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ۱۰، الانفال: ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔

(معجم کبیر، احادیث عبد اللہ ابن عباس، ج۱۲، ص۴۷، حدیث: ۱۲۴۷۰)

(۲)۔۔۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ۲۸، التحریم: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تو بیشک اللہ ان کا مدد گار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''آیت مبارکہ کا یہ حصہ ''صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' خاص طور پر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں نازل ہوا۔ (در منثور، پ۲۸، التحریم، تحت الآیۃ: ۴، ج۸، ص۲۲۳)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''اِنَّ فِی الْقُرْآنِ لَقُرْآناً مِنْ رَاْیِ عُمَرَ یعنی یقیناً قرآن پاک میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رائے کے موافق احکام موجود ہیں۔''

(سیرۃ حلبیہ، باب الھجرۃ الاولی الی ارض الحبشۃ۔۔۔الخ، ج۱، ص۴۷۴)

مقامِ ابراہیم کو مصلّٰے بناؤ

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا کہ تین باتوں میں ربّ تعالیٰ کی طرف سے میری موافقت ہوئی (ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ) میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: ''لَوِاتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاھِیمَ مُصَلًّی یعنی یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر ہم مقامِ ابراہیم کو مُصَلّٰی (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) بنائیں (تو کیسا رہے گا؟)'' تو اللہ نے یہی آیتِ مبارکہ میری تائید میں نازل فرما کر مقامِ ابراہیم کو مُصَلّٰی بنانے کا حکم ارشاد فرمادیا:

(۳)۔۔۔وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی (پ۱، البقرۃ: ۱۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

(بخاری، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی القبلۃ۔۔۔الخ، ج۱، ص۱۵۸، حدیث: ۴۰۲ ملتقطا)

مسلمان عورتوں کو پردے کا حکم

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: ''اِنَّ نِسَاءَكَ

یَدْخُلُ عَلَیْهِمُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ لَوْ اَمَرْتَ اُمَّهَاتَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْحِجَابِ یعنی یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ حاضر آتے ہیں، پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم امہات المؤمنین کو حجاب میں رہنے کا حکم دیں۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی موافقت میں یہ آیت حجاب نازل ہو گئی:

(۴)۔۔۔یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ۲۲،الاحزاب:۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ”اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منھ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ لاتدخلوا۔۔۔الخ، ج۳، ص۳۰۴، حدیث:۴۷۹۰)

بغیر اجازت گھروں میں داخلے کی ممانعت

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رات کے وقت آرام فرمارہے تھے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا خادم آپ کے کمرے میں داخل ہوا۔ آپ چونکہ نیند کی حالت میں تھے لہٰذا بدن سے کچھ کپڑا ہٹا ہوا تھا ایسی حالت میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو غلام کا بلا اجازت داخل ہونا اچھا نہ لگا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رب تعالی کی بارگاہ میں یوں دعا کی: اَللّٰهُمَّ حَرِّمِ الدُّخُوْلَ عَلَیْنَا فِیْ وَقْتِ نَوْمِنَا یعنی یا اللہ! ہمارے سونے کے اوقات میں بلا اجازت داخلہ حرام فرمادے۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی موافقت میں یہ آیت مبارکہ نازل ہو گئی:

(۵)۔۔۔یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ-ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (پ۱۸، النور:۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ”اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔“

(ارشاد الساری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الاحزاب، باب قولہ: لاتدخلوا۔۔۔الخ، ج۱۰، ص۵۹۶، تحت الحدیث: ۴۷۹۰)

اے عاشقانِ رسول! دیکھا آپ نے اللہ پاک کی بارگاہ میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا کیسا مقام و مرتبہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اب اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین بھی سنتے چلیئے چنانچہ اللہ پاک کے آخری نبی، مکی مدنی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

(4)۔۔۔فاروقِ اعظم کے بارے میں ارشاداتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)۔۔۔مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رَجُلٍ خَيْرٍ مِّنْ عُمَرَ یعنی حضرت **عُمَر** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بہتر کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔ (ترمذی ج۵ ص۳۸۴ حدیث ۳۷۰۴)

تَرجُمانِ نبی ہم زبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

(۲)۔۔۔آسمان کے تمام فرشتے حضرت **عُمَر** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عزّت کرتے ہیں اور زمین کا ہر شیطان ان کے خوف سے لرزتا ہے۔ (تاریخ دمشق ج۴۴ ص۸۵)

(۳)۔۔۔لَا یُحِبُّ اَبَا بَکْرٍ وَّ عُمَرَ مُنَافِقٌ وَلَا یُبْغِضُهُمَا مُؤمِنٌ یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مُؤمِن **مَحَبَّت** رکھتا ہے اور مُنافِق ان سے بُغْض رکھتا ہے۔(تاریخ دمشق ج۴۴، ص۲۲۵)

(۴)۔۔۔عُمَرُ سِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّةِ یعنی حضرت **عُمَر** (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه **اَہلِ جنّت** کے **چَراغ ہیں**۔(مَجْمَعُ الزَّوائِد ج۹ص۷۷حدیث ۱۴۴۶۱)

(۵)۔۔۔هٰذَا رَجُلٌ لَّا یُحِبُّ الْبَاطِلَ یہ یعنی حضرت عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه وہ شخص ہے جو باطِل کو پسند نہیں کرتے۔(مُسندِ امام احمد ج۵ ص۳۰۲حدیث ۱۵۵۸۵)

(۶)۔۔۔رِضَا اللهِ رِضَا عُمَرَ وَرِضَا عُمَرَ رِضَا اللهِ یعنی اللہ کی رضا حضرت **عُمَر** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کی رضا ہے اور حضرت **عُمَر** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کی رضا اللہ پاک کی رضا ہے۔
(جَمْعُ الْجَوامِع لِلسُّیُوطی ج۴ص۳۶۸حدیث ۱۲۵۵۶)

(۷)۔۔۔اِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ یعنی "اللہ پاک نے **عُمَر** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا۔"(تِرمِذی ج۵ ص۳۸۳حدیث ۳۷۰۲)

(5)۔۔۔فاروقِ اعظم کی خصوصیات واولیات

سُبْحٰنَ اللہ! کیا شان ہے ہمارے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی۔ اے عاشقانِ رسول! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کی ذات مبارکہ میں بھی کئی ایسی خصوصیات ہیں جو کسی اور میں نہیں پائی جاتیں یا اگر پائی بھی جاتی ہیں تو مشہور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه کی ذات سے ہی ہیں۔ ان میں سے چند خصوصیات آپ کے سامنے بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں چنانچہ:

فاروقِ اعظم مُرادِ رسول

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ مُرادِ رسول ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اللہ کی بارگاہ سے مانگا ہے۔ چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ دو عالم کے مالِک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رب کی بارگاہ میں امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے یوں دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّۃً یعنی اے اللہ! خصوصاً عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔'' (ابن ماجه، کتاب السنة، فضل عمر رضی الله عنه، ج۱، ص۷۷، حدیث:۱۰۵)

فاروقِ اعظم کے قبولِ اسلام پر فرشتوں کی خوشی

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ آپ کے قبول اسلام پر فرشتوں نے بھی خوشیاں منائیں، آپ کے قبول اسلام کے بعد جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لَقَدِ اسْتَبْشَرَ اَھْلُ السَّمَآءِ بِاِسْلَامِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ یعنی حضرت سیّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسلام لانے پر آسمان والے ایک دوسرے کو خوشخبری دے رہے ہیں۔ (ابن ماجه، کتاب السنة، فضل عمر، ج۱، ص۷۶، حدیث:۱۰۳)

فاروقِ اعظم کی اعلانیہ ہجرت مدینہ

جب کفار مکہ کا ظلم و ستم حد سے بڑھا تو مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنا شروع کر دیا، تمام مسلمان تقریباً چھپ کر ہجرت کرتے تھے تاکہ کفار کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں لیکن امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ خصوصیت

ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِعلانیہ مدینہ منورہ ہجرت کی۔

(تهذيب الاسماء، عمر بن الخطاب، ج۲، ص۳۲۶)

میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہ واحد خلیفہ ہیں جن کے بارے میں رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لَوْ کَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور وہ عمر ہوتے۔'' آپ کے علاوہ کسی خلیفہ کے لیے یہ فرمان جاری نہ ہوا۔ (ترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی حفص۔۔۔ الخ، ج۵، ص۳۸۵، حدیث:۳۷۰۶)

فاروقِ اعظم سے شیطان کی گھبراہٹ

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ہیبت سے شیطان بھی ڈرتا ہے، بلکہ جس راستے سے آپ گزرتے ہیں شیطان وہ راستہ ہی تبدیل کرلیتا ہے۔ شیطان آپ کی آہٹ سے بھی بھاگ جاتا ہے۔ (فیضانِ فاروقِ اعظم، جلد اول، ص۷۱۴)

فاروقِ اعظم کی وفات پر اسلام روئے گا

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال پر اسلام رویا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل امین نے مجھے بتایا: ''لَیَبْکِ

الإِسْلَامُ عَلَى مَوْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ یعنی اسلام حضرت عمر کی وفات پر روئے گا۔"

(معجم کبیر، سن عمرو وفاتہ۔۔۔الخ، ج۱، ص۶۷، حدیث: ۶۱)

اے عمر! ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہ صحابی ہیں کہ ایک بار آپ کہیں سفر پر گئے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بذاتِ خود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے کا فرمایا۔ چنانچہ حضرت سیّدُنا سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "ایک بار میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عمرہ کی اجازت مانگی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ یعنی اے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھول جانا۔" (ابو داود، کتاب الوتر، باب الدعا، ج۲، ص۱۱۴، حدیث:۱۴۹۸)

اور ترمذی شریف میں یہ الفاظ ہیں: "اَیْ اَخِیْ اَشْرِکْنَا فِیْ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا یعنی اے میرے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا کہیں بھول نہ جانا۔"

(ترمذی، احادیث شتی، باب من ابواب الدعوات، ج۵، ص۳۲۹، حدیث:۳۵۷۳)

اَوَّلیاتِ فاروقِ اعظم

اے عاشقانِ صحابہ واہلبیت! یہ تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خصوصیات تھی اب ان کی اولیت بھی سنیئے:

"اَوَّلِیَات" جمع ہے "اَوَّل" کی اور "اَوَّل" اس کام کو کہتے ہیں جو کسی شخص سے

سب سے پہلے صادر ہو۔ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قبولِ اسلام سے اُن کے وصال ظاہری تک کئی ایسے معاملات ہیں جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اَوّلیات ہیں ۔ نیز بروز قیامت بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو چند اَوّلیات حاصل ہوں گی ۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اَوّلیات کی کل تعداد ۶۴ ہے، ان تمام اَوّلیات کو درج ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱)۔۔۔**ذاتی اوّلیات:** یعنی اُن اَوّلیات کا ذکر جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ذاتی اُمور سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۲)۔۔۔**مذہبی اوّلیات:** یعنی اُن اَوّلیات کا ذکر جو مذہبی اُمور سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۳)۔۔۔**فلاحی اوّلیات:** یعنی اُن اَوّلیات کا ذکر جو رَفاہ عامہ اور فلاحی اُمور سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۴)۔۔۔**اِدارتی اوّلیات:** یعنی اُن اَوّلیات کا ذکر جو شعبہ جات کے قیام سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۵)۔۔۔**معاشی اوّلیات:** یعنی اُن اَوّلیات کا ذکر جو سلطنت کے معاشی اُمور سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۶)۔۔۔**جنگی اوّلیات:** یعنی اُن اَوّلیات کا ذکر جو جنگی وفوجی اُمور سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۷)۔۔۔**اخروی اوّلیات**: یعنی اُن اَوّلیات کا ذکر جو روز قیامت آپ کو حاصل ہوں گی۔

(۱)۔۔۔سب سے پہلے کفار کے سامنے اپنا اسلام ظاہر کرنے والے۔

(۲)۔۔۔سب سے پہلے صدیق اکبر کی بیعت کرنے والے۔

(۳)۔۔۔سب سے پہلے امیر المؤمنین کا لقب پانے والے۔

(۴)۔۔۔سب سے پہلے قاضی بننے والے۔

(۵)۔۔۔سب سے پہلے "دُرَّہ" بنانے والے۔

(۶)۔۔۔سب سے پہلے ہجری تاریخ کی ابتدا کرنے والے۔

(۷)۔۔۔سب سے پہلے راتوں کو دورہ کرنے والے۔

(6)۔۔۔فاروقِ اعظم کی خلافت

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے انتقال سے قبل مختلف اکابر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مشاورت سے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خلیفہ منتخب فرمایا تاکہ ان کے انتقال کے بعد کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہونے پائے اور مسلمان بغیر انتشار کے اپنے معاملات کو سنبھال لیں۔

عاشقِ اکبر حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ۲۲ جُمادَی الاُخریٰ سِن ۱۳ ہجری بروز پیر شریف کو عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری پر فائز ہوئے۔

(السنن الکبری للبیہقی، ۳/۵۵۷، حدیث: ۶۶۶۳)

خلافت فاروق اعظم تاریخ کے آئینے میں

۱۳ ہجری بمطابق ۶۳۴ عیسوی:	سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ۵۳ سال کی عمر میں منصب خلافت پر فائز ہوئے۔
۱۳ ہجری بمطابق ۶۳۴ عیسوی:	خلیفہ بننے کے بعد آپ نے پہلا خطبہ دیا۔
۱۳ ہجری تا ۱۸ ہجری:	خلافت کے ابتدائی چھ سال میں مکمل ملک شام فتح ہو گیا۔
۱۳ ہجری تا ۱۶ ہجری:	عراق اور اطراف کے دیگر کئی علاقے فتح ہوئے۔
۱۴ ہجری بمطابق ۶۳۵ عیسوی:	دمشق، بعلبک، بصرہ اور وائلہ فتح ہوئے۔
۱۴ ہجری بمطابق ۶۳۵ عیسوی:	لوگوں کو باجماعت نماز تراویح ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔
۱۵ ہجری بمطابق ۶۳۶ عیسوی:	طبریہ کے علاوہ پورا اُردن فتح ہوا۔
۱۵ ہجری بمطابق ۶۳۶ عیسوی:	اسی سال جنگ یرموک اور جنگ قادسیہ جیسی عظیم جنگیں لڑی گئیں۔
۱۵ ہجری بمطابق ۶۳۶ عیسوی:	فتح بیت المقدس کے لیے ملک شام تشریف لے گئے۔
۱۵ ہجری بمطابق ۶۳۶ عیسوی:	بیت المقدس اور اس سے متصل کئی علاقے فتح ہوئے۔

۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی:	سیّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوفہ بسایا۔
۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی:	ذمہ داران ودیگر لوگوں کے وظائف وتنخواہیں مقرر فرمائیں۔
۱۵ہجری بمطابق ۶۳۶عیسوی:	وظائف کے اجراء کے لیے دیوان قائم فرمائے۔
۱۶ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی:	اہواز اور مدائن جیسے علاقے فتح ہوئے۔
۱۶ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی:	سیّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایوان کسریٰ میں جمعہ پڑھایا۔
۱۶ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی:	سرزمین عراق پر پہلا جمعہ ادا کیا گیا۔
۱۶ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی:	جنگ جلولاء کا معرکہ پیش آیا جس میں یزدجرد بن کسریٰ کو شکست ہوئی۔
۱۶ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی:	تکریت، قنسرین، حلب، انطاکیہ اور منبج جیسے علاقے فتح ہوئے۔
۱۷ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی:	شہر بصرہ وکوفہ کی تعمیر وآبادکاری کی گئی۔
۱۷ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی:	آپ نے جہاد کی نیت سے ملک شام کا سفر اختیار فرمایا۔
۱۷ہجری بمطابق ۶۳۷عیسوی:	ملک شام میں "جابیہ" کے مقام پر تاریخی خطبہ

	ارشاد فرمایا۔
۱۷ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی:	سیّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سپہ سالار کے عہدے سے معزول کر دیا۔
۱۷ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی:	سیّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سپہ سالار کے عہدے سے معزول کر دیا۔
۱۷ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی:	سیّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسجد حرام کی توسیع فرمائی۔
۱۷ہجری بمطابق ۶۳۷ عیسوی:	ہجری تاریخ کا نفاذ فرمایا۔
۱۸ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی:	ملک شام کے بعض علاقے حلوان وغیرہ فتح ہوئے۔
۱۸ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی:	موصل اور اس کے اطراف کے علاقے فتح ہوئے۔
۱۸ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی:	طاعون عمواس میں اسلامی لشکر کی خیر خواہی کے لیے ملک شام تشریف لے گئے۔
۱۸ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی:	مدینہ منورہ اور اطراف کے علاقوں میں شدید قحط پیدا ہو گیا۔
۱۸ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی:	''عام الرمادہ'' میں رعایا کی بے مثال خیر خواہی

فرمائی۔

۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی: مختلف علاقوں سے متاثرین قحط سالی کے لیے امداد منگوائی گئی۔

۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی: ملک مصر سے مدینہ منورہ واطراف کے متاثرین کے لیے امدادی سامان کی درآمد۔

۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی: سیّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وسیلے سے بارش کی دعا فرمائی۔

۱۹ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی: مصر اور اس سے متصل کئی علاقے فتح ہوئے۔

۱۹ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی: دریائے نیل آپ کے حکم سے ہمیشہ کے لیے جاری ہو گیا۔

۱۹ ہجری بمطابق ۶۳۹ عیسوی: مسجد نبوی میں معینہ توسیع فرمائی۔

۲۰ ہجری بمطابق ۶۴۰ عیسوی: اسی سال یہودیوں کو خیبر اور نجران سے جلاوطن کر دیا گیا۔

۲۰ ہجری بمطابق ۶۴۰ عیسوی: اسی سال خیبر اور وادی قریٰ کو تقسیم کر دیا گیا۔

۲۱ ہجری بمطابق ۶۴۱ عیسوی: اسکندریہ اور برقہ علاقے فتح ہوئے۔

۲۱ ہجری تا ۲۳ ہجری: ایران اور اس کے کئی علاقے فتح ہوئے۔

۲۲ ہجری بمطابق ۶۴۲ عیسوی: آذربائیجان، دینور، اسبذان اور ہمدان فتح

ہوئے۔

۲۲ہجری بمطابق ۶۴۲عیسوی: مغربی طرابلس، رے، عسکر اور قوص فتح ہوئے۔

۲۳ہجری بمطابق ۶۴۳عیسوی: مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر جنگ نہاوند میں موجود اسلامی لشکر کی مدد فرمائی۔

۲۳ہجری بمطابق ۶۴۳عیسوی: کرمان، سجستان، اصبہان و نواحی علاقے فتح ہوئے۔

۲۳ہجری بمطابق ۶۴۳عیسوی: اُمہات المؤمنین کے ساتھ آخری حج ادا فرمایا۔

۲۳ہجری بمطابق ۶۴۳عیسوی: آپ کو خنجر کے وار کر کے شدید زخمی کر دیا گیا۔

۲۳ہجری بمطابق ۶۴۳عیسوی: نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے مجلس شوریٰ قائم فرمائی۔

۲۴ہجری بمطابق ۶۴۳عیسوی: مختلف وصایا و نصیحتوں کے بعد ایک محرم الحرام میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

(فیضانِ فاروقِ اعظم، جلد دوم، ص۸۱۰۔۸۱۲)

(7)۔۔۔فاروقِ اعظم کے تاریخی کارنامے

عمر فاروقِ اعظم کے تاریخ ساز کارنامے

اے عاشقانِ رسول! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ذات گرامی، پیکر جلالت، مجموعۂ عظمت اور ایک تاریخ ساز شخصیت ہے۔ ہزاروں لوگ ایسے گزرے کہ جن کی شخصیت کو تاریخ نے اس طرح بیان کیا کہ لوگوں کے سامنے صرف

وہ شخصیت ہی رہی، لوگ اُسی شخصیت کے گرد گھومتے رہے، لیکن سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شخصیت ایسی ہے جس کا تذکرہ پڑھتے ہی ایسے لگتا ہے گویا اسلام کے ہر ہر گوشے سے کسی نے پردہ اٹھادیا ہو۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شخصیت کسی ایک پہلو کی ترجمان نہیں، پورے عالم اسلام کی ترجمان ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شخصیت تو وہ ہے کہ جن کی تائید میں قرآن پاک نازل ہوا، جن کے مناقب خود اللہ کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیان فرمائے، جن کے اوصاف خود صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بیان فرمائے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حیات طیبہ کسی افسانے کا نام نہیں بلکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ، ہر کارنامہ حقیقی، واقعی اور تاریخ اسلامی کا ایک عظیم باب ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ہر پیغام واقدام رشد وہدایت کا بہترین نصاب ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اقوال وافعال دینی ودنیوی محاسن کا ایک بہترین مجموعہ ہیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عظمتوں اور رفعتوں کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے اپنے تو اپنے اغیار بھی اسلام دشمنی کے باوجود آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہوئے چنانچہ:

مشہور عیسائی مؤرخ وتجزیہ نگار ”Michael H. Hart“ (مائیکل ایچ ہارٹ) نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے: ”The 100 Ranking of Most Influential People in History“ (یعنی تاریخ کی ۱۰۰، اہم ترین شخصیات) اس کتاب میں اس نے پوری دنیا کی ان سو شخصیات کی حیات پر مختصر تبصرہ کیا ہے جنہوں نے تاریخ اور دنیا کے نظام کو سب سے زیادہ متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی تاریخ اور دیگر انسانوں کی روزمرہ زندگی

پر بھی بہت گہرا اثر ڈالا۔ ان سو شخصیات میں سب سے پہلے اس نے اللہ کے پیارے رسول محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر کیا اور ۵۲ نمبر پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عاشق حقیقی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ کیا۔

اے عاشقانِ رسول! اب میں آپ کے سامنے امیرُ المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فَارُوقِ اَعْظَم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے چند تاریخ ساز کارنامے بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں لہٰذا بڑے توجہ کے ساتھ سنیئے:

(1)۔۔۔ہجری تاریخ کا آغاز کیا۔ (تہذیب الاسماء، ج۲، ۱۰)

(2)۔۔۔خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جمعِ قرآن کا مشورہ دیا۔ (بخاری، ص۱۲۹۱، حدیث:۴۹۸۶)

(3)۔۔۔مُعاشرتی جرائم کی روک تھام کیلیے مُخْتَلِف شعبہ جات قائم کرکے اسلامی سزاؤں کانَفاذ کیا۔ (فیضانِ فاروق اعظم، ج۲، ص۳۹۵ماخوذاً، تفسیر بغوی، ج۱، ص۲۶۹، تہذیب الاسماء، ج۲، ص۳۳۲ملخصاً)

(4)۔۔۔کسی کو حاکم مُقَرَّر کرتے تو اُس کے اَثاثہ جات کی تفصیل لکھ لیتے۔(طبقات ابن سعد، ج۳، ص۲۳۳) اور حکمرانوں کی بازپُرس بھی فرمایا کرتے۔ (الزہد لھنّاد، ص۴۱۵)

(5)۔۔۔اَہْلِ عِلْم اور اَہْلِ رائے پر مُشْتَمِل ایک مجلسِ شوریٰ بنائی جس میں تمام ملکی و قومی مسائل زیرِ بحث لائے جاتے اور اتفاقِ رائے سے فیصلے کئے جاتے ۔ (فیضانِ فاروق اعظم، ج۲، ص۱۹۴ماخوذاً)

(6)۔۔۔عدالتی نِظام کو اِسْتِحکام بخشا اور مُخْتَلِف علاقوں میں جج مُقَرَّر فرمائے۔

(فیضانِ فاروق اعظم، ج۲، ص۱۹۴ ماخوذاً)

(7)۔۔۔باقاعدہ تراویح کی جَمَاعَت قائم کروائی۔ (بخاری، ص۵۲۵، حدیث:۲۰۱۰)

(8)۔۔۔آپ کی کوشش سے نَمازِ جَنازہ کی ۴ تکبیرات پر اِجماع ہوا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج۳، ص۱۸۶، حدیث:۳۰)

(9)۔۔۔تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مُقَرَّر فرمائی (الاوائل للعسکری، ص۱۷۷)

(10)۔۔۔ائمّہ و مُؤَذِّنین، مُعَلِّمِین و مُدَرِّسِین کے مشاہرے مقرر فرمائے۔

(تاریخ بغداد، ج۲، ص۹۷، الرقم:۴۶۰)

(11)۔۔۔متفرق لوگوں حتی کہ پیدا ہونے والے بچوں کے وَظائف بھی مُقَرَّر فرمائے۔ (طبقات ابن سعد، ج۳، ص۲۱۴، البدایۃ والنہایہ، ج۴، ص۱۴۵)

(12)۔۔۔باقاعدہ بیت المال جس میں مال جمع کر کے حساب کتاب بھی رکھا گیا، وہ آپ کے عہدِ خلافت میں ہی قائم ہوا۔ (فیضان فاروق اعظم، ج۲، ص۴۸۷ ماخوذاً)

(13)۔۔۔آپ کے عہدِ خلافت میں ۱۰۳۶ شہر مع مضافات فتح ہوئے، ۴۰۰۰ مساجد کی تعمیر ہوئی، ۹۰۰ منبر تیار ہوئے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۵۶۰)

(14)۔۔۔ویران اور بے آباد زمینوں کی آباد کاری کے لیے نئے احکام جاری کئے۔ (فیضانِ فاروق اعظم، ج۲، ص۸۰۷ ماخوذاً)

(15)۔۔۔کئی نئے شہر بسائے، مثلاً علم و فن کا مرکز رہنے والا شہر کوفہ بھی آپ کے دورِ خلافت میں بسایا گیا۔ (تلقیح فہومِ اہل الاثر، ص۳۳۷، فیضان فاروق اعظم، ج۲، ص۷۹۴)

(16)۔۔۔مَردم شُماری کروائی۔ (تاریخ طبری، ج۲، ص۵۷۰)

(17)۔۔۔یتیم بچوں کی پرورش کا اِنتِظام کیا۔ (موطا امام مالک، ص۲۶۰، حدیث:۱۴۸۲)

(18)۔۔۔راستوں میں مُسافر خانے اور غلے کے گودام بنوائے جن سے مسافروں کی مدد کی جاتی۔ (طبقات کبری، ج۳، ص۲۱۴)

(19)۔۔۔ مُختَلِف شہروں میں بھی مہمان و مسافر خانے بنوائے۔ (فتوح البلدان، ص۳۹۱)

(20)۔۔۔ خبر رسانی کا نِظام پختہ کیا۔ (تاریخ طبری، ج۲، ص۴۹۱)

(21)۔۔۔ عُمّال (گورنرز) کیلیے حکومتی اقدامات مُتَعَیَّن فرمائے۔ (ازالۃ الخلفاء، ج۳، ص۲۳۱)

(22)۔۔۔ اِحتساب مکتب بنایا۔ (فیضان فاروق اعظم، ج۱، ص۴۴۷)

(23)۔۔۔ خراج کی وصولی کیلیے جنگلوں اور پہاڑوں کی پیمائش کروائی۔ (طبقات کبریٰ، ج۳، ص۲۱۴)

(24)۔۔۔ اِسلامی سِکّے رائج فرمائے۔ (النقود الاسلامیہ للمقریزی، ص۴)

(25)۔۔۔ حربی تاجروں کو بشرطِ عُشر دارالاسلام میں مسلمانوں کے ساتھ تجارت کی اِجازَت عطا فرمائی۔ (کتاب الخراج لابی یوسف، ص۱۳۵)

(26)۔۔۔ اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کیلیے چھ رُکنی مجلسِ شوریٰ قائم فرمائی۔ (مسلم، ص۲۰۷، حدیث:۵۶۷)

(8)۔۔۔فاروقِ اعظم کی کرامات

اے عاشقانِ رسول! بارگاہِ نُبُوَّت سے فیضیاب، آسمانِ رِفعت کے دَرَخشاں ماہتاب حضرتِ سیِّدُنا عُمَر بن خَطّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ عاشقِ اکبر حضرتِ سیِّدُنا صِدِّیق اَکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بعد تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اَفضل ہیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عَنْہ صَاحِبُ الْکَرامات اور جامِعُ الْفَضائِل وَالْکَمالات ہیں۔ ربِّ کائنات نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیگر خُصُوصِیّات کے ساتھ ساتھ بہت سی کرامات کا تاجِ فضیلت دے کر دوسروں سے ممتاز فرمادیا۔ چنانچہ:

دریائے نیل کے نام خط

دعوتِ اسلامی کے اِشاعَتی اِدارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ **۱۹۲** صفْحات پر مشتمل کتاب، "**سَوانحِ کربلا**" صَفْحہ **۵۶ تا ۵۷** پر **صدرُ** الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدّین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی تحریر فرماتے ہیں: جس کا خُلاصہ کچھ یوں ہے: جب مصر فتح ہوا تو ایک روز **اہلِ مصر** نے حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی: اے امیر! ہمارے **دریائے نیل** کی ایک رَسْم ہے جب تک اُس کو ادا نہ کیا جائے دریا جاری نہیں رہتا۔ انہوں نے اِستفسار فرمایا: کیا؟ کہا: ہم ایک کَنواری لڑکی کو اُس کے والِدَین سے لے کر عمدہ لباس اور نفیس زیور سے سجا کر **دریائے نیل** میں ڈالتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: **اسلام** میں ہر گز ایسا نہیں ہو سکتا اور اسلام پُرانی واہیات رَسموں کو مٹاتا ہے۔ پس وہ رَسْم موقوف رکھی (یعنی روک دی) گئی اور دریا کی روانی کم ہوتی گئی یہاں تک کہ لوگوں نے وہاں سے چلے جانے کا قَصْد (یعنی ارادہ) کیا، یہ دیکھ کر حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیرُالْمُؤمِنِین خلیفۂ ثانی حضرت سیِّدُنا عُمَر بن خَطّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں تمام واقعہ لکھ بھیجا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب میں تحریر فرمایا: تم نے ٹھیک کیا بے شک **اسلام** ایسی رسموں کو مٹاتا

ہے۔ میرے اس خط میں ایک رُقعہ ہے اس کو **دریائے نیل** میں ڈال دینا۔ حضرت سیّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جب امیرُالْمُؤمِنِین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا خط پہنچا اور انہوں نے وہ رُقعہ اس خط میں سے نکالا تو اُس میں لکھا تھا: ”(اے دریائے نیل!) اگر تُو خود جاری ہے تو نہ جاری ہو اور اللہ تَعَالٰی نے جاری فرمایا تو میں واحِد وقَہّار سے عرض گزار ہوں کہ تجھے جاری فرمادے۔ “حضرت سیّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ رُقعہ **دَریائے نیل** میں ڈالا ایک رات میں سولہ گز پانی بڑھ گیا اور یہ رَسْم مِصر سے بالکل موقوف (یعنی ختم) ہو گئی۔ (العظمۃ لابی الشیخ الاصبہانی ص۳۱۸ رقم ۹۴۰)

چاہیں تو اِشاروں سے اپنے، کایا ہی پلَٹ دیں دُنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی، سردار کا عالَم کیا ہو گا

اے عاشقانِ رسول! اِس رِوایَت سے معلوم ہوا کہ امیرُالْمُؤمِنِین حضرتِ سیّدُنا عُمَر فاروقِ اعظَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حُکمرانی کا پرچم دریاؤں کے پانیوں پر بھی لہرا رہا تھا اور دریاؤں کی رَوانی بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نافرمانی نہیں کرتی تھی۔ نگاہِ نُبُوّت سے فیض وبرکت یافتہ، بارگاہِ رِسالت سے تعلیم و تربِیّت یافتہ حضرتِ سیّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حُسنِ ایمان کی بَرَکات تھیں، ربِ کائنات نے **اَہلِ مِصر** کو اِس بُری رَسْم سے نَجات عطا فرمائی۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!		صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

صدائے فاروقی اور مسلمانوں کی فتح یابی

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃُ المدینہ کی مَطبُوعہ ۳۴۶ صفحات پر مُشْتَمِل کتاب **"کراماتِ صحابہ"** صَفْحَہ ۴۷ پر شیخ الحدیث حضرتِ علّامہ مولانا عبد المصطفی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی تحریر فرماتے ہیں جس کا خُلاصہ کچھ یوں ہے: امیرُ الْمُؤمِنِین، حامیٔ دینِ متین، مُحبُّ المسلمین، غَیظُ المنافِقین، امامُ العادِلین، حضرتِ سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرتِ سیِّدُنا سارِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک لشکر کا سِپہ سالار (یعنی کمانڈر) بناکر سرزمینِ "نَہاوَنْد" میں جِہاد کے لیے رَوانہ فرمایا۔ سپہ سالارِ لشکرِ اسلامیہ حضرتِ سیِّدُنا سارِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کُفّارِ نابَکار سے برسرِ پَیکار تھے کہ وزیرِ رسولِ انور حضرتِ سیِّدُنا عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسجدِ نَبَوِیِ الشَّرِیف عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مِنبرِ اَطہر پر خُطبہ پڑھتے ہوئے اچانک اِرشاد فرمایا: "**یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل** یعنی اے سارِیہ! پہاڑ کی طرف پیٹھ کرلو۔" حاضِرینِ مسجد حیران رہ گئے کہ لشکرِ اسلام کے سِپہ سالار حضرتِ سارِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تو مدینۂ مُنَوَّرہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً سے سینکڑوں مِیل دُور سرزمینِ **"نَہاوَنْد"** میں مصروفِ جِہاد ہیں، آج امیرُ الْمُؤمِنِین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُنہیں کیونکر اور کیسے پکارا؟ اِس اُلجھن کی تشفّی تب ہوئی جب وہاں سے فاتِحِ **نَہاوَنْد** حضرتِ سیِّدُنا سارِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا قاصِد (یعنی نمایندہ) آیا اور اُس نے خبر دی کہ میدانِ جنگ میں کُفّارِ جفاکار سے مُقابلے کے دَوران جب ہمیں شِکَست کے آثار نظر آنے لگے، اِتنے میں آواز آئی: "**یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل** یعنی اے سارِیہ! پہاڑ کی طرف پیٹھ کرلو۔"

حضرتِ سیِّدُنا سارِیَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: یہ تو امیرُالْمُؤمِنِین، خلیفۃ المسلمین حضرتِ سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آواز ہے اور پھر فوراً ہی اپنے لشکر کو پہاڑ کی طرف پُشت (یعنی پیٹھ) کر کے صَف بندی کا حُکم دے دیا، اِس کے بعد ہم نے کُفّارِ بداطوار پر زور دار یلغار کر دی تو ایک دم جنگ کا پانسہ پلَٹ گیا اور تھوڑی ہی دیر میں اسلامی لشکر نے کُفّار کی فوجوں کو روند ڈالا اور عَساکِرِ اسلامِیہ (یعنی اسلامی فوج) کے قاہِرانہ حملوں کی تاب نہ لا کر لشکرِ اَشرار میدانِ کارزار سے راہِ فِرار اختیار کر گیا اور **افواجِ اسلام نے فتحِ مبین کا پرچم لہرادیا۔** (دَلَائِلُ النُّبُوَّۃِ لِلْبَیْہَقِی ج۶ ص ۳۷۰، تاریخ دمشق لابن عساکِر ج ۴۴ ص ۳۳۶)

مُراد آئی مُرادیں ملنے کی پیاری گھڑی آئی
ملا حاجت روا ہم کو درِ سلطانِ عالَم سا

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ رسول! آج کچھ لوگ دینِ اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تمہارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تمام علوم کا علم تھا تو ہوائی جہاز اور آجکل کی ایجادات کا علم مسلمانوں کو کیوں نہیں سکھایا؟

لہٰذا اس اعتراض کا جواب بھی سن لیجئے: یقیناً ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ پاک نے تمام علوم سے نوازا ہے اب آپ دیکھیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کون سا انٹر نیٹ تھا، موبائل تھا، شہرِ مدینہ سے شہر نہاوند میں ہونے والی جنگ کو دیکھ بھی رہے ہیں اور اپنی آواز پہنچا بھی رہے ہیں۔

(9)---فاروقِ اعظم کا وصال

اے عاشقانِ رسول! ۲۳ہجری کے ذوالحجۃ الحرام کی ۲۶ تاریخ کی نَمازِ فَجر میں ایک بدبخت ابولُؤلُؤفیروز نامی (مجوسی یعنی آگ پوجنے والے) کافِر نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر خنجر سے وار کیا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ زَخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے تیسرے دن ایک محرم الحرام ۲۴ ہجری کو شرفِ شہادَت سے مُشرَّف ہوگئے۔ بوقتِ شہادت عُمُر شریف **۶۳** برس تھی۔ آپ کے بڑے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے غسل دیا اور حضرتِ سیِّدُنا صُھَیْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نَمازِ جنازہ پڑھائی اور گوہرِ نایاب، فیضانِ نُبُوَّت سے فَیضیاب خلیفۂ رسالت مآب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ روضۂ مُبارَکہ کے اندر یکم مُحَرَّمُ الْحرام ۲۴ ہجری اتوار کے دن حضرتِ سیِّدُنا صِدّیقِ اَکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پہلوئے اَنور میں مَدفون ہوئے جو کہ سرکارِ انام صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پہلوئے پاک میں آرام فرما ہیں۔(الرّیاض النضرۃ فی مناقِب العَشرۃ ج ۱ ص ۲۸۵،۴۰۸،۴۱۸، تارِیخُ الْخُلَفاء ص۱۰۸ وغیرہ)

اللہ پاک کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حِساب مغفِرت ہو۔

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلَّم

ابولؤلؤ کا فاروقِ اعظم پر قاتلانہ حملہ

آپ کی شہادت کا واقعہ کچھ یوں منقول ہے: کہ ایک بار سیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک غلام کے بارے میں سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بتایا جو کئی ہنر جانتا تھا، آپ نے اسے مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ سیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس سے ماہانہ سو ۱۰۰ درہم لیا کرتے تھے۔ اس نے بارگاہِ فاروقِ اعظم میں حاضر

ہو کر شکایت کی تو آپ نے اس سے پوچھا: ”تم کیا کام کرتے ہو؟ “اس نے کہا: ”چکیاں بناتا ہوں۔ “فرمایا: ”اپنے مالک کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ “

بعض روایات میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”یہ درہم تمہارے لیے زیادہ نہیں ہیں کیونکہ اس علاقے میں تم ہی چکیاں بنانا جانتے ہو، تمہارے علاوہ یہ کام کوئی نہیں جانتا۔“ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہی اِرادہ تھا کہ بعد میں سیّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس کے معاملے میں تخفیف کرنے کا فرمائیں گے لیکن اسے یہ بات سخت ناگوار گزری اور اس نے آپ سے انتقام لینے کا سوچ لیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے اپنے لیے چکی بنانے کا فرمایا تو اس نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا: ”میں تمہارے لیے ایسی چکی بناؤں گا جسے ہمیشہ لوگ یاد رکھیں گے۔ “یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”اس غلام نے مجھے ابھی دھمکی دی ہے۔ “بہر حال ابولؤلؤ نے وہاں سے جانے کے بعد ایک دومنہ اور تیز دھار والا خنجر تیار کیا، پھر اسے زہر آلود کر کے رکھ لیا۔

بعض روایات میں یوں ہے کہ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے گھر سے جب نماز فجر کے لیے نکلتے تو راستے میں لوگوں کو نماز کے لیے جگاتے ہوئے آتے، ابولؤلؤ راستے میں ہی چھپا ہوا تھا اور اس نے موقع دیکھ کر آپ پر خنجر کے تین قاتلانہ وار کر دیے جو مہلک ثابت ہوئے۔ جبکہ بعض روایات میں یوں ہے کہ سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اعلان فرماتے: ”اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ یعنی اپنی صفیں

سیدھی کرلو۔" پھر نماز شروع کرتے۔ ابولؤلؤ بھی صف میں موجود تھا، جیسے ہی سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نماز شروع کی تو اس نے آپ پر اس خنجر سے حملہ کیا اور تین شدید وار لگائے۔ آپ زخمی حالت میں نیچے تشریف لے آئے۔

(تاریخ ابن عساکر، ج۴۴، ص۴۱۱، طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۶۲)

قاتل نے خودکشی کرلی

ابولؤلؤ آپ کو زخمی کرکے بھاگ کھڑا ہوا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اس کتے کو پکڑو، اس نے مجھے قتل کردیا ہے۔" پوری مسجد میں شور برپا ہوگیا، لوگ اس کے پیچھے بھاگے تو اس نے تقریباً بارہ افراد کو زخمی کردیا، جن میں سے چھ ۶ افراد بعد میں شہید ہوگئے، ایک صاحب نے اس پر کپڑا ڈال کر اسے دبوچ لیا۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ اب میں فرار نہیں ہوسکتا تو اس نے اسی خنجر سے اپنے آپ کو قتل کردیا۔

(طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۵۹)

جب سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شدید زخمی ہوگئے تو سیّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختصر سورتیں پڑھ کر تمام لوگوں کو نمازِ فجر پڑھادی اور سیّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو گھر لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: "میرے لیے کسی طبیب کو لاؤ۔" ایک طبیب کو لایا گیا اس نے پوچھا: "آپ کو کیا چیز پسند ہے؟" فرمایا: "نبیذ۔" جب آپ کو نبیذ پلایا گیا تو وہ زخموں کے ذریعے باہر آگیا، لوگوں نے یہ سمجھا کہ شاید زخموں سے خون وغیرہ نکلا ہے۔ لہٰذا انہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دودھ پلایا تو وہ بھی زخموں سے باہر آگیا۔ طبیب نے کہا: "میرے خیال میں یہ شام تک زندہ نہ رہ سکیں گے، آپ لوگوں نے جو معاملات

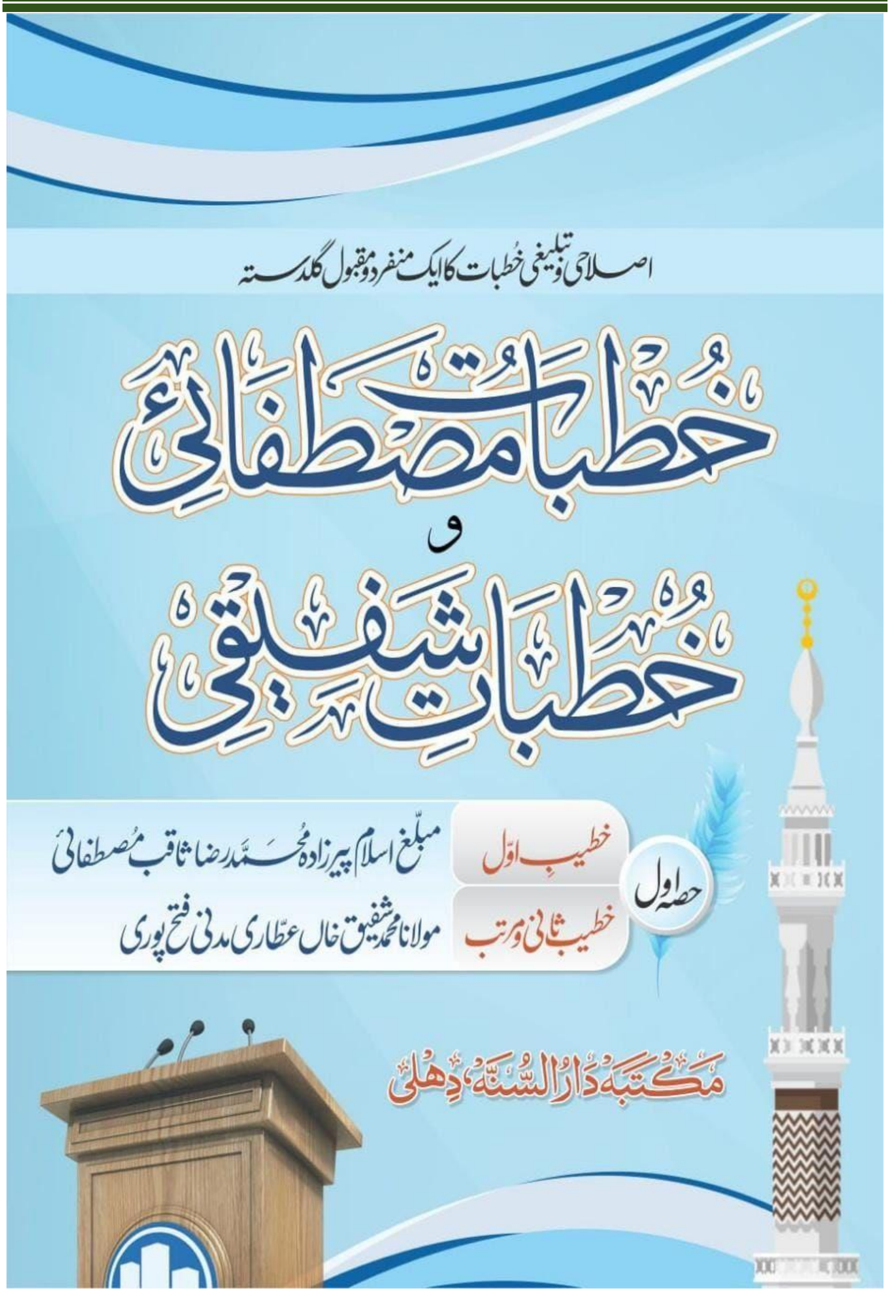
کرنے ہیں کر لیں۔" (طبقات کبری، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص۲۵۹)

انتخابِ خلیفہ کے لیے مجلس شوریٰ کا قیام

جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کو آپ کے بیٹے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سمیت مختلف لوگوں کے خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے منع فرمادیا۔

جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو فرمایا: "اگر میں خلیفہ نہ مقرر کروں تو بھی سنت پر عمل ہوگا اور مقرر کردوں تو بھی سنت پر عمل ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خلیفہ مقرر نہ فرمایا اور سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خلیفہ مقرر فرمایا۔ "مولا علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت پر عمل کریں گے۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ نے کوئی خلیفہ مقرر نہ فرمایا بلکہ خلیفہ کے تقرر کے لیے چھ ٦ جید اور اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر مشتمل مجلس شوریٰ قائم فرمائی۔ جن میں حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شامل تھے۔

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قصة بیعة۔۔ ج۲، ص۵۳۳، حدیث: ۳۷۰۰)


اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ
خطباتِ مصطفائی
و
خطباتِ شفیقی
خطیبِ اول
مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی
حصہ اول
خطیبِ ثانی و مرتب
مولانا محمد شفیق خاں عطاری مدنی فتح پوری
مکتبہ دار السنہ، دہلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ		وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(6) حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔ عثمانِ غنی کا تعارف و حلیہ مبارک

(2)۔۔۔ عثمانِ غنی کے اسلام لانے کا واقعہ

(3)۔۔۔ عثمانِ غنی کا مقام و مرتبہ

(4)۔۔۔ عثمانِ غنی کے بارے میں ارشاداتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

(5)۔۔۔ عثمانِ غنی کی خصوصیات و اولیات

(6)۔۔۔ عثمانِ غنی کی سخاوت

(7)۔۔۔ عثمانِ غنی کی خلافت

(8)۔۔۔ عثمانِ غنی کے تاریخی کارنامے

(9)۔۔۔ عثمانِ غنی کی کرامات

(10)۔۔۔ عثمانِ غنی کا وصال

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(6) حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْف وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ صحابہ و اہلبیت! آج ہم اور آپ جس دور سے گزر رہے ہیں وہ دور ترقی کا دور کہلاتا ہے کہ نئی نئی چیزیں بنائی جارہی ہیں، سال کا کام مہینوں میں، مہینوں کا کام دنوں میں، دنوں کا کام گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا کام پل بھر میں کئے جارہے ہیں۔ آج ایسی ترقی کا دور ہے کہ ہر کوئی لگا ہوا ہے، اس خیال سے کہ کہیں میں دوسروں سے پیچھے نہ رہ جاؤں۔

مگر میں آپ کے سامنے ایک بات رکھنا چاہتا ہوں کہ لوگوں کا ترقی حاصل کرنے کے باوجود اگر جائزہ لیا جائے تو ہر کوئی پریشان ہے۔ دن رات کمانے کے باوجود گھر کے اخراجات پورے کرنا ایک دشوار کام بن گیا ہے۔ آدمی دن رات اپنی حاجتوں کو پورا کرنے کا پلان بناتا ہے مگر کامیاب نہیں ہو پارہا۔ کہا جاتا ہے پہلے گھر میں کم کھانا پکتا تھا بہت سارے لوگ کھا لیتے تھے اور اب بہت سارا کھانا پکتا ہے مگر کم لوگ بھی نہیں کھا پارہے ہیں۔ یعنی یوں کہہ لیجئے کہ آج ہمارے گھروں سے برکت اُٹھتی جارہی ہے۔ مال و اسباب کی کثرت ہے مگر برکت نہیں ہے۔ کثرت الگ چیز ہے اور برکت الگ چیز ہے۔ آدمی کی کامیابی کثرت سے

نہیں ہے بلکہ آدمی کی کامیابی برکت سے ہے کہ جس کو برکت مل جائے اس کا تھوڑا ہی بہت ہو جاتا ہے۔

اے عاشقان رسول! بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آج ہر کوئی اپنے دل میں اپنی حاجت لیے گھوم رہا ہے کہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے، میری یہ آرزو پوری ہو جائے، میری یہ تمنا پوری ہو جائے، مگر وہ حاجت، وہ آرزو اور وہ تمنا پوری ہونے کا نام نہیں لیتی۔ غریب چاہتا ہے میں امیر ہو جاؤں، امیر چاہتا ہے میں سب سے بڑا امیر بن جاؤں۔ پیدل چلنے والا چاہتا ہے میں پیدل نہ چلوں بلکہ میرے پاس سائیکل ہو جائے۔ سائیکل والا چاہتا ہے کب تک پیڈل مار مار کر تھکتا رہوں گا کاش! میرے پاس موٹر سائکل ہو جائے۔ موٹر سائکل والا چاہتا ہے یار فیملی ممبر بڑھ گئے ہیں اب کار ہونی چاہیئے۔ الغرض ہر کسی کی کوئی نہ کوئی حاجت ہے، کوئی نہ کوئی آرزو ہے، کوئی نہ کوئی تمنا ہے۔ مگر وہ حاجت، وہ آرزو، وہ تمنا پوری ہو جائے بہت مشکل ہے۔ ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں:

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

یہ تو دنیا کی حاجتوں کا بیان ہے آگے بڑھیں تو آخرت کی بھی حاجتیں ہیں اگرچہ ہم ان حاجتوں کے بارے میں نہیں سوچتے۔ سکرات و موت کا معاملہ، سوالاتِ قبر اور عذابِ قبر کا معاملہ، قیامت میں اٹھائے جانے کا معاملہ، حساب و کتاب کا معاملہ، پل صراط سے گزرنے کا معاملہ، جنت و دوزخ میں داخل ہونے کا معاملہ۔ یہ بھی ہماری حاجتوں میں شامل

ہیں، ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان سب سے ہمیں دوچار ہونا ہے۔

اے عاشقانِ رسول! آج کی اس نورانی محفل کے صدقے میں آپ کو ایک ایسا وظیفہ بتاتا ہوں جس کی برکت سے آپ کی ایک حاجت نہیں، دو حاجت نہیں، تین حاجت نہیں، پانچ، دس، بیس اور پچاس حاجت نہیں بلکہ سو حاجتیں پوری ہو جائیں گی۔ اور یہ تجربہ کیا ہوا عمل ہے۔ الحمد للہ ایک بار جمعہ کے دن مسجد میں بیان کے دوران سگِ عطار نے یہ عمل بیان کیا تو صرف بیان کی برکت سے اسی دن دنیا کی کئی حاجتیں پوری ہو گئیں۔ لہٰذا خوب توجہ سے سنیئے:

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت علاّمہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رَضوی دَامَت بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنے رسالے "سیّدی قُطبِ مدینہ "میں بحوالہ جَمْعُ الْجَوامِعُ اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ایک حدیثِ پاک نقل فرماتے ہیں کہ:

سلطانِ دوجہان، مدینے کے سلطان، رَحمتِ عالَمیان، سرورِ ذیشان صَلَّی اللہ تَعالیٰ عَلیہ واٰلہٖ و سلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: جو مجھ پر جُمُعہ کے دن اور رات ۱۰۰ مرتبہ دُرُود شریف پڑھے اللہ اُس کی ۱۰۰ حاجتیں پوری فرمائے گا، ۷۰ آخِرت کی اور ۳۰ دُنیا کی اور اللہ پاک ایک فِرِشتہ مقرّر فرمادے گا جو اُس دُرُودِ پاک کو میری قبر میں یوں پہنچائے گا جیسے تمہیں تحائف پیش کئے جاتے ہیں، بِلاشبہ میرا علم میرے وِصال کے بعد وَیسا ہی ہو گا جیسا میری حیات میں ہے۔ (جَمْعُ الْجَوامِعِ لِلسُّیُوطی ج۷ ص۱۹۹ حدیث ۲۲۳۵۵)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ رسول! اب آپ ہر جمعہ کو سو بار درودِ پاک پڑھنے کا معمول بنا لیجئے اور پھر اس کی برکتیں خود دیکھیئے، ان شاء اللہ آپ کی ہر نیک و جائز حاجت ایک ایک کر کے پوری ہوتی ہوئی نظر آئیں گی۔ ان شاء اللہ

زبان و قلب کی عظمت درودِ پاک سے ہے
ہر ایک غم میں حفاظت درودِ پاک سے ہے

دعائیں ہوتی ہیں مقبول اس وسیلے سے
خدا کی خاص عنایت درودِ پاک سے ہے

غمِ جہاں سے کبھی سابقہ نہیں پڑتا
مجھے تو ہر گھڑی راحت درودِ پاک سے ہے

خدا کے نام کے بعد محمد کا نام لیتے رہو
ہر ایک کام میں برکت درودِ پاک سے ہے

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ رسول! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، نور برساتے ماہِ محرم الحرام کی جلوہ گری ہے، مسلسل بیانات کا سلسلہ ہے اور آج ہم خلیفۂ سوم، امیرُ الْمُؤمِنِین، حضرتِ سیِّدُنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک سیرت کے متعلق چند اہم چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے مثلاً:

(1)۔۔۔ عثمانِ غنی کا تعارف و حلیہ مبارک

(2)۔۔۔ عثمانِ غنی کے اسلام لانے کا واقعہ

(3)۔۔۔عثمانِ غنی کا مقام ومرتبہ

(4)۔۔۔عثمانِ غنی کے بارے میں ارشاداتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(5)۔۔۔عثمانِ غنی کی خصوصیات واولیات

(6)۔۔۔عثمانِ غنی کی سخاوت

(7)۔۔۔عثمانِ غنی کی خلافت

(8)۔۔۔عثمانِ غنی کے تاریخی کارنامے

(9)۔۔۔عثمانِ غنی کی کرامات

(10)۔۔۔عثمانِ غنی کا وصال

(1)۔۔۔عثمانِ غنی کا تعارف

حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عثمان، کُنیت "ابو عَمْرو "اور لقب جامع القرآن ہے نیز ایک لقب "ذُوالنُّورَین"(یعنی دو نور والے) اور صاحب الہجر تین بھی ہے۔ آپ واقعۂ فیل کے چھٹے (٦th) سال مکۂ پاک میں پیدا ہوئے اورآپ کا سلسلۂ نسب ۵ واسطوں سے اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سلسلۂ نسب سے جاملتاہے۔(تاریخ الخلفاء، ص۱۱۸)

عثمانِ غنی کا حلیہ

اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت خُوبصورت حُلیے کے مالک اورانتہائی خُوبرو اِنْسان تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قدِ مُبارَک نہ بالکل چھوٹا تھا اورنہ ہی بہت بڑابلکہ مُتَوسِّط تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا چہرہ نہایت ہی حَسِین و جمیل، رنگ سُرخی مائل

گورا(یعنی گُلابی) تھا۔ دونوں رُخسار بڑے بڑے، کان لمبے، مبارک دانت نہایت ہی خُوبصُورت، سینہ مُبارَک چوڑا، دونوں کندھوں کے دَرمیان فاصلہ ہونے کے ساتھ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پنڈلیاں مضبوط اور دِیدَہ زیب، جبکہ بازو مُبارک قَدرے لمبے تھے۔ سَر اَقدَس پر گھنگھریالی زُلفیں نہایت ہی گھنی اور کانوں کے نیچے تک تھیں۔ اَمِیْرُالمؤمنین حضرت سَیِّدُنا فارُوقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اَمِیْرُالمؤمنین حضرت سَیِّدُنا مولا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کی داڑھی کی طرح آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی داڑھی بھی گھنی تھی۔ جِلد باریک لیکن سنہری بالوں سے پُر تھی، اس قَدَر حُسن و جَمال اور خُوبصُورتی کے مالک ہونے کے باوُجُود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ شَرم وحَیا کے پیکر تھے۔ (طبقات کبری، عثمان بن عفان، ج۳، ص۴۲، الاصابۃ، عثمان بن عفان، ج۴، ص۳۷۷، ریاض النضرۃ، ج۲، ص۶)

(2)۔۔۔عثمانِ غنی کے اسلام لانے کا واقعہ

اے عاشقانِ رسول! ہمارے عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ زمانۂ جاہِلیَّت میں بھی اپنی قوم کے شریف اور عزّت دار لوگوں میں شُمار کیے جاتے تھے۔ طبیعت کا جَمال، آپ کے جَلال پر غالب تھا، یہی وجہ ہے کہ نِہایت ہی شیریں کلام فرماتے تھے، بہت ہی شفیق و مہربان تھے۔ جاہ و حشمت (یعنی شان و شوکت) کے مالک، نہایت ہی مالدار مگر شَرم وحَیا کے پیکر تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ذاتِ مُبارَکہ تمام صِفاتِ رَذِیلہ (یعنی بُری صِفات) سے پاک تھی، بلکہ جاہِلیَّت کے دَور میں بھی آپ ایسی باکمال صِفات سے مُتَّصِف تھے کہ خُود قُریش کے لوگ بھی آپ سے بے پناہ مَحبَّت کیا کرتے تھے چُنانچہ:

قریش کی محبت

قُرَیش کی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَحبَّت اتنی مشہور تھی کہ ضَربُ المَثل بن گئی اور

مائیں جب رات کو اپنے بچوں کو سُلاتیں تو اُنہیں اپنا پیار جتاتے ہوئے یُوں کہتیں: ''اُحِبُّكَ وَالرَّحْمٰنُ حُبَّ قُرَيْشٍ عُثْمَانَ۔ یعنی میں اور میرا ربّ تجھ سے مَحَبَّت کرتے ہیں، جیسے قُریش عُثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَحَبَّت کرتے ہیں۔'' (تاریخ ابن عساکر، ج۳۹، ص۲۵۱، ملخصًا)

دنیا چھوڑ سکتا ہوں پر ایمان نہیں

اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِین حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غَنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مردوں میں چوتھے نمبر پر حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی انفرادی کوشش سے اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے، جب آپ رضی اللہ عنہ اِسلام لائے تو نہ صِرف اپنے گھر والوں بلکہ پُورے خاندان(Family) کی شدید مُخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کو مارا پیٹا گیا یہاں تک کہ آپ کا چچا حَکَمْ بن اَبِی الْعاص تو اِس قَدَر ناراض ہوا کہ آپ کو پکڑ کر ایک رَسّی سے باندھ کر کہنے لگا: تُم نے اپنے باپ دادا کا دِین چھوڑ کر دُوسرا مذہب اِختیار کرلیا ہے، جب تک تُم نئے مَذہب کو نہیں چھوڑو گے ہَم تمہیں نہیں چھوڑیں گے، اِسی طرح باندھ کر رکھیں گے۔ یہ سُن کر حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غَنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: خُدائے ذُوالْجَلال کی قسم! میں اسلام کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا، نہ کبھی اس دولت سے دَسْتْ بَردار ہو سکتا ہوں۔ حَکَمْ بن اَبِی العاص نے جب آپ کا یہ جذبہ دیکھا تو مَجبور ہو کر آپ کو قید سے آزاد کردیا۔ (تاریخ مدینۃ دمشق، عثمان بن عفان، ۳۹/۲۶)

اگرچہ لاکھ دُشمن دھمکیاں دے جان لینے کی
کسی سے کیوں ڈرے تیرا فدائی یا رسولَ اللہ

(وسائلِ بخشش مرمم، ص۳۵۰)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!	صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ رسول! سُنا آپ نے! اِیمان لانے کے بعد حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه پر آپ کے اَہلِ خانہ نے کس قَدر ظُلم و سِتم ڈھائے مگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُنہیں بَرداشت کرتے ہوئے ثابِت قدم رہے۔

(3)۔۔۔عثمانِ غنی کا مقام و مرتبہ

اے عاشقانِ رسول! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْه کا مقام و مرتبہ اللہ و رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بار گاہ میں بہت ہی بلند و بالا اور عالیشان ہے چنانچہ:

فضائل پر آیات مبارَکہ

حضرت سیِّدُنا محمد بن حَاطِب رَحمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْه سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْه کا ذکرِ خیر ہونے لگا تو حضرت سیِّدُنا حسن بن علی المرتضٰی رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: "ابھی امیر المومنین تشریف لائیں گے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم تشریف لائے اور فرمایا: "حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْه ان خوش بختوں میں سے ہیں جن کی شانِ عظمت نشان میں رحمٰن کا یہ فرمان نازل ہوا:

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۠(۹۳) (پ۷، المائدۃ:۹۳)

ترجمۂ کنز الایمان: ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الفضائل، ما ذکر فی فضل عثمان بن عفان، الحدیث:۳۸، ج۷، ص۴۹۳)

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ کا یہ فرمان امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں ہے:

اَمَّنْ هُوَ قٰنِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ (پ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے۔

(صفة الصفوة، ابوعبد اللہ عثمان بن عفان، ذکر ثناء الناس علیه و ارضاه، ج۱، ص۱۶۱)

اے عاشقانِ رسول! **امیرُ المؤمنین** حضرتِ سیِّدُنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ والا بہُت بُلند و بالا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مبارک زندگی میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دو مرتبہ **جنّت** خریدی چنانچہ:

دو مرتبہ جنت خریدی

ایک مرتبہ ''بیرِ رُومہ'' یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے پانی پینے کے لیے وَقْف کرکے۔ اور دُوسری بار ''جَیْشِ عُسْرَت'' کے موقع پر۔ چُنانچہ ''سُنَنِ تِرمِذی'' میں ہے:

حضرتِ سَیِّدُنا عبدُالرحمن بن خَبّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ میں بارگاہِ نَبَوی میں حاضِر تھا اور مکی مدنی، رسولِ ہاشمی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو ''جَیشِ عُسْرَت'' (یعنی غَزوۂ تَبوک) کی تیّاری کیلیے ترغیب اِرْشاد فرمارہے تھے۔ حضرتِ سَیِّدُنا عُثمان بن عَفّان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُٹھ کر عَرض کی: یارَسُولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پالان اور دیگر مُتَعَلِّقَہ سامان سَمیت سو (۱۰۰) اُونٹ میرے ذِمّے ہیں۔ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے پھر تَرغِیب ارشاد فرمائی۔ تو حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ

اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دوبارہ کھڑے ہوئے اور عَرض کی: یارَسُوْلَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! میں تمام سامان سَمیت دوسو(۲۰۰)اُونٹ حاضِر کرنے کی ذِمّہ داری لیتا ہوں۔ رسولِ کریم، محبوبِ ربِّ عظیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صَحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے پھر تَرغیب ارشاد فرمائی: تو حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عَرض کی: یارَسُوْلَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! میں مع سامان تین سو(۳۰۰)اُونٹ اپنے ذِمّے قبول کرتا ہوں۔ راوی فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حُضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ سُن کر مِنبرِ مُنَوَّر سے نیچے تشریف لاکر دومرتبہ فرمایا: آج سے عثمان(رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ)جو کچھ کرے، اُس پر پوچھ گچھ نہیں۔

(ترمذی، کتاب المناقب، مناقب عثمان بن عفان، ۵/ ۳۹۱، حدیث: ۳۷۲۰)

زاہدِ مسجدِ اَحمدی پر دُرُود
دولتِ جیشِ عُسرت پہ لاکھوں سلام

امام الاسخیاء کر دو عطا جذبہ سخاوت کا!
نکل جائے ہمارے دل سے حُبِّ دولتِ فانی

اے عاشقانِ رسول! آج کل کچھ لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی جذبات میں آکر چندہ دینے کا لکھوا تو دیتے ہیں مگر جب دینے کی باری آتی ہے تو ان پر بھاری پڑ جاتا ہے، حتّٰی کہ بعض تو دیتے بھی نہیں! مگر قُربان جایئے! محبوبِ مُصطفٰے، سیِّدُ الْاَسخیا، عُثمانِ باحَیا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جُودوسَخا پر کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے اِعلان سے بَہُت زیادہ چندہ پیش کیا۔ مُفَسّرِ شَہِیر، حکیمُ الاُمَّت، حضرت مُفْتی احمد یار خان رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِس حدیثِ پاک کے تَحت فرماتے ہیں: خیال رہے کہ یہ تو اُن کا اعلان تھا مگر حاضِر کرنے کے وَقْت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

عَنْہُ نے ۹۵۰اُونٹ، ۵۰ گھوڑے اور ۱۰۰۰ اَشْرَفیاں پیش کیں، پھر بعد میں ۱۰ ہزار اَشْرَفیاں اور پیش کیں۔ (مُفْتی صاحب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں) خیال رہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پہلی بار میں ایک سو کا اعلان کیا، دُوسری بار ۱۰۰اُونٹ کے علاوہ اور ۲۰۰ کا، تیسری بار اور ۳۰۰ کا کل ۶۰۰ اُونٹ (پیش کرنے) کا اِعلان فرمایا۔ (مراۃ المناجیح ج۸ ص۳۹۵، از کراماتِ عثمانِ غنی، ص۶)

مجھے اپنی سَخاوت کے سَمُندر سے کوئی قَطرہ
عَطا کر دو نہیں دَرْکار مجھ کو تاجِ سُلطانی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(4)۔۔۔عثمانِ غنی کے بارے میں ارشاداتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اے عاشقانِ رسول! عُموماً دیکھا جاتا ہے کہ ایک غلام تو اپنے آقا کی عنایتوں اور اس کے لُطف و کرم کے سبب اس کی تعریف میں رَطَبُ اللِّسان رہتا ہے۔ لیکن کمال یہ ہے کہ جب آقا بھی اپنے غُلام کی خُوبیوں پر اس کی تعریف کرے اور اس سے قائم ہونے والے والہانہ تَعَلُّق کا اِظہار کرے۔ اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سَیِّدُنا عُثْمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شُمار بھی ان خُوش نصیب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے کہ جن کے حق میں حُضُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لَبِ جاں بخش نے کئی بار جُنْبِش فرمائی، کبھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دربارِ رسالت عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جَنَّت کا مُژدہ عطا ہوا، تو کبھی آپ کو مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا جَنَّتی رفیق قَرار دیا، کبھی آپ کو کامل حَیا کی سَنَد عطا فرمائی تو کبھی آپ کی شَفاعت کے ذَرِیعے لوگوں کے جَنَّت پانے کا اعلان فرمایا۔ آیئے شانِ عُثْمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے

مُتَعَلِّق چار فرامینِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ سُنتے ہیں:

(۱)۔۔۔ عُثمان مجھ سے ہے اور میں عُثمان سے ہوں۔ (تاریخِ دمشق، ۱۰۲/۳۹)

(۲)۔۔۔ جَنَّت میں ہر نبی کا ایک رفیق ہو گا اور میرے رفیق عُثمان بن عَفّان ہیں۔ (تاریخِ دمشق، ۱۰۴/۳۹)

(۳)۔۔۔ بروزِ قِیامت عُثمان کی شفاعت سے سَتّر ہزار ایسے آدمی بِلا حساب جَنَّت میں داخل ہوں گے جن پر جَہَنَّم واجب ہو چکی ہو گی۔ (تاریخِ دمشق، ۱۲۲/۳۹)

(۴)۔۔۔ حَیا ایمان سے ہے اور میری اُمَّت میں سب سے زِیادہ حَیادار عثمان ہیں۔ (تاریخِ دمشق، ۹۲/۳۹)

اے عاشقانِ رسول! حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کی شرم وحَیا کے بھی کیا کہنے کہ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی آپ سے حَیا فرماتے ہیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہمیشہ نہایت عُمدہ اَوصاف کے حامل رہے، یہاں تک کہ زمانۂ جاہِلیّت میں بھی کئی بُرائیوں سے دُور رہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خُود اپنے بعض اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرْشاد فرماتے ہیں: میں نے نہ کبھی فُضُول اَشعار گُنگنائے اور نہ ہی ان کی تَمَنّا کی، زَمانۂ جاہلیت اور زَمانۂ اسلام دونوں میں کبھی شراب نہ پی اور جب سے میں نے دو جہاں کے تاجور، سُلطانِ بحر وبَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بَیْعَت کی ہے، تَب سے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چُھوا۔ (تاریخ ابن عساکر، ج۳۹، ص۲۲۵)

مزید فرماتے ہیں: میں بند کمرے میں غُسل کرتا ہوں تو اللہ سے حَیا کی وجہ سے سِمَٹ جاتا ہوں۔ (مرقاۃُ المَفَاتِیح ج۸ ص ۸۰۳، تحت الحدیث ۵۰۷۱)

اے عاشقانِ رسول! یہ تو اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُثْمانِ غَنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شرم وحَیا تھی، جبکہ ہمارے ہاں بے شَرمی وبے حَیائی کا عالَم یہ ہے کہ بعض لوگ ٹی وی پر فلموں ڈراموں کے فُحُش (یعنی بیہودہ) مَناظر کبھی تنہا تو کبھی پوری فیملی کے بیچ میں بڑی دِلچسپی سے دیکھتے ہیں، اب تو معاذاللہ گناہ اِس قدر عام ہو گیا ہے کہ موبائل وانٹرنیٹ کے ذریعے نہ جانے کیسے کیسے گناہوں کا اِرتکاب بآسانی کیا جاتا ہو گا۔ سوشل میڈیا کے ذریعے ترقی کی منازل کی تلاش اور دُنیوی معلومات سے اپنے آپ کو ہر وقت اپ ڈیٹ رکھنے کی سوچ میں شاید کئی لوگ گناہوں کے سمندر میں اُتر کر اپنے قیمتی وقت کو برباد کرتے ہوں گے، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں بیہودہ فنکشنز (Function) کا اِنتظام کیا جاتا ہے، جن میں مرد وعورت کا اِخْتلاط (یعنی مَیل جَول) اور ہنسی مَذاق کیا جاتا ہے۔ اکثر گھر سینما گھروں اور اَکثر مَجالس نَقّار خانوں (یعنی ڈھول وغیرہ بجانے کی جگہوں) کا سَماں پیش کرتی ہیں، بے پردہ خواتین شرم وحَیا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے گلی بازاروں کی زِینت بنتی ہیں تو مرد بھی اپنی آنکھوں سے حَیا دھو ڈالتے ہیں اور ایسی خواتین کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا گویا کہ اپنا حق سمجھتے ہیں۔ الغرض ہمارا مُعاشَرہ فَحاشی، عُریانی وبے حَیائی کی آگ کی لپیٹ میں بڑی تیزی سے آتا جارہا ہے، جس کے سبب خاص کر نئی نَسْل اَخْلاقی بے راہ رَوی وشدید بَدعملی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ ہمارے مُعاشرے میں حَیا ختم ہونے کے سبب ہی ہم سرِ عام ناجائز وحرام کام اور ڈھیروں گُناہ کرتے بالکل نہیں شرماتے۔ گالی دینا، تُہمت لگانا، بدگُمانی، غیبت، چُغلی، جُھوٹ بولنا، کسی کا مال ناحق کھانا، خُون بہانا، مسلمانوں کو بُرے اَلقاب سے پُکارنا، شراب، جُوا، چوری، ڈکیتی، سُود ورِشْوت کا لَین دَین، ماں

باپ کی نافرمانی، اَمانت میں خِیانت، غُرور و تکبُّر، حَسَد و رِیاکاری، حُبِّ جاہ، بُخل و خُود پَسندی وغیرہ وغیرہ گُناہوں کا اِرْتِکاب ہمارے مُعاشَرے میں بڑی بے باکی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شرم وحَیا ہمیں چُھو کر بھی نہیں گُزری۔ ہمارا مُعاملہ تو یہ ہو چُکا ہے کہ

دن لَہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(5)---عثمانِ غنی کی خصوصیات

اے عاشقانِ صحابہ و اہلبیت! اللہ پاک نے حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو کئی خصوصیات سے بھی نوازا ہے ان میں چند ایک بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں لہٰذا خوب توجہ کے ساتھ سنیئے اور حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی محبت میں اضافہ کیجئے چنانچہ:

ذُوالنُّورَین

اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک مشہور ومعروف لقب "ذُوالنُّوْرَیْن یعنی دو نُور والا" بھی ہے۔ اس لَقَب کی زیادہ مشہور وجہ یہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے حُضُورِ پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دو شہزادیاں حضرت سَیِّدَتُنا رُقَیَّہ اور حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ کُلْثُوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا آئیں، اسی وجہ سے آپ کو "ذُوالنُّورَین" کہا جاتا ہے۔ (تھذیب الاسماء، باب العین والثاء المثلثۃ، ج۱، ص۴۵۳)

اَعْلٰی حضرت، امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اسی بات کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نُور کی سرکار سے پایا دو شالہ نُور کا
ہو مُبارَک تم کو ذُوالنُّوْرَیْن جوڑا نُور کا

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

جامِعُ القرآن

حضرتِ عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک لقب "جامعُ الْقرآن" بھی ہے۔ اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابُو بکر صدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے عہد میں اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمرِ فارُوقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مشورے سے مُتَفَرِّق مَقامات سے قرآنِ پاک کے تمام صَحائِف جَمْع کر لیے تھے، مگر اس میں تین کام باقی تھے، جَمْع کیے گئے صحائف کو ایک مُصْحَف میں نَقْل کرنا، پھر اس ایک مُصْحَف کے مُختلِف نُسخے اسلامی مَمالک کے بڑے بڑے شہروں میں تقسیم کرنا اور سب کو لہجۂ قُریش پر پڑھنے کا حکم دینا۔ یہ تینوں کام اللہ پاک نے اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے لیے اور قرآنِ عظیم کا جَمْع کرنا وعدۂ الٰہیّہ کے مُطابِق تامّ وکامِل (یعنی مکمل) ہوا، اس لیے اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو "جامِعُ القرآن" کہتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج۲۶، ص۴۵۲، فیضان صدیق اکبر، ص۴۱۹، ملخصًا)

تمہیں کو جامِعِ قرآن کا حق نے دیا مَنْصَب
عطا قرآں کو کر کے جَمْع کی اُمّت کو آسانی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

صاحِبُ الْہِجْرَتَیْن

اے عاشقانِ رسول! اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جس طرح دِیْنِ اسلام کی سَربُلندی کے لیے اپنا مال لُٹاتے تھے، اسی طرح خُود بھی پیچھے نہیں رہتے تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن میں سے ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں دوبار ہجرت کی، ایک بار حبشہ کی طرف اور دوسری بار مَدِیْنَہ مُنَوَّرَہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا کی طرف، اسی لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو "صاحِبُ الْھِجْرَتَیْن" کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے دو ہجرتیں کرنے والا۔

(طبقات کبری، عثمان بن عفان، ج۳، ص۴۰، اسد الغابۃ، عثمان بن عفان، ج۱، ص۷۴۹، کرامات عثمان غنی، ص۴)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ رسول! دیکھا آپ نے! کہ اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو آپ کی عَظمت کے پیشِ نظر کِن کِن اَلقابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ یقیناً ایک آدمی کے عُمدہ اَوصاف جتنے زِیادہ ہوں گے اتنا ہی اسے اچھے اَلْقاب اور اچھے اَنداز سے یاد کیا جائے گا۔ اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اتنے اَلْقابات کا ہونا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عظمت و شان کی علامت ہے۔

(6)---عثمانِ غنی کی سخاوت

اے عاشقانِ رسول! اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سخاوت بہت مشہور ہے لہذا مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے سخاوتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے چند واقعات بیان کروں تاکہ ہمیں بھی حضرتِ عثمانِ غنی کی سخاوت سے کچھ حصہ مل جائے چنانچہ:

جنّتی حُور سے نکاح

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی بہت ہی پیاری کتاب ''نیکیاں ضائع ہونے سے بچایئے'' کے صفحہ نمبر ۲۰ اور ۲۱ پر ہے: حضرت سَیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانۂ خلافت میں قحط پڑا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں سے فرمایا: تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی یہاں تک کہ اللہ پاک تمہیں اس قحط سے نجات دے گا۔ پھر جب اگلا دن ہوا تو ان کے پاس خوشخبری دینے والا آگیا کہ حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس گندم اور سامانِ خوراک کے ایک ہزار اونٹ آرہے ہیں۔ (پھر جب حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس گندم اور دیگر کھانے کی چیزوں کے ایک ہزار اُونٹ آئے) تو اگلے روز تاجر لوگ آپ کے گھر پہنچ گئے اور ان کے دروازے پر دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائے اور ان سے پوچھا: تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے گندم اور دیگر اشیاء کے ایک ہزار اونٹ آئے ہیں، آپ وہ ہمیں فروخت کر دیں تاکہ مدینۂ منورہ کے ضرورت مندوں پر رِزْق کی وسعت ہو جائے۔ حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: اندر آجاؤ۔ وہ لوگ اندر آ گئے تو آپ نے ان سے پوچھا: تم لوگ ملکِ شام کے بھاؤ کے مطابق کیا نفع دو گے؟ انہوں نے کہا: دس روپے کے بارہ روپے دیں گے یعنی دس روپے پر دو روپے نفع، آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے۔ تاجروں نے کہا: ۱۰ کے ۱۴ لے لیں۔ فرمایا: مجھے زیادہ ملتا ہے۔ انہوں نے کہا: ۱۰ کے ۱۵ لے لیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے۔ انہوں نے کہا: مدینے کے تاجر (Dealers) تو ہم ہیں،

آپ کو کون زیادہ نفع دے رہا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: مجھے ایک روپے پر ۱۰ روپے منافع مل رہا ہے، تم اس سے زیادہ دو گے؟ انہوں نے کہا: ہم اتنا نفع نہیں دے سکتے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت! اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ میں نے یہ تمام اشیاء مدینے کے ضرورت مندوں کے لیے صدقہ کر دی ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُما فرماتے ہیں: میں جب رات کو سویا تو خواب میں رسولِ اکرم، نورِ مجسّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت کی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نور کی چادر پہن رکھی تھی، مبارک ہاتھوں میں نور کی چھڑی اور پاؤں مبارک میں جو نعلین تھے، ان کے تسمے بھی نورانی تھے۔ میں نے عرض کی: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللہ! لَقَدْ طَالَ شَوْقِیْ اِلَیْكَ یعنی میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قربان یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ! آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف میرا شوق بڑھتا جاتا ہے۔ نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میں جلدی میں ہوں، عثمان (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے ایک ہزار اونٹ کا بوجھ گندم وغیرہ صدقہ کیا ہے۔ اللہ کریم نے عثمان (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کا یہ عمل قبول فرما کر جنّتی حُور سے ان کا نکاح فرمایا ہے۔

(الریاض النضرة، ذکر صدقاتہ، ۲/۴۳ ملتقطاً)

اِمامُ الْاَسْخِیا! کر دو عطا حِصَّہ سخاوت کا
قَناعَت ہو عِنایت، دیں نہ دَولت کی فَراوانی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ رسول! سنا آپ نے! امیرُ المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسلمانوں کے کس قدر زبردست خیر خواہ اور سخاوت کے سمندر تھے۔ یہ بھی پتا چلا کہ ہمارے پیارے آقا، مکی مدنی مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُمّت کے حال سے ہر وقت باخبر ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ پاک نے امیرُ المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عمل قبول فرما کر جنّتی حُور سے اُن کا نکاح فرمادیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پیارے نبی، مکی مدنی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ کریم کی عطا سے معلوم ہے کہ کس کا عمل اللہ پاک کی بارگاہ میں قبول ہوا اور اُسے کیا اِنعام عطا ہوا۔ امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ شانِ مُصْطَفٰے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اُمّت کے حال سے ہیں آگاہ ہر گھڑی آپ
خوابوں میں آ رہے ہیں بگڑی بنا رہے ہیں

(وسائلِ بخشش مرمم، ص۲۹۸)

اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو اللہ پاک کی راہ میں صدقہ و خیرات کرتا ہے اللہ پاک اس کو ایک کا دس عطا فرماتا ہے چنانچہ قرآنِ عظیم میں ربِّ کریم کا ارشادِ مبین ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

ترجمۂ کنز الایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔ (پ۸، سورۂ انعام)

یاد رہے! امیرُ المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سخاوت کا یہ پہلا

موقع نہ تھا بلکہ آپ کا دریائے سخاوت ہر وقت جوش پر رہتا تھا اور آپ نے اپنی مبارک زندگی میں کئی مرتبہ اپنا کثیر مال راہِ خدا میں پیش کیا۔ آیئے! آپ کی سخاوت کا ایک اور دلنشین واقعہ سنئے، چنانچہ:

مہمانی کا نرالا انداز

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی کتاب "صحابۂ کرام کا عشقِ رسول" صفحہ ۵۳ پر ہے کہ ایک روز حضرتِ سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے نبیِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ! اپنے دوستوں سمیت میرے گھر تشریف لایئے اور جو میسر ہو تناول فرمایئے۔ نبیِ کریم، رؤف ورحیم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعوت قبول فرمالی، جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے چلتے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قَدَم مبارک شمار کرنے لگے، سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: عثمانِ! میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ میرے ماں باپ آپ پر قُربان! میں چاہتا ہوں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم وتوقیر کی خاطر آپ کے ہر ہر قدم کے بدلے ایک ایک غلام (Slave) آزاد کروں۔ چنانچہ حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے گھر تک حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جس قدر قدم مُبارَک لگے آپ نے اُسی قدر غلام آزاد کئے۔ (جامع المعجزات، ص۲۵۷ ملخصاً) (صحابہ کرام کا عشق رسول، ص۵۳ تا۵۴)

مجھ کو دُنیا کی دولت نہ زر چاہیے
شاہِ کوثر کی میٹھی نظر چاہیے
رات دن عِشق میں تیرے تڑپا کروں
یا نبی ایسا سوزِ جگر چاہیے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

نبی کی تعظیم کا نرالا انداز

اے عاشقانِ رسول! دیکھا آپ نے! حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے کس طرح رسولِ عظیم، نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عشق میں آپ کے ہر ہر قدم پر ایک ایک غلام آزاد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے دل میں عشقِ رسول اور محبتِ رسول کا چراغ روشن تھا، عشقِ رسول کی چاشنی اُن کی رَگ وجاں میں کس قدر سرایت کر چکی تھی کہ اِنہیں محبوب آقا، مکی مدنی مصطفٰی، حبیبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہ تھی۔

خود قرآنِ پاک میں اللہ پاک نے نبیِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم کا حکم دیا ہے، چنانچہ پارہ ۲۶ سُوْرَۃُ الْفَتْح کی آیت نمبر ۹ میں ارشادِ باری ہے:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا (پ۲۶، فتح:۹)

ترجمہ کنزالایمان: تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

بیان کردہ آیت کے تحت تفسیر صِرَاطُ الْجِنَان میں لکھا ہے: اس آیت سے معلوم ہوا! اللہ کریم کی بارگاہ میں حضور پُرنور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اور توقیر انتہائی مطلوب اور بے انتہا اَہَمیت کی حامل ہے کیونکہ یہاں اللہ پاک نے اپنی تسبیح (یعنی پاکی بیان کرنے) پر اپنے حبیب صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم و توقیر کو مُقَدَّم فرمایا ہے اور جو لوگ ایمان لانے کے بعد آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم کرتے ہیں ان کے کامیاب اور بامُراد ہونے کا اعلان کرتے ہوئے اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (پ۹، اعراف:۱۵۷)

ترجمہ کنزُالعِرفان: تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(تفسیر صراط الجنان، پ۲۶، الفتح، تحت الآیۃ:۹،۹/۳۴۷)

اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اُمّت کو تعظیمِ مُصْطَفٰے کے طریقے بیان کرنے والے ہیں، بلکہ قیامت تک تعظیمِ مُصْطَفٰے کے جو بھی طریقے ہوں گے اور شریعت سے نہ ٹکراتے ہوں، وہ پسندیدہ ہیں، جیسے حضرت امام مالک رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے تعظیمِ مُصْطَفٰے کی خاطر مدینے پاک میں جانور پر سواری نہ کی۔

امیروں والا کھانا

عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ مالدار ہونے کے باوجود سادہ زندگی گزارا کرتے تھے جیسا

کہ حضرتِ سیِّدُنا شُرَحْبِیْل بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو امیروں والا کھانا کھلاتے اور خود گھر جا کر سرکہ اور زیتون پر گزارا کرتے۔ (اَلزُّہد لِلامام احمد ص ۱۵۵ حدیث ۶۸۴)

(7)۔۔۔عثمانِ غنی کی خلافت

اے عاشقانِ صحابہ و اہلبیت! پچھلے بیان میں آپ نے سنا تھا کہ جب سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو فرمایا: ”اگر میں خلیفہ نہ مقرر کروں تو بھی سنت پر عمل ہو گا اور مقرر کر دوں تو بھی سنت پر عمل ہو گا، کیونکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خلیفہ مقرر نہ فرمایا اور سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خلیفہ مقرر فرمایا۔“ مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ”اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت پر عمل کریں گے۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ نے کوئی خلیفہ مقرر نہ فرمایا بلکہ خلیفہ کے تقرر کے لیے چھ جید اور اکابر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر مشتمل مجلس شوریٰ قائم فرمائی۔ جن میں حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شامل تھے۔ (بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قصۃ بیعۃ۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۵۳۳، حدیث: ۳۷۰۰)

خلیفہ کیسے بنیں؟

اس مجلس شوریٰ کے ان چھ ارکین نے سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی

تدفین کے بعد مشورہ کیا۔ حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان تینوں نے اپنا معاملہ بقیہ تینوں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سپرد کر دیا۔ سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے عرض کیا کہ "میں تو خلیفہ نہیں بننا چاہتا۔" ان دونوں نے آپ کو انتخاب خلیفہ کا اختیار دے دیا۔ آپ نے دونوں افراد سے علیحدہ علیحدہ عدل وانصاف کے قیام کا حلف لیا اور پھر سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، یہ دیکھ کر حضرت سیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے بھی ان کی بیعت کرلی۔

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قصۃ بیعۃ۔۔۔الخ، ج۲، ص۵۳۳، حدیث: ۳۷۰۰)

اور یوں ۲۴ ہجری کے ماہِ محرم الحرام میں آپ رضی اللہ عنہ امورِ خلافت سنبھالے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی اسلامی فتوحات کا دائرہ برابر وسیع ہوتا رہا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے پہلے سال یعنی ۲۴ ہجری میں "رے" فتح ہوا، "رے" خراسان کا ایک شہر ہے جو آجکل ایران کا دار السلطنت ہے اور اب اسے تہران کہتے ہیں اور ۲۶ ہجری میں شہر "سابور" فتح ہوا۔ (تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان، ص۱۲۳)

بحری بیڑے کے ذریعے حملہ

حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جو حضرت عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں ملک شام کے گورنر تھے اُنہوں نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کئی بار یہ درخواست پیش کی تھی کہ بحری بیڑے کے ذریعہ قبرص پر حملہ کی اجازت دی جائے مگر آپ

نے اجازت نہیں دی لیکن جب حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا اِصرار بہت زیادہ ہوا تو فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سمندر اور بادبانی جہازوں کی کیفیت مفصل طریقہ سے لکھ کر مجھے روانہ کرو۔ انہوں نے لکھا کہ میں نے بادبانی جہاز کو دیکھا ہے جو ایک بڑی مخلوق ہے اور اس پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ جب وہ جہاز ٹھہر جاتا ہے تو لوگوں کے دل پھٹنے لگتے ہیں اور جب وہ چلتا ہے تو عقلمند لوگ بھی خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس میں اچھائیاں کم ہیں اور خرابیاں زیادہ ہیں۔ اس میں سفر کرنے والوں کی حیثیت کیڑے مکوڑوں جیسی ہے۔ اگر یہ سواری کسی طرف کو جھک جائے تو عموماً لوگ ڈوب جاتے ہیں اور اگر بچ جاتے ہیں تو اس حال میں ساحل تک پہنچتے ہیں کہ کانپتے رہتے ہیں۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حضرت عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا خط اس مضمون کا پڑھا تو حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا کہ "وَاللّٰہِ لَا اُحَمِّلُ فِیْہِ مُسْلِماً اَبَداً" یعنی قسم ہے خدائے تعالیٰ کی! میں ایسی سواری پر مسلمانوں کو کبھی سوار نہیں کر سکتا۔ اس طرح حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں قبرص پر مسلمانوں کا حملہ نہیں ہو سکا۔ **لیکن جب حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا زمانہ خلافت آیا تو ان کے حکم سے ۲۷ ہجری میں جہاز کے ذریعہ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لشکر لے جا کر قبرص پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا اور جزیہ لینے کی شرط منظور کر لی۔**

(تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان، ص ۱۲۳) (تاریخ الطبری، ثم دخلت ثمان و عشرین، ۳/۳۱۱)

دیگر فتوحات اور مالِ غنیمت

اور اسی ۲۷ھ میں جرجان اور دارِ بجرد فتح ہوئے۔ اور اسی سال جب حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنایا تو اُنہوں نے مصر پہنچ کر حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حکم پر افریقہ پر حملہ کیا اور اس کو فتح کرکے ساری سلطنتوں کو حکومتِ اسلامیہ میں شامل کرلیا۔ اس جنگ میں اس قدر مالِ غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا کہ ہر سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار اور بعض روایات کے مطابق تین تین ہزار دینار ملے۔ دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ایک سکہ ہوتا تھا۔ **اس فتح عظیم کے بعد اسی ۲۷ھ میں اسپین یعنی ہسپانیہ بھی فتح ہوگیا اور ۲۹ھ میں حضرت عثمانِ غنی** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **کے حکم سے اصطخر قسا اور ان کے علاوہ بعض دوسرے ممالک بھی فتح ہوئے۔**

اور ۳۰ھ میں جور، خراسان اور نیشاپور صلح کے ذریعہ فتح ہوئے۔ اسی طرح ملک ایران کے دوسرے شہر طوس، سرخس، مرو اور بیہق بھی صلح سے فتح ہوئے۔ اس قدر فتوحات سے جب بے شمار مالِ غنیمت ہر طرف سے دارالخلافت میں پہنچنے لگا تو حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ان مالوں کی حفاظت کے لیے کئی محفوظ خزانے بنوانے پڑے اور لوگوں میں اس فراخ دلی سے مال تقسیم فرمایا کہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے ملے جب کہ ایک بدرہ دس ہزار درہم کا ہوتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان، ص ۱۲۳)

(8)۔۔۔ عثمانِ غنی کے تاریخی کارنامے

امیر المؤمنین، حضرت سَیّدنا عثمانِ غنی ذُوالنّورین رضیَ اللہُ تعالٰی عنہ کے چند تاریخ ساز کارنامے ملاحظہ فرمایئے:

☆... آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کبھی اپنے حصے کا مالِ غنیمت نہیں لیا اور نہ ہی اس کی تمنا کی۔(مصنف ابن ابی شیبہ، ج 7، ص۴۹۲، حدیث:۳۳) بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے جب کبھی مال کی ضرورت پڑی تو آپ پیش پیش رہے۔ بارگاہِ رسالت میں بارہا کثیر مال پیش کر کے اسلام کی مدد و نصرت کی سعادت پائی۔(الاستیعاب، ج۳، ص۱۵۷)

☆... آپ رضیَ اللہُ تعالٰی عنہ کے دورِ خلافت کا سب سے بڑا کارنامہ جمعِ قراٰن اور تحفّظِ قراٰن ہے۔ آپ کے دورِ مبارک میں اسلام دور دراز علاقوں تک پھیل چکا تھا، مختلف قبائل اور اقوام کے اپنی طرز اور لب و لہجے میں قراٰن پڑھنے سے ایک نئی صورتحال پیدا ہو رہی تھی، حضرتِ سیّدنا عثمانِ غنی رضیَ اللہُ تعالٰی عنہ نے قراٰنِ مجید کی حفاظت اور امتِ مُسلِمہ کو اِختلاف سے بچاتے ہوئے حضرتِ سیّدتُنا حفصہ رضیَ اللہُ تعالٰی عنہا سے قراٰنِ مجید منگوا کر اس سے کئی نسخے تیار کروائے اور انہیں اسلامی ریاست میں پھیلا دیا۔ یوں پوری اُمَّت کو قراٰنِ مجید کے ایک نسخے پر جمع فرما دیا۔(سنن کبریٰ للبیہقی، ج۲، ص۶۱، حدیث2374)

☆... جب مدینۂ مُنوّرہ میں لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی (اور لوگوں میں سستی بڑھ گئی) تو آپ نے جمعہ کے دن پہلی اذان کا اضافہ فرمایا۔(مصنف عبدالرزاق، ج۳، ص۹۸، حدیث5356)

☆... موٴذِّنوں کا وظیفہ سب سے پہلے آپ نے جاری فرمایا۔

(مصنف عبدالرزاق، ج۱، ص۳۵۹، حدیث 1861)

☆... آپ کے ہی حکم سے حضرت سَیّدنا امیر معاویہ رضیَ اللہُ تعالٰی عنہ کی قیادت میں بحری جنگ کا آغاز ہوا۔) (تاریخ طبری، ج۴، ص۲۶۰)

☆... آپ نے ہی اپنے دورِ خلافت میں منیٰ شریف میں اپنے لیے خیمہ لگوایا) (تاریخ

طبری، ج۴، ص۲۶۷) بعد میں حُجّاجِ کرام بھی آپ کی پیروی کرتے ہوئے خیمے لگانے لگے۔

☆... آپ نے جانوروں کے تحفّظ اور انہیں ظلم وزیادتی سے بچانے کا قانون بنایا۔ (تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی، ج۴، ص۸۶۶)

☆... آپ رضیَ اللہُ تعالٰی عنہُ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے وظیفوں میں سو(درہم) تک اضافہ فرمایا۔ (تاریخ طبری، ج۴، ص۲۴۵)

(9)...عثمانِ غنی کی کرامات

اے عاشقانِ رسول! ہم اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حَضرتِ سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی سیرت وکردار سے متعلق سُن رہے تھے، آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی ذاتِ مبارکہ سے وقتاً فوقتاً ایسی کئی کرامتوں کا ظہور ہوا جنہیں سُن کر عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں، آیئے ہم بھی چند کرامت سنتے ہیں:

دلوں کے حالات

ایک دفعہ ایک شخص نے راستے میں کسی عورت کو غَلَط نگاہوں سے دیکھا، پھر جب وہ اَمِیرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غَنی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی خدمتِ باعَظَمت میں حاضِر ہوا تو حضرتِ اَمِیرُ الْمُؤمنین رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے نہایت ہی پُر جَلال لہجے میں فرمایا: تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں بدکاری کے اَثرات ہوتے ہیں! اُس شخص نے کہا: کیا رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد اب آپ پر وَحْی اُترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں بدکاری کے اثرات ہیں؟ ارشاد فرمایا: "مجھ پر وحی تو نازِل نہیں ہوتی لیکن میں نے جو کچھ کہا بالکل سچی بات ہے۔ ربِّ کریم نے مجھے ایسی فِراست (یعنی نورانی

بصیرت) عنایت فرمائی ہے، جس سے میں لوگوں کے دِلوں کے حالات و خیالات جان لیتا ہوں۔

(طبقات الشافعیہ الکبرٰی للسبکی، ۳۲۷/۲ ملخصاً)

ہائے! میرے لیے جہنم ہے

حضرت ابو قلابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ میں ملکِ شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا۔ "ہائے افسوس! میرے لیے جہنم ہے۔" میں اُٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ **"ہائے افسوس! میرے لیے جہنم ہے۔"** یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص تیرا کیا حال ہے...؟ اور کیوں اور کس بنا پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے...؟

یہ سن کر اس نے یہ کہا کہ اے شخص! میرا حال نہ پوچھ میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو قتل کرنے کے لیے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا۔ یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ دُعا مانگی کہ "اللہ تعالٰی تیرے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔ اے شخص! میں امیر المؤمنین کے پُر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دُعا کو سن کر کانپ اُٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے

ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔ امیر المؤمنین کی چار دُعاؤں میں سے تین دُعاؤں کی زد میں تو میں آچکا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں۔ اب صرف چوتھی دُعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا، چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مقصد دوم، اما مآثر امیر المؤمنین عثمان بن عفان، ۴/۳۱۵)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

اپنے مَدفن کی خبر دیدی!

حضرتِ سیِّدُنا امام مالِک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیرُ المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینۂ منورہ کے قبرستان "جنَّتُ البقیع" کے اُس حصّے میں تشریف لے گئے جو "**حَشِّ کوکب**" کہلاتا تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں ایک جگہ پر کھڑے ہو کر فرمایا: "عنقریب یہاں ایک شخص دفن کیا جائے گا۔" چُنانچہ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہو گئی اور باغیوں نے جنازۂ مبارکہ کے ساتھ اس قدر اُودھم بازی کی کہ نہ روضۂ منوّرہ کے قریب دَفن کیا جا سکا نہ جنَّتُ البقیع کے اُس حصّے میں مدفون کئے جا سکے جو صَحابۂ کِبار (یعنی بڑے صحابۂ کرام عَلَیہِمُ الرِّضْوَان) کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دُور الگ تھلگ "**حَشِّ کوکب**" میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپردِ خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اُس وقت تک وہاں کوئی قبر ہی نہ تھی۔ (کراماتِ صحابہ ص ۹۶، الرِّیاضُ النَّضرۃ، ج ۳ ص ۴۱ وغیرہ)

(10)۔۔۔عثمانِ غنی کا وصال

حضرت سیِّدُنا امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اَصْفَہانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کو مصائب وآزمائش کے آنے اور ان پر شکوہ وشکایت اور بے صبری سے بچنے کی بشارت پہلے ہی دے دی گئی تھی اس لیے آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ ان حالات میں صبر کرکے بے صبری سے محفوظ رہے اور شکر کرکے آزمائش میں بھی اطاعت کرتے رہے۔“کہا گیا ہے کہ ”تصوُّف آزمائش کی سختی میں صبر کرکے اللہ سے مُناجات کی حلاوت حاصل کرنے کا نام ہے۔“

(اللہ والوں کی باتیں، جلد اول، ص۱۳۳)

حضرت سیِّدُنا ابو موسی اشعری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں مدینۂ منورہ زَادَہَا اللہ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کے ایک باغ میں حضور نبیٔ اکرم، نُوْرِ مُجَسَّم، رسولِ محتشم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھلوایا۔ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس مصیبت پر جو اس شخص کو پہنچے گی جنت کی خوشخبری دو۔“حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں میں نے دروازہ کھولا تو وہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔“میں نے حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کی انہیں خبر دی تو انہوں نے فرمایا: ”اللہ مدد گار ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عمر بن الخطاب، الحدیث:۳۶۹۳، ص۳۰۰)

حضرتِ عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دورِ خلافت کل بارہ سال رہا۔ شروع کے چھ برسوں میں لوگوں کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ بلکہ اِن برسوں میں وہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی زیادہ لوگوں میں مقبول و محبوب رہے اس لیے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مزاج میں کچھ سختی تھی۔ اور حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ میں سختی کا وجود نہ تھا۔ آپ بہت بامروت تھے۔ لیکن آخری چھ برسوں میں بعض گورنروں کے سبب لوگوں کو آپ سے شکایت ہوگئی۔ آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ ابھی عبداللہ کے تقرر کو صرف دو سال گزرے تھے کہ مصر کے لوگوں کو ان سے شکایتیں پیدا ہو گئیں۔ انہوں نے حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دادرسی چاہی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بذریعہ تحریر عبداللہ کو سخت تنبیہ فرمائی اور تاکید کی کہ خبردار! آئندہ تمہاری شکایت میرے پاس نہ پہنچے۔ مگر عبداللہ نے آپ کے خط کی کچھ پروانہ کی بلکہ مصر کے جو لوگ دارالخلافہ مدینہ شریف میں شکایت لے کر آئے تھے ان کو قتل کر دیا ۔ اس سے مصر کی حالت اور زیادہ خراب ہوگئی یہاں تک کہ وہاں سے سات سو افراد مدینہ شریف آئے اور حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عبداللہ کی زیادتیاں بیان کیں اور دوسرے صحابۂ کرام سے بھی شکایتیں کیں تو بعض صحابہ کرام نے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے سخت کلامی کی اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ آپ کے پاس آئے ہیں اور عبداللہ بن ابی سرح جس پر قتل کا الزام ہے اس کی معزولی اور برطرفی کا آپ سے

مطالبہ کرتے ہیں مگر آپ ان کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے۔ آپ کو چاہیے کہ ایسے شخص کو مناسب سزا دیں۔

اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے انہوں نے بھی حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا کہ یہ لوگ قتلِ ناحق کے سبب مصر کے گورنر کی معزولی چاہتے ہیں۔ آپ اس معاملہ میں انصاف کیجئے اور عبداللہ بن ابی سرح کی جگہ پر کسی دوسرے کو گورنر مقرر کر دیجئے۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مصر کے لوگوں سے فرمایا کہ ''اِخْتَارُوْا رَجُلاً اُوَلِّیه عَلَیْکُم مَکَانَه''یعنی آپ لوگ خود ہی کسی کو گورنر چن لیجئے میں عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کرکے آپ لوگوں کے چنے ہوئے گورنر کو مقرر کردوں گا۔ ان لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فرزند یعنی محمد بن ابو بکر کو منتخب کیا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان لوگوں کے انتخاب کو منظور فرمالیا اور حضرت محمد بن ابو بکر کے لیے پروانۂ تقرری اور عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں معزولی کی تحریر لکھ دی۔ محمد بن ابو بکر مصر سے آئے ہوئے سات سو افراد اور کچھ انصار و مہاجرین کے ساتھ مصر کے لیے روانہ ہوئے۔

مدینۂ منوّرہ سے ابھی یہ قافلہ تیسری ہی منزل پر تھا کہ ان کو ایک حبشی غلام سانڈنی پر بیٹھا ہوا نہایت تیزی کے ساتھ مصر کی طرف جاتا ہوا نظر آیا اس کے رنگ ڈھنگ اور اس کی تیز رفتاری سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ غلام یا تو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے یا تو کسی کا قاصد ہے

۔ قافلہ والوں نے اسے بڑھ کر پکڑ لیا اور پوچھا کہ تو کون ہے ؟ تو کہیں سے بھاگا ہے یا تجھے کسی کی تلاش ہے ؟ اس نے کہا کہ میں امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا غلام ہوں پھر کہا کہ میں مروان کا غلام ہوں۔ ایک شخص نے اسے پہچان لیا اور بتایا کہ یہ امیر المؤمنین ہی کا غلام ہے۔ حضرت محمد بن ابو بکر نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمھیں کہاں بھیجا گیا ہے ؟ اس نے کہا: مجھے مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے خشک مشکیزہ سے ایک خط نکلا جو امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے عاملِ مصر عبداللہ بن ابی سرح کے نام تھا۔ محمد بن ابو بکر نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے خط کھولا جس میں لکھا ہوا تھا: ”اِذَا اَتَاكَ مُحَمَّدٌ وَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَاحْتَلْ فِي قَتْلِهِمْ وَ اَبْطِلْ كِتَابَه وَقِرَّ عَلٰی عَمَلِكَ حَتّٰی يَاتِيَكَ رَاْئِی“ یعنی جب محمد بن ابو بکر اور فلاں و فلاں تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو کسی حیلے سے قتل کر دو۔ خط کو کالعدم قرار دو اور جب تک کہ میرا دوسرا حکم نامہ پہنچے اپنے عہدے پر برقرار رہو۔

اس خط کو پڑھ کر قافلہ والے سب لوگ دنگ رہ گئے۔ محمد بن ابو بکر نے اس خط پر ساتھ کے چند ذمہ دار لوگوں کی مہریں لگوادیں اور اسے ایک شخص کی ذمہ داری میں دے دیا۔ اور سب لوگ وہیں سے مدینۂ منورہ کو واپس ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت علی۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے خط کھول کر سب کو پڑھوایا اور اس حبشی غلام کا سارا واقعہ سنایا۔ اس پر سب لوگ بہت سخت برہم ہوئے اور تمام صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن غیظ و

غضب میں بھرے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ مگر محمد بن ابو بکر نے اپنے قبیلہ بنو تمیم اور مصریوں کے ساتھ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گھر کو گھیر لیا۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عمار اور دیگر اکابر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ وہ خط، غلام اور اونٹنی بھی تھی جو راستے میں پکڑی گئی تھی۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دریافت فرمایا کہ یہ غلام آپ کا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: ہاں یہ غلام میرا ہے۔

پھر انہوں نے پوچھا: یہ اُونٹنی بھی آپ ہی کی ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: ہاں! اونٹنی بھی ہماری ہے۔ پھر حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ خط پیش فرمایا اور پوچھا: کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟

انہوں نے فرمایا: نہیں اور خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کے کہا کہ نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے۔ نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم ہے۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: بڑے تعجب کی بات ہے کہ اونٹنی آپ کی اور خط پر مہر بھی آپ کی جسے آپ ہی کا غلام یہاں سے لے کر جا رہا تھا۔ مگر آپ کو کوئی علم نہیں۔ تو پھر حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کے فرمایا کہ نہ

میں نے اس خط کو لکھا ہے۔ نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ میں نے غلام کو یہ خط دے کر مصر کی طرف روانہ کیا ہے۔

حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قسم کھا کر اپنی برأت ظاہر فرمائی تو ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ ان کا دامن اس جرم سے پاک ہے۔ لوگوں نے تحریر کو بغور دیکھا تو یہ خیال قائم کیا کہ تحریر مروان کی ہے اور ساری شرارت اسی کی ذات سے ہے۔ مروان اس وقت امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکان میں موجود تھا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیجئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انکار کر دیا۔ اس لیے کہ وہ لوگ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے مروان کو سزا دیتے اور اسے قتل کر دیتے حالانکہ تحریر سے یقینِ کامل نہیں ہوتا اس لیے کہ ”اَلْخَطُّ یَشْبَہُ الْخَطَّ“ (فتح الباری، کتاب الاحکام، باب ۱۵، ۱۴/۱۲۵) یعنی ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے۔ تو انہیں مروان کی تحریر ہونے کا صرف شبہ تھا اور شبہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس لیے حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مروان کو ان کے سپرد نہیں کیا علاوہ اس کے سپرد کرنے میں بہت بڑے فتنہ کا اندیشہ بھی تھا۔

بہر حال حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مروان کو لوگوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھم ان کے یہاں سے اُٹھ کر چلے گئے اور آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عثمان کبھی جھوٹی قسم نہیں کھاسکتے مگر کچھ لوگ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ وہ شک سے بری نہیں ہوسکتے جب تک کہ مروان کو ہمارے سپرد نہ

کر دیں اور ہم اس سے تحقیق نہ کر لیں اور یہ معلوم نہ ہو جائے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے صحابیوں کو قتل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ خط انہوں نے ہی لکھا ہے تو ہم انہیں خلافت سے الگ کر دیں گے اور اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی طرف سے مروان نے خط لکھا ہے تو ہم اسے سزا دیں گے۔ (تاریخ مدینہ دمشق، عثمان بن عفان، ج۳۹/ ۴۱۶)

محاصرہ میں سختی

جب اکابر اصحاب اپنے اپنے گھر چلے گئے تو بلوائیوں نے محاصرہ میں اور سختی پیدا کر دی یہاں تک کہ ان پر پانی کو بند کر دیا۔ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اُوپر سے جھانک کر مجمع سے دریافت فرمایا: کیا تم میں علی ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ پھر آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے پوچھا: کیا تم میں سعد موجود ہیں؟ جواب دیا گیا کہ سعد بھی موجود نہیں ہیں۔ یہ جواب سن کر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا: کوئی شخص علی کو یہ خبر پہنچا دے کہ وہ ہمارے لیے پانی مہیا کر دیں۔ جب حضرت علی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو یہ خبر پہنچ گئی تو انہوں نے آپ کے لیے پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے بھجوا دیئے۔ مگر وہ پانی بمشکل تمام آپ تک پہنچا کہ اس کے سبب بنی ہاشم اور بنی امیہ کے کئی غلام زخمی ہو گئے۔

اس واقعہ سے حضرت علی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ لوگ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنے دونوں صاحبزادگان یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهما سے فرمایا

کہ تم دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دروازہ پر جاؤ پہرے داروں کی طرح ہوشیار کھڑے رہو اور خبر دار کسی بھی بلوائی کو اندر ہر گز نہ جانے دو۔ اسی طرح حضرت طلحہ حضرت زبیر اور دیگر اکابر صحابہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے اپنے اپنے صاحبزادگان کو امیر المؤمنین کے دروازہ پر بھیج دیا جو برابر نہایت مستعدی کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے رہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق، عثمان بن عفان، ۳۹/۴۱۷)

جان دینا قبول ہے، پر خون ریزی نہیں

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ جب بلوائیوں نے محاصرہ سخت کر دیا تو حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما چند مہاجرین کے ساتھ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دولت خانہ پر تشریف لائے اور ان سے کہنے لگے کہ یہ جس قدر بلوائی آپ پر چڑھ آئے ہیں یہ وہی ہیں جو ہماری تلواروں سے مسلمان ہوئے ہیں اور اب بھی ڈر کے مارے کپڑے ہی میں پاخانہ کیے دیتے ہیں۔ یہ سب شیخیاں اور اونچی اونچی اڑانیں اس سبب سے ہیں کہ کلمہ پڑھتے ہیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کلمہ کی حرمت کا پاس و لحاظ کرتے ہیں۔ اگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حکم دیں تو ہم ان کو ان کی حقیقت معلوم کرا دیں اور ان کی بھولی ہوئی بات پھر ان کو یاد دلا دیں۔

حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: خدا کی قسم! ایسی بات نہ کہو صرف میری جان کی خاطر اسلام میں ہر گز پھوٹ نہ پیدا کرو۔

پھر آپ کے سارے غلام جو ایک فوج کے برابر تھے۔ اسباب و ہتھیار سے تیار ہو کر آپ کے سامنے آئے اور بڑی بے چینی و بے قراری کے ساتھ آپ سے کہنے لگے کہ ہم وہی تو ہیں جن کی تلواروں کی تاب خراسان سے افریقہ تک کوئی نہ لا سکا۔ اگر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اجازت فرمائیں تو ہم مغروروں کو اِن کے کام کا تماشا دکھا دیں۔ گفتگو اور بات چیت سے ان کی درستگی نہیں ہو سکتی۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ کلمہ کی حرمت کے سبب ہمیں کوئی نہیں چھیڑے گا۔ اسی لیے وہ راہِ راست پر نہیں آتے اور آپ کی نیز دیگر صحابہ کرام کی باتوں کو ذرہ برابر اہمیت نہیں دیتے لہذا ہمیں آپ ان سے لڑنے کی اجازت دیجئے۔

حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے غلاموں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ میری رضا و خوشنودی چاہتے ہو اور میری نعمت کا حق ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتھیار کھول دو اور اپنی اپنی جگہوں پر جا کر بیٹھو اور سن لو کہ تم لوگوں میں سے جو غلام بھی ہتھیار کھول دے اس کو میں نے آزاد کر دیا۔ ”وَاللّٰہِ لَاَنْ اُقْتَلَ قَبْلَ الدِّمَاءِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُقْتَلَ بَعْدَ الدِّمَآءِ “**یعنی** اللہ **کی قسم! خونریزی سے پہلے میرا قتل ہو جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خونریزی کے بعد قتل کیا جاؤں۔ مطلب یہ ہے کہ میری شہادت لکھ دی گئی ہے اور** اللہ **کے رسول، پیارے مصطفی** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **نے اس کی بشارت مجھ کو دے دی ہے۔ اگر تم لوگوں نے بلوائیوں سے جنگ بھی کی تو بھی میں ضرور قتل کر دیا جاؤں گا لہذا ان سے لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔**(تحفۂ اثنا عشریۃ، مطاعن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طعن دھم، ص۳۲۷)

بلوائیوں کا آپ کو شہید کر دینا

محمد بن ابو بکر نے جب دیکھا کہ دروازہ پر ایسا سخت پہرہ ہے کہ اندر پہنچنا بہت مشکل ہے تو انہوں نے حضرت عثمانِ غنی پر تیر چلانا شروع کیا جس میں سے ایک تیر حضرت امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لگ گیا اور آپ زخمی ہو گئے۔ ایک تیر مروان کو بھی لگا۔ محمد بن طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی زخمی ہو گئے اور ایک تیر سے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے غلام قنبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی زخمی ہو گئے۔

محمد بن ابو بکر نے جب ان لوگوں کو زخمی دیکھا تو ان کو خوف لاحق ہوا کہ بنی ہاشم اگر حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دوسرے لوگوں کو زخمی دیکھ لیں گے تو وہ بگڑ جائیں گے اس طرح ایک نئی مصیبت پیدا ہو جائے گی۔ لہذا انہوں نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا کہ اگر بنی ہاشم اس وقت آ گئے اور انہوں نے حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو زخمی حالت میں دیکھ لیا تو وہ ہم سے اُلجھ پڑیں گے اور ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔ لہذا ہمارے ساتھ چلو ہم پڑوس کے مکان میں پہنچ کر حضرت عثمان کے گھر میں کود پڑیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے۔ اس گفتگو کے بعد محمد بن ابو بکر اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک انصاری کے مکان میں گھس گئے اور چھت سے ہو کر حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکان میں پہنچ گئے۔ ان لوگوں کے پہنچنے کی دوسرے لوگوں کو خبر نہ ہوئی اس لیے کہ جو لوگ گھر پر موجود تھے وہ چھت پر تھے۔ نیچے امیر المؤمنین کے پاس صرف ان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے محمد بن ابو بکر نے حضرت

عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچ کر ان کی داڑھی پکڑلی تو امیر المؤمنین نے ان سے فرمایا: اگر تمہارے باپ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تجھے میرے ساتھ ایسی گستاخی کرتے ہوئے دیکھتے تو وہ کیا کہتے۔ اس بات کو سن کر محمد بن ابو بکر نے ان کی داڑھی چھوڑ دی لیکن اسی درمیان میں ان کے دونوں ساتھی آگئے جو امیر المؤمنین پر جھپٹ پڑے اور ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

جب حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر حملہ ہوا اور دشمن ان کو شہید کر رہے تھے اس وقت آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا بہت چیخی چلائیں لیکن بلوائیوں نے چونکہ بڑا شور و غوغا کر رکھا تھا اس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کی چیخ و پکار کو کسی نے نہیں سنا۔ **آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت کے بعد وہ کوٹھے پر گئیں اور لوگوں کو بتایا کہ امیر المؤمنین شہید کر دیئے گئے۔ لوگوں نے نیچے اُتر کر دیکھا تو حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا پورا جسم خون آلود تھا اور ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔**

(تاریخ مدینہ دمشق، عثمان بن عفان، ۳۹/۴۱۸)

بعض روایتوں میں ہے کہ شہادت کے وقت حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے جب تلوار لگی تو آیتِ کریمہ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ۔ پر خون کے چند قطرات پڑے۔(الدر المنثور، سورۃ البقرۃ، تحت الایۃ ۱۳۷، ۱/۳۴۰)

اور آپ کی بیوی صاحبہ حضرت نائلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا نے تلوار کے وار کو جب اپنے

ہاتھوں سے روکا تو ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق، عثمان بن عفان، ۳۹/۴۰۷)

حضرت علی کی برہمی

جب حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور دیگر صحابہ و اہلِ مدینہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت کی خبر ملی تو سب کے ہوش اُڑ گئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکان پر آئے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید دیکھ کر سب نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" پڑھا اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس صورت حال سے اتنا غصہ پیدا ہوا کہ حضرت امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک طمانچہ اور حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سینے پر ایک گھونسا مارا اور فرمایا: "کَیْفَ قُتِلَ اَمِیْرُالمؤمنین وَاَنْتُمَا عَلَی الْبَابِ" یعنی جب کہ تم دونوں دروازے پر موجود تھے تو امیر المؤمنین کیسے شہید کر دیئے گئے۔ پھر آپ نے حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے صاحبزادے محمد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت زبیر کے صاحبزادے عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی سخت سست اور بُرا بھلا کہا۔

جب حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو معلوم ہوا کہ قاتل دروازے سے نہیں داخل ہوئے تھے بلکہ پڑوس کے مکان سے کود کر آئے تھے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اہلیہ محترمہ سے دریافت فرمایا کہ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کس نے شہید کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں ان لوگوں کو تو نہیں جانتی جنہوں نے امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کیا۔ البتہ ان کے ساتھ محمد بن ابو بکر تھے جنہوں نے امیر المؤمنین کی داڑھی بھی پکڑی تھی۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے محمد بن ابو بکر کو بلا کر قتل کے بارے میں ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ حضرت نائلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سچ کہتی ہیں۔ بے شک میں گھر کے اندر ضرور داخل ہوا تھا اور قتل کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن جب انہوں نے میرے باپ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تذکرہ کیا تو میں ان کو چھوڑ کر ہٹ گیا۔ **میں اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ ہوں اور** اللہ تعالیٰ **سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے ان کو قتل نہیں کیا ہے۔** (تاریخ مدینہ دمشق، عثمان بن عفان، ۳۹/۴۱۹)

قاتل کون تھا

ابنِ عساکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کنانہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جس نے شہید کیا وہ مصر کا رہنے والا تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور اس کا نام **"حمار"** تھا۔ (تاریخ مدینہ دمشق، عثمان بن عفان، ۳۹/۴۰۸)

اور بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ کے قاتل کا نام **"اَسود"** تھا۔

(الریاض النضرۃ، الفصل الحادی عشر، ذکر من قتلہ، ۲/ ۷۲)

بہت ممکن ہے کہ محمد بن ابو بکر کے ساتھ دو بلوائی جو کہ آپ کے مکان میں کود ے تھے، اس میں سے ایک کا نام **"حمار"** اور دوسرے کا نام **"اسود"** رہا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شہادت کی تاریخ

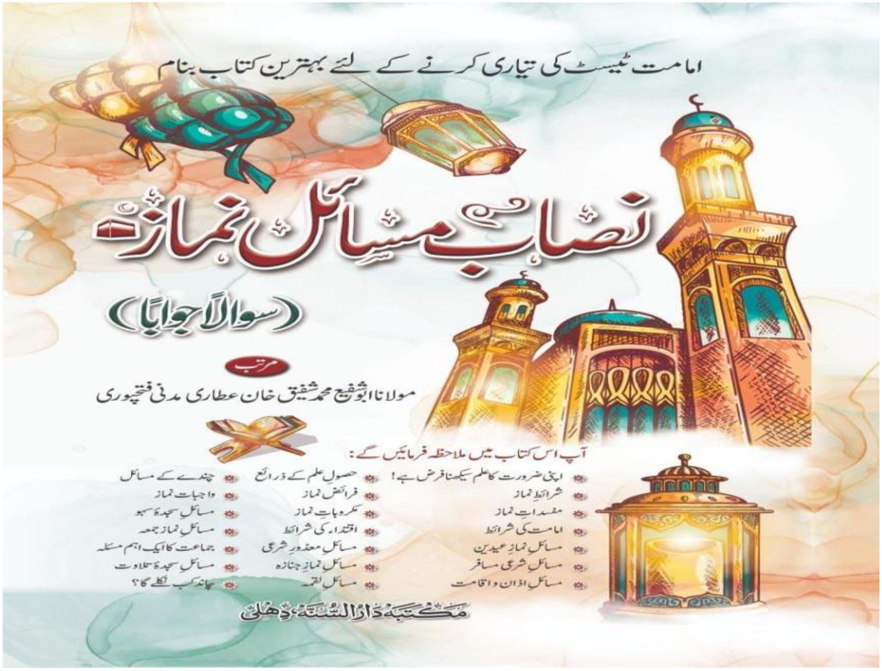
حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ بارہ سال خلافت فرما کر ۱۸ ذوالحجۃ الحرام سِن ۳۵ ہجری میں بروز جمعہ روزے کی حالت میں تقریباً ۸۲ سال کی عمر مبارک پا کر نہایت مظلومیت

کے ساتھ شہید کئے گئے۔ شہادت کے بعد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خواب میں فرماتے سنا: بے شک عثمان کو جنَّت میں عالیشان دولہا بنایا گیا ہے۔ (ریاض النضرۃ، ۳/۷۳، ۷۶)

اللہ پاک کی ان سب پر رَحمت ہو اور اُن کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ آمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے **جنازہ کی نماز** حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پڑھائی اور آپ حشِ کوکب کے مقام پر جنت **البقیع** میں دفن کیے گئے۔

(الریاض النضرۃ، الفصل الحادی عشر، ذکر تاریخ مقتلہ، ۲/۷۳)



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(7) حضرتِ مولی علی رضی اللہ عنہ

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔علی المرتضی کا تعارف وحلیہ مبارک

(2)۔۔۔علی المرتضی کے اسلام لانے کا واقعہ

(3)۔۔۔علی المرتضی کا مقام ومرتبہ

(4)۔۔۔علی المرتضی کے بارے میں ارشاداتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

(5)۔۔۔علی المرتضی کی خصوصیات　　(6)۔۔۔علی المرتضی کی شجاعت

(7)۔۔۔علی المرتضی کی خلافت　　(8)۔۔۔علی المرتضی کے تاریخی کارنامے

(9)۔۔۔علی المرتضی کی کرامات　　(10)۔۔۔علی المرتضی کا وصال

(11)۔۔۔اہلبیت سے محبت کرنے کے فضائل

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(7) حضرتِ مولی علی رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ رسول! اَلْحَمْدُلِلّٰہ ہم ایمان والے ہیں اور اللہ پاک اپنے پاکیزہ کلام قرآنِ پاک میں ایمان والوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۱۳۹) (پ۴، آل عمران،۱۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

یعنی اللہ پاک نے اس آیت میں ایمان والوں کے لیے کامیابی اور سلامتی کی بشارت دی ہے مگر اس کے باوجود اگر ہم مسلمانوں کا جائزہ لیں تو پتا چلتا ہے کہ ہر کسی کو طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا ہے، کوئی بیمار ہے تو کوئی قرضدار، کوئی گھریلو ناچاقیوں کا شکار ہے تو کوئی تنگدست و بے روزگار، کوئی اَولاد کا طلبگار ہے تو کوئی نافرمان اَولاد کی وجہ سے بیزار، الغرض ہر ایک کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ کسی کا باپ بیمار ہے تو کسی کی ماں، کسی کی بیوی بیمار

ہے تو کسی کی اولاد، ایسا لگتا ہے کہ بیماریوں، مصیبتوں، آفتوں، بلاؤں نے ہمارے گھروں پر ڈیرا جمار کھا ہے۔

ایسے حالات میں ہر ایک کی خواہش ہے کہ مجھے ان تمام پریشانیوں سے، مصیبتوں سے، آفتوں سے، بلاؤں سے رہائی مل جائے بس خوشحالی والی سلامتی والی زندگی مل جائے ۔لیکن سلامتی ملے کیسے؟

اب یہاں پر میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ آپ مجھے بتائیں کہ اگر آپ کے لیے اللہ کے کوئی ولی سلامتی کی دعا کر دے تو کیا آپ مطمئن نہیں ہو جائیں گے کہ اب میری پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور مجھے سلامتی مل جائے گی، کیوں؟ کیونکہ اللہ کے ولی نے سلامتی کی دعا کی ہے۔ اور اللہ پاک نے اپنے اولیاء کو یہ قدرت دی بھی ہے کہ وہ جس کے حق میں دعا کر دیں اس کا بیڑا پار ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں:

ہم کو تو ہر اک ولی سے پیار ہے
ان شاء اللہ اپنا بیڑا پار ہے

اور شعر بھی آپ نے سنا ہو گا:

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

کسی پریشان حال کے حق میں اللہ کا ولی دعا کر دے تو اس کی پریشانی دور ہو جائے ،اسے تمام غموں سے سلامتی مل جائے، اس کی تقدیر بدل جائے۔ اسی ضمن میں ایک بات اور

کہہ دوں کہ اللہ پاک نے ولیوں سے بڑا مرتبہ نبیوں کا رکھا، اگر کوئی نبی کسی کے حق میں سلامتی کی دعا کر دے تو اب کیا خیال ہے؟ اس کی پریشانی پریشانی رہے گی، اس کی مصیبت مصیبت رہے گی۔ آپ کہیں کہ جناب تب تو کمال ہو جائے گا، اگر کسی نبی نے دعا کر دی تو اس کی زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔

اب ایک قدم اور آگے بڑھیئے، اگر نبیوں کے نبی، اللہ کے آخری نبی، محمدِ عربی دعا کر دیں تو!

اللہ اکبر! اعلی حضرت علیہ رحمۃ العزت لکھتے ہیں:

خلق سے اولیا اولیا سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

جن کا مرتبہ سب سے ارفع و اعلی ہے، جو محبوبِ خدا ہیں، ساری کائنات رب کی رضا چاہے کہ مجھ سے میرا رب راضی ہو جائے اور رب جس کی رضا چاہے اس کے مقام و مرتبہ کا کون اندازہ لگا سکتا ہے، اعلی حضرت علیہ رحمۃ العزت لکھتے ہیں:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اور اعلی حضرت کے بھائی جان، مولانا حسن رضا خان، علیہ رحمۃ المنان اپنے نعتیہ دیوان ''ذوقِ نعت'' میں اسی بات کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی
خدائے پاک خوشی ان کی چاہتا ہو گا

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہو گا
ہمار بگڑا ہوا کام بن گیا ہو گا

جو مقصودِ کائنات ہیں، وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں، بھلا ان کی دعا کب رد ہو سکتی ہے، اللہ پاک نے ان کو سارے اختیارات دے دیئے اب محبوب ﷺ جو چاہیں، جسے چاہیں عطا کریں، خالقِ کل نے ان کو مالکِ کل بنا دیا۔

میں تو مالِک ہی کہوں گا کہ ہو مالِک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اب آخری بات بتایئے کہ اللہ کے بعد مخلوق میں سب سے بڑا مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بڑا مرتبہ کس کا ہے؟ یقیناً اللہ پاک کا ہے، وہی خالق و مالک ہے، زندگی اور موت دینے والا ہے، جس کو چاہے غریب کرے جس کو چاہے امیر کرے، جس کو چاہے راحت دے اور جس کو چاہے آفت و بلا میں مبتلا کرے۔

ولیوں، نبیوں کی دعاؤں سے لوگوں کو سلامتیاں ملتی ہی ہیں مگر کسی سے اللہ پاک فرما دے "جا بندے تیرے لیے سلامتی ہے" تو کیا خیال ہے؟ دنیا اس کے لیے جنت نہ بن جائے گی، یقیناً بن جائے گی۔

لیکن آپ سوال کریں گے کہ جناب ہماری کیا حیثیت کہ اللہ پاک ہم سے فرمائے کہ "جا بندے تیرے لیے سلامتی ہے" ہماری آنکھوں میں نہ وہ تاب کہ اسے دیکھ سکیں، نہ ہماری یہ مجال کہ ہم اسے سن سکیں، پھر یہ کیونکر ممکن ہے؟

اے عاشقانِ رسول! میں آپ سے کہوں گا کہ ہم نے آج اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا در چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے ہم پریشان ہیں اگر درِ مصطفی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر جمے رہتے تو یہ نامرادی کے دن نہ دیکھنے پڑتے، کیونکہ

وہ کہ اس در کا ہوا خلقِ خدا اس کی ہوئی
وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

اللہ اکبر! اے عاشقانِ رسول! آیئے میں آپ کو ایک آسان سا وظیفہ بتاتا ہوں جس کی وجہ سے اللہ پاک آپ پر سلامتی نازل فرمائے گا اور جب رب کی سلامتی نازل ہو گی تو ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی ان شاء اللہ چنانچہ:

مسند احمد بن حنبل کی حدیثِ پاک ہے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بشارت دی کہ:

اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ صَلَّیْتُ عَلَیْهِ وَ مَنْ سَلَّمَ عَلَیْكَ سَلَّمْتُ عَلَیْهِ۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ''جو آپ پر درود پڑھتا ہے اس پر میں رحمت بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام پڑھتا ہے اس پر میں سلامتی بھیجتا ہوں'' (مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۴۰۷، حدیث ۱۶۶۴)
(ضیائے درود و سلام ص ۴-۵)

اللہ اکبر! کتنا آسان وظیفہ ہے کہ جو رب سلامتی لینا چاہتا ہے وہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر سلام پڑھے اس پر رب سلامتی بھیجے گا۔

یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ رب کا تو فرمان ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ (پ ۸، سورۂ انعام)

کہ اللہ پاک بندوں کو ایک کا دس عطا فرماتا ہے مگر یہاں پر بندہ ایک بار سلام پڑھے تو رب تعالیٰ بھی ایک بار سلامتی بھیجے، یہ کیسے حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ بندہ ایک بار سلام پڑھے تو رب تعالیٰ دس بار سلامتی بھیجے۔ میں اس بات پر غور کرتا رہا بالآخر ''سنن نسائی'' کی ایک حدیثِ پاک پر نظر گئی کہ

رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

جَاءَنِی جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّكَ یَقُوْلُ اَمَا یُرْضِیْكَ یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَا یُصَلِّیَ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا وَلَا یُسَلِّمَ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا

جبرئیل نے مجھ سے عرض کی کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اے محمد! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہارا امتی تم پر ایک بار درود بھیجے تو میں اس پر دس بار رحمت بھیجوں اور تمہارا جو امتی تم پر ایک بار سلام بھیجے میں اس پر دس سلام بھیجوں'' (سنن نسائی ص ۲۲۲، حدیث ۱۲۹۲)
(ضیائے درود و سلام ص ۳)

وِرد جس نے کیا دُرود شریف
اور دل سے پڑھا دُرود شریف
حاجتیں سب رَوا ہوئیں اُس کی
ہے عَجَب کیمیا دُرُود شریف

اے عاشقانِ رسول! اللہ پاک کا کتنا کرم ہے کہ ہم ایک بار اپنے نبی ﷺ پر سلام بھیجیں تو وہ ہم پر دس سلامتیاں نازل فرمائے، دس بار سلام بھیجیں تو سو سلامتیاں نازل فرمائے اور جو سو بار سلام بھیجے اس پر ایک ہزار سلامتیاں نازل فرمائے، اور جس پر رب کی سلامتیاں نازل ہو رہی ہوں آپ ایمان سے کہیئے گا: کیا وہ پریشان رہے گا؟ بیمار رہے گا؟ تنگدست رہے گا؟ مصیبتوں سے دوچار رہے گا؟ نہیں اور یقیناً نہیں، کیوں؟ کیونکہ رب کی سلامتیوں کے ہوتے ہوئے مصیبتوں، پریشانیوں، بیماریوں، آفتوں، بلاؤں کا کیا کام۔

اللہ اکبر! اے عاشقانِ رسول! میرا ایمان ہے دنیا کا سب سے زیادہ ستایا ہوا انسان، مصیبتوں میں زندگی بسر کرنے والا انسان، انتہا درجے کا تنگدست و بدحال ہو اور اگر اس پر میرے رب کی صرف ایک سلامتی نازل ہو جائے تو وہ دنیا کا سب سے زیادہ خوش حال انسان ہو جائے گا۔ لیکن یہاں تو ایک بار نبی ﷺ پر سلام بھیجنے سے رب کی دس سلامتیاں نازل ہو رہی ہیں۔ اور اگر میں بات کروں اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کے سلام کی، کہ جب آپ نے نبی ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تو گویا آپ نے نبی پر لاکھوں سلام بھیج دیا اور لاکھوں کا مطلب ہے ایک کروڑ سے ایک کم یعنی ۹۹ لاکھ، ۹۹ ہزار، ۹ سو، ۹۹، یہ پہلے مصرعہ کا ہوا اور اتنا ہی دوسرے مصرعہ کا تو دونوں ملا کر دو کروڑ میں دو کم یعنی ایک کروڑ، ۹۹ لاکھ، ۹۹ ہزار، ۹ سو، ۹۸، بار سلام بھیج دیا اور رب ایک کے بدلے دس عطا فرماتا ہے تو اس کا دس گنا ۱۹، کروڑ، ۹۹ لاکھ، ۹۹ ہزار، ۹ سو، ۹۸ ہوا۔

اب آپ بتایئے جو شخص صبح سویرے اٹھ کر اعلی حضرت کے لکھے ہوئے سلام کے دو مصرعے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

پڑھ لے اور اس کی وجہ سے اس پر رب کی (19,99,99,980) سلامتیاں نازل ہو جائیں تو وہ پریشان ہو گا؟ تنگدست ہو گا؟ یقیناً نہیں ہو گا۔ لہذا آیئے آج کی اس نورانی محفل کے صدقے نیت کیجیے کہ صبح اٹھ کر سلام کے یہ دو مصرعے ضرور پڑھیں گے۔ ان شاء اللہ

وہ سلامت رہا قیامت میں
پڑھ لیے جس نے دل سے چار سلام

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ رسول! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، محرم الحرام کی بابرکت گھڑیاں ہیں اور آج ہم خلیفۂ چہارم، امیرُ الْمُؤمِنِین، شیرِ خدا، مشکل کشا، فاتحِ خیبر، حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک سیرت کے متعلق کچھ اہم چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے:

(1)۔۔۔ علی المرتضی کا تعارف و حلیہ مبارک

(2)۔۔۔ علی المرتضی کے اسلام لانے کا واقعہ

(3)۔۔۔ علی المرتضی کا مقام و مرتبہ

(4)۔۔۔ علی المرتضی کے بارے میں ارشاداتِ مصطفی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(5)۔۔۔ علی المرتضی کی خصوصیات

(6)۔۔۔ علی المرتضی کی شجاعت

(7)۔۔۔ علی المرتضی کی خلافت

(8)۔۔۔ علی المرتضی کے تاریخی کارنامے

(9)۔۔۔ علی المرتضی کی کرامات

(10)۔۔۔ علی المرتضی کا وصال

(11)۔۔۔ اہلبیت سے محبت کرنے کے فضائل

(1)۔۔۔علی المرتضی کا تعارف و حلیہ مبارک

اے عاشقانِ اہلبیت! خلیفۂ چہارُم، جانشینِ رسول، زَوجِ بَتُول حضرتِ سیِّدُنا علی بن ابی طالب کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی کُنیت "**ابوالحَسَن**" اور "**ابوتُراب**" ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شہنشاہِ ابرار، مکّے مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا ابوطالِب کے فرزندِ اَرجمند ہیں۔ عامُ الْفِیْل کے **۳۰** سال بعد جب حضور نبیِّ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عُمر شریف **۳۰** برس تھی، **۱۳** رَجَبُ الْمُرَجَّب بروز جُمعۃ المبارَک حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی، شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم خانۂ کعبہ کے اَندر پیدا ہوئے۔ (مستدرک ج۴ ص۶۱۱ حدیث۶۰۹۸)

مولیٰ مشکل کُشا، حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی والِدۂ ماجِدہ کا نام حضرتِ سیِّدَتُنا فاطِمہ بِنت اَسَد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا ہے۔ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی والِدۂ ماجدہ حضرت سیِّدَتُنا فاطِمہ بنتِ اَسَد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا نے اپنے والد کے نام پر آپ کا نام "**حیدر**" رکھا، آپ کے والِد ابو طالب نے آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا نام "**علی**" رکھا۔ حُضورِ پُرنور، شافِعِ یومُ النُّشُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو "**اَسَدُ اللّٰہ**" کے لقب سے نوازا، اس کے علاوہ "**مُرتَضٰی** (یعنی چُنا ہوا)"، "**کَرّار** (یعنی پلٹ پلٹ کر حملے کرنے والا)"، "**شیرِ خدا**" اور "**مولا مشکِل کُشا**" آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مشہور اَلقابات ہیں۔ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم مکّی مَدَنی آقا پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچازاد بھائی ہیں۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۸، ص ۴۱۲ وغیرہ ملخصا)

حلیہ مبارک

آپ کا قد مُبارَک نہ زیادہ لمبا اور نہ زیادہ چھوٹا تھا بلکہ آپ میانہ قامت تھے، آپ کی آنکھیں بڑی بڑی اور چہرہ مُبارک انتہائی خُوبصورت تھا جیسے چودھویں کا چاند۔ حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ کی ہتھیلیاں اور کندھوں کی ہڈیاں بھاری تھیں اور آپ کی گردن مُبارَک چاندی کی صُراحی جیسی تھی، آپ کے سرِ مُبارَک پر بال پیشانی پر نہیں بلکہ پیچھے کی طرف تھے، آپ کی داڑھی مُبارَک گھنی تھی جس کا ہر بال بغیر خِضاب کے سِیاہ تھا۔ آپ کے بازو اور ہاتھ سَخت مَضبُوط تھے۔

(الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۰۷۔۱۰۸)

(2)۔۔۔علی المرتضی کے اسلام لانے کا واقعہ

اے عاشقانِ اہلبیت! اگر ہم مولیٰ علی مُشکِل کُشا، شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا بچپن دیکھیں تو وہ بھی بے نظیر و بے مِثال تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بچپن ہی سے نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت میں رہ کر تَربیت حاصل فرماتے۔ رحمتِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کَفالت فرمائی، آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم ۱۰ سال کی عُمر میں ہی دائرۂ اسلام میں داخِل ہو گئے تھے اور شہنشاہِ نُبُوَّت، تاجدارِ رِسالت، شافِعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیرِ تربیّت رہے اور تادمِ حیات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِمداد و نُصرت اور دینِ اسلام کی حِمایت میں مصروفِ عَمَل رہے۔ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم مُہاجِرین اَوّلین اور عَشَرہ مُبَشَّرہ میں شامل ہونے اور دیگر

خُصُوصی دَرَجات سے مُشَرَّف ہونے کی بِناء پر بَہُت زیادہ مُمتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ غزوۂ بدر، غزوہ اُحُد، غزوۂ خَنْدَق وغیرہ تمام اِسلامی جنگوں میں اپنی بے پناہ شُجاعت کے ساتھ شرکت فرماتے رہے اور کُفّار کے بڑے بڑے نامُوَر بہادُر آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی تَلوارِ ذُوالفِقار کے قاہرانہ وار سے واصِلِ نار ہوئے۔(کراماتِ شیرِ خدا ص ۱۲۔۱۳)

شیرِخدا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مُبارَک بچپن کا ایک خُوب صُورَت گوشہ مُلاحَظہ فرمایئے۔ چنانچہ:

شیرِ خُدا کی پہلی غِذا:

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی والِدۂ ماجِدہ حضرت سیِّدَتُنا فاطِمہ بنتِ اَسَد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا بَیان ہے امیرُ الْمُؤمنین حضرتِ سیِّدُنا علیُّ الْمرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم جب پیدا ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا لُعاب حضرتِ علی کے مُنہ میں ڈالا اور اپنی زَبان اُنہیں چُوسنے کے لیے دی تو آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم زَبان مُبارک کو چُوستے ہوئے نیند کی آغوش میں چلے گئے، جب اگلا دِن آیا تو ہَم نے آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو دُودھ پلانے کے لیے ایک دائی کو بلایا، لیکن آپ نے دُودھ نہیں پیا، جب اِس بات کی خَبر رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دی گئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تَشریف لا کر اپنی زَبانِ اَطہر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دَہَن میں ڈالی، حضرت سَیِّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم زبانِ اَقْدس کو چُوسنے لگے، چُوستے ہوئے پھر نیند کی آغوش میں چلے گئے، پس جَب تک اللہ نے چاہا اُسی طرح کا مُعامَلہ ہوتا رہا۔

(السیرۃ الحلبیۃ، ج۱، ص ۳۸۲)

(3)---علی المرتضی کا مقام ومرتبہ

اے عاشقانِ اہلبیت! دیکھا آپ نے کہ حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کی کیا شان ہے کہ سرورِ کونین، رحمتِ دارین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی زَبانِ مُبارَک اُن کے دَہن میں ڈال کر برکتوں سے مُستَفیض فرما رہے ہیں۔اللہ پاک نے بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ذاتِ بابرکت کی عَظمت ورفعت بتانے کیلئے مُختَلِف مواقع پر آیاتِ مُبارَکہ نازِل فرمائیں۔ چنانچہ پارہ ۲۸، سورۂ تحریم کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

مؤمنوں کے مَولیٰ کون؟

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴿۴﴾

(پ۲۸، التحریم:۴)

ترجَمۂ کنزالایمان: تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں حضرت اسماء بنتِ عُمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرماتے سُنا کہ صَالِحُ الْمُؤْمِنِین سے مُراد حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ ایسے ہی حضرتِ ابُو جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب یہ آیتِ کَرِیمہ نازِل ہوئی تو نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے لوگوں یہ (یعنی حضرتِ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم) صَالِحُ الْمُؤْمِنِین ہیں۔ (روح المعانی، ج۲۸، ص۴۸۲)

مسلمانو! رَسُوْلُ اللّٰہ کی اُلفت اگر چاہو
کرو اس کی غلامی جس کا ہر مومن بندہ ہوا

(دیوانِ سالک:۱۳۰از رسائلِ نعیمیہ)

علی کی شانِ یگانہ

صَدرُالاَفاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیمُ الدین مُرادآبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں جب اغنیاء (یعنی مالداروں) نے عَرض ومعروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فُقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا مَوقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صَدَقہ دینے کا حکم دیا گیا اور اِس حکم پر حضرت علیِ مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عمل کیا، ایک دِینار صَدَقہ کرکے کچھ مَسائل دَریافت کئے، عرض کیا یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وفا کیا ہے؟ فرمایا: توحید اور توحید کی شہَادت دینا۔ عرض کیا: فَساد کیا ہے؟ فرمایا: کفر وشرک۔ عرض کیا: حق کیا ہے؟ فرمایا: اسلام وقرآن اور ولایت جب تجھے ملے۔ عرض کیا: مجھ پر کیا لازِم ہے؟ فرمایا: اللّٰہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طاعَت۔ عرض کیا: اللّٰہ تَعالیٰ سے کیسے دُعا مانگوں؟ فرمایا: صِدق ویقین کے ساتھ۔ عرض کیا: کیا مانگوں؟ فرمایا: عاقِبت (یعنی آخرت)۔ عرض کیا: اپنی نَجات کے لیے کیا کروں؟ فرمایا: حَلال کھاؤ اور سچ بولو۔ عرض کیا: سُرور کیا ہے؟ فرمایا: جنّت۔ عرض کیا: راحَت کیا ہے؟ فرمایا اللّٰہ کا دیدار۔ جب حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم ان سُوالوں سے فارغ ہوگئے تو یہ حُکم منسوخ ہوگیا اور رُخصَت نازل ہوئی، سوائے حضرتِ علی المرتضیٰ کَرَّمَ

اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کے اور کسی کو اِس (آیت) پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔

(تفسیر خزائن العرفان، پ۲۸، المجادلۃ:۱۲)

وہ آیتِ مُبارَکہ یہ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۔ (پ۲۸، المجادلۃ:۱۲)

ترجَمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو

(4)۔۔۔علی المرتضی کے بارے میں ارشاداتِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اے عاشقانِ رسول! قرآنِ پاک کی مختلف آیاتِ مُبارَکہ سے ہم نے حضرت سَیِّدُنا علی المرتضی کی شان و عَظَمت سماعت کی۔ اس کے علاوہ مُتَعَدَّد احادیثِ مُبارَکہ میں نبیِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کی جو شان بَیان فرمائی ہے آیئے! اُن میں سے چند فرامینِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم سُنتے ہیں۔ چُنانچہ:

(۱)۔۔۔ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حَضرتِ علی سے فرمایا:

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَی اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِی۔

یعنی تُم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے نزدیک ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کا مَقام تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مسلم، ص:۱۳۱۰، حدیث:۲۴۰۴)

(۲)۔۔۔ عَلِیٌّ مِّنِّی بِمَنْزِلَةِ رَأْسِیْ مِنْ بَدَنِیْ۔ یعنی علی کا تعلُّق مجھ سے ایسا ہی ہے جیسا میرے سَر کا تَعَلُّق میرے جِسْم سے ہے۔ (کنز العمال، ۶/۲۷۷، حدیث:۳۲۹۱۱)

ایک ذرّہ اپنی اُلفت کا عنایت کر مجھے
اپنا دیوانہ بنا مولیٰ علی مشکل کُشا!

ظاہر وباطن کا علم

اے عاشقانِ رسول! دیکھا آپ نے کہ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مُصطَفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سَیدنا علی المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی کیسی شان بَیان فرمائی ہے۔ اتنے انعامات واکرامات کے علاوہ بھی اللہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بے شُمار خوبیاں عطافرمائی ہیں، حضرت سَیِّدُناعبدُاللہ بن مَسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: بے شک قرآنِ مجید سات حروف (یعنی لغتوں) پر اُترا ہے اوران میں سے ہر حرف کا ظاہِر بھی ہے اور باطِن بھی اور امیرُ الْمُؤمِنین حضرت سیدنا علیُ المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ایسے عالِم ہیں جن کے پاس ظاہِر وباطِن دونوں کا عِلم ہے۔ (تارِیخِ مدینہ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۴۰۰)

تین فضائل

اِسی طرح امیرُ الْمُؤمِنین، امامُ العادِلین حضرتِ سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ارشاد فرماتے ہیں: حَضرَتِ علیُّ المُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو تین ایسی فضیلتیں حاصِل ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک بھی مجھے نَصیب ہو جاتی تو وہ میرے نزدیک سُرخ اُونٹوں سے بھی محبوب تر ہوتی۔ صَحابۂ کِرام نے پوچھا: وہ تین فضائل کون سے ہیں؟ فرمایا:

(۱)۔۔۔اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی صاحِبزادی حضرتِ فاطمۃُ الزّہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اِن کے نِکاح میں دیا۔

(۲)۔۔۔اِن کی رہائش رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ مسجدِ نبوی شریف میں تھی اور اِن کے لیے مسجد میں وہ کچھ حلال تھا جو اِنہیں کا حصّہ ہے۔

(۳)۔۔۔غزوۂ خیبر میں اِن کو پرچمِ اِسلام عطا فرمایا گیا۔

(مُستدرَک ج۴ ص۹۴ حدیث۴۶۸۹)

مزید حضرتِ سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہ نے فرمایا کہ حضرتِ علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہم میں سب سے بڑے قاضی اور حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہم میں سب سے بڑے قاری ہیں۔(المسند للامام احمد بن حنبل، ج۸، ص۶، ح۲۱۱۴۳، کراماتِ شیرِ خدا، ص:۲۲)

بیاں کس منہ سے ہو اس مَجمَعُ البحرین کا رتبہ
جو مرکز ہے شریعت کا طریقت کا ہے سر چشمہ

حضرت علی علم وحکمت کا دروازہ

مولا علی مشکل کُشا، شیرِ خدا رضی اللّٰہ عنہ علمی اعتبار سے صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنہم میں ایک خاص مقام رکھتے تھے اور کیوں نہ رکھتے ہوں کہ خود نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے آپ کی علمی شان بیان کرتے ہوئے آپ کو علم وحکمت کا دروازہ فرمایا ہے، چنانچہ ۲ فرامینِ مصطفٰے صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ملاحظہ فرمایئے:

(۱)۔۔۔اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں۔ (مستدرک للحاکم، ۴/ ۹۶، حدیث:۴۷۴۴)

(۲)۔۔۔اَنَادَارُالْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھا۔ یعنی میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا

دروازہ ہیں۔(ترمذی،۵ص:۴۰۲،حدیث:۳۷۴۴)

تم مجھ سے ہو

نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سردارِ دو جہان، محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حضرتِ مولٰی علی، شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم کے بارے میں فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''**اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ** یعنی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔''

(ترمذی ج۵ص۳۹۹حدیث۳۷۳٦)

تم میرے بھائی ہو

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (مدینۂ منوَّرہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً میں مُہاجِرین اور انصار) صَحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے درمیان بھائی چارا قائم فرمایا، تو حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المُرتَضٰی، شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم اس حالت میں حاضِر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، عرض کی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! آپ نے صَحابۂ کرام کے درمیان بھائی چارا قائم فرمایا، لیکن مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا؟'' رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، ''**اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ** یعنی تم دنیا و آخِرت میں میرے بھائی ہو۔'' (ترمذی ج۵ص۴۰۱حدیث۳۷۴۱)

علی کو دیکھنا عبادت

اے عاشقانِ اہلبیت! فضیلتِ مولا علی رضی اللہ عنہ سنتے جایئے اور محبتِ مولا علی میں اضافہ کیجیے حضرتِ ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے رِوایت ہے: حُضُور سیّدِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اِرشاد فرمایا: "**علیُّ المُرتَضٰی**(کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم) کو دیکھنا عبادت ہے۔" (مُستَدرَک ج ۴ ص ۱۱۸ حدیث ۴۷۳۷)

عیسی کی مثال

خود مولیٰ مُشکل کُشا حضرتِ سیِّدُنا **علیُّ المُرتَضٰی** کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم رِوایت کرتے ہیں کہ رسولِ اَکرم، نبیِّ مُحتَشَم، تاجدارِ اُمَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (مجھے مُخاطب کرتے ہوئے) اِرشاد فرمایا: "تم میں حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے، جن سے یَہود نے بُغض رکھا حتّٰی کہ اُن کی والِدۂ ماجِدہ کو تُہمت لگائی اور اُن سے عیسائیوں نے مَحَبّت کی تو اُنہیں اُس دَرَجے میں پہنچا دیا جو اُن کا نہ تھا۔" پھر شیرِ خدا حضرتِ سیِّدُنا **علیُّ المُرتَضٰی** کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اِرشاد فرمایا: "میرے بارے میں **دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے** میری مَحَبّت میں اِفراط کرنے (یعنی حد سے بڑھنے) والے مجھے اُن صفات سے بڑھائیں گے جو مجھ میں نہیں ہیں اور بُغض رکھنے والوں کا بُغض اُنہیں اِس پر اُبھارے گا کہ مجھے بُہتان لگائیں گے۔" (مُسندِاِمام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۳۶ حدیث ۱۳۷۶)

(5)---علی المرتضی کی خصوصیات

اے عاشقانِ اہلبیت! اللہ پاک نے حضرتِ علی المرتضی، شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی

وَجْهَهُ الْكَرِيْم کو کئی خصوصیات سے بھی نوازا ہے جن میں سے کچھ تو آپ سن چکے مزید سنیئے:

ہر صحابیِ رسول کے نام کے آگے "رضی اللہ عنہ" لکھا اور کہا جاتا ہے مگر حضرتِ علی المرتضی، شیرِ خدا کے نام کے آگے "رضی اللہ عنہ" کے ساتھ ساتھ زیادہ تر "كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم" بھی لکھا اور کہا جاتا ہے جو کہ دیگر صحابۂ کرام کے نام کے آگے نہ ہی لکھا جاتا ہے اور نہ کہا جاتا ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟ آیئے میں آپ کو بتاتا چلوں کہ اس کا کیا سبب ہے؟ چنانچہ میرے آقا اعلی حضرت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں:

"كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْم" کہنے لکھنے کا سبب

آپ کے نام کے آگے "كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْم" کہا جاتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب قُریش مبتلائے قَحط ہوئے تھے تو **حُضُورِ** اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ابوطالِب پر تخفیفِ عِیال (یعنی بال بچّوں کا بوجھ ہلکا کرنے) کے لیے حضرتِ سیّدُنا **علیُّ المُرتَضٰی** كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم کو اپنی بارگاہِ ایمان پناہ میں لے آئے، حضرت مولیٰ علی كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے حُضور مولائے کُل سیّدُالرُسُل صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے آغوشِ مبارَک میں پَرَوَرِش پائی، حُضُور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی گود میں ہوش سنبھالا، آنکھ کُھلتے ہی محمّدٌ رَّسولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا جمالِ جہاں آرا دیکھا، حُضُور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہی کی باتیں سُنیں، عادتیں سیکھیں۔ تو جب سے اِس جنابِ عِرفان مآب رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه کو ہوش آیا قَطعًا یقینًا ربّ

تعالیٰ کو ایک ہی جانا، ایک ہی مانا۔ ہرگز ہرگز بُتوں کی نَجاست سے ان کا دامنِ پاک کبھی آلودہ نہ ہوا۔ اسی لیے لَقَبِ کریم "کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الکریم" ملا۔ (فتاوی رضویہ ج۲۸ ص۴۳۶)

لمحے بھر میں قرآن ختم کرلیتے

اے عاشقانِ اہلبیت! حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان شخصیات میں سے ایک ہیں جن کے لیے اللہ پاک نے قرآنِ پاک کی تلاوت نہایت کم وقت میں کرنا آسان فرمایا ہے چنانچہ: حضرتِ سیِّدُنا **علیُّ المُرتَضٰی**، شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم جب سُواری کرتے وقت گھوڑے کی رِکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوتِ قرآن شروع کرتے **اور دوسری رِکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے پورا قرآنِ مجید ختم فرمالیتے۔** (شواہدُ النّبوۃ ص۲۱۲)

سورۂ فاتحہ کی تفسیر

اور قرآن فہمی کا اندازہ ان کے اس فرمان سے لگایئے کہ امیرُ الْمُؤمِنِین، مولیٰ مشکل کُشا حضرتِ سیِّدُنا **علیُّ المُرتَضٰی** کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے اِرشاد فرمایا: **"اگر میں چاہوں تو "سُوْرَۃُ الْفَاتِحَة" کی تفسیر سے ۷۰ اُونٹ بھر دوں۔"** (یعنی اُس کی تفسیر لکھتے ہوئے اِتنے رِجسٹر (Registers) تیار ہو جائیں کہ ۷۰ اونٹوں کا بوجھ بن جائے)

(قوتُ القلوب ج۱ ص۹۲)

صحابۂ کرام کے نزدیک علمی مقام

حضرتِ سَیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی

حضرتِ سَیِّدُنا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا تو ہمیشہ درست ہی جواب پایا۔ (اسد الغابۃ، علی بن ابی طالب، علمہ رضی اللہ عنہ، ۴/۱۰۹)

حضرتِ سَیِّدُنا عَبْدُ اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اہلِ مدینہ علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فیصلے کراتے تھے۔ (اسد الغابۃ، علی بن ابی طالب، علمہ رضی اللہ عنہ، ۴/۱۰۹)

حضرتِ سَیِّدُنا سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ میں حضرتِ سَیِّدُنا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے علاوہ کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔ (اسد الغابۃ، علی بن ابی طالب، علمہ رضی اللہ عنہ، ۴/۱۰۹)

اسی طرح حضرتِ سَیِّدُنا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اعلیٰ علمی صلاحیت اور شرعی مسائل میں بھرپور قابلیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اُمُّ المومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جیسی عظیم عالمہ جو کہ اپنے والدِ محترم حضرت سیِّدُنا صِدّیقِ اَکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانۂ خِلافت سے ہی مُستقِل طور پر اِفتاء کے مَنصَب پر فائز ہو چکی تھیں اور جنہیں علمِ قرآن، علمِ میراث، علمِ طِبّ، حلال و حرام، شعر، اَقوالِ عرب، علمِ نسب وغیرہ میں مہارت حاصل تھی ایسی زبردست علمی صلاحیت والی ہستی کے سامنے ایک مرتبہ حضرتِ سَیِّدُنا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذِکر ہوا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ احادیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

(تاریخ الخلفاء، علی بن ابی طالب، ص۱۷۱)

شیرِ خدا کی خداداد خُوبیاں

ایک مرتبہ حَضْرتِ سیدنا اَمِیرِ مُعاوِیہ بن سُفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حضرت سیدنا ضَرار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا" میرے سامنے حضرتِ سیدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم کے اوصاف بَیان کرو۔"تو حضرتِ سَیدُنا ضرار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یُوں اوصاف بَیان فرمانے لگے کہ امیرُ المؤمنین حضرتِ سَیدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم کے عِلم وعِرفان کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم، اللہ پاک کے مُعاملے اوراس کے دِین کی حِمایت میں مَضبوط ارادے رکھتے، فیصلہ کُن بات کرتے اور انتہائی عدل و اِنصاف سے کام لیتے، آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم کی ذات مَنبعِ عِلم وحِکمَت تھی، جب کلام کرتے تو دَہن مُبارَک سے حِکمَت ودانائی کے پُھول جَھڑتے، دنیا اوراِس کی رنگینیوں سے وحشت کھاتے، رات کے اندھیرے میں (عبادتِ الٰہی سے) مسرور ہوتے، اللہ پاک کی قَسم! آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم بَہُت زیادہ رونے والے، دُور اندیش اور غمزدہ تھے، اپنے نفس کا مُحاسَبہ کرتے، کُھردرا اور موٹا لباس پسند فرماتے اور موٹی روٹی کھاتے، اللہ پاک کی قَسم! رُعب ودَبدَبہ ایسا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم سے کلام کرتے ہوئے ڈرتا تھا، حالانکہ جب ہم حاضر ہوتے تو ملنے میں آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم خود پہل کرتے اور جب ہم سُوال کرتے تو جَواب ارشاد فرماتے اور ہماری دَعوت قَبول فرماتے، جب مُسکراتے تو دندانِ مُبارَک ایسے معلوم ہوتے جیسے موتیوں کی لَڑی، آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم پرہیزگاروں کا اِحترام کرتے، مِسکینوں سے مَحَبَّت فرماتے، کسی طاقتور یا صاحبِ ثَرْوَت کو اس کی باطل آرزو میں اُمید نہ دِلاتے، کوئی بھی کمزور شَخْص آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی

وَجْهَهُ الْكَرِيْم کی عَدالت سے مایُوس نہ ہو تا بلکہ اُسے اُمید ہوتی کہ مجھے یہاں اِنصاف ضَرور ملے گا۔ اللہ پاک کی قسم! میں نے دیکھا کہ جب رات آتی تو آپ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم اپنی داڑھی مُبارَک پکڑ کر زاروقطار روتے اور زخمی شخص کی طرح تَڑپتے، میں نے آپ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا: "اے دنیا! آیا تُو نے مجھ سے منہ موڑلیا ہے یا ابھی تک میری مُشتاق ہے؟ اے دھوکے باز دُنیا! جا، تُو کسی اور کو دھوکہ دے، میں تجھے ۳ طلاقیں دے چکا ہوں، اب اس میں ہرگز رُجوع نہیں۔ تیری عُمر بَہُت کم ہے اور تیری آسائشیں اور نِعمتیں انتہائی حَقیر ہیں اور تیرے نُقصانات بَہُت زیادہ ہیں، ہائے! سفر (آخرت) نہایت طویل ہے، زادِ راہ بَہُت قلیل اور راستہ انتہائی خطرناک اور پیچ دار ہے، یہ سُن کر حضرتِ سیدنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حتّٰی کہ رِیش مبارک آنسوؤں سے تَر ہوگئی اور وہاں مَوْجُود لوگ بھی زاروقطار رونے لگے۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: "اللہ پاک اَبُو الْحَسَن (یعنی حضرتِ سیدنا علی المرتضی، شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم) پر رحم فرمائے، اللہ پاک کی قسم! وہ ایسے ہی تھے۔ (کراماتِ شیرِ خدا، ص۳۹) (عیون الحکایات، ص:۲۵)

اشک بار آنکھیں عَطا ہوں دل کی سختی دُور ہو
دیجئے خَوفِ خُدا مَولیٰ علی مُشکل کُشا!

پَیکرِ جُود و سخا تُو میں فقیر و بے نوا
تُو ہے داتا میں گدا مَولیٰ علی مُشکل کُشا!

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے کندھوں کے درمیان ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: "اے علی! تجھے سات ایسے فضائل حاصل ہیں کہ جن میں بروزِ قیامت تمہارے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا:

(۱)۔۔۔ تم اللہ پاک پر ایمان لانے میں سب سے پہلے ہو۔

(۲)۔۔۔ اللہ پاک کے عہد کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے ہو۔

(۳)۔۔۔ اللہ پاک کے حکم کو سب سے زیادہ قائم کرنے والے ہو۔

(۴)۔۔۔ رعایا میں عدل کرنے والے ہو۔

(۵)۔۔۔ مساوات کے ساتھ تقسیم کرنے والے ہو۔

(۶)۔۔۔ فیصلہ کرنے میں سب سے زیادہ صاحبِ بصیرت ہو۔

(۷)۔۔۔ بروزِ قیامت سب سے بلند مرتبہ میں ہو گے۔

(الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی، باب الیاء، الحدیث:۸۳۱۵، ج۵، ص۳۲۰)

(6)۔۔۔ علی المرتضیٰ کی شجاعت

واہ! کیا بات ہے فاتحِ خیبر کی

اے عاشقانِ اہلبیت! حضرتِ سیِّدُنا **علیُّ المُرتَضٰی** کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے اوصاف میں سے ایک صفت شجاعت بھی ہے آپ کی شجاعت کمال درجے کی ہے کہ آپ کے سامنے بڑے سے بڑا طاقت ور زیر ہو جاتا تھا چُنانچہ:

حضرتِ سیِّدُنا سَہْل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبیِّ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خیبر کے دن فرمایا: ''**کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ اللہ تَعَالٰی فتح دے گا، وہ اللہ اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مَحَبّت کرتا ہے نیز اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس سے مَحَبّت کرتے ہیں۔**'' اگلے روز صُبح کے وقت ہر آدمی یہی اُمّید رکھتا تھا کہ جھنڈا اُسی کو دیا جائے گا۔ فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! اُن کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ فرمایا: انہیں بلاؤ، انہیں لایا گیا تو محبوبِ ربُّ العِباد، راحتِ ہر قلبِ ناشاد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی آنکھوں پر اپنا لُعابِ دَہَن (یعنی تھوک شریف) لگایا اور دُعا فرمائی وہ ایسے اچّھے ہوگئے گویا انہیں درد تھا ہی نہیں اور اُنہیں جھنڈا دے دیا۔ امیرُ المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا **علیُّ المُرتَضٰی** کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! کیا میں ان لوگوں سے اس وَقت تک لڑوں جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہوجائیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: نرمی اختیار کرو یہاں تک کہ اُن کے میدان میں اُتر جاؤ پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور اللہ پاک کے جو حُقوق اُن پر لازم ہیں وہ اُنہیں بتاؤ۔ خدا کی قسم اگر اللہ پاک تمہارے ذَرِیعے کسی ایک شخص کو ہدایت عطا فرمائے تو یہ تمہارے لیے اس سے اچّھا ہے کہ تمہارے پاس **سُرخ اُونٹ** ہوں۔ (بخاری ج۲ص۳۱۲حدیث۳۰۰۹، مُسلِم ص۱۳۱۱حدیث۲۴۰۶)

قوّتِ حیدری کی ایک جھلک

پس آپ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی، ایک یہودی نے حضرتِ حیدرِ کرّار کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم پر وار کیا، اِسی دَوران آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم کی ڈھال گر گئی، تو آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم آگے بڑھ کر قَلعے کے دروازے تک پہُنچ گئے اور اپنے ہاتھوں سے قَلعے کا پھاٹک اُکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنالیا، وہ کواڑ آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم کے ہاتھ میں برابر رہا اور آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ پاک نے آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم کے ہاتھوں خیبر کو فتح فرمایا۔ یہ کواڑ اتنا وزنی تھا کہ جنگ کے بعد ۴۰ آدمیوں نے مل کر اُٹھانا چاہا تو وہ کامیاب نہ ہوئے۔ (دَلَائِلُ النُّبُوَّۃ لِلْبَیْہَقِی ج ۴ ص ۲۱۲)

شیر شمشیر زَن شاہِ خیبر شِکَن
پَرتَوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

کسی اور نے بھی کیا خوب کہا ہے:

علی حیدر! تری شوکت تری صَولت کا کیا کہنا
کہ خطبہ پڑھ رہا ہے آج تک خیبر کا ہر ذرّہ

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

علی جیسا کوئی بہادُر نہیں

امیرُالْمُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المُرتَضٰی، شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم

کا ایک نُمایاں ترین وَصف (یعنی خوبی) شُجاعت و بہادُری ہے اور اس بہادری کو غیبی تائید بھی حاصل ہے جیسا کہ ایک رِوایت میں ہے: جب امیرُ الْمُؤمِنِین، حضرتِ سیِّدُنا **علیُّ المُرتَضٰی**، شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ایک **غزوہ** میں کُفّارِ بداَطوار کو گاجر مُولی کی طرح کاٹ رہے تھے تو غیب سے یہ آواز آئی:

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ

یعنی علی جیسا کوئی بہادُر نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔

(جزء الحسن بن عرفۃ العبدی ص ۶۲ حدیث ۳۸ ماخوذاً)

ہیں علی مُشکِل کُشا سایہ کُناں سر پر مِرے
لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی، لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

(7)---علی المرتضی کی خلافت

اے عاشقانِ اہلبیت! امیر المؤمنین حضرتِ علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فضائل و خصائص کے بعد آپ کی خلافت کے بارے میں بھی سنتے ہیں چنانچہ: حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت کے بعد دوسرے روز حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھما کے علاوہ مدینہ طیبہ کے سب رہنے والوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ امیر المؤمنین ہوگئے۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھم نے بصرہ پہنچ کر قاتلینِ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے قصاص لینے کا مطالبہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے شروع کیا اور بہت سے لوگ اس مطالبہ میں شریک

ہو گئے۔ جب حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی عراق تشریف لے گئے بصرہ راستے میں ہی پڑتا تھا۔ یہاں جنگِ جمل ہوئی جس میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہما شہید ہو گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی دونوں طرف کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ بصرہ میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پندرہ روز قیام فرمایا اور پھر کوفہ تشریف لے گئے۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر خروج کیا ان کے ساتھ شامی لشکر تھا۔ کوفہ سے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم بھی بڑھے اور صفین کے مقام پر کئی روز تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر یہ جنگ ایک معاہدہ پر ختم ہوئی۔ طرفین کے لوگ اپنے اپنے مقام کو واپس ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شام اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کوفہ واپس چلے آئے۔

جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کوفہ تشریف لائے تو ایک جماعت جس کو ''خارجی'' کہا جاتا ہے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت سے انکار کر کے ''لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ'' کا نعرہ بلند کیا یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر تیار کر لیا۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے ان کا سر کچلنے کے لیے حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہما کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا۔ **طرفین میں جنگ ہوئی خارجی شکست کھا کر کچھ تو علی المرتضٰی** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **کے لشکر میں شامل ہو گئے اور کچھ**

بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پہنچ کر لوٹ مار شروع کر دی۔ آخر کار شیر خدا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **نے وہاں جاکر ان کو تہِ تیغ کر دیا۔**

(تاریخ الخلفاء، علی بن ابی طالب، فصل فی مبایعة علی، ص۱۳۸)(الطبقات الکبریٰ، ذکر علی و معاویة و تحکیم الحکمین، ۳/ ۲۳)

(8)---علی المرتضی کے تاریخی کارنامے

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجھَہُ الْکریم کے چند تاریخ ساز کارنامے ملاحظہ کیجئے:

باب العلم

☆... امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجھَہُ الْکریم کو بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے "بابُ العلم (یعنی علم کا دروازہ)" کا لقب عطا ہوا۔ آپ خود فرماتے ہیں: مجھے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علم کے ہزار باب عطا کئے اور ہر باب سے آگے ہزار باب کھلتے ہیں۔ (تاریخ ابن عساکر، ج۴۲، ص۳۸۵)

☆... ایک موقع پر یوں فرمایا: مجھ سے پوچھو! اللہ تعالیٰ کی قسم! قیامت تک ہونے والی جو بات تم مجھ سے پوچھو گے، میں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔ (کنز العمال، جزء۲، ج۱، ص۲۳۹، حدیث:۴۷۳۷)

شجاعت و بہادری

☆... ہجرت کی رات جبکہ چاروں طرف کفار تلواریں لیے کھڑے تھے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بستر پر سوئے۔ (سیرت ابن ہشام، ص۱۹۲)

☆... غزوۂ تبوک کے علاوہ ہر غزوہ میں شرکت فرمائی اور خیبر کے قلعہ کو فتح کرکے "فاتحِ خیبر" کے نام سے شہرت پائی۔ (بخاری، ج۳، ص۸۴، حدیث:۴۲۰۹)

صائب الرائے

☆... آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایسی درست رائے کے حامل تھے کہ نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ سے مشورہ فرمایا۔ (بخاری، ج۴، ص۵۲۸)

☆... خلیفۂ اَوَّل حضرت سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور خلیفۂ دُوُم حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسے دور اندیش اور تجربہ کار اپنے دورِ خلافت میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مشورہ فرماتے۔(الکامل فی التاریخ، ج۳، ص۲۰۵)

عربی زبان کے قواعد

☆... آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب لوگوں کو عربی بول چال میں غلطیاں کرتے پایا تو اصلاح کے لیے بنیادی قواعد وضوابط مرتب کئے اور حضرت ابو الاسود دُؤَلی کو کلمہ کی تینوں قسموں "اسم، فعل، حرف" کی تعریفیں لکھ کر دیں اور اِس میں اضافہ کرنے کا فرمایا پھر اُن کے اضافہ جات کی اصلاح بھی فرمائی۔(تاریخ الخلفاء، ص۱۴۳)

فقہ وفتاویٰ

☆... بابِ مدینۃ العلم رضیَ اللّٰہُ تعالٰی عنہ نے فقہ کے میدان میں بھی تاریخ رقم فرمائی، پیش آنے والے نئے مسائل کو پَل بھر میں حل فرمادیتے، کثیر صحابۂ کرام علیہِمُ الرِّضْوَان فقہی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم و حضرت عائشہ رضیَ اللّٰہُ تعالٰی عنہُمَا سے لوگوں نے مسئلے پوچھے تو فرمایا: حضرت علی رضیَ اللّٰہُ تعالٰی عنہ سے جا کر پوچھو۔ (مسلم، ص۱۳۰، حدیث:۶۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ، ج۴، ص۲۲۳، حدیث:۵)

خارجیوں کا قلع قمع

☆... اسلام دُشمن خارجیوں کا سب سے پہلے آپ رضیَ اللہُ تعالیٰ عنہ ہی نے قلع قمع فرما کر مسلمانوں کو ان کے فتنے سے محفوظ و مامون کیا۔ (الاستیعاب، ج۳، ص۲۱۷)

عوامی بھلائی کے کام

☆... آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے حقوقِ عامہ کی حفاظت کا بھی اہتمام فرمایا جیسا کہ شاہراہِ عام کو گندگی سے بچانے کے لیے بیت الخلاء اور نالیوں کو شارع عام سے دور بنانے کا حکم فرمایا۔

(مصنف عبد الرزاق، ج۹، ص۴۰۵، حدیث:۱۸۷۲۲)

☆... انسانی جانوں کے تحفظ کے لیے قانون بنایا کہ اگر کسی کے کنواں کھودنے یا بانس وغیرہ گاڑنے کی صورت میں انسانی جان تلف ہوئی تو ضمان ادا کرنا ہو گا۔

(مصنف عبد الرزاق، ج۹، ص۴۰۵، حدیث:۱۸۷۲۳)

روشن فیصلے

☆... جب سینہ دستِ نبوی سے فیض یاب ہو اور فیصلوں کو تصدیقاتِ نبوی حاصل ہوں تو ایسے فیصلے زمانے میں انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ آپ رضیَ اللہُ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں کو خود حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پسند فرمایا۔ (فضائل الصحابہ، ص۸۱۲، حدیث:۱۱۱۳)

☆... مقدمہ کتنا ہی پیچیدہ کیوں نہ ہوتا آپ رضیَ اللہُ تعالیٰ عنہ چند لمحوں میں اُس کا بہترین فیصلہ فرمادیا کرتے، الغرض آپ کے فیصلے اسلامی عدالت کے لیے تاریخ ساز حیثیت

رکھتے ہیں۔ان تاریخ ساز فیصلوں میں سے چند فیصلے ملاحظہ فرمایئے چنانچہ:

۱۰۰ دِینار اور ۲ فریبی شخص

ایک مرتبہ قبیلۂ قریش کی ایک عورت کے پاس دو افراد آئے اور انہوں نے اُس عورت کے پاس بطورِ امانت ۱۰۰ دِینار رکھوائے اور کہا کہ ہم دونوں اکٹھے لینے آئیں تو امانت واپس دینا، ہم میں سے کوئی اکیلا آئے تو ہرگز نہیں دینا،ایک سال گزرنے کے بعد ایک شخص آیااور اس عورت سے کہا:میرا ساتھی فوت ہو گیاہے،وہ ۱۰۰ دینار مجھے واپس دے دو۔عورت نے انکار کرتے ہوئے کہا:تم دونوں نے شرط رکھی تھی کہ ہم دونوں اکھٹّے آئیں تو ہی امانت ادا کرنا،ہم میں سے کسی اکیلے شخص کو نہیں دینا،لہٰذا تجھے نہیں دوں گی۔اس شخص نے عورت کے متعلقین اور پڑوسیوں کو مجبور کیا کہ وہ عورت پر زور دے کر امانت واپس دلائیں،بالآخر سب کے اصرار پر عورت نے وہ ۱۰۰ دینار اس کو دے دیئے،ایک سال گزرنے کے بعد دوسرا شخص آیااور اپنی رقم کا مطالبہ کرنے لگا،عورت نے کہا تیرا ساتھی میرے پاس آیا تھااور اس نے تیرے بارے میں یہ بتایا کہ تُو مر چکا ہے،لہٰذا میں وہ سارے دِینار اسے دے چکی ہوں۔بہرحال یہ مُقدّمہ پہلے حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس پیش کیا گیا،مگر عورت کی گزارش پر آپ نے اُن دونوں کو حضرتِ سَیِّدُنا عَلِیُّ المُرتَضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس بھیج دیا،عورت کی زبانی واقعے کی تفصیلات سُن کر آپ نے بھانپ لیا کہ دونوں ساتھیوں نے مل کر عورت کو فریب دیا ہے،آپ نے اس شخص سے فرمایا:کیا تم دونوں ساتھیوں نے اس عورت سے یہ نہیں کہا تھا کہ جب تک کہ ہم دونوں ایک ساتھ نہ آئیں،ہم

میں سے کسی ایک کو وہ دینار نہیں دینا؟اس نے کہا:جی ہاں!ہم نے یہی بات طے کی تھی۔آپ نے فرمایا کہ تمہارا مال ہمارے ذمہ ہے،جاؤ!اپنے ساتھی کو لے کر آؤ تاکہ ہم تمہاری امانت تمہیں ادا کردیں۔(کتاب الاذکیاء،الباب الثامن،ص۳۹)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

غلام کون ہے؟

اے عاشقانِ اہلبیت!ایک قاضی اور جج (Justice) کی زندگی میں بسا اوقات ایسے پیچیدہ مقدمے بھی آجاتے ہیں جن کا حل انتہائی مشکل اور دشوار نظر آتا ہے۔دَراَصل اس طرح کے مقدمات اس بات کا فیصلہ بھی کردیتے ہیں کہ قاضی کن صلاحیتوں کا حامل ہے اور عقل و دانش کے کس بلند رُتبے پر فائز ہے،آیئے!شیرِ خدا حضرت سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کے مزید دلچسپ اور مشکل فیصلوں کو ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ آپ کے فیصلوں نے کس طرح پریشان حالوں کی پریشانی حل کی،دُکھیاروں کا دکھ دور کیا اور آزمائش میں گھر جانے والوں کو آزمائش سے نکالا۔

"خلفائے راشدین"نامی کتاب میں ہے کہ:یمن کے ایک آدمی نے اپنے لڑکے کو سفر پر بھیجا تو اس کے ساتھ ایک غلام بھی روانہ کیا،راستے میں کسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا،کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ کردیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور میں اس کا آقا ہوں،یہ کہہ کر اس نے لڑکے کو بیچنا چاہا،جب یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا:کمرے کی دیوار میں دو بڑے سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو:

اپنے اپنے سر ان سوراخوں سے باہر نکالیں، جب دونوں نے اپنے سر سوراخوں سے باہر نکال لیے، تو حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عنہ نے خادم سے فرمایا: رسولُ اللہ صلَّی اللّٰہُ علیہِ واٰلہٖ وسَلَّم کی تلوار لے آؤ، خادم تلوار لایا تو آپ نے خادم سے کہا: غلام کا سر کاٹ ڈالو، یہ سنتے ہی غلام نے فوراً اپنا سر پیچھے کر لیا جبکہ لڑکا اسی طرح کھڑا رہا، یوں آپ کی حکمتِ عملی سے معلوم ہو گیا کہ "غلام کون ہے؟" (خلفائے راشدین، ص:۱۲۴)

جھوٹے گواہ بھاگ گئے

ایک مرتبہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عنہ کے پاس ایک شخص کو چوری کے الزام میں لایا گیا ساتھ گواہی دینے کے لیے دو گواہ بھی موجود تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو گئے پھر آپ نے جھوٹے گواہوں کے بارے میں فرمایا: جب میرے پاس جھوٹا گواہ آیا ہے تو میں نے اسے سخت سزا دی ہے، (کچھ دیر بعد) آپ نے ان دونوں گواہوں کو طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں جھوٹے گواہ پہلے ہی فرار ہو چکے ہیں لہذا آپ نے ملزم کو بری کر دیا۔ (مصنف ابی شیبہ، ۱۴/ ۵۴۸، رقم: ۲۹۴۲۶)

۱۷ اونٹ کیسے تقسیم ہوں گے؟

ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ۳ آدمی آئے اور کہنے لگے: ہمارے پاس ۱۷ اونٹ ہیں، ایک کا حصہ کل اونٹوں کا آدھا (۱/۲) ہے دوسرے کا حصہ تہائی (۱/۳) ہے اور تیسرے آدمی کا حصہ سب اونٹوں میں نواں (۱/۹) ہے، آپ ہمارے درمیان اونٹ تقسیم کیجئے مگر شرط یہ ہے کہ انہیں کاٹنا نہ پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے بیتُ المال سے ایک اونٹ منگوایا، اب ۱۸ اونٹ ہوگئے پہلا شخص جس کا حصہ تمام اونٹوں میں آدھا تھا اسے ۱۸ کے آدھے یعنی ۹ اونٹ دے دیئے، دوسرا شخص جس کا حصہ تہائی تھا اسے ۱۸ کا تہائی یعنی ٦ اونٹ دے دیئے، پھر تیسرا شخص جس کا حصہ کل اونٹوں میں نواں تھا اسے کل اونٹوں کا نواں حصہ یعنی ۱۸ میں سے ۲ اونٹ دے دیئے اس طرح آپ رضیَ اللہُ عنہ نے حسن تدبیر سے ایک مشکل مسئلے کا فیصلہ کر دیا اور ۹، ٦، اور ۲ اونٹ ملا کر کل ۱۷ اونٹ ان تینوں میں تقسیم بھی کر دیئے اور کسی اونٹ کو کاٹنا بھی نہ پڑا، ایک اونٹ جو باقی بچا اسے بیتُ المال میں واپس پہنچا دیا گیا۔ (خلفائے راشدین، ص:۱۲٦ ملخصًا)

مرحوم کی وصیت

ایک شخص نے مرتے وقت اپنے دوست کو ۱۰ ہزار درہم دیئے اور وصیت کی: جب تم میرے لڑکے سے ملاقات کرو تو اس میں سے جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا، اتفاق سے کچھ روز بعد اس کا لڑکا وطن واپس آگیا، اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے پوچھا: بتاؤ! تم مرحوم کے لڑکے کو کتنا دو گے؟ اس نے کہا: ایک ہزار، آپ نے فرمایا: اب تم اس کو ۹ ہزار دو، اس لیے کہ جو تم نے چاہا وہ ۹ ہزار ہیں اور مرحوم نے یہی وصیت کی تھی کہ جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا۔ (خلفائے راشدین، ص:۱۲۵)

آٹھ روٹیاں

دو آدمی سفر میں ایک ساتھ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے۔ ان میں سے ایک کی پانچ روٹیاں تھیں دوسرے کی تین۔ اتنے میں ایک شخص اُدھر سے گزرا اس نے دونوں کو سلام

کیا۔ انہوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالیا اور تینوں نے مل کر وہ سب روٹیاں کھائیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس تیسرے شخص نے آٹھ درہم دیئے اور کہا آپس میں بانٹ لینا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تم تین درہم لو کہ تمہاری تین ہی تھیں۔ تین روٹی والے نے کہا: نہیں بلکہ آدھے درہم ہمارے ہیں اور آدھے تمہارے اس لیے کہ ہم دونوں نے مل کر روٹیاں کھائیں ہیں لہذا دونوں کا حصہ برابر چار چار درہم ہو گا۔

جب دونوں میں معاملہ طے نہ ہوا تو اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے دونوں حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اجلاس میں پہنچے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سارا واقعہ سننے کے بعد تین روٹی والے سے فرمایا کہ تمہارا ساتھی جو تین درہم تم کو دے رہا ہے لے لو۔ اس لیے کہ تمہاری روٹیاں کم تھیں۔ تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں اس غیر منصفانہ فیصلہ پر راضی نہیں ہوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: یہ غیر منصفانہ فیصلہ نہیں ہے۔ حساب سے تو تمہارا ایک ہی درہم ہوتا ہے۔ اس نے کہا: آپ حساب ہمیں سمجھا دیجئے، ہم ایک ہی درہم لے لیں گے۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: کان کھول کر سنو! تمہاری تین روٹیاں تھیں اور اس کی پانچ۔ کل آٹھ روٹیاں ہوئیں اور کھانے والے کل تین تھے۔ تو ان آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کرو تو کل چوبیس ٹکڑے ہوئے۔ اب ان چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں پر تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصہ میں آئے۔ یعنی آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے آٹھ تمہارے ساتھی نے اور آٹھ اس تیسرے شخص نے۔ اب

غور سے سنو !تمہاری تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں تو تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا بچا جو اس تیسرے شخص نے کھایا لہذا تمہارا صرف ایک درہم ہوا اور تمہارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اس کے سات ٹکڑے اس تیسرے شخص نے کھائے لہذا سات درہم اس کے ہوئے۔ یہ فیصلہ سن کر تین روٹی والا حیران ہو گیا۔ مجبوراً اسے ایک ہی درہم لینا پڑا اور دل میں کہنے لگا۔ اے کاش! میں نے تین درہم لے لیے ہوتے تو اچھا تھا۔

(الصواعق المحرقة، الباب التاسع، الفصل الرابع، ص۱۲۹)

حقیقی ماں کون

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتیں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا کرتی ہوئی حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے پاس آئیں دونوں کا کہنا تھا کہ یہ لڑکا ہمارا ہے آپ نے پہلے ان دونوں کو بہت سمجھایا لیکن جب ان کی ہنگامہ آرائی جاری رہی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حکم دیا آرہ لاؤ۔ انہوں نے پوچھا: آرہ کس لیے منگوا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو آدھا آدھا دوں گا۔ حقیقت میں اس لڑکے کی جو ماں تھی یہ سن کر بے قرار ہو گئی اور اس کے چہرہ سے غمگینی ظاہر ہوئی۔ اس نے نہایت عاجزی سے عرض کیا: امیر المؤمنین! میں اس لڑکے کو نہیں لینا چاہتی۔ یہ اسی عورت کا ہے آپ اسی کو دے دیجئے مگر خدا کے واسطے اس کو قتل نہ کیجئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ

تَعَالٰی عَنْہ نے وہ لڑکا اسی بے قرار عورت کو دے دیا جو عورت خاموش کھڑی رہی آپ نے اس سے فرمایا کہ تم کو شرم آنی چاہیے کہ تم نے میرے اجلاس میں جھوٹا بیان دیا۔ یہاں تک کہ اس عورت نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ خلفائے راشدین ص۲۹۶۔۲۹۷)

اے عاشقانِ رسول! بیان کردہ حکایات سے معلوم ہوا کہ اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سَیِّدُنا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی، شیر خدا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اللہ نے بے پناہ علم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ قسم کی ذہنی صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی ذہانت سے اُن مصیبت زدوں کو مصیبت سے بچا لیا۔

یاد رہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ذاتِ گرامی بہت سے کمالات اور خوبیوں کو اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہے، مثلاً آپ شیر خدا بھی ہیں اور دامادِ مُصْطَفٰے بھی۔ حیدرِ کرار بھی ہیں اور صاحبِ سخاوت بھی، صاحبِ شجاعت بھی ہیں اور عبادت و ریاضت والے بھی، فصاحت و بلاغت والے بھی ہیں اور علم والے بھی، الغرض آپ بہت سے کمالات و خوبیوں کے جامع ہیں اور ہر ایک کمال و خوبی میں ایک منفرد اور نُمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آیئے آپ کی سیرتِ مبارکہ کے ذکرِ خیر سے کچھ برکتیں حاصل کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(9)۔۔۔علی المرتضی کی کرامات

اے عاشقانِ رسول! اللہ پاک نے اپنے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیارے صحابی، امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی، شیر خدا رضی اللہ عنہ کو بے شمار کرامتوں سے بھی نوازا ہے،

چنانچہ میں آپ کے سامنے چند کرامات کا ذکر کرتا ہوں لہٰذا خوب توجہ کے ساتھ سنیئے اور محبت علی میں اضافہ کیجئے:

کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ اپنے رسالے "کراماتِ شیر خدا" کے صفحہ نمبر ۲ اور ۳ میں حضرتِ علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی کرامت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک حبشی غلام جو کہ امیرُالْمُؤمِنِین حیدرِ کرّار، صاحِبِ ذُوالفِقار، حَسنَینِ کریمَین کے والدِ بُزُرگوار، حضرت مولا مُشکل کشا **علیُّ المُرتَضٰی** شیر خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے بَہُت مَحَبَّت کرتا تھا، شامتِ اعمال سے اُس نے ایک مرتبہ چوری کرلی۔ لوگوں نے اُس کو پکڑ کر دربارِ خِلافت میں پیش کر دیا اور غلام نے اپنے جُرم کا اِقرار بھی کرلیا۔ امیرُالْمُؤمِنِین حضرتِ سیّدُنا علیُّ المُرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے حکمِ شَرْعی نافِذ کرتے ہوئے اُس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ جب وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا تو راستہ میں حضرت سَلمان فارسی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اورابنُ الکَوّاء رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ سے ملاقات ہوگئی۔ ابن الکَوّاء نے پوچھا: تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا؟ تو غلام نے کہا: "امیرُالْمُؤمِنِین حضرتِ علی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے۔" ابن الکَوّاء نے حیرت سے کہا: "انہوں نے تمہارا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بھی تم اِس قَدَر اِعزاز واِکرام کے ساتھ اُن کا نام لیتے ہو!" غلام نے کہا: **"میں ان کی تعریف کیوں نہ کروں! انہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹا اور مجھے عذابِ جہنّم سے بچالیا۔"**

حضرتِ سیّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دونوں کی گفتگو سنی اور حضرتِ سیّدُنا علیُّ المُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے اِس کا تذکرہ کیا تو آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے اُس غلام کو بُلوایا اور اُس کا کٹا ہوا ہاتھ کلائی پر رکھ کر رومال سے چُھپا دیا پھر کچھ پڑھنا شُروع کر دیا، اِتنے میں ایک غیبی آواز آئی: ''کپڑا ہٹاؤ۔'' **جب لوگوں نے کپڑا ہٹایا تو غلام کا کٹا ہوا ہاتھ کلائی سے اِس طرح جُڑ گیا تھا کہ کہیں کٹنے کا نشان تک نہیں تھا۔**

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۳۴)

اے شبِ ہجرت بجائے مصطفٰے بَر رَختِ خواب
اے دمِ شدّت فِدائے مصطفٰے امداد کُن

دریا کی طُغیانی خَتم ہو گئی

ایک مرتبہ نہرِ فُرات میں ایسی خوفناک طُغیانی آگئی (یعنی طوفان آگیا) کہ سَیلاب میں تمام کھیتیاں ڈوب گئیں، لوگوں نے حضرتِ سیّدُنا علیُّ المُرتَضٰی، شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں فریاد کی۔ آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جُبَّہ مبارَکہ و عِمامہ مُقَدَّسہ و چادر مبارَکہ زیبِ تن فرما کر گھوڑے پر سوار ہوئے، حضراتِ حَسَنَینِ کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اور دیگر کئی حَضرات بھی ہمراہ چل پڑے۔ فُرات کے کَنارے آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے دو رَکعت نَماز ادا کی، پھر پُل پر تشریف لا کر اپنے عَصا سے نَہرِ فُرات کی طرف اشارہ کیا تو اُس کا پانی ایک گز کم ہو گیا، پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید ایک گز

کم ہوا جب تیسری بار اشارہ کیا تو تین گز پانی اُتر گیا اور سیلاب ختم ہو گیا۔ لوگوں نے التجا کی: یا امیرُ الْمُؤمِنِین! بس کیجئے یہی کافی ہے۔ (شواہدُ النّبوۃ ص ۲۱۴)

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوّتِ پروَرْدِگار
لا فتٰی اِلاَّ علی، لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقار

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

چشمہ اُبل پڑا!

مقام صِفّین جاتے ہوئے حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المُرتَضٰی، شیرِ خُدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا لشکر ایک ایسے میدان سے گزرا جہاں پانی نہیں تھا، پورا لشکر پیاس کی شدّت سے بے تاب ہو گیا۔ وہاں ایک گرجا گھر تھا، اُس کے راہِب نے بتایا کہ یہاں سے دو فَرسَخ (یعنی تقریباً ۱۴ کلومیٹر) کے فاصلے پر پانی مل سکے گا۔ کچھ حضرات نے وہاں جاکر پانی پینے کی اِجازت طلب کی، یہ سن کر آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اپنے خَچَّر پر سُوار ہو گئے اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کرکے کھودنے کا حکم فرمایا، کُھدائی شروع ہوئی، ایک پتّھر ظاہِر ہوا، اُسے نکالنے کی تمام تر کوششیں ناکام ہو گئیں، یہ دیکھ کر مولیٰ مشکلکشا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سُواری سے اُترے، اور دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں اُس پتّھر کی دراڑ میں ڈال کر زور لگایا تو وہ پتّھر نکل پڑا اور اُس کے نیچے سے ایک نہایت صاف و شَفّاف اور شیریں (یعنی میٹھے) پانی کا **چشمہ اُبل پڑا!** اور تمام لشکر اُس سے سیراب ہو گیا۔ لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور مشکیزے بھی بھر لیے، پھر آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے وہ پتّھر اُس کی جگہ

پر رکھ دیا۔ گرجا گھر کا عیسائی راہِب یہ **کرامت** دیکھ کر مولیٰ مشکل کشا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی خدمت میں عرض گزار ہوا: کیا آپ نبی ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: کیا آپ فرشتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ اُس نے کہا: پھر آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں پیغمبرِ مُرسَل حضرتِ سیِّدُنا محمد بن عبد اللہ خاتَمُ النَّبِیّین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا صَحابی ہوں اور مجھ کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چند باتوں کی وصیَّت بھی فرمائی ہے۔ اتنا سنتے ہی وہ عیسائی راہِب کلمہ شریف پڑھ کر مُشَرَّف بہ اسلام ہو گیا۔ آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: تم نے اتنی مدّت تک اسلام کیوں قبول نہیں کیا تھا؟ راہِب نے کہا: ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اِس گرجا گھر کے قریب پانی کا ایک چشمہ پوشیدہ ہے، اِس چشمے کو وُہی شخص ظاہر کرے گا جو نبی ہو گا یا نبی کا صَحابی۔ چُنانچہ میں اور مجھ سے پہلے بَہُت سے راہِب اِس گرجا گھر میں اِسی انتِظار میں مُقیم رہے۔ آج آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے یہ چشمہ ظاہِر کر دیا تو میری مُراد بَر آئی اس لیے میں نے دینِ اسلام قبول کر لیا۔ راہِب کا بیان سن کر شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم **رو پڑے** اور اِس قدر روئے کہ رِیش مبارَک آنسوؤں سے تر ہو گئی، پھر ارشاد فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ان لوگوں کی کِتابوں میں بھی میرا ذکر ہے۔ یہ راہِب مسلمان ہو کر آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے خادِموں اور مجاہدوں میں شامِل ہو گیا اور شامیوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا اور مولیٰ مشکل کشا نے اپنے دَستِ مبارک سے اُسے دَفن کیا اور اُس کے لیے مغفِرت کی دُعا فرمائی۔

(مُلَخَّص از کراماتِ صحابہ ص ۱۱۴، شواہد النبوۃ ص ۲۱۶)

مرتَضٰی شیرِ خدا، مَرحَب کُشا، خیبر کُشا
سَروَرا لشکر کشا مشکِل کُشا اِمداد کُن

گرمیوں میں گرم کپڑے

حضرت مولیٰ **علی** کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم گرمیوں میں گرم کپڑے اور سردیوں میں ٹھنڈے کپڑے پہنتے تھے، کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب **جنابِ رسالت مآب** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میری آنکھوں میں اپنے منہ مبارک سے **لُعاب** لگایا تو ساتھ میں یہ **دُعا** بھی دی: ''اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْہُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ۔ یعنی اے اللہ! علی سے گرمی اور سردی دُور فرمادے۔'' اُس دن سے مجھے نہ گرمی لگتی ہے اور نہ ہی سردی۔

(ابن ماجہ ج ۱ ص ۸۳ حدیث ۱۱۷)

اِجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد

مولیٰ علی نے خالی ہتھیلی پر دم کیا اور

ایک بار کسی بھکاری نے کُفّار سے سُوال کیا، اُنہوں نے مذاقاً امیرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُنا مولیٰ مُشکل کُشا، علیُّ الْمُرتَضٰی، شیرِخدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے پاس بھیج دیا جو کہ سامنے تشریف فرما تھے۔ اُس نے حاضِر ہو کر دستِ سُوال دراز کیا، آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے **۱۰ بار دُرُود شریف** پڑھ کر اُس کی ہتھیلی پر دم کر دیا اور فرمایا: مُٹّھی بند کرلو اور جن لوگوں نے بھیجا ہے اُن کے سامنے جا کر کھول دو۔ (کُفّار ہنس رہے تھے

کہ خالی پھونک مارنے سے کیا ہوتا ہے!) مگر جب سائل نے اُن کے سامنے جا کر مٹھی کھولی تو اُس میں **ایک دِینار** تھا! یہ **کرامت** دیکھ کر کئی کافِر مسلمان ہو گئے۔ (راحت القلوب ص ۱۴۲)

وِرد جس نے کیا دُرود شریف
اور دل سے پڑھا دُرود شریف
حاجتیں سب رَوا ہوئیں اُس کی
ہے عَجَب کیمیا دُرُود شریف

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(10)۔۔۔علی المرتضی کا وصال

اے عاشقانِ رسول! امیرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُنا عثمانِ غنی رضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت کے بعد اَنصار و مُہاجِرین نے دَستِ بابَرَکت پر بَیْعَت کر کے آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم کو امیرُ الْمُؤمِنِین مُنْتَخَب کیا اور ۴ برس ۸ ماہ ۹ دن تک مسندِ خِلافت پر رونق افروز رہے۔ ۱۷ یا ۱۹ رَمَضانُ المبارَک کو ایک خبیث خارِجی کے قاتِلانہ حملے سے شدید زخمی ہو گئے اور ۲۱ رَمَضان شریف اتوار کی رات جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

(تاریخ الخُلَفاء ص ۱۳۲، اسد الغابۃ ج ۴ ص ۱۲۸، ۱۳۲، ازالۃ الخفاء ج ۴ ص ۴۰۵، معرفۃ الصحابۃ ج ۱ ص ۱۰۰ وغیرہ)

تین خارِجیوں کی تین صَحابہ کے بارے میں سازِش

دعوتِ اسلامی کے اِشاعَتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کی مَطْبُوعہ ۱۹۲ صفْحات پر مُشْتَمِل کتاب "**سوانح کربلا**" صفْحہ ۷۶ تا ۷۷ پر صدرُ الْاَفاضِل حضرت علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم

الدّین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ کچھ یوں نَقْل فرماتے ہیں:

خَوارِج میں سے ایک نامُراد عبدالرحمن بن مُلْجَم مُرادی نے بُرَک بن عبدُ اللہ تمیمی خارِجی اور عَمْرو بن بُکَیْر تمیمی خارِجی کو مکۃُ المکرمہ میں جمع کرکے مولائے کائنات حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی، حضرتِ سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ بن ابی سُفیان اور حضرتِ سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے قَتْل کا مُعاہَدہ کیا چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو، برک نے حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور عمرو بن بکیر نے حضرت عمرو بن العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک ہی معین تاریخ پر قتل کرنے کا عہد کیا اور تینوں بدبخت ان شہروں کو روانہ ہوگئے جہاں جہاں ان کو اپنے اپنے نامزد شخص کو قتل کرنا تھا۔ ان میں سب سے پہلے ابنِ ملجم کوفہ پہنچا وہاں خارجیوں سے رابطہ قائم کرکے ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کی رات میں حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو شہید کردے گا۔ (خلفائے راشدین ص ۳۱۲)

اِبْنِ مُلْجَم کی بدبختی کا سبب عشق مجازی ہوا

"مُسْتَدْرَک" نامی کتاب میں ہے کہ اِبنِ مُلْجَم ایک خارِجِیّہ عورت کے عشقِ مجازی، میں گرفتار ہوگیا تھا، اُس ظالِمہ خارِجِیّہ عورت نے شادی کے لیے مَہر میں ۳ ہزار دِرہَم اور نَعُوْذُ بِاللہ حضرتِ مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے قَتْل کا مطالَبہ رکھا تھا۔

(مُستَدرَک ج ۴ ص ۱۲۱ حدیث ۴۷۴۴)

شہادت کی رات

اِس ماہِ رَمَضانُ المبارَک (۴۰ھ) میں آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا یہ دستُور تھا کہ ایک شب حضرتِ سیّدُنا امامِ عالی مقام امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، ایک شب حضرتِ سیّدُنا اِمام حسن مُجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ایک شب حضرتِ سیّدُنا عبدُاللہ بن جعفَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس اِفطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ تناوُل نہ فرماتے اور (کم کھانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے) اِرشاد فرماتے: مجھے یہ اچّھا معلوم ہوتا ہے کہ "اللہ تَعَالٰی سے ملتے وقت میرا پیٹ خالی ہو۔" **شہادت کی رات** تو یہ حالت رہی کہ بار بار مکان سے باہَر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرماتے: بخدا! مجھے کوئی خبر جھوٹی نہیں دی گئی، یہ وُہی رات ہے جس کا وَعدہ کیا گیا ہے۔ (گویا آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو اپنی شہادت کا پہلے ہی سے علم تھا) (سوانح کربلا ص۷۶،۷۷ ملخصًا)

قاتِلانہ حملہ

شبِ جُمُعہ ۱۷ (یا۱۹) رَمَضانُ المبارَک ۴۰ھ کو حَسَنَیْنِ کَرِیْمَیْن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے والد بُزُرگوار، حیدرِ کرّار، صاحبِ ذُوالفِقار، اَمیرُ المؤمنین حضرتِ سیّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سَحَر (یعنی صبح) کے وقت بیدار ہوئے، مؤذِّن نے آکر آواز دی اور کہا: اَلصَّلٰوۃ اَلصَّلٰوۃ! چُنانچہ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نَماز پڑھنے کے لیے گھر سے چلے، راستے میں لوگوں کو نَماز کے لیے صدائیں دیتے اور جگاتے ہوئے مسجد کی طرف تشریف لے جارہے تھے کہ اچانک اِبْنِ مُلْجَم خارِجی بد بَخْت نے آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی

وَجْہَہُ الْکَرِیْم پر تلوار کا ایک ایسا ظالمانہ وار کیا کہ جس کی شدّت سے آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری۔ اتنے میں چاروں طرف سے لوگ دوڑ کر آئے اور اُس خارِجی بد بخت کو پکڑ لیا۔

آپ کی وصیت

حضرت عقبہ بن ابی صہبا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کہتے ہیں کہ جب بدبخت ابنِ ملجم نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر تلوار کا وار کیا یعنی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ زخمی ہوگئے تو حضرت امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ روتے ہوئے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں آئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **ان کو تسلی دی اور فرمایا: بیٹے! میری چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یاد رکھنا۔** حضرت امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا: وہ کیا ہیں؟ فرمایئے۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: اوّل سب سے بڑی تونگری عقل کی توانائی ہے۔ دوسرے بے وقوفی سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں۔ تیسرے غرور گھمنڈ سب سے سخت وحشت ہے۔ چوتھے سب سے عظیم خلق کرم ہے۔

حضرت امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں بھی بیان فرمائیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا کہ اوّل احمق کی محبت سے بچو، اس لیے کہ وہ نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن نقصان پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے جھوٹے سے پرہیز کرو۔ اس لیے کہ وہ دُور کو نزدیک اور نزدیک کو دور کر دیتا ہے۔ تیسرے بخیل سے دُور رہو۔ اس لیے کہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جن کی تم کو حاجت ہے۔

چوتھے فاجر سے کنارہ کش رہو۔ اس لیے کہ وہ تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے میں فروخت کرڈالے گا۔ (تاریخ الخلفاء، علی بن ابی طالب، فصل فی نبذ من اخبار علی، ص ۱۴۵)

وصال پر ملال

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سخت زخمی ہونے کے باوجود جمعہ و ہفتہ تک بقید حیات رہے لیکن اتوار کی رات میں آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کی روح بارگاہِ قدس میں پرواز کرگئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ۱۹ رمضان المبارك جمعہ کی شب میں آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان اتوار کی رات ۴۰ھ میں آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کی وفات ہوئی۔

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

چار برس آٹھ ماہ نو دن آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے اُمورِ خلافت کو انجام دیا اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهم نے آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کو غسل دیا اور آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کی نماز جنازہ حضرت امام حسن رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے پڑھائی۔ اور دارُ الاِمارت کوفہ میں رات کے وقت دَفن کیا۔ (الریاض النضرۃ، الفصل العاشر، ذکر مقتله، ۲/۲۳۷، جزء ۳)

اِبْنِ مُلْجَم کی لاش کے ٹکڑے نَذْرِ آتش کردیئے گئے

لوگوں نے اِبْنِ مُلْجَم بدکِردار و بداَطوار کے جِسْم کے ٹکڑے کرکے ایک ٹوکرے میں رکھ کر آگ لگادی اور وہ جل کر خاکِستر ہوگیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۹)

ابنِ ملجم کے بقیہ دو ساتھی جو حضرت امیرِ معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے روانہ ہوئے تھے، ناکام رہے، برک بن عبد اللہ، جو حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے گیا تھا، انہیں زخمی کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن انہوں نے اسے پکڑ لیا۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس دن بیمار تھے، اس وجہ سے انہوں نے فجر کی نماز پڑھانے کے لیے خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔ خارجی عمرو بن بکر نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے دھوکے میں خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد وہ گرفتار ہوا اور مارا گیا۔

حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر خود ان پر حملہ آور ہونے والے خارجی نے دی۔ کہنے لگا: "میرے پاس ایسی خبر ہے جس کے سننے سے آپ خوش ہو جائیں گے اور اگر میں آپ سے وہ خبر بیان کروں گا تو آپ کو بہت فائدہ پہنچے گا۔" آپ نے فرمایا: "بیان کرو۔" وہ بولا: "آج میرے بھائی نے علی کو قتل کر دیا ہو گا۔" آپ نے فرمایا: کاش! تمہارے بھائی کو ان پر قدرت نہ نصیب ہو۔

بعدِ موت قاتلِ علی کی سزا کی لرزہ خیز حکایت

دعوتِ اسلامی کے اِشاعَتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کی مَطْبُوعہ کتاب **"فیضانِ سنّت"** جلد دُوُم کے **۵۰۵** صفْحات پر مشتمل باب **"غیبت کی تباہ کاریاں"** صَفْحَہ **۱۹۹** پر ہے:

عِصْمَہ عَبّادَانِی کہتے ہیں: میں کسی جنگل میں گھوم رہا تھا کہ میں نے ایک گرجا دیکھا، گرجا میں ایک راہِب کی خانقاہ تھی اُس کے اندر موجود راہِب سے میں نے کہا کہ تم

نے اِس (ویران) مقام پر جو سب سے عجیب و غریب چیز دیکھی ہو وہ مجھے بتاؤ! تو اُس نے بتایا: میں نے ایک روز یہاں شُتَر مُرغ جیسا ایک **دیو ہیکل سفید پرندہ** دیکھا، اُس نے اُس پتّھر پر بیٹھ کر قَے کی، اُس میں سے ایک **انسانی سر** نکل پڑا، وہ برابر قے کرتا رہا اور انسانی اَعضاء نکلتے رہے اور بجلی کی سی سُرعَت (یعنی پُھرتی) کے ساتھ ایک دوسرے سے جُڑتے رہے یہاں تک کہ وہ **مکمّل آدَمی** بن گیا! اُس آدَمی نے جوں ہی اُٹھنے کی کوشش کی اُس **دیو ہیکل پرندے** نے اُس کو ٹھونگ ماری اور اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پھر نگل گیا۔ کئی روز تک میں یہ خوفناک منظر دیکھتا رہا، میرا یقین **خدا** کی قدرت پر بڑھ گیا کہ واقعی اللہ مار کر جِلانے پر قادِر ہے۔ ایک دن میں اُس **دیو ہیکل پرندے** کی طرف مُتَوَجِّہ ہوا اور اُس سے دریافت کیا کہ اے پرندے! میں تجھے اُس ذات کی قسم دے کر کہتا ہوں جس نے تجھ کو پیدا کیا! اب کی بار جب وہ انسان مکمَّل ہو جائے تو اُس کو باقی رہنے دینا تاکہ میں اُس سے اُس کا عَمَل معلوم کر سکوں! تو اُس پرندے نے فَصیح عَرَبی میں کہا: ’’میرے ربّ کے لیے ہی بادشاہت اور بَقا ہے ہر چیز فانی ہے اور وُہی باقی ہے میں اُس کا ایک فِرِشتہ ہوں اور اِس شخص پر مُسلَّط کیا گیا ہوں تاکہ اِس کے گناہ کی سزا دیتا رہوں۔ ‘‘ جب قے میں وہ انسان نکلا تو میں نے اُس سے پوچھا: اے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے انسان! تو کون ہے اور تیرا قصّہ کیا ہے ؟ اُس نے جواب دیا: ’’میں (حضرتِ) علی (کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم) کا قاتل عبد الرحمن اِبْنِ مُلْجَم ہوں، جب میں مر چکا تو اللہ کے سامنے میری روح حاضِر ہوئی، اُس نے میرا نامۂ اَعمال مجھ کو دیا جس میں میری پیدائش سے لے کر حضرتِ علی (کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم) کو شہید کرنے تک کی

ہر نیکی اور بدی لکھی ہوئی تھی۔ پھر اللہ نے اِس فرِشتے کو حکم دیا کہ وہ قِیامت تک مجھے عذاب دے۔ "یہ کہہ کر وہ چُپ ہو گیا اور دیو ہیکل پرندے نے اس پر ٹھونگیں ماریں اور اس کو نگل گیا اور چلا گیا۔ (شَرۡحُ الصُّدُور ص ۱۷۵)

(11)۔۔۔اہلبیت سے محبت کرنے کے فضائل

اے عاشقانِ اہلبیت! اہلبیت کے دامن سے وابستہ رہیئے اور ان کی محبت کا چراغ اپنے دل میں جلائے رہیئے، ان شاءاللہ یہی محبت دنیاو آخرت میں کام آئے گی چنانچہ:

سرکارِ اَبَد قرار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالِک ومُختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک روز امامِ حسن و حُسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "جو مجھے دوست رکھتاہے اور ساتھ ہی اِن کو اوراِن کے والِدَین کو بھی محبوب رکھتاہے وہ بروزِ قِیامت میرے ساتھ ہو گا۔" (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۶۸ حدیث ۵۷۶)

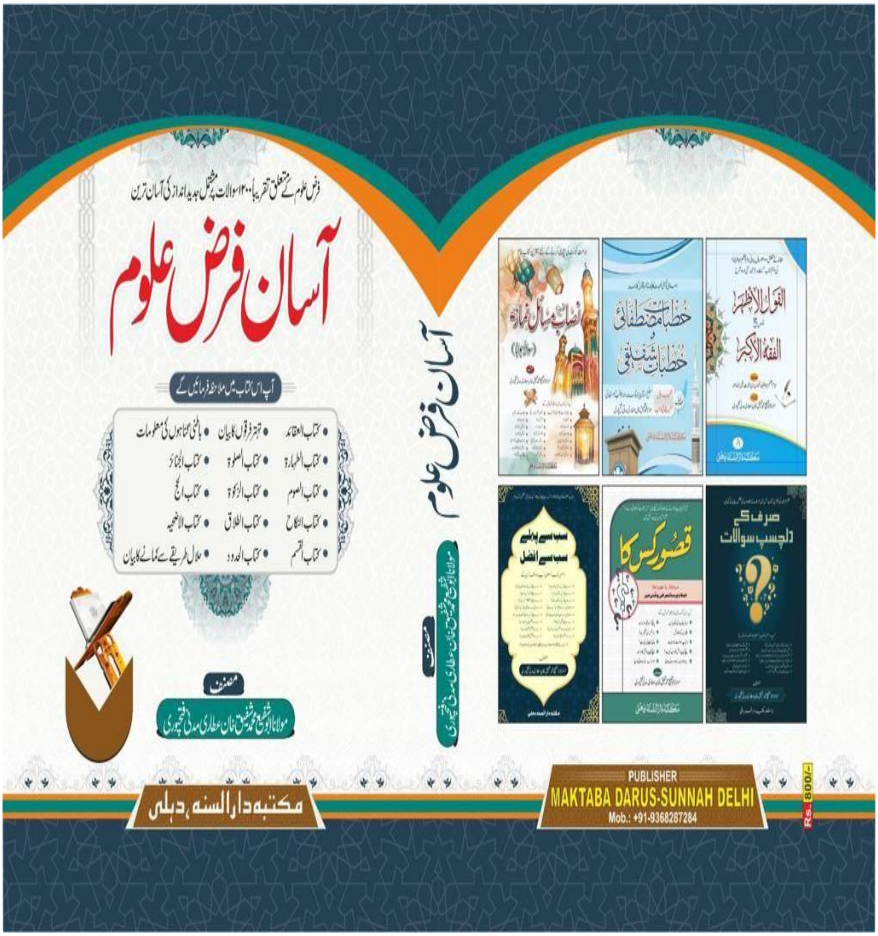
مصطفٰی عزّت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں
ہے بلند اِقبال تیرا دُودمانِ اہلِ بیت

صَلُّوا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ رسول! جسے اہلِ بیت کی مَحَبَّت مل جائے اُسے دونوں جہاں کی عزّت مل جائے گی، آخِرت میں رسولِ رَحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رفاقت مُیَسَّر آئے گی اوراہلِ بیت کے صدقے اُس کی بخشش ومَغْفِرَت ہو جائے گی۔ اِنْ شَآءَاللہ

اُن دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کیجے رضاؔ کو حشر میں خنداں مثالِ گل

اللہ پاک ہمیں اہلبیت کی برکات سے مالامال فرمائے اور قیامت میں انہیں کے ساتھ ہماراحشر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(8) حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔فاطمہ زہرا کا تعارف والقاب

(2)۔۔۔فاطمہ زہرا کے بچپن کا واقعہ

(3)۔۔۔فاطمہ زہرا کے بارے میں احادیث

(4)۔۔۔فاطمہ زہرا کا نکاح

(5)۔۔۔فاطمہ زہرا کی اولادِ پاک

(6)۔۔۔فاطمہ زہرا کے شب و روز

(7)۔۔۔فاطمہ زہرا کا ایثار و سخاوت

(8)۔۔۔فاطمہ زہرا کی کرامات

(9)۔۔۔فاطمہ زہرا کی گھریلو زندگی

(10)۔۔۔فاطمہ زہرا کا وصال

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(8) حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم　　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ　　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ رسول! دُعا، اللہ رب العزت جل وعلا سے مناجات کرنے، اس کی قربت حاصل کرنے، اس کے فضل وانعام کے مستحق ہونے اور بخشش و مغفرت کا پروانہ حاصل کرنے کا نہایت آسان اور مجرب ذریعہ ہے۔ اسی طرح دعا پیارے مصطفی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متوارث سنت، اللہ رب العزت جل وعلا کے پیارے بندوں کی متواتر عادت، درحقیقت عبادت بلکہ مغزِ عبادت، اور گنہگار بندوں کے حق میں اللہ رب العزت جل وعلا کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت و سعادت ہے۔

دُعا کی اہمیت اور وقعت کا اندازہ خود قرآن پاک میں اللہ رب العزت پارہ ۲۴، سورۂ مومن کی آیت نمبر ۶۰ میں بیان فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۠ (۶۰) (پ۲۴، المؤمن: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بے شک وہ

جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے (تکبر کرتے) ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

اور پارہ ۲، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۶ میں ارشاد ہوا:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴿۱۸۶﴾ (پ۲، البقرۃ:۱۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

مزید دعا کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اللہ کے آخری نبی، محمدِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوتے ہی اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی امت کے حق میں "رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ" "خدایا میری امت کو میرے واسطے بخش دے۔" کے دلنشین کلمات کے ذریعہ دعا مانگی اور اپنی امت کو اپنی احادیث مبارکہ کے ذریعہ دعا مانگنے کی بار بار ترغیب ارشاد فرمائی ہے اور دعا نہ مانگنے کی صورت میں ربِ جلیل کا نہایت سخت حکم: "مَنْ لَا یَدْعُوْنِیْ أَغْضِبُ عَلَیْهِ" یعنی "جو مجھ سے دعا نہ کریگا میں اُس پر غضب فرماؤں گا۔" سنائی ہے جس سے دعا کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ("کنز العمال"، الحدیث: ۳۱۲۴، الجزء الثانی، ج۱، ص۲۹)

دعا مانگنے کے متعلق پانچ فرامینِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ملاحظہ فرمائیں:

(1)۔۔۔اِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةَ. یعنی دعا بھی عبادت ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔ (پ۲۴، المؤمن:۶۰) ترجمۂ کنز الایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

(سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المؤمن، الحدیث:۳۲۵۸، ج۵، ص۱۶۶)

(2)۔۔۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃ. یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، الحدیث:۳۳۸۲، ج۵، ص۲۴۳)

(3)۔۔۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، الحدیث:۳۳۸۱، ج۵، ص۲۴۳)

(4)۔۔۔ بندے کی دعا تین چیزوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہوتی یا تو اس کا کوئی گناہ معاف کر دیا جاتا ہے یا فوراً اسے کوئی بھلائی عطا کر دی جاتی ہے یا اس کے لئے بھلائی جمع کر دی جاتی ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث:۱۱۱۳۳، ج۴، ص۳۷، مفہومًا)

حضرت سیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "دعا نیکی میں اس طرح کفایت کرتی ہے جس طرح کھانے میں نمک۔" (احیاء العلوم مترجم، ج۱، ص۹۰۸)

(5)۔۔۔ **اللہ پاک** سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ پاک پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے۔ (سنن الترمذی، احادیث شتّی، باب انتظار الفرج وغیر ذلک، الحدیث:۳۵۸۲، ج۵، ص۳۳۳)

اے عاشقانِ رسول! دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد، رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمن اِرشاد فرماتے ہیں: "اے عزیز! دعا ایک عجیب نعمت اور عمدہ دولت ہے کہ پروردگار نے اپنے بندوں کو کرامت فرمائی اور اُن کو تعلیم کی، حلِ مشکلات میں اس سے زیادہ کوئی چیز مؤثر نہیں، اور دفعِ بلا و آفت میں کوئی بات اس سے بہتر نہیں۔"

لہٰذا دعا خود بھی مانگنی چاہیئے اور دوسروں سے دعا کروانی بھی چاہیئے، میں آپ کے لیے دعا کروں آپ میرے لیے دعا کریں اچھی بات ہے لیکن میری دعا آپ کے حق میں اورآپ کی دعا میرے حق میں قبول ہو جائے کوئی گارنٹی نہیں، آپ کو کتنے ایسے لوگ مل جائیں گے جو کہتے سنائی دیتے ہیں کہ کتنے سالوں سے دعا کرتا اور کروارہا ہوں لیکن میری مصیبت، میری پریشانی، میری بیماری ختم ہوتی ہی نہیں، پتا نہیں کیا معاملہ ہے؟

اے عاشقانِ رسول! آج کی نورانی محفل کے صدقے میں آپ کو دعا کے قبول ہونے کا ایک زبردست نسخہ بتانے لگا ہوں کہ جب بھی آپ اس نسخے کو استعمال کرکے دعا مانگیں گے تو ان شاء اللہ ضرور قبول ہو گی، کیوں؟ کیونکہ یہ نسخہ امیر المؤمنین حضرت فاروقِ اعظم اور امیر المؤمنین علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہما نے بتایاہے چنانچہ:

شہنشاہِ وِلایت، مولائے کائنات، مولا علی، مشکِل کُشا، علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الکَرِیْم فرماتے ہیں: ہر شخص کی دُعا پردے میں ہوتی ہے یہاں تک کہ سیّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اٰلِ محمد پر دُرودِ پاک پڑھے۔(المعجم الاوسط، ج۱، ص۲۱۱، الحدیث:۷۲۱)

اور وزیرِ رِسالت مآب، آسمانِ صَحابیّت کے دَرَخشاں ماہتاب، نِظامِ عَدل کے آفتابِ عالمتاب، امیرُالْمُؤمِنِین حضرتِ سیّدُنا عُمَر بن خطّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْهُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ(صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) یعنی بے شک دُعا زمین وآسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اور اُس سے کوئی چیز اوپر کی طرف نہیں جاتی جب تک تم اپنے نبیِّ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ پر دُرُودِ پاک نہ پڑھ لو۔ (تِرمِذی ج ۲ ص ۲۸ حدیث ۴۸۶)

حضرت علّامہ کفایت علی کافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الشَّافِی فرماتے ہیں:

دُعا کے ساتھ نہ ہووے اگر درُود شریف
نہ ہووے حَشر تلک بھی بر آوَرِ حاجات
قبولیَّت ہے دُعا کو دُرود کے باعِث
یہ ہے دُرود کہ ثابِت کرامت وبَرَکات

اے عاشقانِ رسول! نیت کیجیے کہ جب بھی دعامانگیں گے تو دعامانگنے سے پہلے اور دعامانگنے کے بعد درود شریف پڑھیں گے ان شاءاللہ

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ رسول! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، محرم الحرام کے پاکیزہ ایام میں ہم اور آپ سانس لے رہے ہیں، اللہ پاک ہمیں ماہِ محرم کی برکات سے سرفراز فرمائے۔ آج ہم اُمُّ السّادات، مخدومۂ کائنات، دُخترِ مصطفٰے، بانوئے مرتضٰی، سردارِ خواتینِ جہاں وجِناں، حضرتِ سیِّدہ، طیِّبہ، طاہِرہ حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مبارک سیرت کے متعلق چند چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے:

(1)۔۔۔فاطمہ زہرا کا تعارف و القاب

(2)۔۔۔فاطمہ زہرا کے بچپن کا واقعہ

(3)۔۔۔فاطمہ زہرا کے بارے میں احادیث

(4)۔۔۔فاطمہ زہرا کا نکاح

(5)۔۔۔فاطمہ زہرا کی اولادِ پاک

(6)۔۔۔فاطمہ زہرا کے شب وروز

(7)۔۔۔فاطمہ زہرا کا ایثار وسخاوت

(8)۔۔۔فاطمہ زہرا کی کرامات

(9)۔۔۔فاطمہ زہرا کی گھریلو زندگی

(10)۔۔۔فاطمہ زہرا کا وصال

(1)۔۔۔فاطمہ زہرا کا تعارف والقاب

تعارف

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃُ المدینہ کی مَطبُوعہ ۸۷۲ صفُحات پر مُشْتَمِل کتاب "**سیرتِ مصطفٰے**" صفُحہ ۶۹۷ پر شیخُ الحدیث حضرتِ علّامہ مولانا عبدُ المصطفٰے اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ زھرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا شَہَنْشاہِ کونَین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سب سے چھوٹی مگر سب سے زِیادہ پیاری اور لاڈلی شہزادی ہیں ، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا نام "فاطِمہ" اور لقب "زَہراء" اور "بَتُول" ہے۔

امام عبدُ الرَّحمٰن بن علی جَوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِعلانِ نُبُوَّت سے

۵ سال قبل حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا کی پیدائش ہوئی۔

(اَلْمَوَاهِبُ اللَّدُنِّيَّة مع شَرْحُ الزُّرْقَانِي، الفصل الثانی فی ذکر اولاد الکرام، ج۴، ص۳۳۱)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِيْب !　　صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اَلقابات

حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے بے شمار القابات ہیں جیسے اُمُّ السّادات، مخدومہ کائنات، دُخترِ مصطفٰے، بانوئے مرتضٰی، سردارِ خواتینِ جہاں وجِناں، حضرتِ سیِّدہ، طیِّبہ، طاہِرہ، فاطمہ زہراء اور بتول، زاکِیہ، راضِیہ، مرضیہ، عابِدہ، زاہِدہ، محدّثہ، مُبارَکہ، ذکیَّہ، عذراء، سیِّدَۃُ النِّسَاء، خَیرُ النِّسَاء، خاتونِ جنّت، مُعَظَّمہ، اُمُّ الہاد، اُمُّ الحَسَنَین وغیرہ جیسی عظیم کُنْیَتیں اور کثیر القابات آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا کی شخصیّت کو ہی موزوں ہو سکتے ہیں۔ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا کی ایک خاص کُنیَت ''اُمِّ اَبِیْهَا'' بھی ہے۔

(اَلْمُعْجَمُ الْكَبِير، ذکر سن فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا، ج۹، ص۳۶۱، الحدیث:۱۸۴۱۸)

فاطمہ کی وجہ تسمیہ

خاتونِ جنّت کے باباجان، رحمتِ عالَمِیّان، محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میری بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا کیونکہ اللہ تعالٰی نے اِس کو اور اس کے مُحِبِّیْن کو دوزخ سے آزاد کیا ہے۔

(کَنْزُ الْعُمَّال، کتاب الفضائل، الفصل الثانی فضل اهل البیت مفصلا، ج۱۲، ص۵۰، الحدیث:۳۴۲۲۲)

حضرتِ سیِّدُنا عبدُاللہ بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حُضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے پاک دامنی اختیار کی اور اللہ تعالٰی

نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام فرمادیا ہے۔

(اَلْمُسْتَدْرَك لِلْحَاكِم، کتاب معرفۃ الصحابہ، باب فاطمۃ احصنت فرجھا۔۔۔الخ، ج۴، ص۱۳۵، الحدیث ۴۷۷۹:)

حضرتِ سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والِدہ سے حضرتِ فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مُتَعَلِّق پوچھا تو فرمایا: "كَانَتْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةِ الْبَدْرِ یعنی سیِّدَہ چودھویں رات کے چاند کی طرح حسین و جمیل تھیں۔"

(اَلْمُسْتَدْرَك لِلْحَاكِم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر ما ثبت عندنا من اعقاب فاطمۃ۔۔۔الخ، ج۴، ص۱۴۹، الحدیث:۴۸۱۳)

بَتُول و فاطِمہ زَہرا لقَب اِس واسطے پایا
کہ دُنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنّت کی نَکْہت کا

زہراء(یعنی جنّت کی کلی)

شارِحِ مشکوٰۃ، حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے نام اور لقب کی وجہ بَیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے جَنابِ فاطِمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، آپ کی اولاد، آپ کے مُحِبِّیْن کو دوزخ کی آگ سے دُور کیا ہے اِس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا نام **"فاطِمہ"** ہوا۔ چونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا دُنیا میں رہتے ہوئے بھی دُنیا سے الگ تھیں لہٰذا "بَتُول" لقب ہوا، "زَہراء" بمعنٰی کلی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جنّت کی کلی تھیں حتّٰی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی کبھی ایسی کیفیت نہ ہوئی جس سے خواتین دوچار ہوتی ہیں اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے جسم سے جنّت کی خوشبو آتی تھی جسے حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سُونگھا کرتے تھے۔ اِس لیے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا لقب **"زَہراء"** ہوا۔

(مِراٰۃُ الْمَنَاجِیْح، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی، ج۸، ص ۴۵۲، نعیمی کتب خانہ گجرات)

(2)۔۔۔فاطمہ زہرا کے بچپن کا واقعہ

فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا انسانی حور

حضرتِ سیِّدَتُنا خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا نے ایک دن نبیِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں جنّتی پھل دیکھنے کی خواہش کی تو حضرتِ سیِّدُنا جبرائیلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں جنت سے دو سیب لے کر حاضر ہو گئے اور عرض کی: اے محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ)! اللہ پاک فرماتا ہے: ایک سیب آپ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کھائیں اور دُوسرا خدیجہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا) کو کھلائیں پھر حقِ زوجیت ادا کریں، میں تم دونوں سے فاطمۃ الزہرا کو پیدا کروں گا۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرتِ سیِّدُنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ جب غیر مسلموں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ ہمیں چاند دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ اُن دِنوں حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا اپنی والدہ محترمہ حضرتِ سیِّدَتُنا خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کے شکمِ اطہر میں تھیں۔ حضرتِ سیِّدَتُنا خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا نے فرمایا: اُس کی کتنی رُسوائی ہے جس نے ہمارے آقا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلایا، حالانکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب سے بہتر رسول اور نبی ہیں۔ تو حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا نے ان کے بطنِ اطہر سے ندا دی: اے امی جان! آپ غمزدہ نہ ہوں اور نہ ہی ڈریں، بے شک اللہ پاک میرے والدِ محترم کے ساتھ ہے۔ جب حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کی ولادت ہوئی تو ساری فضا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کے چہرے کے نور سے منور ہو گئی۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب جنت اور اس کی نعمتوں کا اشتیاق ہوتا تو حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کا بوسہ لے لیتے اور ان کی پاکیزہ خوشبو کو سونگھتے اور جب ان کی پاکیزہ مہک سُونگھتے تو فرماتے: فَاطِمَۃُ حَوْرَاءُ اِنْسِیَّۃٍ یعنی فاطمہ تو انسانی حُور ہے۔ (الروض الفائق فی المواعظ و الرقائق، ص۲۷۴ ملخصاً)

اے عاشقانِ اہلبیت! سُنا آپ نے کہ اللہ کریم نے حضرت سَیِّدَتُنا فاطمۃُ الزّہرا کو کیسی شان و عظمت سے نوازا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا نے اپنی والدۂ محترمہ کے بَطنِ اَقْدس میں ہی اپنے والدِ گرامی اور ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صادق و امین ہونے کی گواہی دے دی تھی، بِلاشُبہ یہ آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت تھی۔

آپ کا بچپن شریف اور زندگی کا ہر لمحہ نہایت ہی پاکیزہ تھا، کیونکہ آپ نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اُمُّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کی آغوشِ رحمت میں تربیت پائی، آپ دن رات اپنے والدین کی پاکیزہ زبان سے پاکیزہ اقوال سُنتیں، آپ نہایت عبادت گزار، متقی اور پاکباز خاتون تھیں، اس لیے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کو عابدہ، زاہدہ اور طاہرہ کہا جاتا ہے۔ (سفینہ نوح، ص۱۵،۱۴ ملخصا)

آپ اخلاق و عادات، گفتار و کردار میں نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بہت مشابہت رکھتی تھیں۔ (ترمذی، ۵/ ۴۶۶، حدیث: ۳۸۹۸ ملخصا)

(3)۔۔۔فاطمہ زہرا کے بارے میں احادیث

اے عاشقانِ اہلبیت! حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شان بلند و بالا ہے، اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے امت کے سامنے آپ کی فضیلت اور مقام و مرتبے کو بیان فرمایا چنانچہ:

جو کچھ تری خوشی ہے خدا کو وہی عزیز

خاتَمُ المُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، جَنابِ صادِق و امین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدَتُنا فاطِمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ارشاد فرمایا: **تمہارے غضَب سے غضَبِ الٰہی ہوتا ہے اور تمہاری رِضا سے رِضائے الٰہی۔**

(اَلْمُسْتَدْرَك لِلْحَاكِم، كتاب معرفة الصحابة، باب نداء يوم المحشر...الخ، ج۴، ص۱۳۷، الحدیث:۴۷۸۳)

ہم کو ہے وہ پسند جسے آئے تُو پسند

والِدِ فاطِمہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "فاطِمہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) میرے جِسْم کا حصّہ (یعنی ٹکڑا) ہے **جو اِسے ناگوار، وہ مجھے ناگوار، جو اِسے پسند وہ مجھے پسند**، روزِ قیامت سِوائے میرے نَسَب، میرے سبب اور میرے ازدواجی رشتوں کے تمام نَسَب مُنقَطِع (یعنی خَتْم) ہو جائیں گے۔"

(اَلْمُسْتَدْرَك لِلْحَاكِم، كتابُ معرفة الصحابة، باب دعاء دفع الفقر...الخ، ج۴، ص۱۴۴، الحدیث:۴۸۰۱)

جگر گوشۂ رسول

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے: "فاطِمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا تمام جہانوں کی عورتوں اور سب جنّتی عورتوں کی سردار ہیں۔ "مزید فرمایا: "فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ **یعنی فاطمہ** رَضِیَ اللّٰہُ

تَعَالٰی عَنْھَا میرا ٹکڑا ہے جس نے اِسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ "

اور ایک رِوایت میں ہے، "یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَھَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاھَا یعنی ان کی پریشانی میری پریشانی اور ان کی تکلیف میری تکلیف ہے۔"

(مِشْکٰوۃُ الْمَصَابِیْح، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی ۔۔۔ الخ، ج۲، ص۴۳۶، الحدیث:۶۱۳۹)

سَیِّدَہ زاہِرہ طیِّبہ طاہِرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

تصویرِ مصطفٰے

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ، صِدِّیقہ، طیِّبہ، طاہِرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ میں نے **چال ڈھال، شکل و شباہت** (یعنی رنگ رُوپ) **اور بات چیت میں فاطِمہ عفیفہ** (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا) **سے بڑھ کر کسی کو حُضور نبیِّ اَکرَم** (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) **سے مُشابِہ نہیں دیکھا** اور جب حضرتِ فاطِمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضِر ہوتیں تو حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے اِستِقْبال کے لیے کھڑے ہو جاتے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے ہاتھ تھام کر اُن کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

اور جب حُضُورِ پُرنور، شافِعِ یومُ النُّشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم کے لیے قیام فرماتیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُبارَک ہاتھوں کو تھام کر بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں۔

(سُنَنِ اَبُودَاوٗد، کتاب الادب، باب ما جاء فی القیام، ص ۸۱۲، الحدیث:۵۲۱۷)

رسولُ اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا
کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیرِ نُبوّت کا

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(4)۔۔۔فاطمہ زہرا کا نکاح

اے عاشقانِ اہلبیت! حضرتِ سیِّدُنا شیخ شُعیب حریفیش عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَدِیْر فرماتے ہیں: جب آسمانِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر حضرتِ سیِّدَتُنا فاطِمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا آفتابِ حسن و جمال چمکا اور اُفُقِ عظمت و جلال پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا بدرِ کمال طُلوع ہوا، تو نیک خصلت ذہنوں میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا خَیال آیا، مُہاجِرین و انصار کے مُعزَّزین نے پیغامِ نِکاح دیا۔ لیکن رِضائے الٰہی و قضائے خداوندی کے ساتھ مخصوص ذاتِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواباً اِرشاد فرمایا: **"میں خدائی فیصلے کا مُنتظِر ہوں۔"**

حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی پیغامِ نِکاح عرض کیا تو ان سے بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی اِرشاد فرمایا: **"یہ مُعاملہ اللہ کے سُپُرد ہے۔"**

ابو بکر و عمر کی سیّدُنا علی کو ترغیب

ایک دن حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرتِ سیِّدُنا سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مسجدِ نبوی شریف عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں تشریف فرما تھے کہ حضرتِ سیِّدَتُنا فاطِمۃُ الزَّہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا ذکرِ خیر چل نکلا تو حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ”تمام معزَّزِین نے پیغامِ نِکاح عرض کیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انکار کرتے ہوئے یہی اِرشاد فرمایا: ”یہ مُعامَلہ **اللہ** کے سپرد ہے۔“لیکن حضرتِ علی (کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم) نے پیغامِ نِکاح عرض نہیں کیا اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا۔ اس کی وجہ میرے خیال میں ان کی غربت ہو سکتی ہے۔ ہمیں حضرتِ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے پاس چل کر ان سے شہزادیٔ رسول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مُعامَلہ ذکر کرنا چاہیے اور اگر وہ تنگ دستی کو وجہ بنائیں تو ان کی مدد کرنی چاہیے۔“ پھر یہ سب حضراتِ والا عزّت حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی تلاش میں چل دیئے، پتا چلا کہ وہ اس وقت کسی انصاری کے باغ میں اُجرت پر اونٹوں کے ذریعے پانی نکالنے میں مصروف ہیں۔ وہاں جب ملاقات ہوئی تو حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: ”اے علی! (بات یہ ہے کہ) قریش کے مُعزَّزِین نے بنتِ رسول کے لیے پیغامِ نکاح دیا لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ ”یہ مُعامَلہ **اللہ** کے سپرد ہے۔“ اور (ہم دیکھتے ہیں کہ) آپ ہر اچھی عادت سے کامل

طور پر مُتَّصِف ہیں اور حُضور سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قَرابت دار بھی ہیں، مجھے امید ہے کہ اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کا مُعاملہ آپ کے لیے روکا ہوا ہے۔" راوی فرماتے ہیں: "حضرتِ سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی آنکھیں اَشک بار ہو گئیں اور فرمایا: "اے ابو بکر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ)! غربت نے مجھے اس سے روک رکھا ہے۔" حضرتِ سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "**اے علی! ایسا نہ کہو! اللہ اور اس کے رسول** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **کے نزدیک دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اُڑتے غُبار کی مانند ہے۔**"

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق، المجلس الثامن والاربعون فی زواج علی ابن ابی طالب بفاطمة۔۔۔الخ، ص۲۷۵، ملخصاً)

اَسلافِ کِرام کا مُبارَک شِعار

اے عاشقانِ اہلبیت! اپنے مسلمان بہن بھائی کی ضرورت کا احساس کرنا اور اس ضرورت کی تکمیل کے لیے حتَّی الاِمکان دامے دَرمے قدمے سُخنے (یعنی روپے پیسے جان اور زَبان ہر طرح سے) مدد کرنا اور مدد کی نِیَّت کرنا ہمارے اَسلافِ کِرام کا مُبارَک شِعار ہے۔ اور ان مُبارَک ہستیوں کا وطیرہ رہا ہے کہ دینی و نسبی طور پر خواہ کتنا ہی فضل و شرف عطا ہو جائے اپنا بوجھ خود ہی اٹھایا جائے اور محنتِ شاقّہ کی تکالیف گوارا کر کے خود اپنی دُنیاوی ضروریّات پوری کرنے کا سامان کیا جائے۔ بارگاہِ رِسالت کے تربیّت یافتگان کے قُلوب واَذہان میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ دینِ اسلام دُنیا اور اَسبابِ دُنیا کو اَہَمِّیَّت نہیں دیتا بلکہ رِضائے الٰہی اور قضائے خداوندی کے آگے سرِ نگوں ہونا (یعنی سر جھکانا) سکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ دُنیاوی جاہ

وحشمت (یعنی عزّت وشوکت) اور سیم وزر (یعنی مال ودولت) کی حیثیت ڈھلتی چھاؤں اور اُڑتے غُبار کی سی ہے۔ نگاہِ اسلام میں عزّت وقبولیّت کا مدار تقویٰ واخلاص پر ہے۔ اسی بِنا پر ان صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا حوصلہ بڑھایا اور بارگاہِ رِسالت میں حاضِر ہو کر اپنا مُدّعا پیش کرنے کا مشورہ دیا۔

سیِّدُنا علی کی بارگاہِ رِسالت میں حاضِری

حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اپنے کام سے واپس آکر حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر کی طرف چل دیئے، دروازہ کھٹکھٹایا، حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے پوچھا: ''کون؟'' تو سرکارِ عالی وقار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''اُٹھو اور دروازہ کھولو، **یہ وہ ہیں جن سے اللہ اور اس کا رسول** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **محبت کرتے ہیں اور یہ بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔**'' حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: ''میرے ماں باپ آپ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) پر قربان! یہ کون ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''**یہ میرا بھائی ہے اور مجھے ساری مخلوق سے بڑھ کر پیارا ہے۔**'' حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''میں اس تیزی سے اُٹھی کہ چادر میں اُلجھنے لگی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرتِ علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حاضِرِ خدمتِ اَقدس ہو کر سلام عرض کیا اور سامنے بیٹھ گئے اور زمین کُرَیدنے لگے گویا کچھ کہنا چاہتے ہیں لیکن حیا کا پردہ حائل ہے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "**اے علی** (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ)! **کوئی کام ہے تو بتاؤ، ہمارے ہاں! تمہاری ہر حاجت پوری ہوگی۔**" حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: "یَارَسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قربان! آپ جانتے ہیں کہ آپ نے مجھے اپنے چچا اور چچی فاطِمہ بنتِ اسد سے لیا، میں اُس وقت ایک ناسمجھ بچہ تھا۔ آپ نے میری رہنمائی فرمائی، مجھے ادب سکھایا، مجھے شائستہ (شا۔اِس۔تَہ یعنی بااَخلاق) بنایا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ پر ماں باپ سے بڑھ کر شفقت واِحسان فرمایا۔ **اللہ** نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذریعے مجھے ہدایت بخشی۔ یَارَسُولَ اللہ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)! **آپ ہی دُنیا وآخِرت میں میرا وسیلہ اور ذخیرہ ہیں**، اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ **اللہ** آپ کے ذریعے میری پشت پناہی اس طرح فرمائے کہ میرا بھی ایک گھر اور بیوی ہو، میں جس میں چین حاصِل کروں۔ لہٰذا میں آپ کی بارگاہ میں آپ کی شہزادی فاطمہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا) کے لیے نکاح کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق، المجلس الثامن والاربعون فی زواج علی ابن ابی طالب بفاطمۃ۔۔۔الخ، ص۲۷۵، ملخصاً)

آسمان پر نِکاح اور فِرِشتوں کی بارات

حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: "میں نے دیکھا کہ حُضور سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرۂ انور خوشی

ومَسَرَّت سے کِھل اُٹھا۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرتِ علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہ الْکَرِیْم کو دیکھ کر مسکرائے اور اِستِفسار (یعنی دریافت) فرمایا: ''اے علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْــہ)! کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس سے تم فاطِمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا حق مہر ادا کر سکو؟'' حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ پر میری حالت پوشیدہ نہیں، میرے پاس میری زِرَہ، تلوار اور پانی بھرنے کے لیے ایک اونٹ کے سِوا کچھ نہیں۔'' تو دافعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود ونوال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''اپنی تلوار سے تو تم **اللہ** کی راہ میں جہاد کرو گے لہٰذا اس کے بغیر گزارا نہیں اور اونٹ سے اپنے گھر والوں کے لیے پانی بھر کر لاؤ گے اور سفر میں بھی اس پر اپنا سامان لادو گے، لیکن زِرَہ کے بدلے میں، مَیں اپنی بیٹی کا نِکاح تم سے کرتا ہوں اور میں تم سے خوش ہوں، **اور اے علی** (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْــہ)! **تمہیں مُبارَک ہو کہ اللہ نے زمین پر فاطِمہ** (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) **سے تمہارا نِکاح کرنے سے پہلے آسمان میں تم دونوں کا نِکاح کر دیا ہے** اور تمہارے آنے سے پہلے آسمانی فرِشتہ میرے پاس حاضِر ہوا جس کو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کے کئی چہرے اور پَر تھے، اس نے آکر کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُولَ اللہ! **آپ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **کو مُبارَک مِلَن اور پاکیزہ نسل کی بِشارت ہو۔''**

پھر حضرتِ سیِّدُنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام نے آکر سلام عرض کیا اور مجھے بتایا کہ ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللہ** نے دُنیا پر نظرِ رحمت فرمائی اور آپ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے ایک حبیب، بھائی اور دوست منتخب فرما کر اس کے ساتھ آپ کی بیٹی حضرتِ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا نِکاح فرما دیا ہے۔ اور **اللہ** پاک نے ساری جنّتوں اور حوروں کو آراستہ و پیراستہ ہونے، شجرِ طُوبیٰ کو زیورات سے مُزَیَّن ہونے اور ملائکہ کو چوتھے آسمان میں بیتُ المعمور کے پاس جمع ہونے کا حُکم دیا ہے، اور رِضوانِ جنت عَلَیْہِ السَّلام نے **اللہ** کے حکم سے بیتُ المعمور کے دروازے پر منبرِ کرامت رکھ دیا ہے۔ **یہ وہی منبر ہے کہ جب اللہ نے حضرتِ سیّدُنا آدم** عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام **کو تمام اَشیاء کے نام سکھائے تھے تو اُنھوں نے اس پر خطبہ دیا تھا۔**

پھر اللہ کے حکم سے اس منبر پر راحیل نامی فِرِشتے نے **اللہ** پاک کے شایانِ شان اس کی حمد و ثنا کی تو آسمان فرحت و سرور سے جھوم اُٹھا۔ حضرتِ جبرئیل عَلَیْہِ السَّلام نے مزید یہ بھی بتایا کہ **اللہ** پاک نے مجھے وحی فرمائی کہ "**میں نے اپنے محبوب بندے علی** (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) **کا نِکاح اپنی محبوب بندی اور اپنے رسول کی بیٹی فاطمہ** (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) **سے کر دیا ہے، تم ان کا عقدِ نِکاح کر دو۔**" پس میں نے عقدِ نکاح کر دیا اور اس پر فِرِشتوں کو گواہ بنایا اور **اللہ** نے شجرِ طوبیٰ کو حکم دیا کہ وہ اپنے زیورات بکھیرے۔ جب اس نے زیورات کی بوچھاڑ کی تو ملائکہ اور حُوروں نے سب زیورات چُن لیے اور وہ قِیامت تک یہ زیورات ایک دوسرے کو تحفے میں دیتے رہیں گے اور **اللہ** نے مجھے حکم دیا ہے کہ بارگاہِ رِسالت میں یہ پیغام پہنچا دوں کہ زمین پر حضرتِ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شادی حضرتِ علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے کر دیجئے اور **حضرتِ فاطمہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا **کو دو ایسے**

شہزادوں کی بِشارت بھی عطا کر دیجئے جو اِنتہائی ستھرے، عمدہ خصائل (یعنی عادات) و فضائل کے حامِل، پاکیزہ فطرت اور دونوں جہاں میں بھلائی والے ہوں گے۔"

(شانِ خاتونِ جنت ص۲۱۷۔۲۲۰)

اے عاشقانِ اہلبیت! آسمان پر نِکاح کی تقریب اور بیتُ المعمور میں فِرِشتوں کی بارات فاطمہ بتول اور محبوبِ رسول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـھَا کا ہی خاصَّہ (یعنی خاص وصف) ہے۔

پھر مکّی مدَنی سلطان، رحمتِ عالَمِیان، سردارِ دوجہان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "اے علی (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ)! میں تمہارے مُتَعَلِّق حکمِ الٰہی نافِذ کر رہا ہوں، تم مسجِد میں پہنچ جاؤ، میں بھی آرہا ہوں۔ میں لوگوں کی موجودگی میں تمہارا نِکاح کروں گا اور تمہارے وہ فضائل بَیان کروں گا جن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"

حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اِرشاد فرماتے ہیں: "میں بارگاہِ رِسالت عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جلدی سے نکلا اور میں خوشی کی شدت کی وجہ سے خود رفتہ ہو گیا۔ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجِد میں تشریف لائے تو ان کا چہرہ خوشی سے دَمَک رہا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ کو حکم فرمایا کہ وہ مُہاجِرین و انصار کو بلائیں جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منبرِ اَقدَس پر جلوہ افروز ہو کر **اللہ** کی حمد و ثنا کی اور اِرشاد فرمایا: "اے مسلمانو! ابھی ابھی حضرتِ جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام میرے پاس

آئے اور یہ خبر دی کہ اللہ نے بیتُ المعمور کے پاس ملائکہ کو گواہ بنا کر میری بیٹی فاطمہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کا نِکاح علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ) سے کر دیا ہے، اور مجھے بھی حکم فرمایا ہے کہ میں زمین پر ان کا نِکاح کر دوں۔ میں تم سب کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نِکاح علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ) سے کر دیا ہے۔" پھر حُضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ کو خطبۂ نِکاح پڑھنے کا حکم اِرشاد فرمایا۔

خطبۂ نِکاح

حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم نے کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَشُكْرًا لِاَنْعُمِهٖ وَاَيَادِيْهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا شَبِيْهَ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ نَبِيُّهُ النَّبِيْهُ وَرَسُوْلُهُ الْوَجِيْهُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَبَنِيْهِ صَلَاةً دَآئِمَةً تُرْضِيْهِ" ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کے انعامات واحسانات پر اس کا شکر ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سِوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا (یعنی اکیلا) ہے، اس کا کوئی شریک ومِثل (یعنی اس جیسا) نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت سیِّدُنا) محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں، اس کے معزز نبی اور عظیم الشّان رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب، ازواجِ مطہّرات اور اولادِ اَطہار رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن پر اللہ کی ایسی دائمی رحمت ہو جو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خوش کر دے (اٰمین)"۔

اس کے بعد فرمایا: ''نِکاح **اللہ** کے حکم پر عمل ہے اور اس نے اس کی اجازت دی ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی شہزادی حضرتِ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا نِکاح مجھ سے کر دیا ہے اور میری اس زِرَہ کو بطورِ حق مہر مقرَّر فرمایا ہے۔ حاضِرین نے مُبارَک باد دیتے ہوئے کہا: ''**اللہ آپ کے جوڑے میں برَکت و اِتِّفاق عطا فرمائے۔**'' (شانِ خاتونِ جنت ص۲۲۰۔۲۲۳)

سیِّدۂ کائنات کا جہیز

اے عاشقانِ اہلبیت! حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اِرشاد فرماتے ہیں: ''میں نے اپنی زِرہ لی اور بازار میں حضرتِ سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ کو ۴۰۰ درہم میں فروخت کر دی۔ جب میں نے درہموں پر اور انہوں نے زِرہ پر قبضہ کر لیا تو مجھ سے فرمانے لگے: ''اے علی (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ)! کیا اب میں زِرَہ کا اور آپ دراہم کے حق دار نہیں؟'' میں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' تو کہنے لگے: ''پھر یہ زِرہ میری طرف سے آپ کو ہدِیَّہ (ہَ۔دِیْ۔یَہ یعنی تحفہ) ہے۔'' حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''میں نے زِرہ اور دراہم لیے اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اَقدَس میں حاضِر ہو کر حضرتِ سیِّدُنا عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ کے حسنِ سُلوک کی خبر دی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں دعائے خیر وبرکت سے نوازا۔ پھر حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ کو بلا کر انہیں (مٹھی بھر) درہم دیئے اور فرمایا: ''ان دراہم کے عِوَض فاطمہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کے لیے مُناسب

اشیاء خرید لاؤ۔ ''حضرتِ سیّدُنا سلمان فارسی اور حضرتِ سیّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ کو خریدی ہوئی اشیاء اُٹھانے میں مدد کے لیے ساتھ بھیجا۔ حضرتِ سیّدُنا ابو بکر صِدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ اِرشاد فرماتے ہیں: مجھے حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **۶۳** درہم عطا فرمائے تھے، **میں نے روئی سے بھرا ہوا موٹے کپڑے کا بستر، چمڑے کا دستر خوان، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، پانی کے لیے ایک مشکیزہ اور کُوزہ** (یعنی مٹی کا آب خورہ) **اور نرم اُون کا ایک پردہ خریدا۔** پھر میں، حضرتِ سلمان اور حضرتِ بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے تھوڑا تھوڑا کرکے وہ سامان اٹھا لیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیکھا تو رونے لگے اور آسمان کی جانب نگاہ اُٹھا کر عرض کی: ''**اے اللہ! ایسے لوگوں کو اپنی برکت سے نواز جن کا شِعار** (یعنی طریقہ) **ہی تجھ سے ڈرنا ہے۔**''

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق، المجلس الثامن والاربعون فی زواج علی۔۔۔الخ، ص۲۷۵ تا ۲۷۷، ملخصاً)

حضرتِ سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اِرشاد فرماتے ہیں: ''آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بقیہ درہم حضرتِ سیّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حوالے کر دیئے اور اِرشاد فرمایا: ''ان دراہم کو اپنے پاس رکھو۔'' پھر ایک مہینہ تک شرم وحیا کے باعِث میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ جب کبھی اکیلے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملاقات ہوتی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِرشاد فرماتے: ''**اے علی** (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ)! **میں نے تمہارا نِکاح اس**

کے ساتھ کیا ہے جو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔ "

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق، المجلس الثامن والاربعون فی زواج علی۔۔۔ الخ، ص۲۷۷)

جہیز کیسا اور کتنا ہو؟

اے عاشقانِ اہلبیت! مخدومہ کائنات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا جہیز کس قدر سادہ اور مختصر تھا، اور جو دیا گیا مولائے کائنات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے اس کا بھی مُطالَبہ نہ تھا، اس میں اُمّت کے لیے درس ورغبت ہے کہ کثیر اور پُر تکلُّف جہیز کا اِہتِمام ضروری نہیں اور نہ ہی لڑکے والے اس کا مُطالَبہ کریں، یہ سنّت جس قدر سادگی سے ادا کی جائے بہتر ہے، جیسا کہ **دعوتِ اسلامی** کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ **۶۷۹** صفحات پر مشتمل کتاب **"جنّتی زیور"** صفحہ **۱۵۳** پر شیخُ الحدیث حضرتِ علّامہ مولانا عبدُ المصطفٰے اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی تحریر فرماتے ہیں: "ماں باپ کچھ کپڑے، کچھ زیورات، کچھ سامان، برتن، پلنگ، بستر، میز کرسی، تخت، جائے نماز، قرآنِ مجید، دینی کتابیں وغیرہ لڑکی کو دے کر سُسرال بھیجتے ہیں یہ لڑکی کا جہیز کہلاتا ہے۔ بلاشبہ یہ جائز بلکہ سنّت ہے کیونکہ ہمارے حُضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اپنی پیاری بیٹی حضرت بی بی فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو جہیز میں کچھ سامان دے کر رخصت فرمایا تھا لیکن **یاد رکھو کہ جہیز میں سامان کا دینا یہ ماں باپ کی محبت وشفقت کی نشانی ہے** اور ان کی خوشی کی بات ہے۔ ماں باپ پر لڑکی کو جہیز دینا یہ فرض وواجِب نہیں ہے۔ لڑکی اور داماد کے لیے ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ وہ زبردستی ماں باپ کو مجبور کرکے اپنی پسند کا سامان جہیز میں وُصول کریں، ماں باپ

کی حیثیت اس قابِل ہو یا نہ ہو مگر جہیز میں اپنی پسند کی چیزوں کا تقاضا کرنا اور ان کو مجبور کرنا کہ وہ قرض لے کر بیٹی، داماد کی خواہش پوری کریں ، یہ خلافِ شریعت بات ہے بلکہ آج کل تِلَک جیسی رسم مسلمانوں میں بھی چل پڑی ہے کہ شادی طے کرتے وقْت ہی یہ شرط لگادیتے ہیں کہ جہیز میں فلاں فلاں سامان اور اتنی اتنی رقم دینی پڑے گی، چُنانچِہ بہت سے غریبوں کی لڑکیاں اسی لیے بیاہی نہیں جارہی ہیں کہ ان کے ماں باپ لڑکی کے جہیز کی مانگ پوری کرنے کی طاقت نہیں رکھتے یہ رسم یقیناً خلافِ شریعت ہے اور جبراً قہراً (یعنی بہ زور) ماں باپ کو مجبور کرکے زبردستی جہیز لینا یہ ناجائز ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازِم ہے کہ اس بری رسم کو ختم کردیں۔" (جنّتی زیور، رسومات، ص۱۵۳تا۱۵۴)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سیِّدہ فاطمہ کی رُخصتی

اے عاشقانِ اہلبیت! **حضرتِ** سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اِرشاد فرماتے ہیں: "جب مہینہ گزر گیا تو میرے بھائی حضرتِ عقیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے: "اے میرے بھائی! آج تک میں اتنا خوش نہیں ہوا جتنا یہ سن کر خوش ہوا کہ آپ کی شادی بنتِ رسول رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ہوگئی ہے، اب اگر آپ ان کو اپنے گھر بھی لے آؤ تو تمہاری ملاقات سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ "میں نے جواب دیا: "**اللہ** کی قسم! میں بھی یہی چاہتا ہوں، لیکن مجھے تاجدارِ حرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے شرم آتی ہے۔" انہوں نے کہا: "میں آپ کو قسم دیتا ہوں

کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔"لہٰذا ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ملاقات کے ارادے سے گھر سے نکلے تو راستے میں ہمیں بارگاہِ رسالت کی خادِمہ حضرت اُمِّ اَیمن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ملیں۔

ہم نے ان سے تذکِرہ کیا تو کہنے لگیں: "ذرا اِنتِظار کریں، ہم عورتیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حضرتِ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مُتَعَلِّق بات کرتی ہیں کہ (ان مُعامَلات میں) مردوں کی نسبت عورتوں کی باتیں زیادہ موٴثِر ہوتی ہیں۔" وہ واپس مڑ کر حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس گئیں اور انہیں اور پھر دوسری ازواجِ مُطہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو ساری بات بتائی تو سب اُمَّہاتُ المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اکٹھی ہو کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حجرۂ مُبارَکہ میں حاضِر ہوئیں اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چاروں طرف بیٹھ کر عرض گزار ہوئیں: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہمارے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قربان! ہم ایک اہم مُعاملے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حاضِر ہوئی ہیں، وہ یہ کہ **آپ کے چچا زاد اور دینی بھائی حضرتِ علی** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ **اپنی بیوی حضرتِ فاطمہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا **کی رخصتی چاہتے ہیں۔**" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلا بھیجا۔

حضرتِ سیّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''میں بارگاہِ رِسالت میں حاضِر ہوکر سر جھکا کر بیٹھ گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِستِفسار فرمایا: ''کیا تم اپنی زوجہ کی رخصتی چاہتے ہو؟ ''میں نے عرض کی: ''جی ہاں! یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ''اِرشاد فرمایا: ''بڑی محبت وعزّت سے، اِنْ شَآءَ اللہ! **آج رات سے تم اپنی زوجہ کے ساتھ رہا کروگے۔**''

دعوتِ طعام

اے عاشقانِ اہلبیت! اللہ کے رسول، رسولِ مقبول، بی بی آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سیّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو آراستہ کرنے کا حکم دیا اور حضرتِ سیّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے پاس رکھے ہوئے دراہم میں سے ۱۰ درہم حضرتِ علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو دیئے اور اِرشاد فرمایا: ''ان سے کھجور، گھی اور پنیر خرید لو۔ ''آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''میں یہ چیزیں خرید کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضِر ہوگیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوایا اور آستینیں چڑھا کر کھجوروں کو گھی میں مسلنے لگے اور پھر پنیر کے ساتھ اس طرح ملایا کہ وہ حلوہ بن گیا پھر اِرشاد فرمایا: ''اے علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ)! جسے چاہو بلا لاؤ۔ ''میں مسجد گیا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ سے کہا: ''آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعوت قبول کریں۔ ''سب لوگ اُٹھ کر چل دیئے۔ جب میں نے

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی کہ لوگ بَہُت زِیادہ ہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چمڑے کے دستر خوان کو ایک رومال سے ڈھانک دیا اور اِرشاد فرمایا: "دس دس اَفراد کو داخِل کرتے جاؤ۔" میں نے ایسا ہی کیا۔ **سب صحابۂ کِرام رِضْوَانُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے کھانا کھایا لیکن کھانے میں بالکل کمی نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بَرَکت سے ۷۰۰ اَفراد نے وہ حلوہ تناول فرمایا۔"**

اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ فاطمہ اور حضرتِ علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو اپنے پاس بلایا اور حضرتِ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو اپنے دائیں اور حضرتِ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اپنے بائیں طرف بٹھا کر سینے سے لگایا اور دونوں کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا اور حضرتِ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے فرمایا: "**اے علی** (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ)**! میں نے کتنی اچھی زوجہ سے تیرا نِکاح کیا ہے۔**" پھر ان دونوں کے ساتھ ان کے گھر تک پیدل چلے۔ پھر گھر سے باہر نکل کر دروازے کے کواڑ پکڑے اور یہ دُعا فرمائی: "**اللہ تم دونوں کو اِتِّفاق واِتّحاد عطا فرمائے، میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم دونوں کو اس کی حفاظت میں دیتا ہوں۔**"

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق، المجلس الثانی والاربعون فی زواج علی بفاطمة۔۔۔الخ، ص۲۷۷تا۲۷۸، ملخصاً)

اے عاشقانِ اہلبیت! شادیاں تو بَہُت ہوئی ہیں، ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی لیکن ایسی سادہ مگر عظیمُ الشّان رسمِ نِکاح وبیاہ صرف محبوبینِ خدا اور مُقرَّبینِ مصطفٰی کا حصّہ ہے، تکلُّف (تَ۔ کَلْ۔ لُف یعنی ظاہر داری) نام کا نہیں لیکن رشک ہر مسلمان کو آتا ہے،

دُھوم دھام کا کوئی اتا پتا نہیں لیکن چرچا آج بھی ہو رہا ہے۔ ناموری کا کوئی ارادہ نہیں لیکن ڈنکے چار دانگِ عالَم بج رہے ہیں۔ یہ بات بالکل نہیں کہ یہ شادی دھوم دھام سے نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اگر سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود بھی نہیں بلکہ صرف اپنے غلاموں کو ہی اِشارہ کر دیتے تو اس کی مِثل وہمسری کرنا کسی کے بس کی بات نہ رہتی۔ لیکن والیٔ اُمّت، محبوبِ ربُّ العزّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سادَگی اور بے تکلُّفی کو سنّت بنایا، تاکہ اُمّت پریشانی اور قرضوں کے بوجھ تلے نہ دبے۔

شادی کی پہلی رات بھی عبادت

اے عاشقانِ اہلبیت! سیّدۂ کائنات حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رخصتی کے بعد جب رات کا اندھیرا چھایا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا رونے لگیں۔ حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے پوچھا: ''اے تمام عورتوں کی سردار! کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ میں تمہارا شوہر اور تم میری زوجہ ہو؟'' کہنے لگیں: ''میں کیونکر راضی نہ ہوں گی، آپ تو میری رضا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں، میں تو اپنی اس حالت و معاملے کے متعلق سوچ رہی ہوں کہ جب میری عمر بیت جائے گی اور مجھے قبر میں داخل کر دیا جائے گا، آج میرا عزّت و فخر کے بستر میں داخل ہونا کل قبر میں داخل ہونے کی مانند ہے۔ آج رات ہم اپنے ربّ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر عبادت کریں گے کہ وہی عبادت کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ **اس کے بعد وہ دونوں عبادت کی جگہ کھڑے ہو کر پوری رات ربِّ قدیر کی عبادت میں مصروف رہے۔**

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق، المجلس، الثامن والاربعون فی زواج علی بفاطمۃ۔۔۔ الخ، ص۲۷۸)

عبادت ہو تو ایسی ہو!

اے عاشقانِ اہلبیت! یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کا پختہ عزم، خواہشات اور مقصود نہ تو دنیا اور اس کی لذّات تھیں اور نہ ہی نفس کی راحت و خواہشات۔ بلکہ ان کی بلند ہمتوں کی پرواز ہمیشہ باقی رہنے والے ٹھکانے کی طرف تھی۔ یقیناً ان کا ذکر قراٰنِ پاک میں لکھ دیا گیا اور ان کو بشارت دے دی گئی:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ (پ۲۲، الاحزاب:۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کر دے۔

ان دونوں مبارک ہستیوں نے اپنی لذّات کے بستر کو چھوڑ دیا اور **اللہ** پاک کی عبادت میں مصروف ہو گئے، رات قیام میں تو دن روزے کی حالت میں بسر ہوتا حتّٰی کہ تین روز اسی طرح گزر گئے۔ پھر وہ دونوں اپنے بستر پر آرام فرما ہوئے۔ چوتھے دن حضرتِ سیِّدُنا جبریلِ امین عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "اللہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سلام بھیجتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ **علی** (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) **اور فاطمہ** (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) **نے تین دن سے نیند اور بستر کو ترک کر رکھا ہے اور عبادت اور روزوں میں مصروف ہیں،** تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے ارشاد فرماؤ کہ **اللہ** تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہا ہے اور یہ کہ تم

دونوں بروزِ قیامت گنہگاروں کی شفاعت کرو گے۔" آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فوراً ان کے گھر تشریف لائے تو وہاں حضرتِ سَیِّدَتُنا اسماء بنتِ عمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو پایا تو اِستفسار فرمایا: "کس چیز نے تجھے یہاں ٹھہرایا ہے؟ حالانکہ گھر میں ایک مرد بھی موجود ہے۔" عرض کی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قربان! میں حضرتِ سَیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خدمت کے لیے حاضِر ہوئی تھی۔ اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چشمانِ مُبارک نَم ناک (یعنی آنسوؤں سے تربتر) ہو گئیں اور دُعا فرمائی: **"اے اسماء** (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا)! **اللہ تیری دُنیا و آخِرت کی تمام حاجات پوری فرمائے۔"**

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق، الثامن والاربعون فی زواج علی بفاطمة۔۔۔الخ، ص۲۷۸)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(5)۔۔۔فاطمہ زہرا کی اولادِ پاک

اے عاشقانِ اہلبیت! اللّٰہُ رَبُّ الْعِزَّت نے جس طرح خاتونِ جنّت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو عظمت و رفعت عطا فرمائی اسی طرح آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی اولاد کو بھی عظیم شانوں سے نوازا۔ اہلِ بیتِ پاک کی عظمت تو دیکھئے کہ ایک طرف ماں جنّتی عورتوں کی سردار ہے تو دوسری طرف بیٹے جنّتی جوانوں کے سردار۔ آیئے! خاتونِ جنّت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی اولادِ پاک کا ذکرِ خیر بھی مُلاحَظہ فرمائیے!

(۱) سیدنا امام حَسَن کی ولادت باسعادت

اے عاشقانِ اہلبیت! خاتونِ جنّت کے بڑے شہزادے حضرت سیِّدُنا امام حَسَن مجتبیٰ ہیں، آپ کا اسمِ گرامی حَسَن، کُنیَت ابو محمد اور اَلقاب سیّدِ شبابِ اہلِ الجنّۃ، سبط وریحانِ رسول ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ رَمضانُ المبارَک ۳ھ میں ہوئی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کا نام حَسَن رکھا پھر پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا، بال اُتروائے اور حکم فرمایا کہ بالوں کے وزن برابر چاندی صدقہ کی جائے۔

(اُسُدُ الْغَابَۃِ فِی مَعْرِفَۃِ الصَّحَابَۃ، باب الحاء والسین، حسن بن علی، ج۲، ص۱۴-۱۳، ملخصاً)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(۲) سیِّدُنا امامِ حُسَین کی ولادت باسعادت

دوسرے شہزادے امامِ حسین ہیں آپ کا اسمِ گرامی حسین، کُنیَت ابو عبد اللہ اور اَلقاب سیّدِ شبابِ اہلِ الجنّۃ، سبط وریحانِ رسول ہیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ کی ولادتِ باسعادت ۵ شعبان ۴ھ میں ہوئی حضور نبیِّ کریم نے پیارے شہزادے کے کان میں اذان ارشاد فرمائی اور ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا۔

(اسد الغابۃ، باب الحاء والسین، حسین بن علی، ج۲، ص۲۵-۲۴، ملخصاً)

آپ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ) کی ولادت پر حضرت رُوحُ الامین بحکمِ ربُّ العٰلمین تہنیتِ ولادت (یعنی پیدائش کی مبارکباد) کے ساتھ تعزیت بھی لائے اس وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ کے گلوئے ناز کو چوم رہے تھے رُوح الامین نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ

اس بوسہ گاہ پر چھری چلے گی اور یہ قُرَّۃُ العین خدا کی راہ میں شہید ہو گا۔ (اَوراقِ غم، ص ۲۷۰)

مرحبا سرورِ عالَم کے پِسَر آئے ہیں
سیّدہ فاطِمہ کے لختِ جگر آئے ہیں
واہ قسمت کہ چَراغِ حَرَمین آئے ہیں
اے مسلمانو! مبارَک کہ حُسین آئے ہیں

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(۳،۴) سیِّدُنا محسن و سیِّدَتُنا رُقیّہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شہزادے حضرتِ سیِّدُنا محسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور شہزادی حضرتِ سیِّدَتُنا رُقیّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا انتقال تو بچپن میں ہی ہو گیا تھا اس لیے تاریخ و سیرت کی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(۵) سیِّدَتُنا زینب کا ذکرِ خیر

حضرتِ سیِّدہ زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بڑی شہزادی ہیں۔ ان کی کُنْیَت اُمُّ الحسن تھی اور واقعہ کربلا کے بعد ان کی کُنْیَت اُمُّ المصائب مشہور ہو گئی تھی۔

سیّدہ زینب کا نکاح

حضرتِ سیّدُنا علیُّ المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ نے اپنی لختِ جگر حضرتِ سیّدَتُنا زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا نکاح حضرتِ سیّدُنا جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ کے صاحبزادے حضرتِ سیّدُنا عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ سے فرمایا۔

(اُسُدُ الْغَابَۃِ فِی مَعْرِفَۃِ الصَّحَابَۃ، حرف الزای، زینب بنت علی، ج۷، ص۱۳۴)

(۶) سیّدہ اُمِّ کُلثوم

خاتونِ جنّت کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرتِ سیّدَتُنا اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اپنی بڑی ہمشیرہ حضرتِ سیّدَتُنا زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے مشابہ تھیں۔

سیّدَتُنا اُمِّ کلثوم کا نکاح

حضرتِ سیّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ نے حضرتِ سیّدَتُنا اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے نکاح فرمایا اور حق مہر میں ۴۰،۰۰۰ درہم دیئے۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضرتِ سیّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْـہ نے حضرتِ سیّدَتُنا اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو مہر میں ۴۰،۰۰۰ درہم دیئے۔

(اُسُدُ الْغَابَۃِ فِی مَعْرِفَۃِ الصَّحَابَۃ، ج۷، حرف الکاف، ام کلثوم بنت علی، ص۳۷۸)

(6)۔۔۔فاطمہ زہرا کے شب و روز

اے عاشقانِ اہلبیت! نبیِ کریم، رؤف رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صاحِبزادی، خاتونِ جنّت حضرتِ سیّدَتُنا فاطمۃُ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا پر ہمارے دل و جان قربان!

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اُمَّتِ مُسلِمہ کا بے حد درد تھا، پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دُکھیاری اُمَّت کیلیے بعض اَوقات ساری ساری رات دعائیں مانگتی رہتیں، اپنی سہولت و آسائش کے لیے ربِّ کائنات کی بارگاہ میں کبھی اِلتجاء نہ کرتیں، بلکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سارا دن گھر کا کام کاج کرتیں اور جب رات آتی تو عِبادتِ الٰہی کیلیے کھڑی ہو جاتیں۔ چنانچہ:

عِبادت ہو تو ایسی!

حضرت سیِّدُنا امامِ حَسَن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والِدۂ ماجِدہ حضرتِ سیّدہ فاطِمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو دیکھا کہ رات کو مسجِدِ بَیت کی مِحراب (یعنی گھر میں نماز پڑھنے کی مخصوص جگہ) میں نماز پڑھتی رہتیں، یہاں تک کہ نمازِ فجر کا وقت ہو جاتا، میں نے آپ کو مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے بَہُت زِیادہ دعائیں کرتے سنا، آپ اپنی ذات کے لیے کوئی دُعا نہ کرتیں، میں نے عرض کی: پیاری امّی جان (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا)! کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے لیے کوئی دُعا نہیں کرتیں؟ فرمایا: پہلے پڑوس ہے پھر گھر۔

(مَدَارِجُ النُّبُوَّت، ج ۲، قسم پنجم، باب اوّل در ذکر اولاد کرام، ص ۴۶۱)

عطا کر عافیت تُو نزع و قبر و حشر میں یاربّ
وسیلہ فاطمہ زہرا کا کر لطف و کرم مولیٰ

اے عاشقانِ اہلبیت! معلوم ہوا خاتونِ جنّت، سیِّدہ فاطِمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اُمَّت کی غمخواری کے لیے ہر وقت عبادتِ الٰہی کی طرف مُتوجّہ رہتیں، راتوں کو جاگ کر مُناجات (یعنی دُعا) میں مصروف رہتیں، یہی نہیں بلکہ اللہ پاک

کی عبادت اور اس کے ذکر و اَذْکار سے اس قدر مَحَبَّت تھی کہ اپنے گھریلو کام کاج کرنے کے ساتھ ساتھ یادِ الٰہی سے کبھی غافل نہ ہوتیں، آیئے! اب سیدہ خاتونِ جنّت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ذَوقِ تلاوت اور شوقِ عبادت کے مُتعلق سُننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، چنانچہ:

کھانا پکاتے وقت بھی تلاوت

امیرُ الْمُؤمنین حضرتِ سیِّدُنا علیُّ الْمرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ سیِّدہ خاتونِ جنت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کھانا پکانے (Cooking) کی حالت میں بھی قرآنِ پاک کی تلاوت جاری رکھتیں۔ (سفینۂ نوح، حصّہ دُوُم، ص ۳۵)

اے عاشقانِ اہلبیت! سُنا آپ نے! خاتونِ جنّت سیّدہ فاطِمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو تلاوت کا کس قدَر ذَوق و شوق تھا کہ گھریلو مصروفیّت کے دوران بھی زبان سے قرآنِ کریم کی تلاوت جاری رکھتیں، اگر ہم اپنے مُعاشرے میں نظر دوڑائیں تو کئی نادان مصروفیّت کے دوران کانوں میں ہینڈ فری (Handfree) لگا کر بڑے اِنْہماک سے گانے سُنتے ہوئے اپنے کاموں میں مگن رہتے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنی زبان سے بھی گُنگناتے جاتے ہیں، اِسی طرح کئی نادان خواتین گھر کے کام کاج کے دوران گانے سنتی ہیں، فلمیں ڈرامے دیکھتی ہیں، گویا گانے باجوں کے بغیر ان کے کام ہی نہیں ہوتے۔ فی زمانہ! تو گانے باجوں کی عادتِ بد اس قدر بڑھ چکی ہے کہ کوئی گاڑی چلا رہا ہو یا بائیک پر کہیں جارہا ہو اپنے موبائل یا ٹیپ ریکاڈر پر گانے لگائے ہوتے ہیں۔ اے کاش! ہمیں بھی اپنے دن رات عبادت میں بسر کرنے کی سعادت نصیب ہو جائے۔ اے کاش! ہمارا کوئی لمحہ فضول کاموں میں بسر نہ ہو۔ اے کاش! ہماری ہر گھڑی

ذِکرودُرُود کے سبب رحمت بھری گزرے۔ اے کاش! گانے باجے سننے اور گُنگنانے (Singing) کی ہماری یہ عادتِ بد (Bad Habit) نکل جائے اور ہم گھریلو کاموں میں مشغول ہوں یا سفر میں ہوں ہر وقت ہمارے لَبوں پر ذکرودُرُود اور نعتِ رسول جاری رہے۔

اے عاشقانِ اہلبیت! حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رات عبادت میں تو دن روزوں میں گزرتا لہٰذا ہمیں بھی نیک ہستیوں کی سیرت پر چلتے ہوئے خوب خوب عبادت کرنی چاہیے۔ رمضانُ المبارک کے روزے تو ہم پر فرض ہی ہیں، بِلاعذرِ شرعی ایک روزہ بھی چھوڑنا گناہ ہے۔ اگر ممکن ہو تو رمضان المبارک کے بعد نفل روزوں کی بھی عادت بنانی چاہیے کہ اس کے بھی بڑے فضائل ہیں۔ آیئے! اس بارے میں ۲ روایات سنئے۔

(۱)۔۔۔ جس نے ثواب کی اُمّید رکھتے ہوئے ایک نَفْل روزہ رکھا اللہ پاک اُسے دوزخ سے ۴۰ سال (کافاصِلہ) دُور فرمادے گا۔" (کَنزُالعُمّال ج۸ ص۲۵۵ حدیث۲۴۱۴۸)

(۲)۔۔۔ جس نے رِضائے الٰہی کیلیے ایک دن کا نَفْل روزہ رکھا تو اللہ پاک اُس کے اور دوزخ کے درمیان ایک تیز رفتار سُوار کی پچاس سالہ مسافت کافاصِلہ فرمادے گا۔"
(کَنزُالعُمّال ج۸ ص۲۵۵ حدیث۲۴۱۴۹)

اے عاشقانِ اہلبیت! سیدہ خاتونِ جنّت کے ذوقِ تلاوت اور آپ کے شوقِ عبادت میں بالخصوص ہمارے گھر کی اسلامی بہنوں کے لیے بھی ایک پیغام ہے کہ گھر کے کام کاج کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ پاک کی عبادت کا ذوق وشوق ہونا چاہیے، علمِ دِین سیکھنے کا جذبہ ہونا چاہیے، نیکی کی دعوت کو عام کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے۔ عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول میں اسلامی بہنوں کے لیے کئی ایسے مواقع ہیں جہاں ان کو علمِ دِین حاصل

کرنا مُیَسّر آتا ہے، ہم اپنے گھر کی اسلامی بہنوں کو اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کروائیں، تعلیمِ قرآن حاصل کرنے لیے ان کو مدرسۃ المدینہ بالغات میں پڑھنے کا ذہن دیں، زہے نصیب! جامعۃ المدینہ للبنات میں داخلے کی سعادت مل جائے تو پھر کیسی مدنی بہاریں ہوں گی، ہمارے گھر کی اسلامی بہنیں جب علمِ دین کی روشنی سے مالا مال ہوں گی تو اپنی اولاد کی دینی تربیت کر سکیں گی، خود بھی نمازی بنیں گی، اپنی اولاد کو بھی نمازی بنائیں گی، خود بھی قرآنِ کریم پڑھیں گی، اپنی اولاد کو بھی قرآنِ کریم پڑھنا سکھائیں گی۔ سیدہ خاتونِ جنّت کے صدقے اللہ پاک ہماری اسلامی بہنوں کو بھی شوقِ عبادت و ذوقِ تلاوت نصیب فرمائے۔

عبادت میں گزرے مِری زِندگانی
کرم ہو کرم یا خدا یا اِلٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!	صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ اہلبیت! حضرتِ سیِّدہ فاطمۃُ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی شان و عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو حضور نبیِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے بے پناہ محبّت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، صحابیاتِ طیبات اور بالخصوص سیِّدہ فاطمۃُ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا سُنَّتِ رسول کی چلتی پھرتی تصویر تھیں۔

(7)۔۔۔فاطمہ زہرا کا ایثار و سخاوت

اے عاشقانِ اہلبیت! سیدہ خاتونِ جنت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی شان و عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا ہمیشہ سادگی اختیار فرماتیں، غریبوں کے ساتھ

غمخواری اور ملنساری سے پیش آتیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کم کھانا کھاتیں، جو ملتا اسے دوسروں پر قربان کر دیتیں اور خود فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتیں، جس مکان میں رہتیں وہاں زیب و زینت (Decoration) کا نام ونشان تک نہ تھا، قیمتی اور خوبصورت بستر تو دُور کی بات ہے وہاں تو بعض اوقات عام بستر بھی بمشکل میسر آتا، لیکن اس کے باوجود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اپنے دروازے پر آنے والے سائل کو خالی نہ لوٹایا اور اِیثار و سخاوت کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ جنہیں سن کر عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں، چنانچہ:

خاتونِ جنت اور غریبوں کی غمخواری

حضرتِ سیّدُنا عبدُاللہ اِبنِ عباس فرماتے ہیں: بنی سُلیم میں سے ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں آکر گستاخی کی: تو حضور نبیِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا: تُو آخِرت کے عذاب سے ڈر، دوزخ سے خوف رکھ، خُدائے وَحْدَہٗ لَاشَرِیْك کی عبادت کر اور میں اللہ کریم کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حُسنِ اَخلاق اور مؤثر کلام سے متأثر ہو کر وہ غیر مسلم اسی وقت مسلمان ہو گیا، پھر سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تیرے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ! خدا کی قسم! بنو سُلَیم میں ۴ ہزار آدمی ہیں، لیکن اُس قبیلے میں مجھ سے زیادہ غریب و مسکین کوئی نہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اسے ایک اُونٹ (Camel) خرید کر دے؟

حضرتِ سیّدُنا سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی اُونٹنی ان کو دے دی۔ پھر ارشاد

فرمایا: کون ہے جو اس کا سر ڈھانپ دے؟ تو امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا، حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے اپنا عمامہ ان کو دے دیا۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کون ہے جو اس کے کھانے کا اِنتِظام کرے؟ حضرتِ سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُٹھے اور چند مکانوں پر گئے لیکن کچھ نہ ملا۔ پھر نُورِ مصطفٰے حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمۃُ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے مکان پر حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے پوچھا کون ہے؟ عرض کی! سلمان ہوں۔ فرمایا: کیسے آئے ہو؟ آپ نے سارا ماجرا سُنا دیا۔ یہ سن کر آپ آبدیدہ ہو گئیں اور فرمایا: اے سلمان! خُدا کی قسم! جس نے میرے باپ کو رسول بنا کر بھیجا! آج تیسرا دن ہے، گھر میں سب فاقے سے ہیں مگر دروازے پر آئے ہو، خالی کیسے واپس کروں؟ یہ چادر لے جاؤ اور شمعون نامی غیر مسلم کے پاس جا کر کہو: فاطمہ بنتِ محمد کی چادر رکھ لو اور تھوڑے سے جَو قرض دے دو۔ حضرتِ سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس چادر کو لے کر اس کے پاس گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ شمعون کچھ دیر اس رِدائے مبارَکہ کو دیکھتا رہا، اُس وقت اُس پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور کہنے لگا: اے سلمان! یہ وہی مقدّس لوگ ہیں جن کی خبر اللہ پاک نے اپنے نبی موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو توریت میں دی ہے، میں صِدقِ دل سے حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ کے باپ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا اس کے بعد اس نے حضرتِ سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جَو دیئے اور نہایت ادَب واِحترام سے رِدائے مبارَکہ واپس کر دی۔ خاتونِ جنّت نے شمعون کو دُعائے خیر دی اور جَو پیس کر کھانا تیار کر کے حضرتِ سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دے دیا۔ آپ نے عرض کی: اس میں

سے کچھ گھر کے لیے رکھ لیجئے۔ فرمایا: بس راہِ خدا میں دینے کی نیت سے منگوایا اور پکایا ہے، اب اس میں سے لینا دُرست نہیں۔

حضرتِ سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھانا لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگئے اور تمام قصّہ بھی عرض کر دیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ روٹی نومسلم (New Muslim) کو عطا فرمائی اور اپنی نورِ نظر حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ بھوک سے ان کا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور کمزوری (Weakness) کے آثار نُمایاں ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو بٹھا کر تسلی دی اور دُعا فرمائی: اے اللہ! فاطمہ تیری بندی ہے تُو اس سے راضی رہنا۔ (سفینۂ نُوح، حصّہ دُوُم، ص ۳۳ ملخصًا)

بھوکے رہ کے خود اَوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابِر تھے محمّد کے گھرانے والے!

اے عاشقانِ اہلِ بیت! دیکھا آپ نے! خاتونِ جنّت حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا ایثار و سخاوت کہ خود فاقے سے ہیں، گھر میں کھانے کو کچھ نہیں مگر سخاوت و ایثار کا ایسا زبردست جذبہ کہ غریب نومسلم (New Muslim) کی حاجت روائی کی خاطر قرض لینے کیلیے اپنی مبارک چادر گِروی رکھوا رہی ہیں اور جب حضرتِ سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھانے میں سے کچھ گھر کے لیے رکھنے کی عرض کی تو فرمانے لگیں: میں نے یہ کھانا راہِ خدا میں خیرات کرنے کی نیّت سے پکایا ہے۔

سُبْحٰنَ اللہ ! ایک طرف خاتونِ جنت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا پاکیزہ عمل اور دوسری طرف ہماری حالت کہ ہم تو اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو لُوٹ رہے ہیں، اگر کبھی کوئی حاجت مند آجائے تو پہلے چار باتیں سُناتے ہیں اور اگر کچھ دے بھی دیں تو بعد میں لوگوں کے سامنے اس کو ذلیل ورُسوا کرتے، اس کی عزّت کو پامال کرتے، طرح طرح کی باتیں سُناتے ہیں۔ یادرکھئے! جب بھی کسی سائل یا حاجت مند کو کچھ دینے کا موقع ملے تو ایسی باتیں کرنے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جس سے سامنے والے کی دل آزاری یا اس کی ذِلّت ورُسوائی ہوتی ہو بلکہ اللہ کریم کا شکر ادا کریں کہ اللہ پاک نے کسی غریب کی حاجت روائی کی توفیق عطا فرمائی، کیونکہ بندہ جب کسی کی حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ کریم اس کو بے شمار انعامات عطا فرماتا ہے، آیئے! مسلمانوں کی حاجت روائی کرنے کے فضائل پر مشتمل (۳) فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سنتے ہیں۔ چنانچہ:

حاجت روائی کے فضائل

(۱)۔۔۔ ارشاد فرمایا: جو میرے کسی اُمّتی کی حاجت پوری کرے اور اُس کی نیت یہ ہو کہ اِس کے ذریعے اُس اُمّتی کو خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ پاک کو خوش کیا اور جس نے اللہ پاک کو خوش کیا تو اللہ کریم اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (شعب الایمان، الثالث والخمسون من شعب الایمان۔۔ الخ، ۶ / ۱۱۵ ، حدیث: ۷۶۵۳)

(۲)۔۔۔ ارشاد فرمایا: بندہ جب تک اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ پاک اس کی حاجت پوری فرماتا رہتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب فضل قضاء الحوائج، ۸/۳۵۳، حدیث: ۱۳۷۲۳)

(۳)۔۔۔ارشاد فرمایا: جو اپنے کسی اسلامی بھائی کی حاجت روائی کے لیے چلتا ہے، اللہ پاک اس کے اپنی جگہ واپس آنے تک اس کے ہر قدم پر اس کے لیے ستر (۷۰) نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے ۷۰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ پھر اگر اس کے ہاتھوں وہ حاجت پوری ہو گئی تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے، جیسے اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا اور اگر اس دوران اس کا انتقال ہو گیا تو وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہو گا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلۃ، باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین۔۔۔الخ، ۳/۳۱۷، حدیث: ۴۰۲۲)

تُو بے حساب بخش کہ ہیں بے حساب جُرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

(8)۔۔۔فاطمہ زہرا کی کرامات

اے عاشقانِ اہلبیت! حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کی شان و عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو بہت سی کرامات (Saintly-Miracles) سے نوازا۔ اور یہ حقیقت ہے جو اللہ پاک اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو راضی کرنے میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے تو اللہ پاک بھی اپنے فضل و کرم سے اُسے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ آیئے! آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کی ایک بہت ہی باکمال کرامت سُنتے ہیں، چنانچہ:

عظیمُ الشّان دعوت

ایک دن حضرتِ سیّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے حُضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

وَسَلَّمَ کی دعوت کی۔ جب دونوں عالَم کے میزبان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرتِ سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکان پر رونق افروز ہوئے تو حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ کے پیچھے چلتے ہوئے آپ کے قدموں کو گننے لگے اور عرض کیا: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میری تمنا (Wish) ہے کہ حُضور کے ایک ایک قدَم کے عِوَض میں آپ کی تعظیم و تکریم کے لیے ایک ایک غلام آزاد کروں۔ چُنانچِہ حضرتِ سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکان تک جس قدَر حُضور کے قدَم پڑے تھے حضرتِ سیِّدُنا عثمانِ غنی نے اتنی ہی تعداد میں غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرتِ سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے اس دعوت سے مُتَاَثِّر ہو کر حضرتِ سیِّدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا سے کہا: اے فاطمہ! آج میرے دِینی بھائی حضرتِ سیِّدُنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حُضورِ اَکرَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بڑی ہی شاندار دعوت کی ہے اور حُضورِ اَکرَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہر ہر قدَم کے بدلے ایک غلام آزاد کیا ہے، میری بھی تمنّا ہے کہ کاش! ہم بھی حُضور کی اسی طرح شاندار دعوت کر سکتے۔ حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا نے اپنے شوہرِ نامدار حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے اس جذبہ سے مُتَاَثِّر ہو کر کہا: بَہُت اچھا، جایئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اسی قسم کی دعوت دیتے آیئے! ہمارے گھر میں بھی اسی قسم کا سارا اِنتِظام ہو جائے گا۔ چُنانچِہ:

حضرتِ سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے بارگاہِ رِسالت میں حاضِر ہو کر دعوت دے دی اور شہنشاہِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابۂ کرام کی ایک کثیر جماعت کو

ساتھ لے کر اپنی پیاری بیٹی کے گھر میں تشریف فرما ہو گئے۔ حضرتِ سیّدہ خاتونِ جنّت تنہائی میں تشریف لے جا کر خداوندِ قُدُّوس کی بارگاہ میں سر بسجود ہو گئیں اور یہ دعا مانگی: یااللہ! تیری بندی فاطمہ نے تیرے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اَصحابِ محبوب کی دعوت کی ہے، تیری بندی کا صرف تجھ ہی پر بھروسا ہے، لہٰذا اے میرے ربّ! تُو آج میری لاج رکھ لے اور اس دعوت کے کھانوں کا تُو عالَمِ غیب (یعنی دوسرا جہاں جو چھپا ہوا ہے) سے اِنتِظام فرما۔ یہ دُعا مانگ کر حضرتِ سیِّدَتُنا بی بی فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے ہانڈیوں کو چولہوں پر چڑھا دیا۔ اللہ کریم کا دَرْیائے کَرَم ایک دم جوش میں آ گیا اور (فوراً) ان ہانڈیوں کو جنّت کے کھانوں سے بھر دیا۔ حضرتِ سیِّدَتُنا بی بی فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے ان ہانڈیوں میں سے کھانا نکالنا شروع کر دیا اور حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ کھانا کھانے سے فارِغ ہو گئے، لیکن خدا کی شان کہ ہانڈیوں میں سے کھانا کچھ بھی کم نہیں ہوا اور صحابۂ کرام ان کھانوں کی خوشبو اور لذّت سے حیران رہ گئے۔ حُضورِ اَکرم نے صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو حیران دیکھ کر فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ صحابۂ کِرام نے عرض کیا: نہیں یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! آپ نے ارشاد فرمایا: یہ کھانا اللہ پاک نے ہم لوگوں کے لیے جنّت سے بھیجا ہے۔ پھر حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا گوشۂ تنہائی میں جا کر سجدہ ریز ہو گئیں اور یہ دُعا مانگنے لگیں: یااللہ! حضرتِ عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تیرے محبوب کے ایک ایک قدَم کے بدلے ایک ایک غلام آزاد کیا ہے لیکن تیری بندی فاطمہ کو اتنی اِستِطاعت نہیں ہے، اے خداوندِ عالَم! جہاں تُو نے میری خاطِر جنّت سے کھانا بھیج کر میری لاج رکھ لی ہے، وہاں تُو میری

خاطِر اپنے محبوب کے ان قدموں کے برابر جتنے قدَم چل کر میرے گھر تشریف لائے ہیں، اپنے محبوب کی اُمَّت کے گنہگار بندوں کو جہنّم سے آزاد فرمادے۔

حضرتِ سیِّدَتُنافاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا جُوں ہی اس دعاسے فارِغ ہوئیں ایک دم حضرتِ سیِّدُنا جبریل امینعَلَیْہِ السَّلَام یہ بِشارت لے کر بار گاہِ رِسالت میں حاضر ہوئے کہ یا رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ! حضرتِ فاطمہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا) کی دُعابار گاہِ الٰہی میں مقبول ہو گئی،اللہ کریم نے فرمایاہے کہ ہم نے آپ کے ہر قدَم کے بدلے میں ایک ایک ہزار ۱۰۰۰ گنہگاروں کو جہنّم سے آزاد کر دیا۔(جامِعُ الْمُعْجِزات،ص۲۵۷ ملخصاً)

اِلٰہی جہنم سے آزاد کر دے
میں فردوس میں داخلہ مانگتا ہوں

اے عاشقانِ اہلبیت! قربان جایئے!امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور بالخصوص علیُّ المرتضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کے اندازِ محبت پر کہ ان خوش نصیب حضرات نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی انوکھی دعوت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی سیرت پر رشک آتاہے کہ آپ کی خواہش تھی کہ دوعالم کے داتا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے گھر بھی تشریف لائیں اور ہم بھی ان کی دعوت کریں، یہی جذبہ تھا کہ دولت خانے میں کچھ نہ ہونے کے باوجود بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوت کی اور پھر اللّٰہ کے فضل و کرم سے سیدہ فاطمہ کی کرامت ظاہر ہوئی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کی دعا پر جنّتی کھانے آئے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمّت کے گناہگاروں کو جہنم سے آزادی نصیب ہوئی۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ رِضائے اِلٰہی اور ثواب کے لیے، اِحترامِ مسلم کی نیت سے دِلجوئی کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے رشتہ داروں کی دعوت کریں، ان کے دُکھ درد میں شریک ہوں، ان کے ساتھ ہمیشہ تعلق قائم رکھیں، اور کبھی کبھار پڑوسیوں کو بھی دعوت دینے کا ذہن بنائیں، کوئی سائل آجائے تو اس کو بھی پیار و محبت سے کھانا کھلائیں۔ جیسا کہ خاتونِ جنت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی سیرت میں یہ جھلک بھی نظر آتی ہے کہ اگر کئی روز فاقہ کے بعد گھر میں کھانا آجاتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس کھانے میں پڑوسیوں کو بھی شامل فرمالیا کرتی تھیں۔ آیئے! آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پڑوسیوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے، آپ کی کرامت کے ظاہر ہونے پر مشتمل ایک اور واقعہ سُنتے ہیں، چنانچہ:

برکت والی سِینی

ایک مرتبہ زمانۂ قحط میں رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بُھوک محسوس کی تو بنتِ رسول اللہ حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بتُول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے سِیْنی (یعنی دھات کے روٹی سالن رکھنے والے خوان) میں ایک بوٹی اور دو روٹیاں اِیثار کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں بھیج دیں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس تحفہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی طرف تشریف لے آئے اور فرمایا: اے میری بیٹی! اِدھر آؤ۔ حضرتِ سیِّدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے جب اس سِینی کو کھولا تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ وہ سینی روٹیوں اور بوٹیوں سے بھری ہوئی تھی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے جان لیا کہ یہ کھانا اللہ پاک کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ حُضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ سے اِستفسار فرمایا: اَنّٰی لَکِ

ھٰذَا؟ یعنی یہ سب تمہارے لیے کہاں سے آیا؟ تو حضرتِ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کیا: ھُوَمِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِحِسَابٍ۔ یعنی وہ اللہ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تمام تعریفیں اللہ پاک کے لیے جس نے تجھے بنی اسرائیل کی سردار (یعنی حضرت مریم) کے مُشابہ بنایا۔ پھر حُضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرتِ علی، حضراتِ حسن و حسین اور دوسرے اہلِ بیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اَجْمَعِیْن کو جمع فرما کر سب کے ساتھ (سینی میں سے) کھانا تَنَاوُل فرمایا اور سب سیر ہو گئے، پھر بھی کھانا اسی قدر باقی تھا اور اس کو حضرتِ سیِّدَتُنا بی بی فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اپنے پڑوسیوں کو کھلایا۔ (تَفْسِیْرُ رُوْحُ الْبَیَان، پ۳، اٰلِ عِمْرٰن، تحت الاٰیۃ۳۷، ج۲، ص۲۹)

اے عاشقانِ اہلبیت! بیان کردہ واقعے سے جہاں شہزادیِ کونین حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی عظیمُ الشّان کرامت ظاہر ہوئی، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پڑوسیوں کی بہت زیادہ خیر خواہی فرمایا کرتی تھیں۔ لیکن آج ہمارے دلوں سے پڑوسیوں کی خیر خواہی کا جذبہ نکلتا جارہا ہے، ہم خود تو اچھا کھاتے پیتے ہیں، اچھا پہنتے ہیں مگر افسوس ہمیں پڑوسیوں کے دکھ درد، ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی بھوک و پیاس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا، حالانکہ کثیر احادیثِ مبارکہ میں پڑوسیوں کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔

(9)۔۔۔فاطمۃ الزہراء کی گھریلو زندگی

اے عاشقانِ اہلبیت! سیّدہ خاتونِ جنت، فاطمۃُ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی شان و عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی شان میں تسبیحِ فاطمہ مقرر کی گئی، کیونکہ آپ گھریلو کام کاج خود اپنے ہاتھوں سے فرمایا کرتی تھیں اور اس کام میں آنے والی مشکلات اور

تکالیف پر صبر بھی کیا کرتیں، زندگی بھر کسی خادمہ کو نہیں رکھا۔ چنانچہ:

امیر المؤمنین حضرتِ سیّدُنا علی المرتضٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرتِ سیدتنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا میرے پاس خود ہی چکی چلایا کرتیں، جس کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے، مشکیزے میں پانی بھی خود ہی بھر کر لاتیں جس کی وجہ سے ان کے سینے پر نشان پڑ گئے۔ گھر کی صفائی وغیرہ بھی خود ہی کرتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے غبار آلود ہو جاتے اور ہنڈیا کے نیچے آگ بھی خود ہی جلایا کرتیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے ہو جاتے۔ بعض اوقات تنہا گھر کے تمام کام کاج کرنے کی وجہ سے انہیں کافی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

(مسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ۱/۳۲۲، حدیث: ۱۳۱۲)

تسبیحِ فاطمہ کی فضیلت

امیر المؤمنین حضرتِ سیّدُنا علی المرتضٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں غلام آئے، جب یہ خبر حضرتِ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ملی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بارگاہِ رسالت میں خادمہ (Maid servant) مانگنے کے لیے حاضر ہوئیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ فرمایا: جب سونے کے لیے بستر پر جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللہ، ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور ۳۴ مرتبہ اَللہُ اَکْبَر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لیے خادمہ سے بہتر ہے۔ (کتاب الدعاء للطبرانی، باب القول عند اخذ المضاجع، حدیث: ۲۳۱، ص ۹۴)

(10)۔۔۔فاطمۃ الزہراء کا وصال

اے عاشقانِ اہلبیت! سیّدہ خاتونِ جنت، فاطمۃُ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی زندگی تقوی والی پردہ والی تھی ہی آپ کا جنازہ بھی پردے کے اہتمام کے ساتھ نکالا گیا۔ آیئے آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بارے میں سنتے ہیں:

وفاتِ سیِّدَہ کی خبر

حضرتِ سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عبّاس **رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں**، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی لاڈلی شہزادی، خاتونِ جنّت حضرتِ سیِّدَہ فاطمہ زھرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ''اَنْتِ اَوَّلُ اَھْلِیْ لُحُوْقًا بِیْ یعنی میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم (وفات پاکر) مجھ سے ملو گی۔''

(حِلْیَۃُ الْاولیاءِ وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَائ، ذکر النساء الصحابیات، فاطمۃ بنت رسول اللہ، ج۲، ص۵۰، الحدیث:۱۴۴۳)

اے عاشقانِ اہلبیت! آپ نے مُلاحَظہ فرمایا کہ خاتونِ جنّت حضرتِ سیِّدَہ فاطمہ زھرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو پہلے ہی غیبی خبر عطا فرمادی تھی کہ تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ اب یہ مُلاحَظہ فرمایئے کہ وصالِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد خاتونِ جنّت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی کیفیت کیا تھی؟

غمِ مصطفٰے کا غلبہ

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد خاتونِ جنّت، شہزادیٔ کونین حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ زھرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر غمِ مصطفٰے کا اِس

قَدَر غَلَبہ ہوا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے لبوں کی مسکراہٹ ہی خَتْم ہو گئی! اپنے وِصال سے قبل صِرْف ایک ہی بار مُسکراتی دیکھی گئیں۔ اِس کا واقِعہ کچھ یوں ہے کہ حضرتِ سیِّدَتُنا خاتونِ جنّت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو یہ تَشْوِیش تھی کہ عُمر بھر تو غیر مردوں کی نظروں سے خود کو بچائے رکھا ہے اب کہیں بعدِ وفات میری کفن پوش لاش ہی پر لوگوں کی نظر نہ پڑ جائے! ایک موقع پر حضرتِ سیِّدَتُنا اَسماء بنتِ عُمَیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: میں نے حَبشہ میں دیکھا ہے کہ جنازے پر دَرَخْت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈَولی کی سی صورَت بنا کر اُس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ پھر اُنہوں نے کھجور کی شاخیں منگوا کر انہیں جوڑ کر اُس پر کپڑا تان کر سیِّدہ خاتونِ جنّت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دکھایا۔ آپ بَہُت خوش ہوئیں اور لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ بس یِہی ایک مسکراہٹ تھی جو سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہِری کے بعد دیکھی گئی۔(جَذْبُ الْقُلُوْب (مُتَرْجَم)، ص۲۳۱)

چُو زَہرا باش از مخلوق رُو پوش
کہ دَر آغوش شبّیرے بہ بینی

یعنی حضرتِ فاطِمۃُ الزَّھْرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرح پرہیز گار و پردہ دار بنو، تاکہ اپنی گود میں حضرتِ سیِّدُنا شبّیرِ نامدار، امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جیسی اَولاد دیکھو۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ اہلبیت! آج کتنی اسلامی بہنیں پردہ کرتی ہیں ۔ ماحول بہت

ایڈوانس اور فیشن پرستی عام ہے۔ شرعی پردہ کرتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے۔ کیا اَیسے حالات میں شَرْعی پردہ ترک کر دیا جائے؟ نہیں، شَرْعی پردہ ہر گز ترک نہ کیا جائے کہ یہ عظیم نیکی ہے اور بے پردَگی سخت گناہ۔ پردہ کرنے میں جتنی تکلیف زِیادہ ہو گی اُتنا ہی ثواب بھی اِنْ شَآءَ اللہ زیادہ ملے گا۔ منقول ہے: اَفضَلُ الْعِبادَاتِ اَحْمَزُھَا یعنی افضل ترین عبادت وہ ہے جس میں زَحمت زیادہ ہو۔ "(کَشْفُ الخِفاء، حرف الھمزۃ مع الفاء، ج۱، ص۱۴۱، الحدیث:۴۵۹)

خاتونِ جنّت کی وَصِیّتیں

اے عاشقانِ اہلبیت! حضرتِ سیِّدہ خاتونِ جنّت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے اپنے وصال سے قبل دو وصیّتیں فرمائیں:

(۱)۔۔۔ حضرتِ سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو وصیّت کی کہ میری وفات کے بعد آپ حضرتِ اُمامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے نکاح کر لیں، چُنانچہ حضرتِ سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے حضرتِ سیِّدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی وصیّت پر عمل کیا۔ یہ نکاح زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اِہتمام سے ہوا۔

(اِکْمال (مُتَرْجَم) مع مرآت المناجیح، ج۸، ص۷، مُلَخَّصاً)

(۲)۔۔۔ جب میں دُنیا سے جاؤں تو مجھے رات میں دفن کریں تاکہ میرے جنازے پر نامحرم کی نظر نہ پڑے۔ (فتاوٰی رَضَویّہ، ج۹، ص۳۰۷)

خاتونِ جنّت کا وصالِ باکمال

وِصالِ نَبَوِی کے ۶ ماہ بعد **۳** رَمضانُ المبارَک **سِنّ ۱۱** ہجری منگل کی رات سیِّدَہ، طِیِّبہ، طاہِرہ حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ زھرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے داعیٔ اَجَل کو لَبَّیْك کہا۔

(مَدَارِجُ النُّبُوَّت (مترجم) قسم پنجم، باب اوّل در ذکر اولاد کرام، ج ۲، ص ۶۲۴)

سیِّدہ زہراء کا جنازہ

حضرتِ سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ حضرتِ فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی نمازِ جنازہ حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پڑھائی۔ (کَنْزُالْعُمَّال، کتاب الموت، باب فی اشیاء قبل الدفن، ج۸، الجزء الخامس عشر، ص ۳۰۳، الحدیث: ۴۲۸۵۶) اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جنَّتُ الْبَقِیْع میں مدفون ہوئیں۔

(مَدَارِجُ النُّبُوَّت (مترجم) قسم پنجم، باب اوّل در ذکر اولاد کرام، ج ۲، ص ۶۲۴)

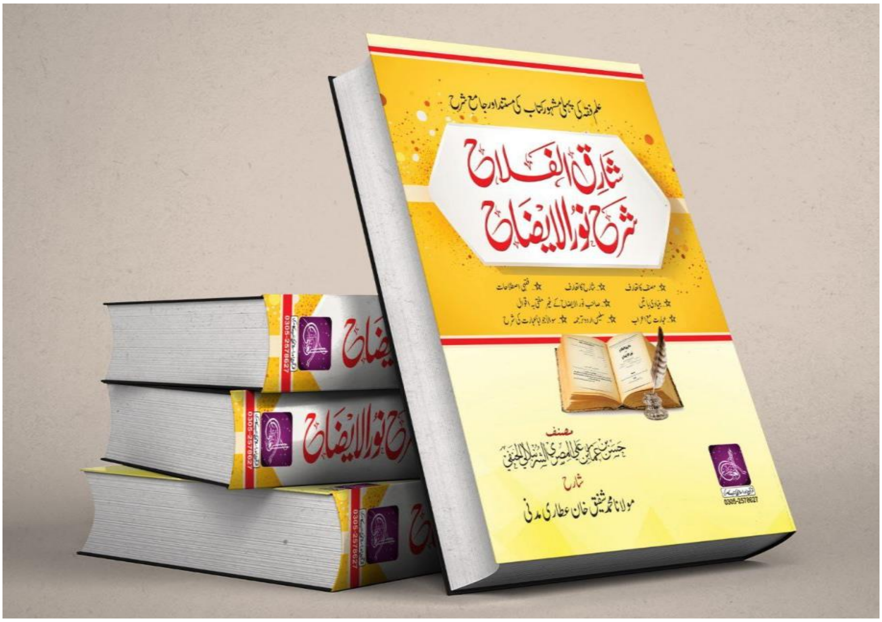
قصے کہانیاں

اے عاشقانِ اہلبیت! بعض اسلامی بہنیں سیِّدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی کہانی اور اس طرح کے دیگر من گھڑت قصے پڑھتی اور گھروں میں پڑھاتی ہیں۔ آیئے! اس بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں کہ یہ پڑھنا کیسا ہے؟ چُنانچہ **دعوتِ اسلامی** کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ **۴۹۹** صفحات پر مُشتَمِل کتاب **"نماز کے اَحکام"** صفحہ **۴۸۵** پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرتِ علاَّمہ مولانا ابوبلال **محمد الیاس عطّاؔر** قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: داستانِ عجیب، شہزادے کا

سر، دس بیبیوں کی کہانی اور جنابِ سیّدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی کہانی وغیرہ، سب من گھڑت قصے ہیں، انہیں ہر گز نہ پڑھا کریں۔ اسی طرح ایک پمفلٹ بنام "وَصِیّت نامہ "لوگ تقسیم کرتے ہیں جس میں کسی **"شیخ احمد"** کا خواب درج ہے یہ بھی جعلی ہے اس کے نیچے مخصوص تعداد میں چھپوا کر بانٹنے کی فضیلت اور نہ تقسیم کرنے کے نقصانات وغیرہ لکھے ہیں اس کا بھی اعتبار نہ کریں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں خاتونِ جنت کے فیضان سے مالا مال فرمائے اور ہماری اسلامی بہنوں کو کردارِ فاطمہ، عبادتِ فاطمہ، ریاضتِ فاطمہ، اخلاقِ فاطمہ سے حصہ نصیب فرمائے آمین



منقبتِ خاتونِ جنّت (دیوانِ سالک)

ہے رتبہ اس لیے کونین میں عصمت کا عفت کا
شرف حاصل ہے ان کو دامنِ زہرہ سے نسبت کا

جو جانا خلد میں ہو پائے زہرہ سے لپٹ جاؤ
جسے کہتے ہیں جنت ملک ہے خاتون جنت کا

نبی کے دل کی راحت اور علی کے گھر کی زینت ہیں
بیاں کس سے ہو ان کی پاک طینت پاک طلعت کا

انہی کے ماہ پارے دو جہاں کے لاج والے ہیں
یہ ہی ہیں مجمع بحرین سر چشمہ ہدایت کا

رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا
کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیرِ نبوت کا

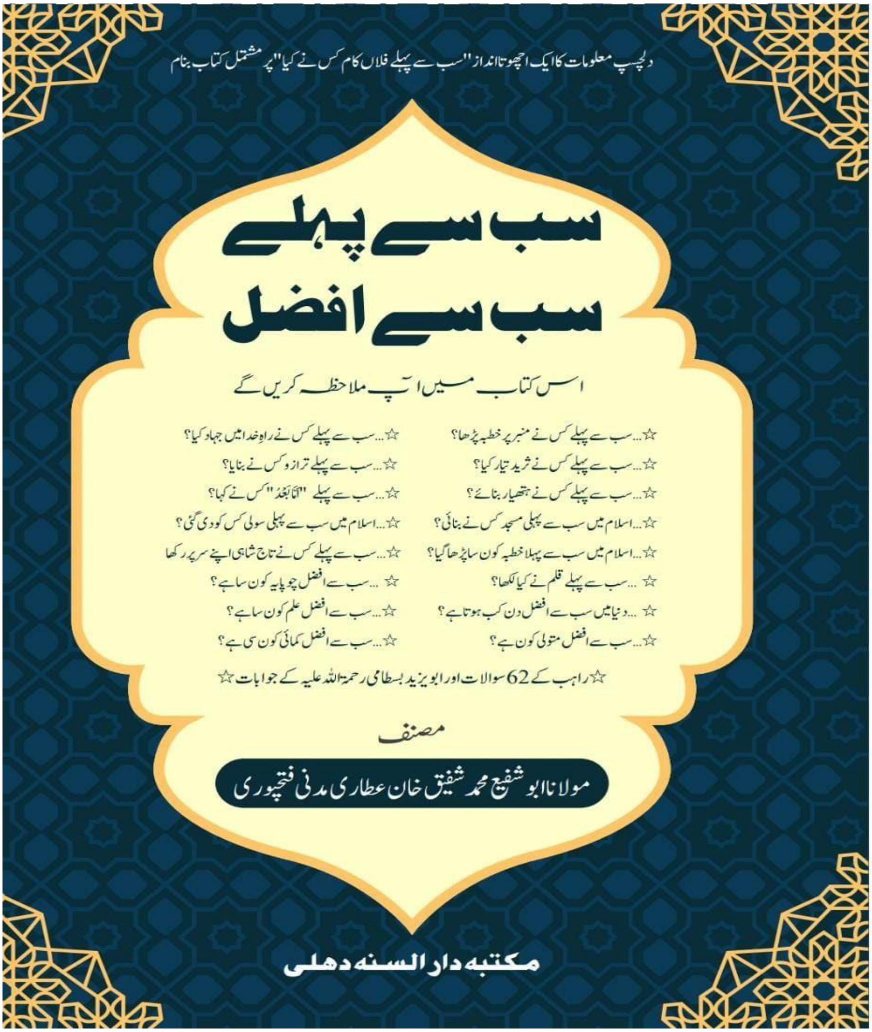
بتول و فاطمہ زہرہ لقب اس واسطے پایا
کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

نبی کی لاڈلی، بیوی ولی کی، ماں شہیدوں کی
یہاں جلوہ نبوت کا ولایت کا شہادت کا

تعالیٰ اللہ اس سعدین کے جوڑے کا کیا کہنا
کہ رحمت کی دلہن زہرہ، علی دولہا ولایت کا

وہ عترت جو کہ اُمت کے لیے قرآنِ ثانی ہے
نبی کا ہے چمن یعنی شجر اس پاک منبت کا

وہ چادر جس کا آنچل چاند سورج نے نہیں دیکھا
بنے گی حشر میں پردہ گنہگارانِ اُمت کا
اگر سالکؔ بھی یارب دعویٔ جنت کرے حق ہے
جو وہ زہرہ کی ہے یہ بھی تو ہے خاتونِ جنت کا



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(9) امامِ حسن مجتبی رضی اللہ عنہ

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔امامِ حسن کا تعارف و القاب

(2)۔۔۔امامِ حسن کے بچپن کے واقعات

(3)۔۔۔امامِ حسن کے بارے میں احادیث

(4)۔۔۔امامِ حسن کی عبادات

(5)۔۔۔امامِ حسن کی سخاوت

(6)۔۔۔امامِ حسن کی کرامات

(7)۔۔۔امامِ حسن کی خلافت

(8)۔۔۔امامِ حسن کی ازواج و اولاد

(9)۔۔۔امامِ حسن کا وصال

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(9) امامِ حسن مجتبی رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ رسول! اللہ پاک نے اپنی قدرت سے بے شمار مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے اور وہی ان سب کا خالق ہے جن کا شمار انتہائی مشکل ہے لیکن ایک اعتبار سے تمام مخلوقات تین قسموں کی ہیں:

(1)۔۔۔ایک وہ مخلوق جس کو اللہ پاک نے عقل سے نوازا اور شہوت نہ دی۔

(2)۔۔۔دوسری وہ مخلوق جس کو اللہ پاک نے شہوت دی مگر عقل نہ دی۔

(3)۔۔۔تیسری وہ مخلوق جس کو اللہ پاک نے عقل کے نور سے بھی نوازا اور اس میں شہوت بھی رکھی۔

پہلی مخلوق فرشتیں ہیں، دوسری مخلوق حیوانات ہیں اور تیسری مخلوق حضرتِ انسان ہے۔ پس جس شخص کی شہوت اس کی عقل پر غالب آجائے وہ حیوانات سے بھی بدتر ہے اور جس شخص کی عقل اس کی شہوت پر غالب آجائے وہ فرشتوں سے افضل ہے۔

آپ دیکھیں فرشتوں اور نبیوں کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں، فرشتے اللہ پاک کی نوری مخلوق ہیں جو نہ کھاتے اور نہ پیتے ہیں بلکہ صرف اور صرف ہر دم ہر گھڑی اللہ پاک کے ذکر میں لگے رہتے ہیں۔ اگر آپ مجھ سے کہیں کہ میرا فلاں کام کر دیں تو اگر میں آپ کا وہ کام کر دوں تو کتنی دیر؟ جتنی دیر کا وہ کام ہو گا، ہمیشہ اور ہر گھڑی نہیں کر سکتا، کیونکہ مجھے اپنے بھی کام ہیں، کھانا پینا، سونا بھی ہے۔ اور اگر آپ مجھ سے اپنے لیے دعا کو کہیں کہ میرے لیے رحمت کی دعا کر دیں، مغفرت کی دعا کر دیں تو میں ایک بار کر دوں گا، دو بار کر دوں گا، ہمیشہ اور ہر گھڑی تو نہیں کر سکتا، اور پھر میری دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں، اس کی کوئی گارنٹی بھی نہیں۔ لیکن اللہ پاک کی رحمت کے قربان کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب ﷺ کے صدقے ایک ایسا وظیفہ عطا فرمایا ہے کہ ہم جب تک وہ وظیفہ کرتے رہیں گے تو اللہ کے معصوم فرشتیں ہمارے لیے رحمت کی دعا، مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے۔ اللہ اکبر! آیئے وہ وظیفہ سنیئے:

حضرت سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، "بندہ جب تک مجھ پر درود پڑھتا رہتا ہے، ملائکہ اس پر رحمت نازل کرتے رہتے ہیں اب بندے کی مرضی ہے کہ وہ درود پاک کم پڑھے یا زیادہ۔"

(مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عامر بن ربیعہ، رقم ۱۵۶۸۰، ج۵، ص ۳۲۴)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بندہ جب تک مجھ پر دُرُودِ پاک پڑھتا رہتا ہے فرشتے

اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اب بندے کی مرضی کم پڑھے یا زیادہ۔" (مسند ابی داود الطیالسی، حدیث عامر بن ربیعۃ، الحدیث: ۱۱۴۲، ص ۱۵٦)

تیرے کرم سے اے کریم مجھے کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

تیرے کرم کا رسالت مآب کیا کہنا
ثواب ہوگئے سارے عقاب کیا کہنا

الٰہی شکر کروں کتنا فخر کروں کتنا
تیرے کرم نے مجھے فائز المرام کیا

اے عاشقانِ رسول! نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پڑھنا اللہ پاک کی رحمت و مغفرت پانے کا کتنا پیارا وظیفہ ہے کہ جتنی دیر تک ہم درودِ پاک پڑھتے رہیں گے اللہ کے معصوم فرشتیں ہم پر رحمت نازل کرتے رہیں گے، ہمارے مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔ لوگ تو کئی گھنٹے گانا گاتے رہتے ہیں، گناہوں بھرے کام کرتے رہتے ہیں، گناہوں بھری گفتگو کرتے رہتے ہیں جس سے اللہ پاک کی ناراضی اور جہنم کی حقداری ملتی ہے مگر جو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پڑھتا رہتا ہے اسے اللہ پاک کی رحمت و مغفرت نصیب ہوتی ہے، اب ہماری مرضی کہ ہم کم درود پڑھیں یا زیادہ۔ اور ایک چھوٹا سا درودِ پاک "صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد" ہے جس کی فضیلت میں لکھا ہے: جو یہ دُرُود پاک پڑھتا ہے اس پر رحمت کے ۷۰ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔
(القول البدیع، ص ۲۷۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ رسول! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، ماہِ محرم الحرام کی جلوہ گری ہے اور آج ہم راکبِ دوشِ مصطفٰی، امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ کی مبارک سیرت کے متعلق کچھ چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے:

(1)۔۔۔امامِ حسن کا تعارف و القاب

(2)۔۔۔امامِ حسن کے بچپن کے واقعات

(3)۔۔۔امامِ حسن کے بارے میں احادیث

(4)۔۔۔امامِ حسن کی عبادات

(5)۔۔۔امامِ حسن کی سخاوت

(6)۔۔۔امامِ حسن کی کرامات

(7)۔۔۔امامِ حسن کی خلافت

(8)۔۔۔امامِ حسن کی ازواج و اولاد

(9)۔۔۔امامِ حسن کا وصال

(1)۔۔۔امامِ حسن کا تعارف و القاب

اے عاشقانِ رسول! حَسَنَیْنِ کَرِیْمَیْن میں سے بڑے حضرت سیِّدُنا امام حَسَن مجتبٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں۔ آپ کی کُنْیَت "اَبُو مُحَمَّد" اور لَقَب "تَقِی وسَیِّد" ہے، معروف لقب "سِبْطُ رَسُولِ اللہ" اور "رَیْحَانَۃُ الرَّسُوْل" ہے (یعنی رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نَواسے اور پھول ہیں) آپ جَنَّتی جوانوں کے سردار ہیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وِلادتِ مُبارَکہ ۱۵ رَمَضَانُ

اُلْمُبارَک ۳ہجری کی رات میں مدینۂ طَیِّبہ میں ہوئی۔ حُضُور سیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا اور حلق کرواکر حکم دیا کہ بالوں کے وزن کے برابر چاندی صَدَقہ کی جائے۔

(تاریخ الخلفاء، الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۴۹۔ روضۃ الشہداء (مترجم)، ۱/ ۳۹۶)

آپ کا نام، اِمامُ الْاَنبیا، سیِّدُالاَ سْخِیا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رکھا۔ واقِعہ کچھ یُوں ہے کہ حضرت سیِّدَتُنا اسماء بنْتِ عُمَیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے بارگاہِ رِسالَت میں حضرت سیِّدُنا امام حَسَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وِلادت کامُژدہ پہنچایا تو حُضُور پُرنُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اسماء! میرے فرزند کو لاؤ۔ آپ نے (امامِ حسن کو) ایک کپڑے میں (لپیٹ کر) خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ آپ نے دائیں کان میں اَذان دی اور بائیں میں تکبیر کہی اور حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے دریافت فرمایا: تم نے اس فرزندِ اَرْجُمند کا کیا نام رکھا ہے؟ عرض کی: یَارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میری کیا مَجال کہ بے اِذْن واِجازت نام رکھنے پر سَبْقَت کرتا، لیکن اب جو دریافت فرمایا ہے تو میرا خیال ہے کہ "حَرْب" نام رکھا جائے، باقی آپ مُختار ہیں۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کا نام حَسَن رکھا۔ (سوانح کربلا، ص۹۲، ملخصًا۔ روضۃ الشہدا (مترجم)، ۱/ ۳۹۶، ۳۹۷)

حسن مجتبٰی سیِّدُ الاسخیاء
راکبِ دوشِ عزّت پہ لاکھوں سلام

ولادت سے قبل بِشارت

حضرتِ امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے پہلے کی بات ہے کہ رسولِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چچی جان حضرت سیّدتنا اُمُّ الْفَضْل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے آپ سے اپنا خواب عرض کیا: یارَسُولَ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کے مبارک جسم کا حصہ میرے گھر آیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”تم نے اچھا خواب دیکھا، فاطِمہ کے یہاں بیٹا پیدا ہو گا اور تم اسے دودھ پلاؤ گی۔“ اور ایسا ہی ہوا کہ جب حضرت سیّدتنا فاطِمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے یہاں حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ولادت ہوئی تو حضرت سیّدتنا اُمُّ الفضل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دودھ پلایا۔

(الذریۃ الطاہرۃ للدولابی ص ۷۲)

کیا بات رضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زَہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(2)۔۔۔امامِ حسن کے بچپن کے واقعات

اے عاشقانِ رسول! امامِ حسن رضی اللہ عنہ کا تعارف سننے کے بعد آیئے اب آپ رضی اللہ عنہ کے بچپن کے کچھ واقعات سنتے ہیں چنانچہ:

حَسَنَیْنِ کَرِیْمَیْن اور بھیانک اژدھا

حضرت سیّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ہم بار گاہِ رسالت میں بیٹھے تھے کہ حضرت سیّدَتُنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم! حَسَن و حُسَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا مل نہیں رہے، نا جانے کہاں چلے گئے ہیں؟ دِن خُوب نِکلا ہوا تھا، آپ نے صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: چلو میرے بیٹوں کو تلاش کرو، ہر ایک تلاش کے لیے کسی نہ کسی راستے چل دیا جبکہ میں حُضُور نَبِیِّ اَکْرَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ چل پڑا، آپ مُسَلْسَل چلتے رہے، حتّٰی کہ ہم ایک پہاڑ کے دامَن میں پہنچ گئے، (دیکھا کہ) حَسَن و حُسَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے ہیں اور ایک اَژْدَھا اُن کے پاس اپنی دُم پر کھڑا ہے اور اُس کے مُنہ سے آگ کے شُعلے نِکل رہے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم تیزی سے آگے بڑھے تو وہ اَژْدَھا آپ کو دیکھ کر سُکَڑ گیا اور پھر پتھروں میں چُھپ گیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم حَسَنَیْنِ کَرِیْمَیْن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے پاس تشریف لائے اور دونوں کو الگ الگ کر کے ان کے چہروں کو صاف کیا اور ارشاد فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قُربان! تم اللہ کے ہاں کتنی عِزَّت والے ہو۔

(معجم کبیر، ۳/ ۶۵، حدیث: ۲۶۷۷)

اے عاشقانِ رسول! اللہ کے حَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم حَسَنَیْنِ کَرِیْمَیْن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے اس قَدَر مَحَبَّت فرماتے تھے کہ دونوں شہزادوں کو تکلیف میں مُبتلا دیکھنا آپ کو گوارا نہ تھا، اِسی لیے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم کو بتایا گیا کہ حَسَن و حُسَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عَنْھُمَا گم ہوگئے ہیں تو آپ نے بے قَرار ہو کر صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ ان کی تلاش شُرُوع کر دی۔ اور بھی بہت سی اَحادیثِ مُبارَکہ میں حُضُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دونوں شہزادوں سے بے اِنْتِہا مَحَبَّت کا ثُبُوت ملتا ہے۔ چنانچہ:

محبوبِ خدا کے سب سے زیادہ محبوب

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: اَہْلِ بیت میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو زِیادہ پیارا کون ہے ؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: حَسن اور حُسَین ۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سَیِّدَتُنا فاطِمَۃُ الزَّہْرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے فرمایا کرتے کہ میرے بچوں کو میرے پاس بُلاؤ، پھر اُنہیں سُونگھتے اوراپنے ساتھ چِمٹا لیتے تھے۔ (ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن الخ، ۵/ ۴۲۸، حدیث: ۳۷۹۷)

شرح حدیث

مشہور مُفَسِّرِ قرآن، حکیمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن اس حدیثِ پاک کی شَرح میں فرماتے ہیں: ”مَحبّت کی بہت قِسْمیں ہیں: اولاد سے مَحبت اور قِسْم کی ہے، بیویوں سے اور قِسْم کی، دوستوں سے اور قِسْم کی۔ اولاد میں حضرات حَسَنَیْن (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا) بہت پیارے ہیں، بیویوں میں حضرت عائِشہ صِدّیقہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا)، مَحْبُوبَۂ مَحْبُوبِ رَبِّ العالمین ہیں، دوست واحباب میں حضرت ابو بکر صِدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت پیارے ہیں۔“ مَزید فرماتے ہیں: ”حُضُور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) انہیں کیوں نہ سُونگھتے، وہ دونوں تو حُضُور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے پُھول تھے پُھول سونگھے ہی جاتے ہیں، انہیں کلیجے سے لگانا، لپٹانا اِنْتِہائی مَحبت

وپیار کے لیے تھا۔ اس سے مَعلُوم ہُوا کہ چھوٹے بچوں کو سُونگھنا، اُن سے پیار کرنا، انہیں لپٹانا، چمٹانا سنتِ رَسُوْلُ اللہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ۸/۴۷۸)

سیِّدِی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اسی بات کو اشعار کی صورت میں یوں بیان فرمایا:

کیا بات رضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

امام حسن سے شفقت و محبت

حضرت سیِّدنا عُروَہ بن زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے والِد سے رِوایَت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امام حَسَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بوسہ دیا اپنے سینے سے لگالیا اور سُونگھنے لگے ، اس قَدَر شفقت و محبت دیکھ کر ایک شخص نے عرض کی: یَارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرا بھی ایک بیٹا ہے جو اب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا ہے، مگر میں نے اسے کبھی نہیں چُوما۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو اس میں میرا کیا قُصُور ہے۔

(مستدرك، كتاب معرفة الصحابة، باب حب الصبيان من رحمة الله تعالى، ۴/۱۶۱، حديث: ۴۸۴۶)

اے عاشقانِ رسول! ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کے ساتھ پیار و مَحَبَّت سے پیش آئیں ، ہر معاملے میں ان کے ساتھ مُشْفِقانہ برتاؤ کریں اور انہیں اپنے ساتھ مانوس

رکھیں۔ بات بات پر مار پیٹ کرنا، جِھڑکنا، آنکھیں دِکھانا نُقصان کا باعث بن سکتا ہے، بچوں کی دِلجُوئی اور ان کی بہتر تَربِیَت و پَرْوَرِش کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ بچوں کی بہتر تربیت کے لیے مَکْتَبَۃُ الْمَدِیْنَه کی دو مطبوعہ کتب **"تربیت اولاد"** اور **"اولاد کے حقوق"** کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ بچوں سے شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ بچوں کو خوش رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ:

بچوں کو خوش رکھنے کی فضیلت:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائِشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ خَاتَمُ الْمُرْسَلِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک جنَّت میں ایک گھر ہے جسے "دَارُالْفَرَح" (یعنی خوشی کا گھر) کہا جاتا ہے۔ اس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو بچوں کو خُوش کرتے ہیں۔ (الکامل لابن عدی، رقم ۴۵، ابو محمد احمد بن حفص بن عمر، ۱/۳۲۸)

بچوں سے کیسا برتاؤ کیا جائے؟

سیِّدی اَعلیٰ حَضْرت، اِمامِ اَہلسُنَّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے سوال ہوا کہ "باپ پر اولاد کے کیا حقوق ہیں؟" تو جواب میں فرمایا: باپ خدا کی ان اَمانتوں کے ساتھ مہر و لطف (یعنی شَفْقَت و مَحَبَّت) کا برتاؤ رکھے، انہیں پیار کرے، بدن سے لپٹائے، کندھے پر چڑھائے۔ ان کے ہنسنے، کھیلنے، بہلنے کی باتیں کرے، ان کی دِلجُوئی، دِلداری، رِعایَت و مُحافَظَت ہر وَقْت حتّٰی کہ نماز و خطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔ نَیا میوہ، نَیا پھل پہلے اِنہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں، نئے کو نیا مُناسِب ہے۔ کبھی کبھی حَسْبِ مَقْدُور (یعنی

حَسبِ استطاعت) انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز (جو) کہ شَرعاً جائز ہے، دیتا رہے۔ بہلانے کے لیے جھوٹا وعدہ نہ کرے، بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پُورا کرنے کا اِرادہ رکھتا ہو۔ چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک کو دوسرے پر دِینی فضیلت کے بغیر ترجیح نہ دے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ۲۴/ ۴۵۳، ملخصاً)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(3)۔۔۔امامِ حسن کے بارے میں احادیث

اے عاشقانِ اہلبیت! بات ہو رہی ہے امامِ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی، اور آپ کی شان بہت بلند و بالا ہے، آپ کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ:

ہم شکلِ مصطفےٰ

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ (امام) حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بڑھ کر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملتا جلتا کوئی بھی شخص نہ تھا۔ (بُخاری ج ۲ ص ۵۴۷ حدیث ۳۷۵۲)

شفقتِ مصطفےٰ مرحبا! مرحبا!

اے عاشقانِ رسول! نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بہت محبت تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت سیّدُنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کبھی آغوشِ شفقت (یعنی مبارک گود) میں اُٹھاتے تو کبھی دوشِ اقدس (یعنی مبارک کندھوں) پر سوار کئے ہوئے گھر

شریف سے باہَر تشریف لاتے، کبھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھنے اور پیار کرنے کے لیے سیّدہ فاطِمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے گھر پر تشریف لے جاتے، حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بے حد مانوس (یعنی ہِل) گئے تھے کہ کبھی نماز کی حالت میں مبارَک پیٹھ پر سُوار ہو جاتے۔

راکبِ دَوشِ مصطفٰے

ایک مرتبہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت سیِّدُنا امامِ حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شانۂ اَقدس (یعنی مبارک کندھے) پر سُوار کئے ہوئے تھے تو ایک صاحِب نے عرض کی: نِعْمَ الْمَرْکَبُ رَکِبْتَ یَا غُلَام یعنی صاحبزادے! آپ کی سواری تو بڑی اچھی ہے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: وَنِعْمَ الرَّاکِبُ ھُوَ یعنی سوار بھی تو کیسا اچھا ہے! (ترمذی ج۵ ص۴۳۲ حدیث۳۸۰۹)

وہ حسن مجتبیٰ سیّد الاسخیا
راکِبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علی مُحَمَّد

یہ میرا پھول ہے

حضرت سیِّدُنا ابو بکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں نماز پڑھا رہے تھے کہ (حضرت امام) حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا جو ابھی چھوٹے سے تھے تشریف لائے۔ جب بھی رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سجدہ فرماتے (حضرت امام) حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی گردن شریف اور پیٹھ مبارک پر بیٹھ جاتے۔ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نہایت آرام سے اپنا سرِ اقدس سجدے سے اٹھاتے اور انہیں شَفقت سے اُتارتے۔ جب نماز مکمّل کرلی تو صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یارَسُولَ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اس بچے سے آپ اس انداز سے پیش آتے ہیں کہ کسی اور سے ایسا سُلوک نہیں فرماتے؟ ارشاد فرمایا: "یہ دنیا میں میرا پھول ہے۔" (مسند بزار ج۹ ص۱۱۱ حدیث ۳۶۵۷ ملخصًا)

اُن دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کیجے رضاؔ کو حشر میں خنداں مثالِ گُل

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

میرا یہ بیٹا سردار ہے

حضرت سیّدنا ابو بکرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ منبر پر جلوہ گر تھے اور (امام) حسن بن علی (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے پہلو (یعنی برابر) میں تھے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کبھی لوگوں کی طرف توجُّہ کرتے اور کبھی (امام) حسن رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کی طرف نظر فرماتے، آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "میرا یہ بیٹا سیِّد (یعنی سردار) ہے، اللّٰه پاک اس کی بدولت مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔" (بخاری ج۲ ص۲۱۴ حدیث ۲۷۰۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ابوہُریرہ دیکھتے تو رو پڑتے

حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں جب (امام) حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھتا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک دن باہر تشریف لائے مجھے مسجد میں دیکھا، میرا ہاتھ پکڑا، میں ساتھ چل پڑا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ ہم بنو قینقاع کے بازار میں داخل ہوئے اور پھر ہم وہاں سے واپس آئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''چھوٹا بچہ کہاں ہے، اسے میرے پاس لاؤ!'' حضرت سیّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا، (امام) حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آئے اور پیارے مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک گود میں بیٹھ گئے، سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈال دی اور تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ''اے اللہ! میں اسے محبوب (یعنی پیارا) رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب (یعنی پیارا) رکھ اور جو اس سے محبت کرتا ہو اسے بھی محبوب (یعنی پیارا) رکھ۔''

(الادب المفرد ص۳۰۴ حدیث ۱۱۸۳)

فاطِمہ کے لال حیدر کے پِسَر!
اپنی الفت دو مجھے دو اپنا غم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ایسا بیٹا کسی ماں نے نہیں جنا!

حضرت سیّدنا عبدُ اللہ ابن زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا بھی دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی طرح نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک موقع پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”اللہ پاک کی قسم! عورتوں نے حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا جیسا فرزند نہیں جنا۔“ (سبل الھدی ج۱۱ ص۶۹)

(4)---امامِ حسن کی عبادات

شوقِ تلاوت

اللہ اکبر! اے عاشقانِ اہلبیت! سنا آپ نے! کہ ہمارے امامِ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی شان کیسی نرالی ہے۔ یوں ہی آپ کی عبادت بھی نرالی ہے چنانچہ: نواسۂ رسول، چمنِ مرتضیٰ کے جنّتی پھول، جگر گوشۂ بتول سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر رات سُوْرَۃُ الْکَھْف کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ یہ مبارک سورت ایک تختی پر لکھی ہوئی تھی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی جس زوجہ کے پاس تشریف لے جاتے یہ مبارک تختی بھی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہمراہ ہوتی۔ (شعب الایمان ج۲ ص۴۷۵ حدیث۲۴۴۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

معمولاتِ امام حسن

حضرت سیّدنا ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: حضرت سیّدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار مدینۃُ المنوّرہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً کے ایک قریشی

شخص سے سیّدنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! وہ نمازِ فجر ادا فرمانے کے بعد سورج طلوع ہونے تک مسجِدُالنَّبَوِیِّ الشَّریف عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی میں تشریف فرما رہتے ہیں۔ پھر ملاقات کیلیے آئے ہوئے معززین سے ملاقات و گفتگو فرماتے یہاں تک کہ کچھ دن نکل آتا، اب دو رکعت نماز ادا فرماتے، اس کے بعد اُمَّہات المؤمنین کی بارگاہ میں حاضری دیتے، سلام پیش فرماتے، بعض اوقات اُمَّہات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ آپ کو کوئی چیز تحفۃً پیش فرماتیں۔ اس کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے گھر تشریف لے آتے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شام کے وقت بھی یونہی کیا کرتے تھے۔ پھر اس قریشی آدمی نے کہا: ہم میں کوئی بھی ان کا ہم مرتبہ نہیں۔ (ابن عساکر، ج۱۳ ص۲۴۱)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مدینہ تا مکّہ ۲۰ بار پیدل سفر

حضرت سیِّدُنا محمد بن علی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: مجھے حیا آتی ہے کہ میں اپنے ربّ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ اس کے گھر کی طرف کبھی نہ چلا ہوں۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ۲۰ بار مدینۃُ المنوّرہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً سے پیدل مَکَّۃُ الْمُکَرَّمَہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ (حلیۃ الاولیاء ج۲ ص۴۶ رقم۱۴۳۱)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نماز کے وقت رنگ بدل جاتا

حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جونہی وضو کر کے فارغ ہوتے آپ کا رنگ بدل جاتا۔اس کی وجہ پوچھنے پر فرمایا: جو شخص مالکِ عرش (یعنی اللہ) کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کرے تو حق یہی ہے کہ اس کا رنگ بدل جائے۔(وفیات الاعیان ج۲ص۵۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(5)---امامِ حسن کی سخاوت

ہاتھوں ہاتھ ضرورت پوری کر دی

اللہ اکبر! یقیناً بڑے لوگوں کی بڑی شان ہوتی ہے حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زندگی کا ہر گوشہ اور ہر پہلو لائقِ تقلید ہے۔

اے عاشقانِ اہلبیت! آپ نے بہت سے سخیوں کے قصے سنے ہوں گے لیکن آج میں آپ کو امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا ایک ایسا قصہ سناتا ہوں جو نرالا اور منفرد ہے چنانچہ:

آپ کی خدمت میں ایک سائل نے حاضر ہو کر تحریری درخواست پیش کی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بغیر پڑھے فرمایا: تمہاری ضرورت پوری کی جائے گی۔عرض کی گئی: اے نواسۂ رسول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ! آپ نے اس کی درخواست پڑھ کر جواب دیا ہوتا۔ ارشاد فرمایا: جب تک میں اس کی درخواست پڑھتا وہ میرے سامنے ذلت کی حالت میں کھڑا

رہتا پھر اگر اللہ مجھ سے پوچھتا کہ تو نے سائل کو اتنی دیر کھڑا رکھ کر کیوں ذلیل کیا؟ تو میں کیا جواب دیتا؟ (احیاء العلوم ج۳ ص۳۰۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

دس ہزار درہم سے نواز دیا

یوں ہی حضرت سیِّدُنا امامِ حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پہلو میں بیٹھ کر ایک آدمی ایک بار اللہ پاک سے دس ہزار درہم کا سُوال کر رہا تھا، جیسے ہی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس حاجت مند کی یہ دعا سنی تو فوراً اپنے گھر تشریف لائے اور اس شخص کے لیے ۱۰ ہزار درہم بِھجوا دیئے۔ (ابن عساکر ج۱۳ ص۲۴۵)

حاجی پر احسان کرنے والے بخش دیئے جاتے ہیں

حضرت سیِّدُنا ابو ہارون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم حج کے ارادے سے نکلے، جب مدینۃُ المنوّرہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً پہنچے تو (حضرت سیِّدُنا امام) حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زیارت کے لیے بھی حاضر ہوئے، سلام و دعا کے بعد سفرِ حج کے حالات عرض کیے۔ جب ہم واپس آنے لگے تو (سیِّدُنا امام) حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہم میں سے ہر شخص کے لیے چار چار سو درہم بھجوائے۔ ہم نے رقم لانے والے صاحِب سے کہا: ہم تو مالدار و دولت مند ہیں، ہمیں اِس کی حاجت نہیں۔ اس نے کہا: آپ حضرات (امام) حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بھلائی کو واپس نہ لوٹایئے۔ پھر ہم (حضرت سیِّدُنا امام) حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور اپنی مالداری کے

بارے میں عرض کیا۔ فرمایا: میرے عملِ خیر (یعنی بھلائی کے کام) کو واپس مت کیجیے، اگر میری موجودہ حالت ایسی نہ ہوتی تو یہ (رقم قبول نہ کرنا) تمہارے لیے آسان ہوتا، میں تو آپ حضرات کو زادِ راہ پیش کر رہا ہوں، اللہ پاک عرفے کے دن اپنے بندوں کے متعلق فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے پراگندہ حال (یعنی حیران و پریشان) میری بارگاہ میں رحمت کے سوالی بن کر حاضر ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان پر احسان کرنے والے کو بخش دیا، ان سے بُرا سلوک کرنے والے کے حق میں ان کے محسن (یعنی احسان کرنے والے) کی شفاعت قبول کی۔ اللہ پاک جمعے کے دن بھی اسی طرح فرماتا ہے۔ (ابن عساکر ج۱۳ص ۲۴۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مہمان نواز بُڑھیا

حَسَنَین کریمین (یعنی حسن و حسین) اور عبداللہ ابنِ جعفر رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن تینوں حج کے لیے جا رہے تھے، کھانے پینے اور سامان کا اونٹ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ بھوک پیاس سے بے تاب ہو کر یہ صاحبان راستے میں ایک بڑھیا کے خیمے (CAMP) پر گئے اور اس سے فرمایا: ہم کو پیاس لگی ہے۔ اس نے ایک بکری کا دودھ نکال کر ان تینوں کو پیش کیا۔ دودھ پی کر انہوں نے فرمایا: کچھ کھانے کے لیے لاؤ! بڑھیا نے کہا کہ کھانے کو تو کچھ موجود نہیں ہے آپ اسی بکری کو ذَبح کر کے کھالیجئے۔ ان صاحِبان نے ایسا ہی کیا، کھانے پینے سے فارِغ ہو کر انہوں نے کہا: ہم قریشی ہیں جب سفر سے واپس آئیں گے تو تم ہمارے پاس آنا ہم تمہارے

اس احسان کا بدلہ دیں گے۔ یہ کہہ کر یہ تینوں صاحِبان آگے روانہ ہوگئے، جب اُس بڑھیا کا شوہر آیا تو ناراض ہوا کہ تو نے بکری ایسے لوگوں کی خاطر ذبح کرادی جن سے نہ ہماری واقفیت تھی اور نہ دوستی۔ اس واقعہ کو کچھ مدّت گزر گئی۔ اُس بڑھیا اور اس کے خاوَند کو مدینۃ المنورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً جانے کی ضرورت پڑی، وہ وہاں پہنچے اور اونٹ کی مینگنیاں چُن چُن کر بیچنے لگے (تاکہ اپنا پیٹ بھر سکیں)۔ ایک دن یہ بڑھیا کہیں جارہی تھی حضرتِ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مکانِ عالیشان کے قریب سے گزری اُس وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دروازے پر کھڑے تھے۔ بڑھیا پر جوں ہی نظر پڑی اُس کو پہچان لیا اوراس سے فرمایا: اے خاتون! آپ مجھے پہچانتی ہیں ؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں وُہی ہوں جو فُلاں روز تمہارا مہمان ہوا تھا۔ اُس نے کہا: اچّھا آپ وہ ہیں ؟ اس کے بعد آپ نے اس بڑھیا کو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دِینار عطا فرمائے اور اپنے غلام کے ہمراہ اس کو حضرتِ سیّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیجا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بڑھیا سے پوچھا: اے خاتون! میرے بھائی صاحِب نے آپ کو کیا دیا؟ اُس نے کہا: ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دِینار عطا فرمائے ہیں۔ حضرتِ سیّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اِسی قَدَر انعام اس کو دیا اور اپنے غلام کے ہمراہ حضرتِ سیّدُنا عبداللہ ابنِ جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بڑھیا سے دریافت کیا: حَسَنَینِ کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کو کتنا مال دیا ہے ؟ اس نے کہا: دونوں حضرات نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عنایت فرمائے ہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

عَنْہ نے بھی اس کو دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں عطا فرمائیں۔ یوں وہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر اپنے شوہر کے پاس پہنچی۔ (احیاء العلوم ج۳ ص۳۰۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سب کچھ خیرات کردیا

اللہ اکبر! اے عاشقانِ رسول! آپ نے اس سے پہلے اسی سخاوت سنی ہے؟ یقیناً نہیں سنی ہوگی کہ ایک وقت کے کھانے کے بدلے چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار، ایک دینار تقریباً ۴ گرام ۳۷۴ ملی گرام سونے کا سکہ ہوتا ہے، اور چار ہزار دینار ۱۷، کلو دوسو گرام سونا ہوا اور اس کے ساتھ چار ہزار بکریاں۔ اللہ! اللہ! مزید سنیئے اور اپنے دل میں حسنین کریمین کے صدقے سخاوت کا جذبہ بیدار کیجیے چنانچہ:

راکب دوشِ مصطفٰے، سیّدُ الْاَسْخِیا حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دو بار اپنے گھر کا سارا اور تین مرتبہ آدھا مال و اسباب راہِ خدا میں خرچ فرمایا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج۲ ص۴۷ حدیث ۱۴۳۴)

اے　سخی　ابنِ　سخی　اپنی　سخَا
سے　دو　حصہ　سیِّدِ　عالی　حَشَم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(6)۔۔۔امامِ حسن کی کرامات

خشک دَرَخت پر تازہ کھجوریں

اللہ پاک نے ہمارے امامِ حسن رضی اللہ عنہ کو کرامات سے بھی نوازا تھا عارِف بِاللہ، حضرت سیّدنا نورُ الدِّین عبد الرحمن جامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی فرماتے ہیں: امام عالی مقام حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سفر کے دوران کھجوروں کے باغ سے گزرے جس کے تمام درخت خشک ہو چکے تھے، حضرت سیّدنا عبدُ اللہ ابنِ زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔ حضرت امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس باغ میں پڑاوَ ڈالا (یعنی قیام کیا)۔ خُدام نے ایک سُوکھے درخت کے نیچے آرام کیلیے بچھونا بچھا دیا۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ ابنِ زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے عرض کی: اے نواسۂ رسول! کاش! اس سوکھے درخت پر تازہ کھجوریں ہوتیں! کہ ہم سیر ہو کر کھاتے۔ یہ سن کر حضرتِ سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آہستہ آواز میں کوئی دعا پڑھی، جس کی برکت سے چند لمحوں میں وہ سوکھا درخت سر سبز و شاداب ہو گیا اور اس میں تازہ پکی کھجوریں آ گئیں۔ یہ منظر دیکھ کر ایک شتر بان (یعنی اونٹ ہانکنے والا) کہنے لگا: یہ سب جادو کا کرشمہ ہے۔ حضرت سیّدنا عبدُ اللہ ابنِ زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اسے ڈانٹا اور فرمایا: توبہ کر، یہ جادو نہیں بلکہ شہزادۂ رسول کی دُعائے مقبول ہے۔ پھر لوگوں نے درخت سے کھجوریں توڑیں اور قافلے والوں نے خوب کھائیں۔ (شواھدُ النّبوۃ ص ۲۲۷)

راکبِ دوشِ شہنشاہِ اُمَم
فاطِمہ کے لال حیدر کے پِسَر!
یا حَسَن ابنِ علی! کر دو کرم!
اپنی اُلفَت دو مجھے دو اپنا غم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(7)۔۔۔امامِ حسن کی خلافت

امام حسن مجتبٰی کی خلافت

امیر المؤمنین حضرتِ سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی شہادت کے بعد حضرت سیّدنا امام حسن مجتبٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو اہلِ کوفہ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا، اس کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ آئے تو مندرجہ ذیل تین شرطوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے سپرد کرنا منظور فرمایا۔

(۱)۔۔۔بروقت امیر معاویہ خلیفہ بنائے جاتے ہیں لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔

(۲)۔۔۔مدینہ شریف اور حجاز و عراق وغیرہ کے لوگوں سے حضرت علی کے زمانہ کے متعلق کوئی مواخذہ اور مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

(۳)۔۔۔حضرت امام حسن کے ذمہ جو دیون (یعنی قرض) ہیں ان سب کی ادائیگی حضرت امیر معاویہ کریں گے۔

حضرت سیّدُنا امیر معاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام شرائط قبول کیں اور باہم صلح ہوگئی۔ یوں تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ معجزہ ظاہر ہوا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا کہ اللہ پاک میرے اس فرزند کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔ (سوانح کربلا ص ۹۶ ملخصًا)

دستبرداری کا یہ واقعہ ربیع الاول ۴۱ھ میں ہوا۔ (خطباتِ محرم ص ۲۵۰)

امام حسن مجتبیٰ کا خطبہ

حضرت سیِّدُنا شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: جب حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بیعت کرلی اور اُمورِ خلافت ان کے سپرد فرمادیے تو حضرت سیدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کوفے آنے سے پہلے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! بیشک ہم تمہارے مہمان ہیں اور تمہارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت ہیں کہ جن سے اللہ نے ہر قسم کی ناپاکی دور کردی اور انہیں خوب ستھرا فرمادیا۔" یہ کلمات (یعنی جملے) آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بار بار دہرائے حتیٰ کہ مجلس میں موجود ہر شخص رونے لگا اور ان کے رونے کی آواز دور تک سنی گئی۔ (برکاتِ آلِ رسول ص ۱۳۸)

دنیا کی شرم عذابِ آخرت سے بہتر ہے

حضرتِ سیِّدُنا امامِ حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خلافت سے دستبردار ہو گئے تو بعض ناواقف لوگ آپ کو یَا عَارَ الْمُؤمِنِین (یعنی اے مسلمانوں کے لیے باعثِ شرم) کہہ کر پکارتے، اس پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے: "عار، نار سے (یعنی دنیا کی یہ شرم عذابِ آخرت سے) بہتر ہے۔" (الاستیعاب ج ۱ ص ۴۳۸)

سب سے پہلے غوثِ اعظم

امامِ حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عاجزی مرحبا! ترکِ خلافت کے صِلے میں اللہ تَعَالٰی نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو غوثِ اعظم کا رُتبہ عطا فرمایا۔ جیسا کہ فتاوٰی رضویہ جلد ۲۸ صفحہ ۳۹۲ پر علّامہ علی قاری حنفی مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے حوالے سے نقل ہے: "بے شک مجھے اکابِر (یعنی بُزرگوں) سے پہنچا کہ سیِّدُنا امامِ حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب بخیال فتنہ وبلا (یعنی مسلمانوں میں فساد ختم کرنے کے خیال سے) یہ خلافت ترک فرمائی، اللہ نے اس کے بدلے ان میں اور ان کی اولاد اَمجاد میں غوثِیّتِ عظمٰی کا مرتبہ رکھا۔ پہلے قطبِ اکبر (یعنی غوثِ اعظم) خود حضور سیِّدُنا امام حسن ہوئے اور اوسط (یعنی بیچ) میں صرف حضور سیدنا عبدُ القادر اور آخِر میں حضرت امام مہدی ہوں گے۔" رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اَجْمَعِیْن۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۳۹۲)

خلافتِ راشدہ

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد خلیفۂ بر حق وامام مطلق حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت مولیٰ علی پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم ہوئے، ان حضرات کو خلفائے راشدین اوران کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۲۴۱)

(8)۔۔۔امامِ حسن کی ازواج واولاد

امام حَسَن کی ازواج

حضرتِ سیّدُنا امام حَسَن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ۹۰ شادیاں کیں۔(تاریخ الخلفاء، ص۱۲۲) آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی چند بیویوں کے نام یہ ہیں: (۱)۔۔۔حضرتِ سیّدَتُنا اُمِّ بشیر بنت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا (۲)۔۔۔حضرتِ سیّدَتُنا خولہ بنت منظور رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا (۳)۔۔۔حضرتِ سیّدَتُنا رملہ بنت سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا (۴)۔۔۔حضرتِ سیّدَتُنا اُمِّ اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا۔

امام حسن کی اولاد

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی کثیر اولاد تھی، امام ابنِ جَوزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے آپ کے شہزادوں کی تعداد ۱۵ اور صاحبزادیوں کی تعداد ۸ لکھی ہے۔(المنتظم ج۵ ص۲۲۵)

جبکہ امام محمد بن احمد ذہبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ۱۲ شہزادوں کے نام لکھے ہیں: حسن، زید، طلحہ، قَاسِم، ابُوبَکر اور عَبْدُ اللہ ان چھ نے اپنے چچا جان

سیّد الشُّہدا حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش کیا۔ بقیہ چھ یہ ہیں: عَمرو، عبد الرحمن، حسین، محمد، یعقوب اور اسمٰعیل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔ حضرت سیّدنا امامِ حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آل (یعنی حَسَنی سیدوں) کا سلسلہ حضرت سیِّدُنا حسن مُثَنّٰی (مُ۔ثَنْ۔نا) اور حضرت سیِّدُنا زَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے چلا۔ (سیر اعلام النبلاء ج۴ص۴۰۱)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(9)۔۔۔امامِ حسن کا وصال

امام حسن مجتبیٰ کا خواب

حضرت سیّدنا عمران بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے روایت ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خواب دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آنکھوں کے درمیان قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد لکھا ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ خوشخبری اپنے اہلِ بیت کو سنائی۔ انہوں نے جب یہ واقعہ تابعی بزرگ حضرت سیّدنا سعید بن مسیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے سامنے بیان کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اگر واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو ان کی عمر کے چند ہی دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس واقعے کے کچھ دن ہی بعد امامِ حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وصال ہو گیا۔ (الطبقات الکبیر لابن سعد ج۶ص۳۸۶، رقم ۹۳۷۹)

امامِ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا

امامِ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ پہلے آپ کو شہد میں ملا کر زہر دیا گیا جس سے آپ کے شکم مبارک میں درد پیدا ہوا، رات بھر آپ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے صبح اپنے جد امجد پیارے مصطفی ﷺ کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے دعا فرمائی تو خدائے پاک نے انہیں شفائے کلی عطا فرمائی۔ دوسری بار آپ کو زہر آلود کھجوریں کھلائی گئیں۔ چھ سات کھجوریں کھاتے ہی آپ کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اپنے بھائی حضرت امام حسین کے مکان پر تشریف لائے اور رات بھر بے قرار رہے۔ سویرے پھر اپنے نانا جان ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئے اور دعا فرمائی تو اس بار بھی خدائے پاک کی رحمت اور اس کے رسول ﷺ کی برکت سے زہر کا اثر جاتا رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی طرح آپ کو پانچ بار زہر ہلاہل دیا گیا مگر ہر بار اس کا اثر زائل ہوتا رہا۔ چھٹی بار ہیرے کی کنی پیسی ہوئی آپ کی صراحی میں ڈالی گئی جس کا پانی پیتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ حلق سے ناف تک پھٹ گیا اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آپ بے قراری میں مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے مسلسل قے ہونے لگی اور دست بھی جاری ہوا جس کے ساتھ جگر اور انتڑیوں کے ٹکڑے کٹ کر گرنے لگے۔ (خطباتِ محرم ص ۲۵۲)

وفات کے قریب آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اسے قتل کرو گے؟ حضرت امام حسین نے فرمایا: بے شک میں اسے قتل کروں گا۔

آپ نے فرمایا: جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر حقیقت میں وہی زہر دینے والا ہے تو خدائے ذوالجلال منتقمِ حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے اور جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر وہ زہر دینے والا نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل کیا جائے۔ (خطباتِ محرم ص ۲۵۳)

سبحان اللہ! حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا فضل و کمال کتنا بلند و بالا ہے آپ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر نکل رہے ہیں اور نزع کی حالت ہے مگر اس وقت بھی انصاف کا بادشاہ اپنے انصاف وعدالت کا نہ مٹنے والا نقش صفحہ تاریخ پر ثبت فرمارہاہے اور اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کے بارے میں گمان ہے اس کا نام لینا گوارا کیا جائے۔

ایسی مخلوق پہلے کبھی نہیں دیکھی

وفات کے قریب حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیکھا کہ سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو گھبراہٹ ہورہی ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کی تسکین کے لیے عرض کیا: بھائی جان! آپ کیوں رنجیدہ ہیں؟ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم کی خدمت میں آپ کو عنقریب حاضری کی سعادت نصیب ہوگی اور وہ دونوں آپ کے آباء (یعنی نانا جان اور ابو جان) ہیں، اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی بارگاہ میں حاضری ہوگی اور وہ دونوں آپ کی امہات (یعنی نانی جان اور امی جان) ہیں۔ حضرت قاسم و

طاہر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا دیدار نصیب ہو گا اور وہ آپ کے ماموں ہیں اور حضرت حمزہ وجعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ملاقات ہو گی اور وہ آپ کے چچا ہیں۔ حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اے بھائی! آج میں ایک ایسے معاملے میں داخل ہونے والا ہوں جس میں پہلے کبھی داخل نہیں ہوا تھا اور آج میں اللہ کی خلق میں سے ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۳ ملخّصاً)

وفات حسرت آیات

امامِ عالی مقام، امامِ عرش مقام، امامِ ہمام حضرت سیدنا امام ابو محمد حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ۵ ربیع الاول ۵۰ھ کو مدینۃُ المنوّرہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً میں اس دارِ ناپائیدار سے رحلت فرمائی (یعنی وفات پائی)، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

(صفة الصفوة ج ۱ ص ۳۸۶)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۴۹ھ میں وفات ہوئی۔ بوقتِ شہادت حضرت سیّدنا امامِ حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی عمر شریف ۴۷ سال تھی۔ (تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانی ص ۲۴۰)

نمازِ جنازہ

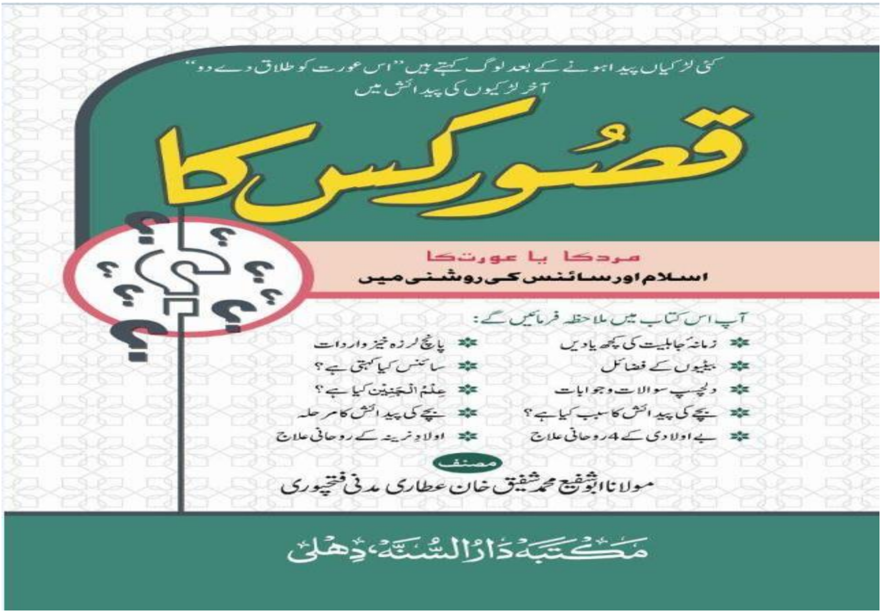
آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نمازِ جنازہ حضرت سیّدنا سعید بن العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پڑھائی جو اس وقت مدینۃُ المنوّرہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً کے گورنر تھے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھایا۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۴۴۲ ملخّصاً)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

جنازے میں لوگوں کا رش

حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جنازے میں اس قدر جمِّ غفیر (Crowd) تھا کہ حضرت سیّدنا ثَعْلَبَہ بن ابی مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں امامِ حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جنازے میں شریک ہوا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جنت البقیع میں (اپنی والدۂ ماجدہ کے پہلو میں) دفنایا گیا، میں نے جنت البقیع میں لوگوں کا اس قدر اِزدِحام (Crowd) دیکھا کہ اگر سوئی بھی پھینکی جاتی تو (بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے) وہ بھی زمین پر نہ گرتی بلکہ کسی نہ کسی انسان کے سر پر گرتی۔ (الاصابۃ ج۲ ص۶۵)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(10) امامِ حسین رضی اللہ عنہ

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔امامِ حسین کا تعارف و القاب

(2)۔۔۔امامِ حسین کے بچپن کے واقعات

(3)۔۔۔امامِ حسین کے بارے میں احادیث

(4)۔۔۔امامِ حسین سے محبت کرنے کا اجر

(5)۔۔۔امامِ حسین کی عبادات

(6)۔۔۔امامِ حسین کی سخاوت

(7)۔۔۔امامِ حسین کی کرامات

(8)۔۔۔امامِ حسین کی ازواج و اولاد

(9)۔۔۔کربلا کا درس

(10)۔۔۔یزید کا برا کردار

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(10) امامِ حسین رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ رسول! ہر بندۂ مؤمن اپنی استطاعت کے مطابق عبادت کرتا ہے، نماز پڑھتا، روزے رکھتا، صدقہ و خیرات کرتا، ذکر و اذکار کرتا ہے اور کرنا بھی چاہیئے کہ قبر و آخرت میں یہی اعمال ہی کام آئیں گے۔ لیکن ان اعمال کے ساتھ ساتھ اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود بھی پڑھتے رہنا چاہیئے کہ جس طرح نمک کے بغیر کھانے بے کار ہیں اسی طرح درود کے بغیر تمام نیک اعمال بھی بے کار ہیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذِکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
نمکین حسن والا ہمارا نبی

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ مَلیح دِل آرا ہمارا نبی

اور یہ بات صرف شعر کی حد تک نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے جس کی بنیاد بزرگانِ دین کے مشاہدات و واقعات ہیں چنانچہ **دُرَّۃُ النَّاصِحِیْن** میں ہے ایک بُزُرگ نماز پڑھ رہے

تھے جب تَشَہُّد میں بیٹھے تو رسولِ اکرم،نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر **دُرُود شریف** پڑھنا بھول گئے رات جب آنکھ لگی تو خَواب میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زِیارت سے مُشَرَّف ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے میرے اُمّتی! تو نے مجھ پر **دُرُودِ پاک** کیوں نہیں پڑھا؟ عرض کی: یَا رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اللّٰہ کی حمد و ثناء میں ایسا محو ہوا کہ **دُرُودِ پاک** پڑھنا یاد نہیں رہا، یہ سُن کر **سردارِ** مکۂ مکرمہ، سلطانِ مدینۂ منوّرہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تو نے میری یہ حدیث نہیں سنی کہ ساری نیکیاں، عبادتیں اور دُعائیں روک دی جاتی ہیں جب تک مجھ پر **دُرُودِ پاک** نہ پڑھا جائے۔'' **سن لے!** اگر کوئی بندہ قِیامت کے دن دربارِ الٰہی میں سارے جہان والوں کی نیکیاں لے کر حاضِر ہو جائے اور ان نیکیوں میں مجھ پر **دُرُودِ پاک** نہ ہوا تو ساری کی ساری نیکیاں اس کے مُنہ پر مار دی جائیں گی اور ایک بھی قَبول نہ ہو گی۔ (درۃ الناصحین، المجلس الرابع فی فضیلۃ شهر رمضان، ص۱۸)

اے عاشقانِ امامِ حسین! بیان کردہ روایت و حکایت سے **دُرُود شَریف** کی اَہَمِّیَّت کا اندازہ ہوتا ہے کہ **دُرُود شریف** جہاں اللّٰہ کی رَحمتوں کے نُزُول کا سبب ہے وہیں عِبادتوں، نیکیوں اور دُعاؤں کی قَبولیت کا سبب بھی ہے۔

ذکر و درود ہر گھڑی وِردِ زباں رہے
میری فضول گوئی کی عادت نکال دو

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ اہلبیت! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام کی پر بہار رونقیں، رحمتیں سعادتیں ہیں اور آج ہم راکبِ دوشِ مصطفیٰ، جگر گوشۂ مُرتضیٰ، دِل بندِ فاطِمہ، سلطانِ کربلا، سید الشہدا، امامِ عالی مقام، امامِ عرش مقام، امامِ ہمام، امامِ تشنہ کام، حضرتِ سیِّدُنا **امامِ حسین** رضی اللہِ عَنہ کی مبارک سیرت کے چند اہم چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے:

(1)۔۔۔امامِ حسین کا تعارف و القاب

(2)۔۔۔امامِ حسین کے بچپن کے واقعات

(3)۔۔۔امامِ حسین کے بارے میں احادیث

(4)۔۔۔امامِ حسین سے محبت کرنے کا اجر

(5)۔۔۔امامِ حسین کی عبادات

(6)۔۔۔امامِ حسین کی سخاوت

(7)۔۔۔امامِ حسین کی کرامات

(8)۔۔۔امامِ حسین کی ازواج و اولاد

(9)۔۔۔کربلا کا درس

(10)۔۔۔یزید کا برا کردار

(1)۔۔۔امامِ حسین کا تعارف والقاب

اے عاشقانِ اہلبیت! حَسَنَیْنِ کَرِیْمَیْن میں سے چھوٹے حضرت سیِّدُنا امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ ہیں حضرتِ سَیِّدُنا امامِ حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی وِلادَت ۵ شعبان ۴ھ کو مدینۂ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا نام نبیِ کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے "حُسین" اور "شبیر" رکھا۔ حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی کُنیت "ابوعبد اللہ" اور لَقَب "سِبْطُ رَسُوْلِ اللہِ (یعنی رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نَواسے)" اور "رَیْحَانَۃُ الرَّسُوْل" (یعنی رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پھول) ہے۔ حضرتِ امامِ حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، الحسین الشہید...الخ، ۴/ ۴۰۲۔۴۰۴ ملتقطا)

نبیِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے کان میں اذان دی۔ (کنز العمال، حصہ: ۱۶، ۸/ ۲۵۲، حدیث: ۴۵۹۹۳)

کیا بات رضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زَہرا ہے کلی جس میں حُسین اور حسن پُھول

حضرتِ سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سراپا کرامت تھے حتّٰی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وِلادتِ باسعادت بھی باکرامت ہے۔ حضرت سیِّدی عارِف بِاللہ نورُ الدّین عبدُ الرّحمٰن جامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی "شَواہِدُ النُّبُوَّۃ" میں فرماتے ہیں: منقول ہے کہ امامِ پاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مدّتِ حَمْل چھ ماہ ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اور امامِ عالی مقام امام حُسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے علاوہ کوئی ایسا بچّہ زندہ نہ رہا جس کی مدّتِ حَمْل چھ ماہ ہوئی ہو۔ (شَواہِدُ النُّبُوَّۃ ص ۲۲۸)

مرحبا سرورِ عالم کے پسر آئے ہیں
سیّدہ فاطِمہ کے لختِ جگر آئے ہیں
واہ قسمت! کہ چَراغِ حَرَمین آئے ہیں
اے مسلمانو! مبارَک کہ حُسین آئے ہیں

(2)۔۔۔امامِ حسین کے بچپن کے واقعات

بچپن ہی میں شہادت کی شہرت

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہُ عنہ کے بچپن ہی میں آپ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تھی، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا جبریل امین علیہ السّلام رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ امام حسین رضی اللہُ عنہ بھی حاضر بارگاہ ہوگئے اور آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مبارک گود میں بیٹھ گئے۔ جبریل امین علیہ السّلام نے عرض کی: ”آپ کی اُمّت آپ کے اس بیٹے کو شہید کردے گی۔“ جبریل امین علیہ السّلام نے بارگاہِ رسالت میں مقامِ شہادت کا نام بتاکر مٹی بھی پیش کی۔

(معجم کبیر، ۳/۱۰۸، حدیث: ۲۸۱۷ماخوذاً)

پیدائش کے بعد نبی پاک کی کرم نوازیاں

امام حسین رضی اللہُ عنہ کی ایک خاص فضیلت یہ بھی ہے کہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہُ عنہ کو ان پر قربان فرمایا چنانچہ مروی ہے کہ ایک روز حضور پرنُور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے دائیں زانو مبارک پر

امام حسین اور بائیں پر حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہُ عنہ بیٹھے تھے، حضرت جبریل علیہ السّلام نے حاضر ہوکر عرض کی: ان دونوں کو اللہ پاک حضور کے پاس(اکٹھا) نہ رکھے گا ایک کو اختیار فرمالیجئے۔ حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے امام حسین رضی اللہُ عنہ کی جدائی گوارانہ فرمائی، تین دن کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہُ عنہ کاوصال ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد حضور نبیِّ رحمت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم جب آپ کو آتا دیکھتے تو بوسہ دیتے، سینے سے لگالیتے اور فرماتے: "فَدَيْتُ مَنْ فَدَيْتُهُ بِابْنِي اِبْرَاهِيمَ "یعنی میں اس پر قربان کہ جس پر میں نے اپنا بیٹا ابراہیم قربان کیا۔ (تاریخ بغداد، ۲/ ۲۰۰)

رنگ وجسامت میں نبیِّ پاک سے مشابہت

آپ رضی اللہُ عنہ نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے مشابہ تھے جیساکہ حضرت علیُّ المرتضیٰ، شیرِ خدا کرّم اللہُ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: جس کی یہ خواہش ہو کہ وہ ایسی ہستی کو دیکھے جو چہرے سے گردن تک سرکار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے سب سے زیادہ مُشابہ ہو وہ حَسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھ لے اور جس کی یہ خواہش ہو کہ ایسی ہستی کو دیکھے جو گردن سے ٹخنے تک رنگ و جَسامت میں نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے سب سے زیادہ مُشابہ ہو وہ حُسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھ لے۔

(معجم کبیر، ۳/ ۹۵، حدیث: ۲۷۶۸)

(3)۔۔۔امامِ حسین کے بارے میں احادیث

اے عاشقانِ امامِ حسین! ہمارے امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت بہت بلند و بالا ہے چنانچہ اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چند ارشادات سنئے اور محبتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ میں اضافہ کیجئے:

(۱)۔۔۔ حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مجھ سے ہے اور میں حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہوں، اللہ پاک اُس سے مَحَبَّت فرماتا ہے جو حسین (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) سے مَحَبَّت کرے۔(ترمذی ج۵ص۴۲۹حدیث ۳۸۰۰)

(۲)۔۔۔ حسن و حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے جس نے محبت کی اس نے مجھ سے مَحَبَّت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

(المستدرك ج۴ص۱۵۶حدیث ۴۸۳۰)

(۳)۔۔۔ حسن و حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔(بخاری ج۲ص۵۴۷حدیث ۳۷۵۳)

(۴)۔۔۔ حسن و حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی ج۵ص۴۲۶حدیث ۳۷۹۳)

(4)۔۔۔امامِ حسین سے محبت کرنے کا اجر

اے عاشقانِ امامِ حسین! ابھی آپ نے سنا کہ ہمارے پیارے نبی، اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: حسن و حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے جس نے محبت کی اس نے مجھ سے مَحَبَّت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔(المستدرك ج۴ص۱۵۶

حدیث ۴۸۳۰) یقیناً امامِ حسین سے محبت کا اجر بہت بڑا ہے اور یہ عمل اللہ پاک کو محبوب و پسندیدہ ہے چنانچہ اس ضمن میں ایک واقعہ سنیئے:

محبتِ امامِ حسین کا اجر

حضرت سَیِّدنا علامہ عبدُالرَّحْمٰن ابنِ جوزی رَحمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عَمْرو بن لیث کے سامنے اس کی تمام فوج کو جمع کیا گیا، عَمْرو بن لیث نے جب اپنی فوج کی یہ کثرت دیکھی تو رو پڑا اور دل ہی دل میں کہنے لگا، اے کاش! امامِ حُسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی شہادت کے وقت میں وہاں موجود ہوتا اور میرے پاس اتنی فوج ہوتی تو میں اپنی جان، شان و شوکت اور ساری فوج کو ان پر قربان کر دیتا۔ اس زمانے کے کسی ولی کو خواب میں، حضورِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت ہوئی، تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: عَمْرو بن لیث سے کہہ دو کہ اس کے دل میں جو خیال آیا ہے ہمیں اس کی خبر ہے اور ہم نے اس کے ارادے کو قبول کر لیا ہے، اللہ کریم تمہیں اس ارادے اور اس خیال پر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ جب خواب دیکھنے والے نے عَمْرو بن لیث کو یہ خوش خبری سنائی تو وہ خوشی سے جھوم اُٹھا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

(بستان الواعظین، مجلس فی فضل یوم عاشوراء وماجاءفیہ، ص ۲۴۰ ملتقطا)

اے عاشقانِ امامِ حسین! سُنا آپ نے کہ جو خوش نصیب اپنی شہرت اور مقام و مرتبے کی پروا کئے بغیر محض دل میں رِضائے الٰہی اور خوشنودیِ مُصْطَفٰے کے حُصول اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نسبت و شرافت کی بنا پر امامِ حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے عقیدت و

محبت کا اظہار کرے، اپنے دل میں ان کی خدمت کرنے کی تمنا بسائے تو اس خوش قسمت پر پیارے آقا، محبوبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ضرور کرم ہوتا ہے جیسا کہ بیان کردہ واقعہ میں اپنے ایک غلام کے خواب میں تشریف لا کر عمرو بن لیث کے لیے خوشخبری ارشاد فرمائی اور اس کے دل میں آنے والے خیال (Opinion) کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمایا۔ آیئے! سنتے ہیں کہ عَمْرو بن لیث کو محبتِ امامِ حُسین کی وجہ سے اور کیا مقام و مرتبہ ملا، چنانچہ:

محبتِ امامِ حُسین کی وجہ سے مغفرت ہوگئی

خُراسان کے حاکم عَمْرو بن لیث کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ پاک نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے کہا: اللہ کریم نے مجھے بخش دیا، پوچھا کس سبب سے؟ اس نے کہا: ایک مرتبہ میں پہاڑ سے اپنے لشکر کی کثرت دیکھ کر خوش ہو رہا تھا تو میں نے تمنا کی کاش! میں اُس وقت میدانِ کربلا میں ہوتا، جب یزیدی لشکر امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور دیگر اہلِ بیت پر ظلم و ستم کر رہے تھے تو میں آپ کی کچھ خدمت کر سکتا۔ تو ربِّ کریم نے اِسی نیت کے سبب میری مغفرت فرمادی۔ (مدارج النبوت، باب نہم ذکر حقوق آنحضرت، ۱/۳۰۵ ملخصا)

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! یہ حقیقت ہے جو شخص اپنے دل میں محبتِ اہلِ بیت اور سَیِّدُنا امامِ حُسین کی محبت کو بسالیتا ہے وہ دنیا و آخرت کی برکتوں سے حصہ پالیتا ہے کیونکہ اہلِ بیتِ اطہار سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے پیارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرنا اہلِ بیتِ اطہار کی محبت دنیا و آخرت کی بے شمار بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ یہاں تک کہ اہلِ بیتِ اطہار کی محبت شفاعتِ مُصطفےٰ حاصل ہونے کا ذریعہ

ہے، جیسا کہ مُصْطَفٰے جانِ رحمت، شمعِ بزمِ ہدایت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: جو شخص وَسیلہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میری بارگاہ میں اس کی کوئی خدمت ہو، جس کے سبب میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں، اُسے چاہیے کہ میرے اہلِ بیت کی خدمت کرے اور اُنہیں خُوش کرے۔ (برکاتِ آلِ رسول، ص۱۱۰)

اے عاشقانِ اہلبیت! ہمیں بھی چاہیے کہ اہلِ بیتِ اطہار اور بالخصوص سَیِّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی غُلامی کا پٹا اپنے گلے میں ڈال کر ان کی سیرتِ طیبہ کے روشن پہلوؤں پر عمل کریں، اِن مقدّس ہستیوں کا نہایت اَدب واِحترام بجالائیں، ان کی خُوشی کو اپنی خُوشی اور ان کے غم کو اپنا غم سمجھیں، ان سے دِل وجان سے محبت کریں، کیونکہ آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضراتِ حسنینِ کریمین سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، چنانچہ

حضراتِ حسنینِ کریمین سے محبت

حضرتِ سَیِّدُنا ابوایوب انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضراتِ حسنینِ کریمین رَضِیَ اللہُ عَنْہُما آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گود میں کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ اِن سے محبت کرتے ہیں؟ نانائے حسنین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں، حالانکہ یہ میرے دو پھول ہیں جن کی مہک میں سونگھتا ہوں۔

(معجم کبیر، ۴/۱۵۵، حدیث:۳۹۹۰)

کس زباں سے ہوں بیاں عزو شان اہل بیت
مدح گوئے مُصطفٰے ہے مدح خوانِ اہلِ بیت
مُصطفٰے عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں
ہے بلند اِقبال تیرا دُودمانِ اہلِ بیت

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　　　صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! ربِّ کریم جَلَّ جَلَالُہٗ نے امامِ عالی مقام، امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو بہت سی خصوصیات اور شان و عظمت سے نوازا تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی عبادت وریاضت، تقویٰ وپرہیز گاری بھی آپ کی سیرت کا ایک روشن باب ہے۔

(5)۔۔۔امامِ حُسین کی عبادت

امامِ عالی مقام، امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی سیرتِ طیبہ کے روشن پہلوؤں سے معلوم ہوا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ہر وصف میں اپنی مثال آپ تھے، لیکن یہ اوصاف آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اپنے ہی گھر سے تربیت میں ملے تھے کیونکہ بچے کی تربیت کا سب سے پہلا مکتب (اسکول) اس کا گھر ہوتا ہے، بچے کے سب سے پہلے اُستاد والدین ہوتے ہیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا گھرانہ وحی والہام کا مرکز اور علم وعرفان کا چشمہ تھا، آپ کا گھرانہ رشکِ کائنات اور مرکزِ تجلیات تھا، آپ کا گھرانہ عبادت وریاضت اور سخاوت کا مرکز تھا، آپ کا گھرانہ زُہد وتقویٰ اور پرہیز گاری کا سرچشمہ تھا، آپ کا گھرانہ غریبوں کی حاجت روائی اور غم کے ماروں کا سہارا تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو تو بچپن میں تعلیم وتربیت کا ایسا بابرکت نورانی وروحانی ماحول میسر آیا کہ دوعالم کے مالک

ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گود سے تربیت ملی، حضور نبیِ رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم کا خاص فیضان ملا، یہی وجہ تھی کہ حضرتِ امامِ حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ علم وفضل میں یکتا تھے، حضرتِ امامِ حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ایثار وتوکل کے پیکر تھے، حضرتِ امامِ حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ شجاعت وبہادری میں بے مثال تھے، حضرتِ امامِ حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ تقویٰ وپرہیز گاری کے مالک تھے، حضرتِ امامِ حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ صدقہ وخیرات کے بے مثال نمونے تھے، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ہر حال میں صبر وشکر کے عادی تھے ،حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عبادت وریاضت کے پیکر تھے، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفل عبادت اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کے شوقین تھے ،یہاں تک کہ بہت سی روایتوں میں آپ کی عبادت وریاضت، نفل نمازوں اور بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا تذکرہ ملتاہے، آیئے! آپ کی عبادت کے متعلق(۲)روایات سنتے ہیں: چنانچہ

نماز وروزے کے پابند

ا:۔ علامہ ابنِ اثیر جزری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: كَانَ الْحُسَيْنُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَاضِلاً كَثِيْرَ الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ وَالْحَجِّ وَالصَّدَقَةِ وَاَفْعَالِ الْخَيْرِ جَمِيْعِهَا یعنی حضرت سَیِّدُنا امامِ حُسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کثرت سے نماز پڑھتے، روزہ رکھتے، حج کرتے، صدقہ وخیرات کرتے اور تمام بھلائی کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔(اسد الغابۃ، رقم:۱۱۷۳، الحسین بن علی، ۲/ ۲۸)

۲:۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے بیٹے حضرتِ سَیِّدنا امام زین العابدین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فرمایا: میرے والدِ گرامی حضرت سیّدنا امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ دن اور رات میں ہزار (۱۰۰۰) رکعت نوافل ادا فرمایا کرتے تھے۔

(عقد الفرید، باب من کلام الزھاد و أخبار العباد، ۳/۱۱۴ مختصرا)

اے عاشقانِ امامِ حسین! سُنا آپ نے کہ حضرتِ امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عبادت کا کس قدر ذوق وشوق رکھتے تھے، ہم غور کریں کیا ہم فرض نماز بھی پڑھتے ہیں؟ حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرض روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے، ہم غور کریں کیا ہم فرض روزے بھی رکھتے ہیں؟ حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کثیر نوافل ادا کرتے تھے، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کثرت سے صدقہ و خیرات کرتے تھے، ہم غور کریں کیا ہم زکوٰۃ بھی اس کے شرعی اُصولوں کے مطابق دیتے ہیں؟ حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نیک اعمال بجالاتے تھے، ہم غور کریں کیا ہم اللہ پاک کو راضی کرنے والے کاموں پر عمل کرکے زندگی گزار رہے ہیں یا نہیں؟ حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حج کی ادائیگی کے شوقین تھے، ہم غور کریں کیا ہم نے استطاعت کے باوجود شرعی اصولوں کے مطابق فرض حج بھی کیا ہے کہ نہیں؟ اَلْغَرَض! حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اپنی زندگی کے شب و روز ربِّ کریم کی اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت و ریاضت میں گزارتے اور کوئی لمحہ (Moment) فضولیات میں بسر نہ کرتے بلکہ ہر وقت دل یادِ خداوندی میں مصروف رہتا تو زبان ذکرِ خُدا سے معمور رہتی، گویا کہ آپ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، ہر حالت میں اور ہر وقت ربِّ کریم کا ذِکر کرتے اور خصوصاً نماز کی ادائیگی کا بے حد خیال فرماتے اور بڑے ذوق و

شوق سے نماز ادا فرماتے، کیونکہ نماز کی تعلیم تو بچپن ہی میں نبیِ کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حاصل ہوئی تھی، یہ مدنی تربیت کا ہی فیضان تھا کہ آپ فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل کی بھی بہت زیادہ کثرت فرماتے تھے۔

سُبْحٰنَ اللہ! قُربان جائیے! نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی عبادت و ریاضت کے ذوق و شوق پر کہ جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بلند مرتبہ صحابی ہیں، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اہلِ بیتِ مُصطفٰے میں شامل ہیں، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حَضرتِ سَیِّدُنا مولیٰ علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے شہزادے ہیں، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حضرت بی بی فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے جگر کے ٹکڑے ہیں، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ دوجہاں کے مالک و مختار، مکی مدنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نواسے ہیں، حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اہلِ بیتِ مصطفٰے میں سے ہیں اور اہلِ بیتِ کرام کی شان یہ ہے کہ آقا کریم، رسولِ عظیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کوئی بندہ کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے اپنی جان سے بڑھ کر نہ چاہے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے بڑھ کر محبوب نہ ہو اور میری اولاد اس کو اپنی اولاد سے زیادہ پیاری نہ ہو اور میرے اہلِ بیت اسے اپنے گھر والوں سے بڑھ کر پیارے اور محبوب نہ ہو جائیں۔

(شعب الایمان، باب فی حب النبی، ۲/۱۸۹، حدیث: ۱۵۰۵)

حضرتِ امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صحابۂ کرام میں شامل ہیں اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شان یہ ہے کہ مدینے کے تاجدار، بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تمہارا پہاڑ بھر سونا خیرات کرنا میرے کسی صحابی کے سَوا سیر جَو خیرات کرنے

بلکہ اُس کے آدھے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔"

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لو کنت متخذ اخلیلا، ۲/ ۵۲۲، حدیث:۳۶۷۳)

ان تمام فضائل کے باوجود حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا حال یہ ہے کہ فرائض کے ساتھ ساتھ نفل عبادت کی کثرت فرمارہے ہیں۔

اے عاشقانِ صحابہ واولیاء! ہمارے بُزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِم اجمعین کثرت سے ربِّ کریم کی عبادت اور نفل نمازوں کی کثرت کرتے تھے جبکہ دوسری طرف ہماری فرض نمازوں کے معاملے میں سستیاں مُسلسل بڑھتی جارہی ہیں، کانوں میں اَذان کی آواز آتی ہے مگر ہم اپنے کام کاج کی مصروفیات کا بہانہ بنا کر یا پھر سُستی کی وجہ سے نماز قضا کر ڈالنے میں شرم محسوس نہیں کرتے، جبکہ گُناہ کرنے کیلیے ہماری سُستی فوراً چُستی میں بدل جاتی ہے۔ بعض تو ایسے بھی من چلے اور منہ پھٹ ہوتے ہیں کہ جب اُن کو دِین کا درد رکھنے والا کوئی اسلامی بھائی سمجھاتے ہوئے نیکی کی دعوت دے اور نماز پڑھنے یا قضا نمازیں ادا کرنے کی ترغیب دِلائے تو کہتے ہیں "اِنْ شَآءَاللّٰہ اگلے جمعہ سے دوبارہ نمازیں پڑھنا شُروع کریں گے یا رَمضان سے باقاعدہ نمازوں کا اہتمام کریں گے" یوں کسی قسم کی شرم و جِھجک کئے بِغیر بڑی دلیری کے ساتھ مَعَاذَ اللّٰہ اس بات کا گویا اقرار کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم نمازیں تَرک کرنے کا یہ کبیرہ گُناہ جُمُعہ کے دن تک یا رمضانُ المبارک تک مُسلسل جاری رکھیں گے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے گھروں میں اتفاق نہیں، آئے دن لڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں، ہر ایک رِزق میں بے برکتی کی وجہ سے پریشان (Worried) ہے، ہر ایک دوسرے سے ناراض نظر آتا ہے، کہیں والدین اپنی نافرمان اولاد سے بیزار ہیں، تو کہیں بھائی بھائی کے درمیان ناچاقیاں پیدا ہو

رہی ہیں۔

بچوں کی اچھی تربیت کریں

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! شاید اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم اللہ پاک اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین پر عمل چھوڑ کر دن رات ان کی نافرمانی والے کاموں میں مشغول ہو گئے، نہ صرف خُود نمازوں سے دُور ہوئے بلکہ ہمارے بچے اور گھر والے بھی نمازوں سے دُور ہوتے جارہے ہیں اور ہم اپنے بچوں کی اچھی تربیت نہیں کرتے، انہیں نمازوں کا ذہن بھی نہیں دیتے، حالانکہ ہمیں بچوں کی اچھی تربیت کرنی چاہیے اور بچپن ہی سے انہیں نمازوں کا ذہن دینا چاہیے۔

یاد رکھئے! اگر بچوں کو بچپن ہی میں ناجائز و حرام کاموں سے بچا کر ان کی اچھی تربیت پر توجہ دی جائے تو دنیا و آخرت میں کامیابی ان کا مقدر بنے گی، جیسا کہ سَیِّدُنا امامِ حُسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی بچپن میں اچھی تربیت کی برکت سے آپ بے شمار اوصاف کے حامل بنے، لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ بچوں کی اچھی تربیت کریں ورنہ کل بروزِ قیامت اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، چنانچہ

حضرتِ سیِّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے ایک شخص سے فرمایا: اپنے بچے کی اچھی تربیت کرو کیونکہ تم سے تمہاری اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کی کیسی تربیت کی اور تم نے اسے کیا سکھایا۔ (شعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد والاھلین، ۶/ ۴۰۰، حدیث: ۸۶۶۲)

والدین پر اولاد کے جو حقوق اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان

رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ نے بیان فرمائے ہیں، ان میں سے چند حقوق پیشِ خدمت ہیں:

* زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پھر پورا کلمۂ طیبہ سکھائے۔

* جب تمیز آئے اَدب سکھائے، کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اُٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ اور دُختر (یعنی بیٹی) کو شوہر کے بھی اِطاعت کے طُرُق (یعنی طریقے) وآداب بتائے۔

* قرآنِ مجید پڑھائے۔ * استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سِنّ رسیدہ (یعنی بڑی عمر والے) کے سپرد کردے اور دُختر (یعنی بیٹی) کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

* بعد ختمِ قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

* عقائدِ اسلام و سنَّت سکھائے کہ لوح سادہ فطرتِ اسلامی و قبولِ حق پر مخلوق ہے (یعنی چھوٹے بچے دینِ فطرت پر پیدا کیے گئے ہیں یہ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لہٰذا) اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہو گا۔

* حضورِ اقدس، رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصلِ ایمان و عینِ ایمان ہے۔

* حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے آل واَصحاب و اولیاء و علما کی محبت و عظمت تعلیم کرے کہ اصلِ سنَّت وزیورِ ایمان بلکہ باعثِ بقائے ایمان ہے۔

* سات برس (7Years) کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔

* علمِ دِین خُصوصاً وُضو، غسل، نماز و روزہ کے مَسائل، توکل، قناعت، زُہد، اِخلاص،

تواضع، اَمانت، صِدق، عدل، حیا، سلامتِ صُدُور و لسان (یعنی دل اور زبان کی سلامتی) وغیرہا خوبیوں کے فضائل، حرص و طمع، حُبِّ دُنیا، حُبِّ جاہ، رِیا، عجب، تکبُّر، خِیانت، کِذب، ظُلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا بُرائیوں کے رَذائل پڑھائے۔

* خاص پسر (یعنی بیٹے) کے حقوق سے یہ ہے کہ اسے لکھنا، پڑھنا (یعنی کسی فن میں ماہر ہونا) سکھائے۔

* سورۂ مائدہ کی تعلیم دے۔

* خاص دُختر (یعنی بیٹی) کے حقوق سے یہ ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمتِ اِلٰہیہ جانے، اسے سینا، پرونا، کاتنا، کھانا پکانا سکھائے اور سورۂ نور کی تعلیم دے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۴/ ۴۵۲ تا ۴۵۵ ملخصاً)

یادرکھئے! اگر ہم نے اپنے بچوں کی اصلاح کی کوشش نہ کی اور ان کو نماز، روزے کا پابند نہ بنایا تو بروزِ قیامت کی رسوائی (Disgrace) کے ساتھ ساتھ دنیاوی نقصان یہ ہو گا کہ یہ بڑے ہو کر ہماری بات نہیں مانیں گے، ہمیں آنکھیں دکھائیں گے اور آئے دن ہماری پریشانیوں میں اضافے کا سبب بنتے رہیں گے لیکن اس وقت سوائے پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

مری آنے والی نسلیں تیرے عشق ہی میں مچلیں
انہیں نیک تُو بنانا مدنی مدینے والے!

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

تلاوتِ قرآن کا جذبہ

اے عاشقانِ امامِ حسین! جس طرح سَیِّدنا امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کو کثرتِ عبادت کا ذوق و شوق تھا اور کثرت سے نوافل ادا فرمانے کا شوق تھا، اسی طرح آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کو کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے کا بھی بہت ہی زیادہ شوق تھا، آیئے! آپ کی کثرت سے تلاوتِ قرآن کے متعلق سنتے ہیں: چنانچہ

حضرتِ سَیِّدنا اِمام شَعبی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ فرماتے ہیں: رَاَیۡتُ الۡحُسَیۡنَ یَتَخَتَّمُ فِیۡ شَھۡرِ رَمَضَان یعنی میں نے دیکھا سیّدنا امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ رَمضانُ المُبارک میں مکمل قرآنِ مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، الحسین بن علی، ۴/۴۱۰)

قرآن کے باعمل عالِم

حضرتِ سَیِّدُنا امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قرآن کے عالِمِ باعمل، تقویٰ و پرہیز گاری کے پیکر، خوفِ خُدا رکھنے والے اور صاحبِ سخاوت تھے۔ (شہادت نواسہ سید الابرار، ص ۴۷۳ ملخصًا)

تلاوتِ قرآن اور نماز سے محبت

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! سَیِّدُنا امامِ حسین کی قرآن کریم اور نمازوں سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ۹ مُحَرَّمُ الْحَرام کو جب یزیدیوں کے ساتھ باہمی صلح کی اُمید ختم ہو گئی تو امامِ عالی مقام، امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے اپنے بھائی کو فرمایا کہ کسی طرح یہ لڑائی کل تک مؤخر ہو جائے اور آج کی رات ہمیں عبادتِ الٰہی کے لیے مل جائے تو بہتر ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے اپنے بھائی کو ارشاد فرمایا:

اگر موقع مل جائے تو آج کی رات نماز، دعا اور اِسْتِغْفَار میں گزاریں کیونکہ مجھے ربِّ کریم کی رضا کے لیے نماز اور تلاوتِ قرآن سے محبت ہے اور کثرت کے ساتھ دعا اور اِسْتِغْفَار میرا معمول ہے۔ (الکامل فی التاریخ، ۳/۴۱۵)

اے عاشقانِ صحابہ واہلِ بیت! ذرا سوچیے! جب ہر طرف دشمنوں کا ہجوم ہو، مصیبتوں پر مصیبتیں اور آزمائشوں پر آزمائشیں آرہی ہوں، پینے کے لیے پانی نہ مل رہا ہو تو ہم میں سے ہر ایک کی تمنا یہی ہو گی کہ کاش کسی طرح ان مصیبتوں سے چھٹکارا مل جائے، کسی طرح یہ مصیبت ٹل جائے، مگر سَیِّدُنا امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی تمنا دیکھئے کہ کیا فرما رہے ہیں کاش کہ یہ رات بھی عبادت کرنے کے لیے مل جائے، یہ رات بھی تلاوتِ قرآن کے لیے مل جائے، یہ رات بھی دعا و مناجات کے لیے مل جائے، واقعی یہ اُسی عبادت کا ذوق و شوق تھا کہ میدانِ کربلا میں اتنی تکلیفیں اور مصیبتیں آنے کے باوجود بھی یہ جذبہ ٹھنڈا نہ ہوا اور میدانِ کربلا میں ۱۰ دن کوئی نماز قضا نہیں کی، عبادت سے محبت کا عالَم یہ تھا کہ آخری وقت اپنا مبارک سر بارگاہِ عالی میں جھکایا اور سجدے کی حالت میں شہادت کو سینے سے لگایا۔

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! ہمیں بھی دُرست نماز و تلاوتِ قرآن سیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے، فیضانِ نماز کورس کرنا اور مدرسۃ المدینہ (بالغان) میں شرکت کرکے پابندی سے تعلیمِ قرآن حاصل کرنا بہت مددگار ثابت ہو گا۔

(6)۔۔۔امامِ حسین کی سخاوت

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! ہم سَیِّدُنا امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی عبادات کے واقعات سُن رہے تھے، جس طرح آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرائض وواجبات کے پابند ہونے کے

ساتھ ساتھ کثرت سے نفل نمازیں ادا کیا کرتے تھے، اسی طرح آپ کثرت سے نفل صدقہ وخیرات بھی کرتے، غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرتے تھے کیونکہ یہ آپ کی خاندانی وراثت تھی۔ آپ اہلِ بیت کے سخی گھرانے کے چشم وچراغ (Son) تھے، اس لیے سخاوت اور راہِ خدا میں خرچ کرنے میں کسی سے پیچھے نہ رہتے، آپ کی ذات میں صَدَقہ وخَیرات کا جذبہ اِس قدر کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ بسااَوقات تو اپنی ضروریات کو اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پر قُربان کر دِیا کرتے تھے۔ آیئے! آپ کے صدقہ وخیرات کرنے کے بارے میں ایک واقعہ سنتے ہیں: چنانچہ

کریم ہو تو ایسا

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت سیّدنا امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی تنگدستی اور فقرو فاقہ کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ! ہمارا وظیفہ آنے والا ہے، جیسے ہی وظیفہ پہنچے گا ہم آپ کو رخصت کر دیں گے۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ حضرت سیّدنا امیرِ معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کی طرف سے ایک ایک ہزار (۱۰۰۰) دِینار کی پانچ (۵) تھیلیاں آپ کی بارگاہ میں پیش کی گئیں۔ قاصد نے عرض کی: سَیِّدُنا امیرِ معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے معذرت کی ہے کہ یہ تھوڑی سی رقم ہے، اسے قبول فرما کر غریبوں میں تقسیم فرما دیجئے۔

حضرت سَیِّدُنا امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے ساری رقم اس غریب آدمی کے حوالے کر دی اور اس سے معذرت فرمائی کہ آپ کو انتظار کرنا پڑا۔

(کشف المحجوب، باب فی ذکر آئمتہم من اہل البیت، ص۷۷)

بھوکے رہتے تھے خود اَوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

اے عاشقانِ امامِ حسین! بیان کردہ واقعے سے دو نکات حاصل ہوئے۔

(۱)ایک تو یہ کہ حضرت سَیِّدُنا امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ صدقہ و خیرات کرنے اور غریبوں، تنگدستوں، محتاجوں اور حاجت مندوں کی مدد کرنے کے عادی تھے جیسا کہ ابھی ہم نے سُنا آپ نے ساری رقم فوراً اس غریب و محتاج کو عطا فرمادی، مگر افسوس فی زمانہ ہم بخل سے کام لیتے ہوئے صَدَقہ و خَیرات کرنے کے معاملے میں سُستی کرتے ہیں، اگر کوئی حاجت مند آ بھی جائے تو کاروبار، یا روزگار کے حوالے سے شکوے شکایات کے انبار لگاتے اور جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے اس کی مدد نہیں کرتے اور اگر کبھی کسی کی مدد کرنے کی توفیق مل بھی جائے تو حُبِّ جاہ اور ریاکاری کی آفت میں مبتلا ہوکر تصویریں بنواتے اور پھر اس کو سوشل میڈیا(Social Media)پر اَپ لوڈ(Upload) کرکے لوگوں کی طرف سے واہ واہ کی دادوصول کرنے جیسی بُری عادت میں مبتلا ہونے کی خواہش جوش مارتی ہے۔

یاد رکھئے! صَدَقہ و خَیرات کرنے سے بظاہر تو مال میں کمی واقع ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں برکت ہی برکت ہوتی ہے، جیسا کہ

صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا

ہم گناہگاروں سے محبت کرنے والے محبوب آقا، بے سہاروں کے سہارا صَلَّی اللّٰہُ

عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے: مَانَقَصَ مَالٌ مِنْ صَدَقَۃٍ یعنی صَدَقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔ (معجم اوسط، من اسمہ احمد، ۱/۶۱۹، حدیث: ۲۲۷۰)

(7)۔۔۔امامِ حسین کی کرامات

اے عاشقانِ امامِ حسین! امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی ذات صاحبِ کرامات ہے آیئے اس ضمن میں دو کرامات ملاحظہ کیجئے چنانچہ:

رُخسار سے انوار کا اِظہار

حضرت علّامہ جامی قُدِّسَ سِرُّہُ فرماتے ہیں: حضرت امامِ عالی مقام سیِّدُنا امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شان یہ تھی کہ **جب اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ **کی مبارَک پیشانی اور دونوں مقدّس رُخسار** (یعنی گال) **سے انوار نکلتے اور قرب وجوار ضِیابار** (یعنی اطراف روشن) **ہوجاتے۔** (شَواھِدُ النُّبُوَّۃ ص۲۲۸)

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تُو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

کُنویں کا پانی اُبل پڑا

حضرتِ سیِّدُنا امامِ عالی مقام امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب مدینۂ منوَّرہ سے مکّۂ مکرّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعۡظِیۡماً کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں حضرتِ سیِّدنا ابن مطیع رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے عرض کی: میرے کُنویں میں پانی بَہُت کم ہے، براہِ کرم! دُعائے بَرَکت سے نواز دیجئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس

کُنویں کا پانی طلب فرمایا۔ جب پانی کا ڈول حاضِر کیا گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منہ لگا کر اس میں سے پانی نوش کیا (یعنی پیا) اور کلی کی ۔ پھر ڈول کو واپَس کنویں میں ڈال دیا تو **کنویں کا پانی کافی بڑھ بھی گیا اور پہلے سے زیادہ میٹھا اور لذیذ بھی ہو گیا۔**

(طبقاتِ اِبنِ سعد ج۵ ص۱۱۰ مُلَخَّصاً)

باغ جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلِ بیت
تم کو مُژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلِ بیت

امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی مزید کرامات شہادتِ امامِ حسین کے بیان میں سننے کی سعادت حاصل کریں گے ان شاء اللہ

(8)---امامِ حسین کی ازواج واولاد

اے عاشقانِ اہلبیت! **حضرتِ** سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ نے کئی شادیاں کیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ کی چند بیویوں کے نام یہ ہیں:

(۱) ... حضرتِ سیِّدَتُنا لیلٰی بنت ابی مرہ عُروہ بن مسعود ثقفی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

(۲)... حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ اِسحاق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا (۳)... حضرتِ سیِّدَتُنا رُباب بِنتِ اِمرءُ القیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا۔

امامِ عالی مقام حضرتِ سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ کے چند شہزادوں اور شہزادیوں کے نام یہ ہیں:

(۱)... حضرتِ سیِّدُنا علی اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ (۲) ... حضرتِ سیِّدُنا علی اصغر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْـہ (اَنْسَابُ الْاَشْرَاف، ج۳، ص۳۶۲،۳۶۱ ملخَّصاً) (۳)... حضرتِ سیِّدُنا محمد رَضِیَ اللہُ

تَعَالٰی عَنْہ (ایضاً، ج۲، ص۴۲۲) (۴)… حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا (۵)… حضرتِ سیِّدَتُنا سُکَیْنَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا۔ (اَنْسَابُ الْاَشْرَاف، ج۳، ص۳۶۱، ۳۶۲ ملخَّصاً)

(9)۔۔۔کربلا کا درس

اے عاشقانِ اہلبیت! ہم اور آپ ہر سال یادِ امامِ حسین مناتے ہیں اور مناتے رہیں گے بلکہ قیامت تک منایا جاتا رہے گا لیکن میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ کربلا کی سر زمین میں امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اس سے ہم سب باخبر ہیں لیکن کیا آپ نے کبھی یہ سوچا کہ کربلا کی اتنی بڑی قربانی کے پیچھے کیا درس چھپا ہوا ہے، ہمیں اس سے کیا درس دیا گیا؟ یقیناً کبھی نہیں سوچا ہو گا۔ آیئے میں آپ کو وہ درس یاد دلاتا چلوں:

صبر کی عادت بنایئے

میدانِ کربلا میں حضرتِ سیِّدنا امامِ حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پر جان، مال، اولاد، بھوک، پیاس، خوف اور طعنے بازی جیسی سب آزمائشیں آئیں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے ناناجان، دوعالم کے سلطان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم کا کلمہ پڑھنے والے آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے جانی دشمن بن گئے اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے، آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھانجوں اور بھتیجوں کو شہید کیا گیا، آپ کے رفقاء کو تکلیفیں دِی گئیں، آپ کے خاندان والوں کو ستایا گیا، مگر پھر بھی آپ ان تمام آزمائشوں میں کامیاب ہوئے، صبر واستقامت کا پہاڑ بنے رہے، رِضائے اِلٰہی پر راضی رہتے ہوئے زبان سے حمدِ الٰہی بجالاتے رہے اوران بد بختوں کو برابر نیکی

کی دعوت اور اسلام کی تعلیمات دیتے رہے ، ایک لفظ بھی بے صبری کا ادا نہ کیا حتّٰی کہ سجدے کی حالت میں اپنی جان کا نذرانہ بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دیا۔

اِس مَعرِکہ ظُلم و سِتَم میں اگر بڑے سے بڑا بہادُر بھی ہوتا تو اُس کے حَوصَلے پست ہو جاتے اور سرِ نیاز جُھکا دیتا مگر فرزَندِ رَسول کو مَصائِب کا ہُجوم اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عَزم و استِقلال میں فَرق نہ آیا، حَق وصَداقَت کا حامی مُصِیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا اور طُوفانِ بَلا کے سِیلاب سے اس کے پائے ثَبات (استقلال، ثابت قدمی) میں جُنبِش بھی نہ ہوئی۔ راہِ حَق میں پہنچنے والی مُصِیبَتوں کا خوش دِلی سے خَیرمَقدم کیا، اَپنا گھر لُٹانا اور اپنا خون بہانا منظور کیا مگر اِسلام کی عزت میں فَرق آنا بَرداشت نہ ہو سکا۔ سرِ مبارک کٹوا کر اپنے نانا جان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم کے دِین کی حقّانِیَّت (یعنی سچائی) کی عملی شَہادت دی۔

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلبیت

سر شہیدانِ محبّت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خُدا نے قَدر و شانِ اہلبیت

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خُوب ہی چمکی دوکان اہلبیت

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ اہلبیت! واقعۂ کربلا اکسٹھ (٦١) ہجری ماہِ مُحَرَّمُ الْحَرام میں پیش آیا، آج کئی صَدیاں گُزر جانے کے بعد بھی اِس کی یاد دِلوں میں تروتازہ ہے، اسلامی تاریخ کے اَوْراق پر شُہدائے کربلا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اَجْمَعِیْن کے کارنامے سُنہری حُرُوف میں لکھے ہیں۔ شَہیدانِ کربلا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اَجْمَعِیْن کی شاندار اور بے مثال قُربانیوں کا تذکرہ سُن کر دِلوں پر سوز کی کَیفیّت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ ان مبارک ہستیوں نے دین کی سربلندی کی خاطر راہِ خدا میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا یہاں تک کہ اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کی، یہ ان کی قربانیوں کا ہی صدقہ ہے کہ ہمیں نہ تو کوئی مصیبت اٹھانی پڑی اور نہ ہی جانی ومالی قربانی دینی پڑی بلکہ اللہ پاک کے فضل وکرم سے مسلمان گھرانے میں آنکھ کھلی۔ آیئے ہم نیت کریں کہ اس دین کو سیکھنے، سُنَّتوں کی دُھومیں مچانے، اپنی اور ساری دُنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کیلیے اپنے وقت اور مال کی قُربانی دیتے ہوئے عاشقانِ رسول کے ساتھ راہِ خدا میں سفر کریں گے۔ ان شاءاللہ

کربلا دَرْسِ زِندگی ہے

اے عاشقانِ رسول! یقیناً کربلا نہایت غمناک اور دِل دِہلا دینے والا واقعہ ہے، مگر یاد رکھئے! کربلا صِرْف ایک سانحہ نہیں، سانحے دُنیا میں بہت ہوئے ہیں، ظُلْم و سِتَم کی بڑی بڑی داستانیں اس زمین پر رقم ہوئیں مگر وہ سب مٹ گئیں، آج لوگوں کے دِل و دِماغ میں اُن کا خیال تک موجود نہیں، اگر کربلا بھی صِرْف ایک سانحہ ہوتا تو تقریباً ١ ہزار ٣ سو ٨٢ سال سے بھی زیادہ عرصہ گزرنے کے باوُجُود اسے ذِہنوں میں یُوں تازہ نہ رکھا جاتا، لہٰذا کربلا

صِرف ایک سانحہ نہیں، یہ دَرْسِ زِندگی کی پُوری ایک کتاب ہے، واقعۂ کربلا ہمیں کامیابی کے راستے بھی بتاتا ہے، ترقی کے زینے بھی بتاتا ہے، زِندگی کے اُصُول بھی سکھاتا ہے اور عظمت و شان سے جینے کا دَرْس بھی دیتا ہے۔

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا ایک رسالہ **"کربلا کا خونی منظر"** ہے۔ یہ رسالہ اَصْل میں ایک خط کا جواب ہے، کسی نے امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی بارگاہ میں خط لکھا، جس میں بتایا تھا کہ انہیں نیکی کی دعوت کے رستے میں رُکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا ہے، امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے اس کے جواب میں کربلا کا خونی منظر بیان فرمایا اور بتایا کہ شہدائے کربلا نے میدانِ کربلا میں جو ظُلْم برداشت کئے، جو سِتَم اُٹھائے، یہ سب نیکی کی دعوت دینے کے سبب ہی تھے، لہٰذا جب بھی نیکی کی دعوت کے رستے میں رُکاوٹ آئے تو امام حُسَین اور آپ کے رُفَقَاء رَضِیَ اللہ عنہم پر ڈھائے گئے یزیدی ظُلْم و سِتَم کا تَصَوُّر باندھ لیجئے! اِنْ شَآءَ اللہ الْکَرِیْم!! ہمّت و حوصلہ نصیب ہو گا اور نیکی کی دعوت عام کرنے کا جذبہ بھی ملے گا۔

سَر! یہ سب تو ہمیں کربلا بھی سکھاتی ہے...!!

ایک اسلامی بھائی کہتے ہیں: میں B.A میں پڑھتا تھا، B.A کی انگلش میں ایک ناوِل پڑھایا جاتا ہے، ایک دِن ٹیچر نے اس ناوِل کے متعلق لیکچر (Lecture) دیا، کہنے لگے: اس ناوِل کا مصنف ایک یورپین مُفَکِّر ہے، دوسری عالمی جنگ میں یہ ایک فوجی کے طور

پر شریک ہوا تھا، دوسری عالمی جنگ کے بعد یورپ میں جو انقلاب آیا، یورپ نے جو ترقی کی، اس انقلاب اور ترقی کی بنیاد جن نظریات پر تھی، وہ نظریات پیش کرنے والے مفکرین میں ایک مفکر اس ناول کا مصنف بھی ہے۔ مصنف نے اس ناوِل میں اپنے مخصوص انداز میں کامیابی کے اُصُول اور ناکامی کے اسباب بیان کئے ہیں۔ پھر ٹیچر نے اس ناوِل کے متعلق لیکچر شروع کیا: مصنف کہتا ہے: اگر ہم نے زِندگی کے سَفَر میں کامیاب ہونا ہے تو اس کے لئے صبر اور برداشت کی سخت ضرورت ہے، ہمیں کامیابی کے لئے تحمّل مزاج یعنی قوتِ برداشت والا ہونا چاہیے، کامیابی کے لئے ہم دوسروں پر بھروسا نہیں کر سکتے، ہمیں خود پر اعتماد کرنا ہو گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ زیادہ خود اِعتمادی (Over confidence) سے بھی بچنا ہو گا وغیرہ۔

وہ اسلامی بھائی کہتے ہیں: ٹیچر ناوِل کی سٹوری سے ملنے والے سبق بتا رہے تھے اور میرے ذِہن میں واقعۂ کربلا چل رہا تھا، جیسے ہی ٹیچر نے اپنا لیکچر ختم کیا تو میں بے ساختہ بولا: سَر! یہ سب کچھ تو ہمیں کربلا بھی سکھاتی ہے، امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے ہمیں صرف صبر بتایا نہیں، کر کے دکھایا، حِلْم، بُردباری، قُوَّتِ برداشت، خود اعتمادی وغیرہ یہ سب وہ باتیں ہیں جو امام حسین رَضِیَ اللہ عنہ نے ہمیں لکھ کر اگرچہ نہیں دِیں مگر کر کے ضرور دکھائی ہیں۔

میری یہ بات سُن کر ٹیچر حیرت میں پڑ گئے، پھر کچھ دیر بعد بولے: ہاں! واقعی...!! یورپین مُفَکِّر نے ہمیں کہانی لکھ کر سمجھایا مگر امامِ حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے یہ سب کچھ عملی طَور پر کر کے دِکھا دیا ہے۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پُکارے گی ہمارے ہیں حُسَین

کامیابی کے ۳ اُصُول

اسی طرح ایک غیر مسلم مُفَکِّر ہے، اُس نے اپنے طَور پر ایک تجزیہ کیا اور کہا: زِندگی میں کامیابی کے تین اُصُول ہیں: (۱): بُھوک برداشت کرنے کی طاقت (۲): انتظار (۳): سوچنے سمجھنے کی صلاحیت۔

یہ تین اُصُول ایک غیر مسلم مُفَکِّر نے بیان کئے، ذرا اِن تینوں اُصُولوں کو سامنے رکھ کر واقعۂ کربلا کو ذِہن میں لائیے! کربلا میں ہمیں یہ تینوں باتیں ملتی ہیں:

(۱): غیر مسلم مُفَکِّر نے کہا: کامیابی کے لئے بھوک برداشت کرنے کی طاقت ضروری ہے، میدانِ کربلا میں ہم دیکھتے ہیں سخت گرمی ہے، ریگستان ہے، دہکتی ہوئی زمین ہے اور دِن کی سخت بھوک و پیاس ہے، امام حُسَیْن رَضِیَ اللہ عنہ سے لے کر ننھے شہزادے حضرت علی اَصْغَر رَضِیَ اللہ عنہ تک سب پیاسے ہیں، خالی پیاس ہوتی تو اور بات تھی، یہاں حالتِ پیاس میں جنگ بھی ہے، اپنی طرف سے جنگ کرنے کا کوئی اِرادہ بھی نہیں ہے، اللہ و رسول کی عطا سے سب کچھ کرنے کی ہمت و طاقت بھی ہے، اِختیار بھی ہے مگر قربان جائیے! سخت پیاس بھی ان بُلند رُتبہ ہستیوں کے پاؤں اُکھاڑ نہیں پاتی، تازہ دَم یزیدی لشکروں کی یلغار انہیں راہِ حق سے ہٹا نہیں پاتی، آلِ رسول کے شیر صِفَّت جوان سخت پیاس کے باوُجُود یزیدیوں کے پرخچے اُڑاتے ہیں، یہ ان کی بے مثال استقامت اور باکمال قُوّتِ برداشت ہے

کہ یہ پیاسے رِہ کر بہادری کے جوہَر دکھاتے ہوئے شہادت کو تو گلے سے لگا لیتے ہیں مگر حق بات سے ذَرّہ برابر بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔

یوں تو شہید لاکھوں ہوئے ہیں یہاں مگر
رُتبہ کسی کو آپ کے جیسا مِلا نہیں

لرزہ نہ بھوکا پیاسا بھی باطِل کے سامنے
میرے حُسَین جیسا کوئی دِل مِلا نہیں

(۲): غیر مسلم مُفَکِّر نے دوسری بات کہی کہ کامیابی کے لئے انتظار ضروری ہے، یعنی جو بندہ کامیابی کا طلب گار ہے، وہ صبر سے کام لے، اطمینان کے ساتھ دُرُست وقت کا انتظار کرے، کسی لمحے بھی بے صبری نہ دکھائے۔ یہ بات بھی امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کی پاکیزہ سیرت میں دیکھئے! انسان پر زِندگی میں دُکھ آتے ہیں، غَم آتے ہیں لیکن اگر دُکھ اور غم کی خبر پہلے سے مِل جائے تو وہ غم صِرْف غَم نہیں رہتا، وبالِ جان بَن جاتا ہے، مثال کے طور پر ہم میں سے ہر ایک کو موت آنی ہے، اگر کسی کو پہلے سے بتا دیا جائے کہ تمہارے پاس صِرْف ایک دِن باقی ہے، اگلے دِن تمہیں موت آجائے گی تو شاید وہ ایک دِن بھی ہمارے لئے وبالِ جان بَن جائے گا، چہرے پر مایُوسی پھیل جائے گی، دِل غَم میں ڈُوب جائے گا، کچھ کھانے پینے کو دِل نہیں چاہے گا مگر قربان جایئے! امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کے صَبر و استقامت پر...!! امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کی وِلادت ہوتی ہے، ساتھ ہی جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام شہادت کی خبر لے کر حاضِر ہو جاتے ہیں، ابھی امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کا بچپن ہے، آپ کی شہادت کی

خبریں مشہور ہو چکی ہیں، آپ نے ۵۵ سالہ زِندگی کربلا کی ہوشربا تکلیفوں کو سامنے رکھتے ہوئے گزاری، آپ جانتے تھے کہ کربلا کے میدان میں شقی و بدبخت لوگ انتہائی ظالمانہ انداز میں مجھے شہید کر دیں گے مگر مجال ہے کہ امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کی استقامت میں کوئی فرق آئے، ۵۵ سالہ مبارک زِندگی میں کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے کہ امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے بے صَبری کا مظاہرہ کیا ہو، آپ نے کبھی بھی یہ دُعا نہیں کی کہ یااللہ پاک! مجھے اس آزمائش سے نجات عطا فرما، آپ نے صبر و استقامت کے ساتھ ۵۵سالہ زِندگی کربلا کے انتظار میں بَسَر فرمائی اور بالآخر میدانِ کربلا میں اپنے نانا جان، رحمتِ رحمٰن صلی اللہ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے دِین پر پہرا دیتے ہوئے نہایت عزّت و شان کے ساتھ رُتبۂ شہادت کو سینے سے لگالیا۔

گھر لُٹانا جان دینا کوئی تم سے سیکھ جائے
جانِ عالَم ہو فِدا اے خاندانِ اَہلبیت

(۳): غیر مسلم مُفَکِّر نے تیسری بات کہی کہ جو کامیابی کا طلب گار ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، یعنی اُس پر کیسا ہی کڑا وقت کیوں نہ آ جائے، وہ اپنے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ماند نہ پڑنے دے، ہر وقت، ہر حال میں سوچ سمجھ کر بہتر سے بہترین فیصلہ کرے۔ یہ ایک بہت مشکل کام ہوتا ہے، ہمارے ہاں کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کے اَہْلِ خانہ کو، والدین کو بہت سنبھل کر طریقے سے خبر دینی ہوتی ہے کہ کہیں اچانک غم کی خبر سُن کر ہوش ہی نہ کھو بیٹھیں مگر قربان جائیے! امام حُسَین رَضِیَ اللہ

عنہ کی ہمّت اور حوصلے کی کیا شان ہے...!! آپ حضرت علی اَصغَر رَضِیَ اللہ عنہ کا لاشہ مبارک اپنے ہاتھوں پر اُٹھاتے ہیں، حضرت علی اکبر رَضِیَ اللہ عنہ کا لاشہ مبارک اُٹھاتے ہیں، بھائی، بھتیجے، بھانجے، ۷۲ تَن میدانِ کربلا میں امامِ حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے ہیں، آپ خود اُن کے مبارک لاشے اُٹھا کر خیموں کے پاس رکھتے ہیں، ایسے غم اور پریشانی کے باوُجُود ہوش و حَواس سلامت ہیں، فیصلہ کرنے کی طاقت بحال ہے، تاریخ کی کسی کتاب سے دُنیا کا کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں غم کی شِدَّت کے سبب کوئی ایک فیصلہ بھی شریعت کے خِلاف کیا ہو، نہیں! نہیں...!! غَم کی آندھیاں چل رہی ہیں، ظُلم و سِتَم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں اور نواسۂ رسول قرآن و سُنّت کو مضبوطی سے تھامے ہر ہر قدم عین شریعت کے مطابق اُٹھاتے ہیں، آخر شہادت کو سینے سے لگالیتے ہیں مگر آپ کی ہمّت اور حوصلے میں ذَرَّہ برابر بھی کمی نہیں آتی۔

ابنِ علی کے جیسا کوئی دوسرا نہیں
تیغوں کے سائے میں بھی جو دِل باختہ نہیں

ہو مثل آپ کے جو مہک دار یا حُسَین
صحنِ چمن میں کوئی گُل ایسا کِھلا نہیں

ہر سُو رواں ہے آج بھی سِکَّہ حُسَین کا
سِکَّہ یزیدیوں کا کہیں پر چلا نہیں

اے عاشقانِ رسول! یہ سب باتیں عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دیکھئے! آج کے مفکرین کامیابی، ترقی اور انقلاب کے جو راستے دکھاتے ہیں، لمبے لمبے لیکچر (Lecture) دیتے ہیں، یہ سب باتیں آج سے تقریباً ۱ ہزار ۳سو ۸۲ سال پہلے شہزادۂ کونین، امام حُسَیْن رَضِیَ اللہ عنہ کر کے دِکھا چکے ہیں، میدانِ کربلا میں یہ سب نظریات موجود ہیں۔

وہ مشرقی پُکار ہو یا مغربی صدا
تفریقِ رنگ و نسل پہ غالِب ہے کربلا

شاعِر کسی خیال کا ہو یا کوئی اَدِیب
واعِظ کسی دیار کا ہو یاکوئی خطیب

دیکھو تو سلسلہ ادبِ مَشْرِقَیْن کا
دُنیا کی ہر زبان پہ قبضہ حُسَیْن کا

کیا ہم واقعی حسینی ہیں...؟؟

اے عاشقانِ رسول! ہم نے سُنا! کربلا ایک دَرْسِ زِندگی ہے، آج کے مفکرِین جو نظریات بیان کر کے اپنی دُکان چمکاتے ہیں، امامِ عالی مقام، امام حُسَیْن رَضِیَ اللہ عنہ وہ سب کچھ ہمیں پہلے سے میدانِ کربلا میں کر کے دِکھا چُکے ہیں۔ اب ہم نے غَور یہ کرنا ہے کہ کیا ہم نے بھی امام حُسَیْن رَضِیَ اللہ عنہ سے، کربلا سے کچھ سیکھا یا نہیں...؟؟ امامِ عالی مقام، امام حُسَیْن رَضِیَ اللہ عنہ بُلند رُتبہ ہستی ہیں، یقیناً ہر عاشقِ رسول امام حُسَیْن رَضِیَ اللہ عنہ سے محبّت بھی کرتا ہے، خُود کو حسینی کہتا بھی ہے اور اپنے حسینی ہونے پر فخر بھی

کرتا ہے، بِلاشُبہ حسینی ہونا، امامِ حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ سے محبّت و عقیدت رکھنا بہت بڑی سَعَادت ہے۔ مگر بہت افسوس ناک بات ہے، لوگوں کی ایک بھاری تعداد ہے، جو صِرْف مُحَرَّمُ الحرام میں، وہ بھی فقط دِینی اجتماعات میں اور یہاں بھی محض زبانی کلامی حسینی ہوتے ہیں۔ ہم غور کریں! کیا ہم واقعی حسینی ہیں؟ کیا ہم گھر میں بھی حسینی ہوتے ہیں؟ گلی میں، محلے میں، دُکان پر، کاروبار کرتے ہوئے، دفتر میں، دوستوں کی محفل میں کیا ہم حسینی ہوتے ہیں؟ جیسے اَخْلاق، جیسا کردار، جیسی پاکیزہ عادات امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کی تھیں، کیا ہم امام حسین رَضِیَ اللہ عنہ کی پیروی میں ویسے اَخْلاق، ویسا کردار، اُن جیسی عادات اپنانے کی کوشش کرتے ہیں؟ عِلْمِ دِین کا وہ مبارک سمندر جو امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کے سینے میں موجزَنْ تھا، کیا ہم وہ عِلْم سیکھنے کی طرف بڑھتے ہیں؟ ہم دِینی اجتماعات میں آکر امام حُسَیْن رَضِیَ اللہ عنہ کی شان و عظمت کے نعرے لگاتے ہیں، بہت اچھی بات ہے مگر جب ہم گھر جاکر اپنے بچوں کے ہاتھ میں موبائل دیتے ہیں، انہیں T.V چلا کر دیتے ہیں، کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ اس موبائل اور اس T.V کے ذریعے کیا ہم اپنے بچوں کو حسینیت دے رہے ہیں؟ ہمارا بچہ جب کندھوں پر کتابوں کا بستہ ڈال کر پڑھنے جاتا ہے، کیا ہم نے کبھی سوچا کہ کیا ان کتابوں کے اندر حسینیت موجود ہے یا نہیں؟

الحمد للہ! ہم امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کو مانتے بھی ہیں، امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ سے محبّت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، خود کو حسینی کہتے بھی ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں مگر افسوس! ہم کربلا سے سبق حاصِل نہیں کرتے، امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ کے

نقشِ سیرت پر چلنے کی کوشش نہیں کرتے، ہمارا کردار، ہمارے اَخلاق، ہمارے طَور طریقے ہمارے حسینی ہونے کی گواہی نہیں دیتے۔

آپ ہی تو کلمۂ طیب کے ٹھہرے پاسباں آپ کے سَر ہی بقائے دِیں کا سہرا حُسَین!
ہم تو سچّا عشق بھی تم سے نہیں کر پائے ہیں اور تم نے ہم سبھی کو خُون دے ڈالا حُسَین!

(10)۔۔۔یزید کا برا کردار

یزید کا بُرا کردار اور دَرسِ عبرت

پیارے اسلامی بھائیو! ذرا غور کیجئے! امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے اتنی بڑی قربانی کیوں پیش کی...؟ یقیناً آپ کو تاج و تخت و حکومت سے کوئی سروکار نہیں تھا، آپ تو جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں، اللہ پاک کی عطا سے جس کو جنت میں حکومت و سرداری ملی ہو، اُسے دُنیا کی عارضی حکومت کی حِرص بھلا کیسے ہو سکتی تھی؟ مگر غور طلب بات ہے، امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ آخر یزید کی بیعت کیوں نہیں کرتے تھے؟ کیا آپ کو یزید کی ذات سے اِختلاف تھا؟ نہیں... آپ کو یزید کی ذات سے اِختلاف نہیں تھا، آپ کو یزید کے کردار سے اِختلاف تھا۔ اگر یزید بدبخت کا کردار ستھرا ہوتا، وہ بدانجام قرآن و سُنّت کا پیروکار ہوتا تو امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ ہرگز اس کی بیعت سے انکار نہ فرماتے مگر اس بدبخت کا کردار اچھا نہیں تھا، اُس کا اَخلاق اچھا نہیں تھا، اس کی عادتیں بُری تھیں، یزید فاسق تھا، یزید فاجِر تھا، یزید زانی تھا، یزید شرابی تھا، یزید قرآن و سُنّت کی مخالفت کرتا تھا، اس لیے امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے اُس کی بیعت نہیں کی اور ایسی لازوال قربانی پیش فرمائی۔

اب ذرا غور فرمایئے! جب امام حُسَین رَضِیَ اللّٰہ عنہ یزید کے بُرے کردار سے خوش نہ ہوئے تو اگر وہی کردار ہمارا بھی ہو، جو عادتیں یزید کی تھیں، ویسی ہی عادتیں ہماری بھی ہوں، جیسا گندا اَخلاق یزید کا تھا، ویسا ہی اخلاق ہمارا بھی ہو تو کیا امام حُسَین رَضِیَ اللّٰہ عنہ ہم سے خوش ہو جائیں گے...؟؟

آیئے! دیکھتے ہیں؛ یزید کا کردار کیسا تھا؟ یزید پلید کی وہ کون سی غلیظ عادتیں تھیں، جن کی وجہ سے امام حُسَین رَضِیَ اللّٰہ عنہ نے اس کی بیعت کرنا گوارا نہ فرمایا:

(۱): یزید سُنّت کو بدلنے والا تھا۔ جیسا کہ غیب جاننے والے آخری نبی، رسولِ ہاشمی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اَوَّلُ مَنْ یُبَدِّلُ سُنَّتِی رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ اُمَیَّۃَ یُقَالُ لَہٗ یَزِیْدُ میری سُنّت کو بدلنے والا پہلا شخص بنواُمَیَّہ سے ہو گا، اسے یزید کہا جائے گا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد:۶۵، صفحہ:۲۵۰)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا؛ یزید سُنّت کو بدلنے والا، خلافِ سُنّت کاموں کو رواج دینے والا تھا، یہ بدبخت خُود بھی سُنّتِ مصطفےٰ کی پیروی نہیں کرتا تھا اور دوسروں کو بھی خِلافِ سُنّت کاموں پر اُبھارتا تھا۔ سُنّت کی مخالفت کرنا اور خِلافِ سُنّت کاموں کو رواج دینا یزید کا بُرا کردار ہے، اگر ہم حسینی ہیں اور ہمیں واقعی حسینی ہونا چاہیے، تو ہمیں چاہیے کہ ہم یزید کے اس بُرے کردار سے نفرت کریں، ہم خود بھی سُنتوں پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی سُنّت کی ترغیب دِلایا کریں۔

یزید پلید کی ۷ بُری عادات

اے عاشقانِ اہلبیت! یقیناً امام حُسَین رَضِیَ اللّٰہ عنہ یزید پلید کے بُرے کردار سے بخوبی واقف تھے، اب آیئے! دیکھتے ہیں؛ امام حُسَین رَضِیَ اللّٰہ عنہ نے خُود یزید کے بُرے کردار کی کیسے نشاندہی فرمائی۔ صدر الاَفاضِل، مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحمۃُ اللّٰہ عَلَیْہ لکھتے ہیں: جب امام عالی مقام، امام حُسَین رَضِیَ اللّٰہ عنہ کے سامنے یزید بدبخت کی بیعت پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا: لِاَنَّہٗ کَانَ فَاسِقًا، مُدْمِنَ الْخَمَرِ ظَالِماً۔ یزید فاسِق (یعنی اعلانیہ کبیرہ گُناہ کرنے والا)، شراب کا عادِی اور ظالِم ہے۔(بھلا میں ایسے کی بیعت کیسے کر سکتا ہوں)۔ (سوانح کربلا، صفحہ:۱۱۴)

امام حسین رَضِیَ اللّٰہ عنہ کا خطبہ

اورجب امام حُسَین رَضِیَ اللّٰہ عنہ میدانِ کربلا کی طرف تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ایک مقام پر آپ نے یزیدی لشکر کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! رسولِ اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بے شک جو ایسے حکمران کو دیکھے، جو ظُلم کرتا ہو، اللہ پاک کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہراتا ہو، اللہ پاک کا عہد توڑتا ہو، سُنّت کی مخالفت کرتا ہو، لوگوں میں گُناہوں اور ظُلم وزیادتی کو رواج دیتا ہو، دیکھنے والا اگر ایسے ظالِم کو بُرے کاموں سے نہ ہاتھ سے روکے، نہ زبان سے روکے، اللہ پاک پر حق ہے کہ اس (دیکھنے والے) کو اس (ظالِم) کے ساتھ ہی رکھے۔ لوگو! سُن لو...!! بے شک ان یزیدیوں نے شیطان کی اطاعت کو لازِم پکڑا، رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا،

لوگوں میں فساد پھیلایا، اللہ پاک کی حُدُود کو پامال کیا، اللہ پاک کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیا اور میں اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہوں کہ ایسے ظالِم کے سامنے کلمۂ حق بلند کروں۔ (تاریخ طبری، جلد:۳، صفحہ:۳۰۶ خلاصۃً)

اے عاشقانِ رسول! امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے یزید پلید کی ۷ بُری عادتوں کو بیان فرمایا: (۱): یزید فاسِق ہے (۲): یزید شرابی ہے (۳): یزید ظالِم ہے (۴): یزید رحمٰن کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی پیروی کرتا ہے (۵): یزید فساد پھیلاتا ہے (۶): یزید اللہ پاک کی حُدُود کو پامال کرتا ہے (۷): یزید اللہ پاک کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال ٹھہراتا ہے۔

گُناہوں کی نحوست!

اب ہم اپنے کردار پر غور کریں! یزید فاسق تھا، فاسق اُسے کہتے ہیں: جو اِعْلانیہ گُناہ کرتا ہو۔ ہمارے ہاں کتنے ایسے لوگ ہیں جو اعلانیہ گُنَاہوں سے بچتے ہیں؟ داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے چھوٹی کروانا حرام ہے، کتنے لوگ ہیں جو داڑھی منڈاتے اور دندناتے پھرتے ہیں؟ سرِ عام گالیاں بکتے ہیں، اور بہت سے گُنَاہ کرتے ہیں اور اپنے گُنَاہوں کا اِعْلان بھی کرتے ہیں۔ واقعۂ کربلا کا دَرْس یہ ہے اور اَصْل حسینی ہونا اسی کو کہا جاتا ہے کہ ہم گُنَاہوں سے بچیں۔

ظُلْم کی مَذَمَّت

امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے فرمایا: یزید ظالِم ہے۔ ہمارے معاشرے میں ظُلْم کی

بھی بھرمار ہے۔ بہت سارے لوگوں کے ذِہن میں یہ تَصَوُّر ہوتا ہے کہ ظُلْم صرف قتل و غارت ہی کو کہتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، ناحق قتل بھی ظُلْم ہے، کسی کو ناحق تھپڑ مارنا بھی ظُلْم ہے، کسی کی رقم دبالینا، گالیاں دینا، عزّت پامال کرنا، یہاں تک کہ دوسروں کو گھور کر ڈرا دینا، اَحادیث میں اسے بھی ظُلْم قرار دیا گیاہے۔اللہ پاک ہمیں مسلمانوں کے ساتھ حُسنِ سُلُوک سے پیش آنے اور ان پر کسی بھی طرح سے ظلم وزیادتی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیطان کی پیروی کرنا یزیدی کردار ہے

اسی طرح امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے فرمایا: یزید رحمٰن کی اطاعت چھوڑتا ہے، شیطان کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ ! اللہ ! یہ تو بڑا امتحان ہے۔

* نماز پڑھنا رحمٰن کی اطاعت ہے، نہ پڑھنا شیطان کی پیروی ہے، ہم میں سے کتنے لوگ پکّے نمازی ہیں؟ * ہم میں سے کتنے لوگ گُناہوں سے بچتے ہیں؟ * کتنے لوگ روزے رکھتے ہیں؟

* ماں باپ کی اطاعت کرنا * بہن بھائیوں کے حقوق پُورے کرنا * بیوی کے حقوق پُورے کرنا * دوسروں کی عزّت کرنا * پُورا پُورا اسلام میں داخِل ہو جانا، رحمٰن کی اطاعت ہے، اس کا اُلٹ کرنا شیطان کی پیروی ہے * جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، وعدہ خِلافی، گالی گلوچ، یہ سب گُنَاہ ہیں، شیطان کی پیروی ہے، ہم میں سے کتنے لوگ ان گُناہوں سے بچتے ہیں؟

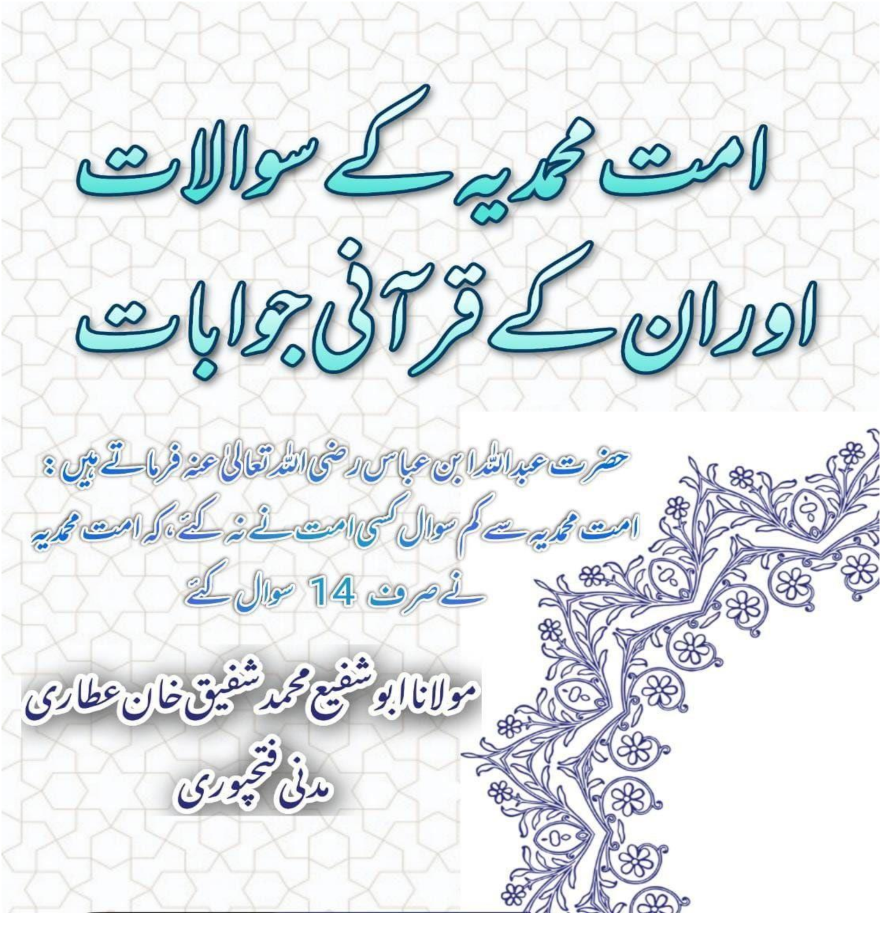
یہ یزید کا بُرا کردار ہے، یہ سب وہ باتیں ہیں جن کی بنیاد پر امام حُسَین رَضِیَ اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار فرمایا تھا، میدانِ کربلا میں لازوال قربانی پیش فرمائی تھی۔

یزید اور دُنیا پرستی

اے عاشقانِ رسول! ایک اَہم بات جو ہمیں کربلا سے سیکھنے کو ملتی ہے، وہ یہ کہ یزید بدبخت نے میدانِ کربلا میں جتنا ظُلم کیا، کروایا یہ سب اَصل میں دُنیا کی محبّت اور لالچ کا نتیجہ تھا۔ شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: یزید پلید مال و جاہ کی محبت ہی کی وجہ سے سانحۂ کربلا کا باعث بنا، اس ظالِم بدانجام کو امامِ عالی مقام امام حسین رَضِیَ اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی سے اپنے اِقْتِدار کو خطرہ محسوس ہوتا تھا، حالانکہ امامِ عالی مقام کو دُنیائے ناپائیدار کے حصول کے لیے دُنیوی اِقْتِدار سے کیا سروکار! آپ تو کل بھی اُمّتِ مسلمہ کے دِلوں کے تاجدار تھے، آج بھی ہیں اور رہتی دُنیا تک رہیں گے۔

اے عاشقانِ حسین! آیئے آج ذکرِ حسین کی برکت سے درسِ کربلا حاصل کیجیے اور پکے سچے حسینی بننے کی نیت کیجیے، یزیدی کردار سے توبہ کیجیے، شہادتِ امامِ حسین کی لاج رکھیے اور نیک کام کیجیے اور برے کاموں سے اپنے آپ کو بچایئے۔ اور عشقِ امامِ حسین کے تقاضوں کو پورا کیجیے۔ امامِ حسین نے عشق کا سارا نصاب میدانِ کربلا کے ریت پر اس طرح لکھا جو قیامت تک مٹنے والا نہیں اور وہ نصاب ہر عاشقِ حسین کی تا قیامت رہنمائی کرتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

عشق میں کیا بچایئے عشق میں کیا لٹایئے
آلِ نبی نے لکھ دیا سارا نصاب ریت پر
جتنے سوال عشق نے آلِ رسول سے کیے
ایک کے بعد اک دیے سارے جواب ریت پر



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(11) شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت

(2)۔۔۔امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی مدینہ سے رخصتی

(3)۔۔۔کوفیوں کی درخواستیں

(4)۔۔۔حضرتِ مسلم رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی

(5)۔۔۔امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی

(6)۔۔۔دس محرم ۶۱ ہجری کے دلسوز واقعات

(7)۔۔۔امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

(8)۔۔۔شہادت کے بعد کے کچھ واقعات

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دارالسنہ دہلی

(11) شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه	وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰه	وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰه

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ امامِ حسین! جنت وہ مقامِ رحمت ہے جسے رب تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں کے لئے تخلیق فرمایا ہے۔ جنت کا نام زبان پر آتے ہی ہمارے دل و دماغ پر سُرور کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے، کیونکہ جنت ہے ہی ایسی، راحت والی، آرام والی، رب کی رحمت والی، سعادت والی، برکت والی۔ لیکن اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ جنت کیسی ہے؟ تو میں آپ کو کہوں گا کہ جنت ایسی ہے جیسے میرے مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کہ "اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ اس کی خوبیوں کو کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کی ماہیت کا خیال گزرا۔" (مسلم، کتاب الجنۃ، رقم الحدیث ۲۸۲۴، ص ۱۵۱۶)

اللہ اکبر! ذرا تصور تو کیجیے کہ جنت کیسی ہو گی؟ ہم ایک نہیں، دو نہیں، دس اور بیس نہیں بلکہ سیکڑوں ایسی جگہوں میں گئے ہوں گے جو ایک سے بڑھ کر ایک ہو گی، خوبصورت و دلکش ہو گی، جس کے مناظر دیدہ زیب ہوں گے، دیکھنے والوں کو اس کی کشش اپنی جانب

کھینچتی ہو گی، دلوں کو لبھاتی ہو گی، اور لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہوں گے کہ یہاں آ کر پیسے وصول ہوں گئے، مگر جنت ان تمام سے افضل و اعلی ہے۔ کیونکہ دنیا کی تمام خوبصورت جگہوں کو انسان نے بناوٹی چیزوں سے سجایا ہے اور جنت انسان کے رب نے بنائی اور سجائی ہے، پس جس طرح اللہ پاک کی ذات ارفع و اعلی ہے اسی طرح اس کی جنت بھی دنیا کی تمام خوبصورت جگہوں سے ارفع و اعلی ہے یہاں تک کہ جنت کی ایک معمولی سی چیز کے آگے ساری دنیا کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ آیئے اس ضمن میں جنت کے متعلق چند احادیث سنتے ہیں چنانچہ:

جنت کی چیزیں

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر جنت کی چیزوں میں سے ناخن برابر کوئی چیز ظاہر ہو جائے تو آسمان وزمین کے اطراف وجوانب اس سے آراستہ ہو جائیں۔"

(ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، رقم الحدیث ۲۵۴۷، ج۴، ص ۲۴۱)

جنت کی تعمیر

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں جنت اوراس کی تعمیر سے متعلق بتایئے؟" تو آپ صلی اللہ علی وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے اوراس کا گارا مشک کا ہے اوراس کی کنکریاں موتی اوریاقُوت کی ہیں اوراس کی مٹی زعفران کی ہے۔"

(ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم ۲۵۳۴، ج۴، ص ۲۳۶)

جنت کی زمین

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت کی زمین سفید ہے، اس کا میدان کافُور کی چٹانوں کا ہے، اس کے گرد ریت کے ٹیلوں کی طرح مشک کی دیواریں ہیں اور اس میں نہریں جاری ہیں۔"

(الترغیب والترہیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، رقم ۳۴، ج۴، ص۲۸۳)

جنت کی منزلیں

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت میں سو منزلیں ہیں اور ان میں سے ہر دو منزلوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے۔"

(ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث ۲۵۳۹، ج۴، ص۲۳۸)

جبکہ حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت میں سو منزلیں ہیں، اگر اس کے ایک درجہ میں تمام جہانوں کے لوگ بھی جمع ہو جائیں تو وہ سب کو کافی ہو جائے گا۔"

(ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث ۲۵۴۰، ج۴، ص۲۳۹)

جنت کے دروازے

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔"

(بخاری، کتاب بداء الخلق، رقم ۳۲۵۷، ج۲، ص۳۹۴)

حضرت سیدنا عُتبہ بن غَزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کونین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"جنت (کے دروازوں) کی چوکھٹوں میں سے ہر دو چوکھٹ کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہے۔"(مسلم، رقم الحدیث ۲۹۶۷، ص۱۵۸٦)

جنت کے خیمے

حضرت سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "مؤمن کے لئے جنت میں کھوکھلی موتی (یعنی وہ موتی جس کے درمیان میں خالی جگہ ہوتی ہے) کا ایک خیمہ ہوگا جس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے۔"

(بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم الحدیث ۳۲۴۳، ج۲، ص۳۹۱)

جنت کے کپڑے

حضرتِ سیدنا کعبْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اہلِ جنت کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا آج پہن لیا جائے تو اس کی طرف دیکھنے والے کی نظر اچک لی جائے اور لوگوں کی بینائیاں اسے برداشت نہ کر سکیں۔(الترغیب والترھیب کتاب صفۃ الجنۃ والنار، رقم ۸۴، ج۴، ص۲۹۴)

جنت کے خادم

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ "جنتیوں میں سب سے نچلے درجے کا جنتی وہ شخص ہوگا جس کے ساتھ دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے اور ہر خادم کے ہاتھ میں دو پیالے ہوں گے، جن میں سے ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہوگا۔ ہر پیالے میں کھانے کی ایک ایسی قسم ہوگی، جو دوسرے میں نہ ہوگی۔ وہ اس کے آخر سے بھی اسی طرح کھائے گا جس طرح اس کے شروع

سے کھائے گا اور جو لذت وذائقہ اس کے پہلے حصہ میں پائے گا، دوسرے میں اس کے علاوہ پائے گا۔" (مجمع الزوائد، کتاب اھل الجنۃ، رقم ۱۸۶۷۵، ج ۱۰، ص ۷۴۱)

جنت کا کھانا

ام المومنین حضرتِ سیدتنا مَیْمُونَہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ "آدمی جنت میں کسی پرندے کی خواہش کرے گا تو وہ پرندہ بختی اونٹ کی طرح اس کے دستر خوان پر آگرے گا، نہ تو اسے دھواں پہنچا ہو گا اور نہ ہی آگ نے چھوا ہو گا۔ وہ شکم سیر ہونے تک اس پرندے سے کھائے گا پھر وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔ (الترغیب الترہیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، رقم ۷۵، ج ۴، ص ۲۹۲)

جنت کی حوریں

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی جنتی حُور زمین کی طرف جھانکے تو آسمان سے زمین تک روشنی ہو جائے اور ساری فضا زمین سے آسمان تک خوشبو سے معطر ہو جائے اور اس کے سر کی اوڑھنی (یعنی دوپٹا) دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔"

(الترغیب والترھیب، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث ۸۴، ج ۴، ص ۲۹۵)

حوروں کے کنگن

حضرتِ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر جنتیوں میں سے کوئی شخص (دنیا کی طرف) جھانکے اور اس

کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو اس کی روشنی سورج کی روشنی کو مٹا دے جیسا کہ ستاروں کی روشنی کو سورج مٹا دیتا ہے۔" (ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث ۲۵۴۷، ج۴، ص ۲۴۱)

حور کی ہتھیلی اور اوڑھنی

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: "اگر حور اپنی ہتھیلی زمین وآسمان کے درمیان ظاہر کردے تو اس کے حسن کی وجہ سے مخلوق فتنے میں پڑ جائے اور اگر وہ اپنی اوڑھنی ظاہر کردے تو سورج اس کے حسن کی وجہ سے دھوپ میں رکھے ہوئے چراغ کی طرح ہو جائے جس کی کوئی روشنی نہیں ہوتی اور اگر وہ اپنا چہرہ ظاہر کر دے تو زمین وآسمان کی ہر چیز کو روشن کر دے۔" (الترغیب والترھیب، کتاب صفۃ الجنۃ والنار، رقم ۹۷، ج۴، ص ۲۹۸)

جنتی عورتوں کا لعاب

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں "اگر جنتی عورتوں میں سے کوئی عورت سات سمندروں میں اپنا تھوک ڈال دے تو وہ سارے سمندر شہد سے زیادہ میٹھے ہو جائیں۔" (الترغیب والترھیب کتاب صفۃ الجنۃ والنار، رقم ۹۸، ج۴، ص ۲۹۷)

اللہ اکبر! اے عاشقانِ رسول! جب جنت کا تذکرہ اتنا مسرت بخش ہے تو خود جنت کیسی ہو گی، یقیناً جنت کا تذکرہ سن کر جنت کو دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے مگر جنت کو جیتے جی کوئی نہیں دیکھ سکتا، چاہے جتنی کوشش کر لے، مگر قربان جایئے اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے امتیوں کو مرنے سے پہلے جنت دیکھنے کا ایک ایسا عمل عطا فرمایا ہے کہ جو اس کو پابندی سے کرے گا ان شاء اللہ مرنے سے پہلے جنت میں ملنے والے اپنے مقام کو دیکھ سکتا ہے۔ آپ کے دل میں بھی یہ بات آرہی ہو گی کہ وہ کون سا عمل ہے جلدی بتایئے تاکہ

اس کو کر کے ہم بھی اپنی موت سے پہلے جنتی مقام یعنی ٹھکانے کو دیکھ لیں۔ تو وہ عمل یہ ہے چنانچہ

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:"جو مجھ پر ایک دن میں ایک ہزار بار دُرُودِ پاک پڑھے گا وہ اُس وقت تک نہیں مرے گا جب تک جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے۔" (الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، الترغیب فی اکثار الصلوۃ علی النبی، الحدیث ۲۲، ج ۲ ص ۳۲۸)

اے عاشقانِ رسول! آیئے نیت کیجئے کہ آج سے ان شاء اللہ روزانہ ایک ہزار درودِ پاک پڑھا کریں گے۔ اور اس میں کوئی خاص درودِ پاک پڑھنے کی قید نہیں ہے بلکہ چھوٹا درودِ پاک بھی پڑھ سکتے ہیں مثلاً "صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد"۔ پڑھ لیجئے کہ آپ دس منٹ میں ایک ہزار درودِ پاک پڑھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ امامِ حسین! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، آج ہم شہادتِ امامِ عالی مقام، امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق چند چیزیں سننے کی سعادت حاصل کریں گے:

(1)۔۔۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت

(2)۔۔۔امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی مدینہ سے رخصتی

(3)۔۔۔کوفیوں کی درخواستیں

(4)۔۔۔حضرتِ مسلم رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی

(5)۔۔۔امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی

(6)۔۔۔دس محرم ۶۱ ہجری کے دلسوز واقعات

(7)۔۔۔امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

(8)۔۔۔شہادت کے بعد کے کچھ واقعات

(1)۔۔۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب ۶۰ ہجری میں بمقامِ دِمَشق لَقْوَہ میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ آپ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات میں سے ازار شریف، ردائے اقدس، قمیص مبارک، موئے مبارک اور تراشہائے ناخن ہُمَایوں تھے، آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازار شریف وردائے مبارک و قمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضا پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشۂ ناخنِ اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔

کورِباطن یزید نے دیکھا تھا کہ اس کے باپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات اور بدنِ اقدس سے چھو جانے والے کپڑوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھا تھا اور دمِ آخر تمام زر ومال ثروت و حکومت سب سے زیادہ وہی چیز پیاری تھی اور اسی کو ساتھ لے جانے کی تمنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تھی۔ اس کی برکت سے انہیں امید تھی کہ اس ملبوس پاک میں بوئے محبوب صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہ مقام غربت میں پیارا رفیق اور بہترین مونس ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لباس اور تبرکات کے صدقے میں مجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس سے یزید پلید خوب سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پاک سے چھو جانا ایک کپڑے کو ایسا بابرکت بنا دیتا ہے تو حسنین کریمین اور آلِ پاک علیہم الرضوان جو بدنِ اقدس کا جزو ہیں ان کا کیا مرتبہ ہوگا اور ان کا کیا احترام لازم ہے۔ مگر بدنصیبی اور شقاوت کا کیا علاج۔

یزید تخت پر

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد یزید تختِ سلطنت پر بیٹھا، حالانکہ جب امامِ حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپی تھی تو اس میں شرط تھی کہ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلیفہ امامِ حسن بنیں گے اور اگر وہ زندہ نہ رہے تو ان کے بھائی امامِ حسین خلیفہ بنیں گے۔ مگر یزید پلید اس شرط پر عمل کئے بغیر زبردستی تخت نشین ہو گیا اور اس نے اپنی بیعت لینے کیلیے اطراف و ممالک سلطنت میں مکتوب روانہ کئے، یزید پلید نے مدینہ کے صوبہ دار ولید کو خط لکھا کہ حسین اور عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت کے لیے کہے اور مہلت نہ دے۔ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں بیٹھنے والے آدمی ہیں اور ابنِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک موقع نہ پائیں گے خاموش رہیں گے، ہاں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت لینی سب سے زیادہ ضروری ہے کہ یہ شیر اور شیر کا بیٹا موقع کا انتظار نہ کرے گا۔

یزید کی بیعت سے انکار

مدینہ کے صوبہ دار نے خط پڑھ کر خادم کو بھیجا، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:"چلو آتے ہیں"۔ پھر عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:"دربار کا وقت نہیں، بے وقت بلانے سے معلوم ہوتا ہے کہ امیرِ معاویہ نے وفات پائی، ہمیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ موت کی خبر مشہور ہونے سے پہلے یزید کی بیعت ہم سے لی جائے"۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:"میرا بھی یہی خیال ہے ایسی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا رائے ہے؟" فرمایا:"میں اپنے جوان جمع کر کے جاتا ہوں، ساتھیوں کو دروازے پر بٹھا کر اس کے پاس جاؤں گا۔" ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:"مجھے اس کی جانب سے اندیشہ ہے۔" فرمایا:"وہ میرا کچھ نہیں کر سکتا۔" پھر اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے ، ہمراہیوں کو ہدایت کی:"جب میں بلاؤں یا میری آواز بلند ہوتے سنو، اندر چلے آنا اور جب تک میں واپس نہ آؤں کہیں ہل کر نہ جانا۔" یہ فرما کر اندر تشریف لے گئے ، ولید کے پاس مروان کو بیٹھا پایا، ولید نے خط پڑھ کر سنایا وہی مضمون پایا جو امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیال میں آیا تھا۔ بیعت کا حال سن کر ارشاد ہوا:"مجھ جیسے چھپ کر بیعت نہیں کرتے، سب کو جمع کرو، بیعت لو، پھر ہم سے کہو" ولید نے عرض کی:"بہتر! تشریف لے جایئے۔" مروان بولا:"اگر اس وقت انہیں چھوڑ دے گا اور بیعت نہ لے گا تو جب تک بہت سی جانوں کا خون نہ ہو جائے، ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا، ابھی روک لے بیعت کر لیں تو خیر ورنہ گردن

ماردے۔" یہ سن کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "ابن الزرقاء! تُو یا وہ، کیا مجھے قتل کر سکتا ہے؟ خدا کی قسم! تُو نے جھوٹ کہا۔" یہ فرما کر واپس تشریف لائے۔

مروان نے ولید سے کہا: "خدا کی قسم! اب ایسا موقع نہ ملے گا۔" ولید بولا: "مجھے پسند نہیں کہ بیعت نہ کرنے پر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں، مجھے تمام جہاں کے ملک ومال کے بدلے میں بھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل منظور نہیں، میرے نزدیک حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا جس شخص سے مطالبہ ہوگا وہ قیامت کے دن خدائے قہار کے سامنے ہلکی تول والا ہے۔" مروان نے منافقانہ طور پر کہہ دیا: "تُو نے ٹھیک کہا۔"

(الکامل فی التاریخ، ذکر بیعت یزید، ج۳، ص۳۷۷ ملخصاً)

ولید نے دوبارہ آدمی بھیجا، لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "صبح ہونے دو۔" اور قصد فرمالیا کہ رات میں مکہ کے ارادے سے مع اہل وعیال سفر فرمایا جائے گا۔

(2)۔۔۔امام حسین کی مدینہ سے رِخصتی

امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدینہ شریف سے رخصتی کا حال بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے بڑے بھائی جان، مولانا حسن رضا خان اپنی مایہ ناز تصنیف **"آئینۂ قیامت"** کے صفحہ نمبر ۲۴ سے ۳۰ تک میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

یہ رات امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جدِ کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے روضہ منورہ میں گزاری، چلتے وقت تو اپنے جدِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مقدس گود سے لپٹ لیں پھر خدا جانے زندگی میں ایسا وقت ملے یا نہ ملے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ لگی، خواب دیکھا، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں

اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کلیجے سے لگا کر فرماتے ہیں:"حسین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ وقت قریب آتا ہے کہ تم پیاسے شہید کئے جاؤ اور جنت میں شہیدوں کے بڑے درجے ہیں۔" یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی، اٹھے اور روضہ مقدس کے سامنے رخصت ہونے کو حاضر ہوئے۔

آخری حاضری

مسلمانو! حیاتِ دنیاوی میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ حاضری آخری حاضری ہے، صلوۃ وسلام عرض کرنے کے بعد سر جھکا کر کھڑے ہوگئے ہیں، غمِ فراق کلیجے میں چٹکیاں لے رہا ہے، آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری ہیں، رقت کے جوش نے جسمِ مبارک میں لرزہ پیدا کر دیا ہے، بے قراریوں نے محشر برپا کر رکھا ہے، دل کہتا ہے سر جائے، مگر یہاں سے قدم نہ اٹھایئے، صبح کے کھٹکے کا تقاضا ہے جلد تشریف لے جایئے، دو قدم جاتے ہیں اور پھر پلٹ آتے ہیں۔ شوق کی تمنا ہے کہ عمر بھر نہ جائیں، مجبوریوں کا تقاضا ہے دم بھر نہ ٹھہرنے پائیں۔

شعبان کی چوتھی رات کے تین پہر گزر چکے ہیں اور پچھلے پہر کے نرم نرم جھونکے سونے والوں کو تھپک تھپک کر سلا رہے ہیں، ستاروں کے سنہرے رنگ میں کچھ کچھ سپیدی ظاہر ہو چلی ہے، اندھیری رات کی تاریکی اپنا دامن سمیٹنا چاہتی ہے تمام شہر میں سناٹا ہے، نہ کسی بولنے والے کی آواز کان تک پہنچتی ہے، نہ کسی چلنے والے کی چہل پہل سنائی دیتی ہے، شہر بھر کے دروازے بند ہیں، ہاں خاندانِ نبوت کے مکانوں میں اس وقت رت جگی ہو رہی ہے اور سامانِ سفر درست کیا جا رہا ہے، ضرورت کی چیزیں باہر نکالی گئی ہیں، سواریاں

دروازوں پر تیار کھڑی ہیں، محمل کس دیئے گئے ہیں، پردے کا انتظام ہو چکا ہے، ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، گھر والے سوار ہو رہے ہیں، ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے، قافلہ سالار کے تشریف لاتے ہی اہلبیت کا قافلہ روانہ ہو گیا ہے۔

مدینہ میں اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت صغریٰ (امامِ مظلوم امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی) اور جناب محمد بن حنفیہ (مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے) باقی رہ گئے۔

نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی تشریف آوری

اللہ اکبر! ایک وہ دن تھا کہ حضور سرورِعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کافروں کی ایذادہی اور تکلیف رسانی کی وجہ سے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ مدینہ والوں نے جب یہ خبر سنی، دلوں میں مسرت آمیز اُمنگوں نے جوش مارا اور آنکھوں میں عید کا نقشہ کھینچ گیا، آمد آمد کا انتظار لوگوں کو آبادی سے نکال کر پہاڑوں پر لے جاتا، منتظر آنکھیں مکہ کی راہ کو جہاں تک ان کی نظر پہنچتی، ٹکٹکی باندھ کر تکتیں، اور مشتاق دل ہر آنے والے کو دور سے دیکھ کر چونک پڑتے، جب آفتاب گرم ہو جاتا، گھروں پر واپس آتے۔ اسی کیفیت میں کئی دن گزر گئے، ایک دن اَور روز کی طرح وقت بے وقت ہو گیا تھا اور انتظار کرنے والے حسرتوں کو سمجھاتے، تمناؤں کو تسکین دیتے پلٹ چکے تھے، کہ ایک یہودی نے بلندی سے آواز دی "اے راہ دیکھنے والو! پلٹو! تمہارا مقصود بر آیا اور تمہارا مطلب پورا ہوا۔" اس صدا کے

سنتے ہی وہ آنکھیں جن پر ابھی حسرت آمیز حیرت چھاگئی تھی، اشکِ شادی برسا چلیں، وہ دل جو مایوسی سے مرجھاگئے تھے، تازگی کے ساتھ جوش مارنے لگے، بے قرارانہ پیشوائی کو بڑھے ، پروانہ وار قربان ہوتے آبادی تک لائے، اب کیا تھا خوشی کی گھڑی آئی، منہ مانگی مراد پائی، گھر گھر سے نغماتِ شادی کی آوازیں بلند ہوئیں، پردہ نشین لڑکیاں دف بجاتی، خوشی کے لہجوں میں مبارک باد کے گیت گاتی نکل آئیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

یعنی وداع کے ٹیلوں سے ہم پر ایک چاند طلوع ہوا جب تک کوئی بلانے والا اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہے گا ہم پر اس (چاند) کا شکر واجب ہے۔

بنی نجار کی لڑکیاں گلی کوچوں میں اس شعر سے اظہارِ مسرت کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِى النَّجَّارِ
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَار

یعنی ہم قبیلہ بنو نجار کی بچیاں ہیں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے اچھے پڑوسی ہیں۔

سب چھوٹ رہا ہے

غرض مسرت کا جوش تھا، درودیوار سے خوشی ٹپکی پڑتی تھی، ایک آج کا دن ہے کہ

امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ چھوٹتا ہے، مدینہ ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب راحتیں، تمام آسایشیں ،ایک ایک کر کے رخصت ہوتی اور خیر باد کہتی ہیں۔ یہ سب درکنار، ناز اٹھانے والی ماں کا پڑوس،ماں جائے بھائی کا ہمسایہ اور سب سے بڑھ کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنا بیٹا قربان کر دینے والے جدِ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا قرب، کیا یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف سے آسانی کے ساتھ آنکھیں پھیر لی جائیں ؟ آسانی سے آنکھیں پھیرنی کیسی !اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ نہ چھوڑنے پر قتل کر دیا جاتا تو قتل ہونا منظور فرماتے اور مدینہ سے پاؤں باہر نہ نکالتے، مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناقہ کو قضا، مہار پکڑے اس میدان کی جانب لیے جاتی ہے، جہاں قسمت نے پردیسیوں کے قتل ہونے ، پیاسوں کے شہید کئے جانے کا سامان جمع کیا ہے۔ مدینے کی زمین جس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں چلے جس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بچپن کی بہاریں دیکھیں، جس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوانی کی کرامتیں ظاہر ہوئیں، اپنے سر پر خاکِ حسرت ڈالتی اور پردیس جانے والے کے پیارے پیارے نازک پاؤں سے لپٹ لپٹ کر زبانِ حال سے عرض کر رہی ہے کہ " اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود کے سنگھار! کلیجے کی ٹھیک !زندگی کی بہار! کہاں کا ارادہ فرمادیا؟ وہ کون سی سرزمین ہے جسے یہ عزت والے پاؤں جو میری آنکھوں کے تارے ہیں، شرف بخشنے کا قصد فرماتے ہیں ؟

اے　تماشا　گاہ　عالم　روئے　تو
تو　کجا　بہر　تماشا　مے　روی

یعنی آپ نظارہ کے لیے کہاں جارہے ہیں جبکہ دنیا کی نگاہیں آپ کے چہرۂ انور پر جمی ہوئی ہیں۔

جس قدر یہ برکت والا قافلہ نگاہ سے دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر پیچھے رہ جانے والی پہاڑیاں اور مسجدِ نبوی کے منارے سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے کی خواہش زیادہ ظاہر کرتے ہیں، یہاں تک کہ جانے والے نگاہوں سے غائب ہوگئے اور مدینہ کی آبادی پر حسرت بھرا سناٹا چھا گیا۔

حالانکہ مدینے کے تعلق سے مدینے جانے والے ایک عاشق کی یہ تمنا ہوتی ہے:

میں جو یُوں مدینے جاتا تو کچھ اور بات ہوتی
کبھی لَوٹ کر نہ آتا تو کچھ اور بات ہوتی

میں مدینے تو گیا تھا یہ بڑا شَرَف تھا لیکن
وَہیں دم جو ٹُوٹ جاتا تو کچھ اور بات ہوتی

تُو مدینہ چھوڑ آیا تجھے کیا ہوا تھا عطارؔ
وَہیں گھر اگر بساتا تو کچھ اور بات ہوتی

کوفہ نہ جانا

راستے میں عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، عرض کی: "کہاں کا قصد فرمالیا؟" فرمایا: "فی الحال مکہ کا۔" عرض کی: "کوفے کا عزم نہ فرمایا جائے وہ بڑا بے ڈھنگا شہر ہے، وہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دغا کی گئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے سوا

کہیں کا ارادہ نہ فرمائیں ،اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو جائیں گے تو خدا کی قسم! ہمارا ٹھکانہ نہ رہے گا، ہم سب غلام بنا لیے جائیں گے۔" مزید اُنہوں نے عرض کی: میرے کُنویں میں پانی بہُت کم ہے، براہِ کرم! دُعائے بَرَکت سے نواز دیجئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس کُنویں کا پانی طلب فرمایا۔ جب پانی کا ڈول حاضِر کیا گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منہ لگا کر اس میں سے پانی نوش کیا (یعنی پیا) اور کلی کی۔ پھر ڈول کو واپَس کنویں میں ڈال دیا تو **کنویں کا پانی کافی بڑھ بھی گیا اور پہلے سے زیادہ میٹھا اور لذیذ بھی ہو گیا۔**

(طبقاتِ اِبنِ سعد ج۵ ص۱۱۰ مُلَخَّصاً)

باغِ جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلِ بیت
تم کو مُژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلِ بیت

بالآخر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ پہنچ کر ساتویں ذی الحجہ تک امن وامان کے ساتھ قیام فرما رہے۔

(الکامل فی التاریخ، ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین...الخ، ج۳، ص۳۸۱) (آئینۂ قیامت ص ۲۴-۳۰)

(3)۔۔۔کوفیوں کی درخواستیں

یزیدیوں کی کوششوں سے اہل شام سے جہاں یزید کی تخت گاہ تھی یزید کی رائے مل سکی اور وہاں کے باشندوں نے اس کی بیعت کی۔ اہل کوفہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیج رہے تھے، تشریف آوری کی التجائیں کر رہے تھے لیکن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور یزید کی تخت نشینی کے بعد اہل عراق

کی جماعتوں نے متفق ہو کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیجیں اور ان میں اپنی نیاز مندی و جذبات عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنے جان و مال فدا کرنے کی تمنا ظاہر کی، اس طرح کے التجا ناموں اور درخواستوں کا سلسلہ بندھ گیا اور تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب عرضیاں حضرت امام عالی مقام، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچیں، ناچار آپ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی تجویز فرمائی۔

عجیب مسئلہ درپیش

اگرچہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کے لیے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں او رحیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ لہذا ان حالات میں امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں جب ایک قوم ظالم و فاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل سے درخواستِ بیعت کرے اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہِ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کیا جواب ہوتا، کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کے لیے راضی نہ ہوئے۔ جس کی وجہ سے ہمیں یزید کے

ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کیلیے حاضر تھے۔ یہ مسئلہ ایسا در پیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔

عذر شرعی کیا ہے؟

اگرچہ اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابو سعید، حضرت ابو واقد لیثی وغیر ہم علیہم الرضوان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد و مَواثیق کا اعتبار نہ تھا، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت ان سب کے دلوں میں خلجان پیدا کر رہی تھی، گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ در پیش ہو گا لیکن اندیشہ مانع تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت در پیش تھی کہ اس بلاوے کو روکنے کے لیے عذر شرعی کیا ہے؟ اِدھر ایسے جلیل القدر صحابہ علیہم الرضوان کے شدید اصرار کا لحاظ، اُدھر اہل کوفہ کی عرضی رد نہ فرمانے کے لیے کوئی شرعی عذر نہ ہونا حضرت امام حسین کے لیے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا جائے اگر کوفیوں نے بدعہدی و بے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جاسکے گی۔

(تاریخ الخلفاء، باب یزید بن معاویۃ ابو خالد الاموی، ص ۱۶۴۔۱۶۵ ملتقطاً)

(4)۔۔۔حضرت مسلم کی کوفہ روانگی

اس بنا پر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ روانہ فرمایا اور اہل کوفہ کو تحریر فرمایا کہ تمہارے بلاوے پر ہم حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کرتے ہیں ان کی نصرت و حمایت تم پر لازم ہے۔ حضرت مسلم کے دو فرزند محمد اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس سفر میں اپنے پدر مشفق کے ہمراہ ہوئے۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ پہنچ کر مختار بن ابی عبید کے مکان پر قیام فرمایا آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جُوق در جُوق مخلوق آپ کی زیارت کو آئی اور بارہ ہزار سے زیادہ تعداد نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔

امامِ حسین کے نام پیغام

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ عراق کی گَرْوِیدَگی وعقیدت دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور التماس کی کہ ضرورت ہے کہ حضرت جلد تشریف لائیں تاکہ بندگانِ خدا، ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں اور دین حق کی تائید ہو، مسلمان امام حق کی بیعت سے مشرف و فیض یاب ہو سکیں۔ اہل کوفہ کا یہ جوش دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی نے جو اس زمانے میں حکومت شام کی جانب سے کوفہ کے والی (یعنی گورنر) تھے۔ اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بہت بھڑکے گا لیکن اتنی اطلاع دے

کر ضابطہ کی کارروائی پوری کرکے حضرت نعمان بن بشیر خاموش ہو بیٹھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔

(الکامل فی التاریخ، سنۃ ستین، خروج الحسین...الخ، دعوۃ اہل الکوفۃ...الخ، ج۳، ص۳۸۶،۳۸۵ ملخصًا)

غداری کی شروعات

مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اطلاع دی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ہیں اور اہلِ کوفہ میں ان کی محبت و عقیدت کا جوش دَم بدَم بڑھ رہا ہے۔ ہزارہا آدمی ان کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرچکے ہیں اور نعمان بن بشیر نے اب تک کوئی کارروائی ان کے خلاف نہیں کی نہ اِنْسِدادی تدابیر عمل میں لائے۔

عبید اللہ بن زیاد کی مکاری

یزید نے یہ اطلاع پاتے ہی نعمان بن بشیر کو معزول کیا اور عبید اللہ بن زیاد کو جو اس کی طرف سے بصرہ کا والی تھا ان کا قائم مقام کیا۔ عبید اللہ بن زیاد بہت مکار وعَیَّار تھا، وہ بصرہ سے روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو قادِسِیَّہ میں چھوڑا اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور چند آدمی ہمراہ لے کر شب کی تاریکی میں مغرب و عشاء کے درمیان اس راہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس سے حجازی قافلے آیا کرتے تھے۔ اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہلِ کوفہ میں بہت جوش ہے، ایسے طور پر داخل ہونا چاہیے کہ وہ ابنِ زیاد کو نہ پہچانیں اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے تاکہ وہ

بے خطرہ و اندیشہ امن و عافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اہلِ کوفہ جن کو ہر لمحہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار تھا، انہوں نے دھوکا کھایا اور شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتا دیکھ کر سمجھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے، نعرہ ہائے مسرت بلند کئے، گرد و پیش مرحبا کہتے چلے مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ اور قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ کا شور مچایا۔ یہ مردود دل میں تو جلتا رہا اور اس نے اندازہ کر لیا کہ کوفیوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار ہے اور ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں مگر اس وقت کی مصلحت سے خاموش رہا تاکہ ان پر اس کا مکر کھل نہ جائے یہاں تک کہ دارالامارہ (یعنی گورنمنٹ ہاؤس) میں داخل ہو گیا۔ اس وقت کوئی یہ سمجھے کہ یہ حضرت نہ تھے بلکہ ابن زیاد اس فریب کاری کے ساتھ آیا اور انہیں حسرت و مایوسی ہوئی۔ رات گزار کر صبح کو ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کا پروانہ پڑھ کر انہیں سنایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا، طرح طرح کے حیلوں سے حضرت مسلم کی جماعت کو منتشر کر دیا، حضرت مسلم نے ہانی بن عروہ کے مکان میں اقامت فرمائی، ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو ایک دستہ فوج کے ساتھ ہانی کے مکان پر بھیج کر اس کو گرفتار کر لیا، کوفہ کے تمام رؤسا و عمائد کو بھی قلعہ میں نظر بند کر لیا۔ (تاریخ الطبری، سنۃ ستین، باب مقتل الحسین بن علی...الخ، ج۴، ص۲۶)

امامِ مسلم کا ردِّ عمل

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خبر پاکر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسّلین کو ندا کی، جوق جوق آدمی آنے شروع ہوئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ قصرِ شاہی کا احاطہ کرلیا، صورت بن آئی تھی، حملہ کرنے کی دیر تھی۔ اگر حضرت مسلم حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح پاتا اور ابن زیاد اور اس کے ہمراہی حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امنڈ کر شامیوں کو تاخت و تاراج کرڈالتا اور یزید کو جان بچانے کے لیے کوئی راہ نہ ملتی۔ نقشہ تو یہی جما تھا مگر معاملہ کچھ اور ہوا، حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ کا احاطہ تو کرلیا اور باوجود یکہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ دادگُستَر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کرلیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہوسکے تو مسلمانوں میں خونریزی نہ ہونے دی جائے۔ آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا، دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤساو عمائد جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیرِاثر لوگوں کو مجبور کرکے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت سے علیحدہ کردیں۔

کوفیوں کا ردِّ عمل

یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا۔ اس خوف سے وہ گھبرا کر اٹھے اور انہوں نے دیوارِ قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رَفاقَت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی یزید ناپاک طِینَت تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا، تمہارے مال لٹوا دے گا، تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے، یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مارے جائیں گے، اپنے انجام پر نظر ڈالو، ہمارے حال پر رحم کرو، اپنے گھروں پر چلے جاؤ۔

سب نے ساتھ چھوڑ دیا

یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر منتشر ہونے لگا یہاں تک کہ تا بوقتِ شام حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کی بھرمار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا اس کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رَفاقت کے لیے کوئی ایک بھی موجود نہیں، کوفہ والوں نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع

تعلق کیا اور انہیں ذرا پرواہ نہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالَم میں ان کی بے ہمتی کا شُہرہ رہے گا اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالَم ہوں گے۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غربت و مسافرت میں تنہا رہ گئے، کدھر جائیں، کہاں قیام کریں، حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے بند تھے جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے کے لیے رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا، نادان بچے ساتھ ہیں، کہاں انہیں لٹائیں، کہاں سلائیں، کوفہ کے وسیع خطہ میں دوچار گز زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے کے لیے نظر نہیں آتی۔ اس وقت حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے، وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں خط لکھا، تشریف آوری کی التجا کی ہے اور اس بدعہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دل کش نقشہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے۔ یقیناً حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری التجا رد نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑے ہوں گے یہاں اُنہیں کیا مصائب پہنچیں گے اور چمن زہرا کے جنتی پھولوں کو کس کس طرح ستائیں گے۔ یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی جدا دامن گیر تھی۔

امامِ مسلم پر حملہ

اس حالت میں حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیاس معلوم ہوئی، ایک گھر سامنے نظر پڑا جہاں طوعہ نامی ایک عورت موجود تھی اس سے آپ نے پانی مانگا، اس نے آپ کو پہچان کر پانی دیا اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ کو اپنے مکان میں اندر لیا۔ اس عورت نے اپنے بیٹے محمد ابن اشعث کو فوراً ہی اس کی خبر دی اور اس نے ابن زیاد کو اس پر مطلع کیا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے عمرو بن حریث جو کوفہ کا کوتوال تھا اور محمد بن اشعث کو بھیجا ان دونوں نے ایک جماعت ساتھ لے کر طوعہ کے گھر کا احاطہ کیا اور چاہا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کرلیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار لے کر نکلے اور آپ نے ان ظالموں سے مقابلہ شروع کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جماعت پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے شیر ببر حملہ آور ہو۔ آپ کے شیرانہ حملوں سے دل آوروں نے دل چھوڑ دیئے اور بہت آدمی زخمی ہوگئے، بعض مارے گئے۔ معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے اس ایک جوان سے نامردانِ کوفہ کی یہ جماعت مقابلہ نہ کر سکی۔ اب تجویز کی کہ کوئی چال چلنی چاہیے اور کسی فریب سے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر امن و صلح کا اعلان کر دیا اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارے آپ کے درمیان جنگ کی ضرورت نہیں ہے نہ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنا چاہتے ہیں مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کرلیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

کہ میرا خود قصدِ جنگ نہیں اور جس وقت میرے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا اس وقت بھی میں نے جنگ نہیں کی اور میں یہی انتظار کرتا رہا کہ ابن زیاد گفتگو کرکے کوئی شکلِ مُصالَحَت پیدا کرے تو خونریزی نہ ہو۔

(البدایۃ والنہایۃ، سنۃ ستین من الہجرۃ النبویۃ، قصۃ الحسین بن علی...الخ، ج۵، ص۲۶۱، ۲۶۰ ملتقطاً)

امامِ مسلم کی شہادت

چنانچہ یہ لوگ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مع ان کے دونوں صاحبزادوں کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے کر روانہ ہوئے۔ اس بدبخت نے پہلے ہی سے دروازہ کے دونوں پہلوؤں میں اندر کی جانب تیغ زن چھپا کر کھڑے کر دیئے تھے اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ میں داخل ہوں تو ایک دم دونوں طرف سے ان پر وار کیا جائے۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی کیا خبر تھی اور آپ اس مکاری اور عَیَّاری سے کیا واقف تھے، آپ آیۂ کریمہ:

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر۔

(پ۹، الاعراف:۸۹)

پڑھتے ہوئے دروازہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہونا تھا کہ اشقیا نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کئے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر اعدائے دین کی بے رحمی سے شہید ہوا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

امامِ مسلم کے دونوں شہزادوں کی شہادت

دونوں صاحبزادے آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس بے کسی کی حالت میں اپنے شفیق والد کا سر ان کے مبارک تن سے جدا ہوتے دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل غم سے پھٹ گئے اور اس صدمہ میں وہ بَید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا تھا اور ان کی سرمگیں آنکھوں سے خونی اشک جاری تھے لیکن اس معرکۂ ستم میں کوئی ان نادانوں پر رحم کرنے والا نہ تھا، ستم گاروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغ ستم سے شہید کیا اور ہانی کو قتل کرکے سولی چڑھایا۔ ان تمام شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرائے گئے اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگ دلی اور مہمان کُشی کا عملی طور پر اعلان کیا۔

(المنتظم لابن جوزی، سنۃ ستین من الھجرۃ، باب ذکر بیعۃ یزید بن معاویۃ... الخ، ج۵، ص۳۲۶)

یہ واقعہ ۳ذی الحجہ ۶۰ہجری کا ہے۔ اسی روز مکہ مکرمہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

امامِ حسین کے ہمراہ

امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس وقت یہ حضرات تھے۔ تین فرزند حضرت امام علی اوسط جن کو امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جو حضرت شہر بانو کے بطن سے ہیں ان کی عمر اس وقت بائیس سال کی تھی اور وہ مریض تھے۔ حضرت امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو یعلی بنت ابی مرہ کے بطن سے ہیں جن کی

عمر اٹھارہ سال کی تھی (یہ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے) تیسرے شیر خوار جنہیں علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جن کا نام عبد اللہ اور جعفر بھی بتایا گیا ہے اس نام میں اختلاف ہے آپ کی والدہ قبیلہ بنی قضاعہ سے ہیں اور ایک صاحبزادی جن کا نام سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی۔ (سوانح کربلا ص۱۲۶)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کربلا میں ان کا نکاح ہونے کی جو روایت مشہور ہے وہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور کچھ ایسے کم عقل لوگوں نے یہ روایت وضع کی ہے جنہیں اتنی بھی تمیز نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ اہل بیت رسالت کے لیے وہ وقت توجہ الی اللہ اور شوق شہادت اور اتمام حجت کا تھا۔ اس وقت شادی نکاح کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے۔ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات بھی راہِ شام میں مشہور کی جاتی ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ واقعہ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ازواج میں سب سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کا بہت زیادہ اکرام واحترام فرماتے تھے۔

(سوانح کربلا ص۱۲۶)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغری رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت ام اسحٰق بنت حضرت طلحہ کے بطن سے ہیں اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنیٰ بن حضرت امام حسن ابن حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ

مدینہ طیبہ میں رہیں کربلا تشریف نہ لائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت شہر بانو اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار نوجوان فرزند حضرت قاسم، حضرت عبد اللہ، حضرت عمر، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے۔ مزید حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پانچ فرزند حضرت عباس ابن علی، حضرت عثمان ابن علی، حضرت عبد اللہ ابن علی، حضرت محمد ابن علی، حضرت جعفر ابن علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے۔ سب نے شہادت پائی۔ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندوں میں حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی مع اپنے دو صاحبزادوں محمد و ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شہید ہو چکے اور تین فرزند حضرت عبد اللہ و حضرت عبد الرحمن و حضرت جعفر برادران حضرت مسلم علیہم الرضوان امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کربلا حاضر ہو کر شہید ہوئے۔ (سوانح کربلا ص ۱۲۷)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے ان کے والد کا نام عبد اللہ بن جعفر ہے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ صاحبزادگان اہل بیت میں سے سترہ حضرات امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حاضر ہو کر رتبۂ شہادت کو پہنچے۔(سوانح کربلا ص ۱۲۷)

اور حضرت امام زین العابدین (بیمار) اور عمر بن حسن اور محمد بن عمر بن علی اور دوسرے صغیر السن صاحبزادے علیہم الرضوان قیدی بنائے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ اور شہر بانو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ اور حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دختر اور دوسری اہل بیت کی بیبیاں ہمراہ تھیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔(سوانح کربلا ص ۱۲۷)

(5)---امام حسین کی کوفہ روانگی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی درخواست قبول فرمانے میں کوئی وجہ تامل وجائے عذر باقی نہیں رہتی تھی، ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضاوقدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے شہادت کا وقت نزدیک آچکا تھا، جذبۂ شوق دل کو کھینچ رہا تھا، فداکاری کے ولولوں نے دل کو بیتاب کر دیا تھا، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر عراق کا ارادہ فرمایا اور اسباب سفر درست ہونے لگا، نیاز مندان، صادق العقیدت کو اطلاع ہوئی۔ اگرچہ ظاہر میں کوئی خوف زدہ کرنے والی صورت پیشِ نظر نہ تھی اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط سے کوفیوں کی عقیدت وارادت اور ہزارہا آدمیوں کے حلقۂ بیعت میں داخل ہونے کی اطلاع مل چکی، غَدَر اور جنگ کا بظاہر کوئی قرینہ نہ تھا لیکن صحابہ کے دل اس وقت حضرت امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر کو کسی طرح گوارانہ کرتے تھے اوروہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اصرار کررہے تھے کہ آپ اس سفر کو ملتوی فرمائیں مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفیوں کے اس بلاوے کو قبول فرمانے سے مجبور تھے کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ کوفیوں کی اتنی بڑی جماعت کا اس قدر اصرار اور ایسی التجاؤں کے ساتھ عرضیوں کو قبول نہ فرمانا اہلِ بیت کے اَخلاق کے شایانِ شان نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہنچنے پر اہل کوفہ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے شوق سے ہاتھ پھیلا دینا اور ہزاروں کوفیوں کا داخلِ حلقۂ غلامی ہو جانا، اوران کی ایسی التجاؤں کو جو محض دینی پاسداری کے لیے ہیں، ٹھکرادینا اور اس مسلمان قوم کی دل شکنی کرنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی طرح گوارانہ ہوا۔ اُدھر حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے معتبر نمائندے کے خط کو بے التفاتی کی نظر سے دیکھنا اور ان کی درخواستِ تشریف آوری کو رد فرمادینا بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بہت شاق تھا۔ یہ وجوہ تھے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفر عراق پر مجبور کیا اور آپ کو اپنے حجازی عقیدت مندوں سے معذرت کرنی پڑی۔

(البدایۃ والنہایۃ، سنۃ ستین من الہجرۃ النبویۃ، صفۃ مخرج الحسین الی العراق، ج۵، ص۲۶۴۔۲۶۵)

بیاسی افراد کا قافلہ چل دیا

حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو واقد لیثی اور دوسرے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روکنے میں بہت مصر تھے اور آخر تک وہ یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے

تشریف نہ لے جائیں لیکن یہ کوششیں کار آمد نہ ہوئیں اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳ذی الحجہ ۶۰ہجری کو اپنے اہل بیت موالی و خدام کل بیاسی (۸۲) نفوس کو ہمراہ لے کر راہِ عراق اختیار کی۔ مکہ مکرمہ سے اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے اور دنیا سے سفر کرنے والے بیت اللہ کا آخری طواف کرکے خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر روتے ہیں، ان کی گرم آہوں اور دل ہلا دینے والے نالوں نے مکہ مکرمہ کے باشندوں کو مغموم کر دیا، مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلہ کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آبدیدہ اور مغموم ہو رہا تھا مگر وہ جانبازوں کے میرِ لشکر اور فداکاروں کے قافلہ سالار مردانہ ہمت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اَثنائے راہ میں ذاتِ عرق کے مقام پر بشیر ابن غالب اسدی بعَزْمِ مکہ مکرمہ کوفہ سے آتے ملے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اہل عراق کا حال دریافت کیا، عرض کیا کہ ان کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وَ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ- **ترجمہ کنزالایمان:** اللہ جو چاہے کرے۔ (۱۳، ابرٰہیم: ۲۷)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سچ ہے۔ ایسی ہی گفتگو فرزدق شاعر سے ہوئی۔ بطن ذی الرمہ (نامی مقام) سے روانہ ہونے کے بعد عبد اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت درپے ہوئے کہ آپ اس سفر کو ترک فرمائیں اور اس میں انہوں نے اندیشے ظاہر کیے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

قُلۡ لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا

ترجمہ کنزالایمان: ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔(پ۱۰،التوبۃ:۵۱)

ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند عالم نے ہمارے لیے مقرر فرمادی۔

(البدایۃ والنہایۃ، سنۃ ستین من الہجرۃ النبویۃ، صفۃ مخرج الحسین الی العراق، ج۵، ص۶۶۸۔۶۷۴ ملتقطاً وملخصاً)

کوفیوں کی بدعہدی کی خبر

راہ میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم کی شہادت کی خبر مل گئی۔ اس وقت آپ کی جماعت میں مختلف رائیں ہوئیں اور ایک مرتبہ آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا لیکن بہت گفتگو کے بعد رائے یہی قرار پائی کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کیا جائے۔(سوانح کربلا ص ۱۳۰)

امام حسین کی حر بن یزید سے ملاقات

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا یہاں تک کہ جب کوفہ دو منزل رہ گیا تب آپ کو حر بن یزید ریاحی ملا، حر کے ساتھ ابن زیاد کے ایک ہزار ہتھیار بند سوار تھے، حر نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں عرض کیا کہ اس کو ابن زیاد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے چلے، حر نے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ مجبورانہ یہاں آیا ہے اور اس کو آپ کی جناب میں کوئی گستاخی بہت ناپسند و ناگوار ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حر سے فرمایا کہ میں اس شہر میں خود بخود نہ آیا بلکہ مجھے بلانے کے لیے اہل کوفہ کے متواتر

پیغام گئے اور لگاتار خطوط پہونچتے رہے۔ اے اہل کوفہ! اگر تم اپنے عہد و بیعت پر قائم ہو اور تمہیں اپنی زبانوں کا کچھ پاس ہو تو تمہارے شہر میں داخل ہوں ورنہ یہیں سے واپس چلا جاؤں۔ حر نے قسم کھا کر کہا کہ ہم کو اس کا کچھ علم نہیں کہ آپ کے پاس التجا نامے اور قاصد بھیجے گئے اور میں نہ آپ کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ واپس ہو سکتا ہوں۔ (سوانح کربلا ص ۱۳۰)

حر کا امامِ حسین سے برتاؤ

حر کے دل میں خاندان نبوت اور اہل بیت کی عظمت ضرور تھی اور اس نے نمازوں میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی اقتدا کی لیکن وہ ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ اگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوئی مراعات کرے تو ابن زیاد پر یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کہ ہزار سوار ساتھ ہیں، ایسی صورت میں کسی بات کا چھپانا ممکن نہیں اور اگر ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ذرا بھی نرمی کی گئی ہے تو وہ نہایت سختی کے ساتھ پیش آئے گا۔ اس اندیشہ اور خیال سے حر اپنی بات پر اڑا رہا یہاں تک کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی راہ سے ہٹ کر کربلا میں نزول فرمانا پڑا۔ (سوانح کربلا ص ۱۳۰۔۱۳۱)

یہ کربلا ہے

یہ محرم ۶۱ ہجری کی دوسری تاریخ تھی۔ آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا سے واقف تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہلِ بیتِ رسالت کو راہِ حق میں اپنے خون کی

ندیاں بہائی ہوں گی۔ آپ کو انہیں دنوں میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ کو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینۂ مبارک پر دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا عجیب وقت ہے کہ سلطان دارین کے نور نظر کو صدہا تمناؤں سے مہمان بنا کر بلایا ہے، عرضیوں اور درخواستوں کے بھرمار لگا دیئے ہیں، لیکن جب وہ کریم مہمان... اپنے کرم سے ان کی زمین میں ورود فرماتا ہے تو ان ہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آتا ہے اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے نہ اپنے وطن ہی کو واپس تشریف لے جانے پر راضی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس معزز مہمان کو مع اپنے اہل بیت کے کھلے میدان میں رختِ اقامت ڈالنا پڑتا ہے اور دشمنوں کو غیرت نہیں آتی۔ دنیا میں ایسے معزز مہمان کے ساتھ ایسی بے حمیتی کا سلوک کبھی نہ ہوا ہوگا جو کوفیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔ (سوانح کربلا ص ۱۳۱۔ ۱۳۲)

ابنِ زیاد کا مکتوب

ابھی اطمینان سے بیٹھنے اور تھکان دور کرنے کی صورت بھی نظر نہ آئی تھی کہ حضرت امام حسین کی خدمت میں ابن زیاد کا ایک مکتوب پہنچا جس میں اس نے حضرت امام حسین سے یزید پلید کی بیعت طلب کی تھی۔ حضرت امام حسین نے وہ خط پڑھ کر ڈال دیا اور قاصد سے کہا میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔ اس سے ابن زیاد کا طیش اور زیادہ ہو گیا اور اس نے مزید عساکر و افواج ترتیب دیئے اور ان لشکروں کا سپہ سالار عمرو بن سعد کو بنایا جو اس زمانے میں ملک رے کا والی (یعنی گورنر) تھا۔

رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دارالسلطنت ہے اور اس کو طہران کہتے ہیں۔ (سوانح کربلا ص ۱۳۲۔۱۳۳)

ابنِ سعد کا پڑاؤ

سب کے سب حضرت امام حسین کی عظمت و فضیلت کو خوب جانتے پہچانتے تھے اور آپ کی جلالت و مرتبت کا ہر دل مُعْتَرِف تھا۔ اس وجہ سے ابن سعد نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ سے گریز کرنی چاہی اور پہلو تہی کی وہ چاہتا تھا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے الزام سے وہ بچا رہے مگر ابن زیاد نے اسے مجبور کیا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو رے کی حکومت سے دست بردار ہو ورنہ امام سے مقابلہ کیا جائے۔ دنیوی حکومت کے لالچ نے اس کو اس جنگ پر آمادہ کر دیا جس کو اس وقت وہ ناگوار سمجھتا تھا اور جس کے تصور سے اس کا دل کانپتا تھا۔ آخر کار ابن سعد وہ تمام عساکر و افواج لے کر حضرت امام کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اور ابن زیاد بد نہاد پیہم و متواتر کُمک پر کُمک بھیجتا رہا یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو گئے اور اس نے اس جمعیت کے ساتھ کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔

(البدایۃ والنہایۃ، سنۃ ستین من الہجرۃ النبویۃ، صفۃ مخرج الحسین الی العراق، ج۵، ص ۶۷۵۔۶۷۷ ملتقطاً)

حیرت ناک بات

حیرت ناک بات ہے اور دنیا کی کسی جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ کُل بیاسی تو آدمی، ان میں بیبیاں بھی، بچے بھی، بیمار بھی، پھر وہ بھی بارادۂ جنگ نہیں آئے تھے اور انتظام

حرب کافی نہ رکھتے تھے۔ ان کے لیے بائیس ہزار کی جرار فوج بھیجی جائے۔ آخر وہ ان بیاسی نفوس مقدسہ کو اپنے خیال میں کیا سمجھتے تھے اور ان کی شجاعت وبسالت کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھے تھے کہ اس چھوٹی سی جماعت کے لیے دوگنی چوگنی دس گنی تو کیا سوگنی تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا، بے اندازہ لشکر بھیج دیئے، فوجوں کے پہاڑ لگاڈالے، اس پر بھی دل خوف زدہ ہیں اور جنگ آزماؤں، بہادروں کے حوصلے پست ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ شیرانِ حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے مجبوراًیہ تدبیر کرنی پڑی کہ لشکر امام پر پانی بند کیا جائے، پیاس کی شدت اور گرمی کی حدّت سے قُوتیں مضمحل ہوجائیں، ضُعف انتہا کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔

وہ ریگِ گرم اور وہ دھوپ اور وہ پیاس کی شدت
کریں صبر و تحمل میرِ کوثر ایسے ہوتے ہیں

اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر پانی بند کرنے اور ان کے خونوں کے دریا بہانے کیلیے بے غیرتی سے سامنے آنے والوں میں زیادہ تعداد انہیں بے حیاؤں کی تھی جنہوں نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدہادرخواستیں بھیج کر بلایا تھا اور مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر حضرت امام کی بیعت کی تھی مگر آج دشمنان حمیت و غیرت کو نہ اپنے عہد و بیعت کا پاس تھا نہ اپنی دعوت ومیزبانی کالحاظ۔ فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندانِ رسالت پر بند کر دیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خورُد سال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب، تشنہَ دہان تھے، نادان بچے ایک ایک قطرہ کے لیے تڑپ رہے

تھے، نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں، بیماروں کے لیے دریا کا کنارا بیابان بنا ہوا تھا، آل رسول کو لبِ آب پانی میسر نہ آتا تھا، سرِ چشمہ تیمم سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں، اس طرح بے آب ودانہ تین دن گذر گئے، چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک وپیاس سے بیتاب وتواں ہوگئے۔ (سوانح کربلا ص ۱۳۴)

اس معرکۂ ظلم وستم میں

اس معرکۂ ظلم وستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور سرِ نیاز جھکا دیتا مگر فرزندِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عزم و استقلال میں فرق نہ آیا، حق وصداقت کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا اور طوفانِ بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش بھی نہ ہوئی، دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا، دس محرم تک یہی بحث رہی کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کرلیں۔ اگر آپ یزید کی بیعت کرتے تو وہ تمام لشکر آپ کے تابع فرمان ہوتا، آپ کا کمال اکرام واحترام کیا جاتا، خزانوں کے منہ کھول دیئے جاتے اور دولتِ دنیا قدموں پر لٹادی جاتی مگر جس کا دل حُبِّ دنیا سے خالی ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا راز جس پر منکشف ہو وہ اس کی جانب کیسے التفات کرے، جس آنکھ نے حقیقی حسن کے جلوے دیکھے ہوں وہ نمائشی رنگ وروپ پر کیا نظر ڈالے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راحتِ دنیا کے منہ پر ٹھوکر ماردی اور راہِ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا اور باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے

ناجائز بیعت کا خیال اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی گوارا نہ فرمائی، اپنا گھر لٹانا اور اپنا خون بہانا منظور کیا مگر اسلام کی عزت میں فرق آنا برداشت نہ ہو سکا۔ (الکامل فی التاریخ، سنۃ احدی وستین، ذکر مقتل الحسین، ج۳، ص ۴۱۲۔۴۱۶ ملخصًا)

(6)۔۔۔دس محرم ۶۱ ہجری کے دِلسوز واقعات

جب کسی طرح شکْلِ مُصَالَحَتْ پیدا نہ ہوئی اور کسی شکل سے جفا شِعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں، لیکن تشنگانِ خونِ اہلِ بیت کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اب خلاصی کی کوئی شکل باقی نہیں ہے، نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں نہ واپس جانے دیتے ہیں نہ ملک چھوڑنے پر ان کو تسلی ہوتی ہے۔ وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا۔ اس وقت حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔ خندق میں آگ جلادی گئی تاکہ اہلِ خیمہ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

دسویں محرم کا قیامت نُما دن آیا

دسویں محرم کا قیامت نُما دن آیا۔ جمعہ کی صبح حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام اپنے رُفقاءِ اہلِ بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز باجماعت نہایت ذوق و شوق تضرّع و خشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لیے، زبانوں نے قرآت و تسبیحات کے لطف اٹھائے۔ نماز سے فراغت کے بعد خیمہ میں تشریف لائے،

دسویں محرم کا آفتاب قریب بطلوع ہے، امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تمام رفقاء واہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں، ایک قطرۂ آب میسر نہیں آیا اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا، بھوک پیاس سے جس قدر ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کا وہی لوگ کچھ اندازہ کر سکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی بھی نوبت آئی ہو۔ پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں، انہوں نے ناز پروردگانِ آغوشِ رسالت کو کیسا پژمُردہ کر دیا ہو گا۔ ان غریبانِ بے وطن پر جور و جفا کے پہاڑ توڑنے کیلیے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیر و تبر، تیغ و سناں سے مسلح صفیں باندھے موجود، جنگ کا نقارہ بجادیا گیا اور مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جگر بند کو مہماں بنا کر، بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔

(البدایۃ والنہایۃ، سنۃ احدی وستین، ج۵، ص۶۸۵ ملخصًا)

میدانِ کربلا میں امامِ حسین کا خطبہ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ کارِزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا جس میں بیان فرمایا کہ "خون ناحق حرام اور غضب الٰہی کا موجب ہے، میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو، میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے، کسی کا گھر نہیں جلایا، کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو، تم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں، تمہارے درپے آزار نہیں، تم کیوں میری جان کے درپے ہو اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہو سکتے ہو؟ روزِ محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہو گا؟ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو، پھر یہ بھی سمجھو کہ

میں کون اور بارگاہِ رسالت میں کس چشمِ کرم کا منظورِ نظر ہوں، میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لختِ جگر ہیں؟ میں انہیں بتولِ زہرا کا نورِ دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہلِ محشر! سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا پل صراط سے ستر (۷۰) ہزار حوروں کو رکابِ سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنی محبت فرمایا ہے، میرے فضائل تمہیں خوب معلوم ہیں، میرے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو۔"

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیرِ بحث نہیں ہے، آپ جنگ کے لیے کسی کو میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمائیے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے میری طرف سے کوئی تدبیر رہ نہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو بمجبوری وناچاری مجھ کو تلوار اٹھانا ہی پڑے گی۔"

(المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، باب ذکر شان الاذان، الحدیث: ۴۸۵۲، ج۴، ص۱۶۳)

گھوڑے نے بدلگام کو آگ میں ڈال دیا

ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گروہِ اعداء میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑا کر سامنے آیا (جس کا نام مالک بن عروہ تھا) جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہلِ خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بدباطن نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے حسین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگالی۔ حضرت امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: کَذَبْتَ یَا عَدُوَّاللہِ اے دشمن خدا! توکاذب ہے۔ تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔

مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا اور انہوں نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ صبر و تحمل اور تقویٰ اور راست بازی اور عدالت و انصاف کا ایک عدیمُ المثال منظر ہے کہ ایسی حالت میں جب کہ جنگ کیلیے مجبور کیئے گئے تھے۔ خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے۔ بے باکوں نے کمالِ بے ادبی و گستاخی سے ایسا کلمہ کہا اور ایک جاں نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے تو اس وقت اپنے جذبات قبضہ میں ہیں طیش نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ خبر دار! میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتداء نہ کرے تاکہ اس خونریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیرے جراحتِ قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے اور تیرے سوزِ جگر کی تشفی کی بھی تدبیر رکھتا ہوں، اب تو دیکھ! یہ فرما کر دست دعا دراز فرمائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یارب! عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتشِ عذاب میں مبتلا کر۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رِکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سجدۂ شکر کیا اور اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: "اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے اہلِ بیتِ رسالت کے بدخواہ کو سزا دی۔"

(سوانحِ کربلا ص۱۳۸ ملخّصاً)

اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ دشمنانِ اہلِ بیت

سیاہ بچھّو نے ڈنک مارا

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صفِ اعداء میں سے ایک اور بے باک نے کہا کہ آپ کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ آپ نے اس کے لیے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا یارب! اس بدزبان کو فوری عذاب میں گرفتار کر۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا فرمائی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی، گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لیے برہنہ ہو کر بیٹھا۔ ایک سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا تو نجاست آلُودہ تڑپتا پھرتا تھا۔ اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دِلانِ بے حمیت کو غیرت نہ ہوئی۔

(روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۱۸۶۔۱۸۸)

علی کے پیارے خاتونِ قیامت کے جگر پارے
زمیں سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی

گستاخِ حُسین پیاسا مرا

ایک مزنی نامی شخص نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آکر کہا کہ "اے امام! رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھو تو دریائے فرات کیسا موجیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔" حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے حق میں فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا یارب! اس کو پیاسا مار۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا چمکا، مزنی گرا، گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب ہوئی، اس شدت کی غالب ہوئی کہ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی شدتِ پیاس میں مر گیا۔ (روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۱۸۸)

ہاں مجھ کو رکھو یاد میں حیدر کا پِسر ہوں
اور باغِ نُبوَّت کے شجر کا میں ثَمَر ہوں
میں دِیدۂ ہمّت کیلیے نورِ نظر ہوں
پیاسا ہوں مگر ساقیِ کوثر کا پِسر ہوں

کراماتِ اِتمامِ حُجت کی کڑی تھی

اے عاشقانِ صحابہ و اہلِ بیت! فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بھی دکھا دینا تھی کہ ان کی مقبولیتِ بارگاہِ حق پر اور ان کے قرب و منزلت پر جیسے نصوص کثیرہ واحادیثِ شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہی ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل

کا عملی اظہار بھی اِتمامِ حجت کے سلسلہ کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مُستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا سے جنگ کرنا ہے اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جو اُن کے سروں پر سوار تھا اس نے انہیں اندھا بنادیا اور نیزے باز لشکر اعداء سے نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آکودے اور تکبر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مبارز کے طالب ہوئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام کے خاندان کے نونہال شوق جانبازی میں سرشار تھے۔ انہوں نے میدان میں جانا چاہا لیکن قریب کے گاؤں والے جہاں اس ہنگامے کی خبر پہونچی تھی وہاں کے مسلمان بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہوگئے تھے انہوں نے اصرار کئے حضرت کے درپے ہوگئے اور کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندانِ اہلِ بیت کا کوئی بچہ بھی میدان میں جائے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان اخلاص مندوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانا پڑیں اور انہوں نے میدان میں پہونچ کر دشمنانِ اہل بیت سے شجاعت کے ساتھ مقابلے کئے اور اپنی بہادری کے سکے جمادیئے اور ایک ایک نے اعداء کی کثیر تعداد کو ہلاک کرکے راہِ جنت اختیار کرنا شروع کی۔ اس طرح بہت سے جانباز فرزندان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کرگئے۔ ان صاحبوں کے اسماء اور ان کی جانبازیوں کے تفصیلی تذکرے سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ سنیئے چنانچہ:

وہب ابن عبد اللہ کلبی

وہب ابن عبد اللہ کلبی قبیلۂ بنو کلب کے زیبا و نیک خو، حسین و جمیل جوان تھے، اٹھتی جوانی، امنگوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے۔ صرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور ابھی بساطِ عشرت و نِشاط گرم ہی تھی کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہونچیں جو ایک بیوہ عورت تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اس مُشفِق ماں نے پیارے بیٹے کے گلے میں باہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت میں آکر ماں سے دریافت کرتا ہے کہ مادر محترمہ رنج و ملال کا سبب کیا ہے؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی آپ کی نافرمانی نہ کی نہ آئندہ کر سکتا ہوں۔ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے اور میں تازندگی مطیع و فرمانبردار رہوں گا۔ آپ کے دل کو کیا صدمہ پہونچا اور آپ کو کس غم نے رلایا؟ میری پیاری ماں! میں آپ کے حکم پر جان فدا کرنے کو تیار ہوں آپ غمگین نہ ہوں۔ اکلوتے سعادت مند بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگو سن کر ماں اور چیخ مار کر رونے لگی اور کہنے لگی، اے فرزندِ دلبند! میری آنکھ کا نور، دل کا سرور تو ہی ہے اور اے میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول! میں نے اپنی جان گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے، تو ہی میرے دل کا قرار ہے تو ہی میری جان کا چین ہے، ایک دم تیری جدائی اور ایک لمحہ تیرا افتراق مجھے برداشت نہیں ہو سکتا۔ اے جان مادر! میں نے تجھے اپنا خونِ جگر پلایا ہے۔ آج مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جگر گوشہ، خاتون جنت کا نونہال دشت کربلا میں مبتلائے مصیبت و جفا ہے، پیارے بیٹے! کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ تو اپنا خون ان پر نثار کرے اور اپنی جان ان

کے قدموں پر قربان کرڈالے۔ اس بے غیرت زندگی پر ہزار تف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا لاڈلا ظلم وجفا کے ساتھ شہید کیاجائے اگر تجھے میری محبتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو محنتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو تو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے پھول! تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر صدقہ ہو جا۔ وہب نے کہا: اے مادر مہربان! خوبی نصیب، یہ جان، شہزادۂ کونَین پر فدا ہو جائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ آقا قبول کرلیں۔ میں دل وجان سے آمادہ ہوں، ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اس بی بی سے دو باتیں کرلوں جس نے اپنی زندگی کے عیش وراحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے، وہ اگر صبر نہ کر سکی تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے۔ ماں نے کہا: بیٹا! عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ مبادا تو اس کی باتوں میں آجائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔ وہب نے کہا: پیاری ماں، امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جان نثاری کا نقش دل پر اس طرح جاگزیں ہوا ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی سے نہیں دھویا جاسکتا ہے۔ یہ کہہ کر بی بی کی طرف آیا اور اسے خبر دی کہ فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدانِ کربلا میں بے یار ومددگار ہیں اور غداروں نے ان پر نرغہ کیا ہے۔ میری تمنا ہے کہ ان پر جان نثار کروں۔ یہ سن کر نئی دلہن نے امید بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگی، اے میرے آرام جاں! افسوس یہ ہے کہ اس جنگ میں میں تیرا ساتھ

نہیں دے سکتی، شریعتِ اسلامیہ نے عورتوں کو جنگ کے لیے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ افسوس! اس سعادت میں میرا حصہ نہیں کہ تیرے ساتھ میں بھی اس جان جہاں پر جان قربان کروں ابھی میں نے دل بھر کے تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہے اور تو نے جنتی چمنستان کا ارادہ کرلیا، وہاں حوریں تیری خدمت کی آرزومند ہوں گی۔ مجھ سے عہد کر کہ جب سردارانِ اہلِ بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لیے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور بہشتی حوریں تیری خدمت کے لیے حاضر ہوں اس وقت تو مجھے نہ بھول جائے۔

یہ نوجوان اپنی اس نیک بی بی اور برگزیدہ ماں کو لے کر فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دلہن نے عرض کیا: یاابن رسول! شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی حوروں کی گود میں پہونچتے ہیں اور بہشتی حسین کمالِ اطاعت شعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں، میرا یہ نوجوان شوہر حضور پر جاں نثاری کی تمنا رکھتا ہے اور میں نہایت بے کس ہوں، نہ میری ماں ہے نہ باپ ہے نہ کوئی بھائی ہے نہ ایسے قرابتی رشتہ دار ہیں جو میری کچھ خبر گیری کر سکیں۔ التجا یہ ہے کہ عرصہ گاہِ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو اور دنیا میں مجھ غریب کو آپ کے اہلِ بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ تمام عہد ہو گئے اور وہب نے عرض کر دیا کہ اے امام! رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے مجھے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ بی بی میرے ساتھ رہے اور میں نے اس

سے عہد کیا ہے۔ وہب اجازت چاہ کر میدان میں چل دیا۔ لشکر اعداء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہر سوار ہے اور اجلِ ناگہانی کی طرح دشمن پر حملہ آور ہے، ہاتھ میں نیزہ ہے، دوش پر سِپَر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا آرہا ہے:

اَمِیْرٌ حُسَیْنٌ وَ نِعْمَ الْاَمِیْرُ

لَہٗ لَمْعَۃٌ کَالسِّرَاجِ الْمُنِیْرِ

بجلی کی طرح میدان میں پہونچا۔ کوہ پیکر گھوڑے پر سپہ گری کے فنون دکھائے۔ صف اعداء سے مبارز طلب کیا جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اڑایا، گرد وپیش سروں کا انبار لگا دیا اور ناکسوں کے تن خون و خاک میں تڑپتے نظر آنے لگے، یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑدی اور ماں کے پاس آکر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ! تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جاکر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو بیقرار رو رہی تھی اور اس کو صبر دلایا۔

اتنے میں اعداء کی طرف سے آواز آئی کہ کیا کوئی مبارز ہے۔ وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا۔ نئی دلہن ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو کے دریا بہا رہی ہے۔

وہب شیر کی طرح تیغ آبدار و نیزۂ جاں شکار لے کر معرکۂ کارزار میں آپہنچا۔ اس وقت میدان میں اعداء کی طرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرور میں سرشار تھا۔ وہب نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا اور مبارزوں میں ہمت مقابلہ نہ رہی

وہب گھوڑا دوڑاتا قلب دشمن پر پہنچا، جو مبارز سامنے آتا اس کو نیزے کی نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹک دیتا یہاں تک کہ نیزہ پارہ پارہ ہوگیا، تلوار میان سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اڑا کر خاک میں ملادیں۔ جب اعداء اس جنگ سے تنگ آگئے تو عمر بن سعد نے حکم دیا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کرکے حملہ کردیں اور ہر طرف سے یکبارگی ہاتھ چھوڑیں ایسا ہی کیا اور جب وہ نوجوان زخموں سے چور ہوکر زمین پر آیا تو سیاہ دِلانِ بد باطن نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ڈال دیا۔ اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی اے بیٹا! بہادر بیٹا! اب تیری ماں تجھ سے راضی ہوئی۔ پھر وہ سر اس دلہن کی گود میں لاکر رکھ دیا، دلہن نے اپنے پیارے شوہر کے سر کو بوسہ دیا۔ اسی وقت پروانہ کی طرح اس شمع جمال پر قربان ہوگئی اور اس کا طائرِ روح اپنے نوشاہ کے ساتھ ہم آغوش ہوگیا۔ (روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۲۳۱۔۲۳۹)

سر خروئی اسے کہتے ہیں کہ راہِ حق میں
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اَسْکَنَکُمَا اللّٰہُ فَرَادِیْسَ الْجِنَانِ وَاَغْرَقَکُمَا فِیْ بِحَارِ الرَّحْمَۃِ وَالرِّضْوَانِ

حر بن یزید کی شہادت

ان کے بعد اور سعادت مند جاں نثار، دادِ جان نثاری دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے۔ جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا انہوں نے خاندانِ اہلِ بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس زمرہ میں حُر بن یزید ریاحی قابل ذکر ہیں۔ جنگ کے

وقت حُر دشمنوں کے لشکر میں تھے مگر حُر کا دل بہت مضطرب تھا اور بیقراری ان کو ایک جگہ نہ ٹھہرنے دیتی تھی، کبھی وہ عمرو بن سعد سے جا کر کہتے تھے کہ تم امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ کروگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دوگے؟ عمرو بن سعد کو اس کا جواب نہ بن آتا تھا۔ وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتے ہیں، بدن کانپ رہا ہے، چہرہ زرد ہے، پریشانی کے آثار نمایاں ہیں، دل دھڑک رہا ہے، ان کے بھائی مصعب بن یزید نے ان کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر! آپ مشہور جنگ آزما اور دلاور وشجاع ہیں، آپ کے لیے یہ پہلا ہی معرکہ نہیں بارہا جنگ کے خونیں مناظر آپ کی نظر کے سامنے گزرے ہیں اور بہت سے دیو پیکر آپ کی تلوار سے خاک ہوئے ہیں۔ آپ کا یہ کیا حال ہے اور آپ پر اس قدر خوف وہراس کیوں غالب ہے؟

حُر نے کہا کہ اے برادر! یہ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند سے جنگ ہے، اپنی عاقبت سے لڑائی ہے، میں بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں، دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے۔ اسی اثناء میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز آئی فرماتے ہیں: "کوئی ہے جو آج آلِ رسول پر جان نثار کرے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں سرخروئی پائے۔"

یہ صدا تھی جس نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں، دلِ بے تاب کو قرار بخشا اور اطمینان ہوا کہ شاہزادۂ کونین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری پہلی جرأت سے

چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں، کریم نے کرم سے بشارت دی ہے، جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑو۔ گھوڑا دوڑایا اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے سے اتر کر نیاز مندوں کے طریقہ پر رِکاب تھامی اور عرض کیا کہ اے ابنِ رسول! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، فرزندِ بتول! میں وہی حُر ہوں جو پہلے آپ کے مقابل آیا اور جس نے آپ کو اس میدان بیابان میں روکا۔ اپنی اس جسارت و مبادرت پر نادم ہوں، شرمندگی اور خَجالَت نظر نہیں اٹھانے دیتی، آپ کی کریمانہ صدا سن کر امیدوں نے ہمت بندھائی تو حاضر خدمت ہوا ہوں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کرم سے کیا بعید کہ عفوِ جرم فرمائیں اور غلامانِ با اخلاص میں شامل کریں اور اپنے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حُر کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا: "اے حر! بارگاہ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول ہیں اور توبہ مستجاب، عذر خواہ محروم نہیں جاتے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ

ترجمہ کنزالایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔(پ۲۵، الشوریٰ:۲۵)

میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی۔ حُر بن یزید اجازت پا کر میدان کی طرف روانہ ہوئے، گھوڑا چمکا کر صفِ اعداء پر پہنچا، حُر کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حُر نے دولت سعادت پائی اور نعمت آخرت سے بہرہ مند ہوا اور

حرصِ دنیا کے غبار سے اس کا دامن پاک ہوا، اس کے دل میں بھی ولولہ اٹھا اور باگ اٹھا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا۔ عمرو بن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلہ کے لیے جاتا ہے۔ جب میدان میں پہنچا، بھائی سے کہنے لگا: بھائی! تو میرے لیے خِضرِ راہ ہو گیا، میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور رَفاقَتِ حضرتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

دشمنوں کو اس واقعہ سے نہایت حیرانی ہوئی۔ یہ واقعہ دیکھ کر عمرو بن سعد کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ گھبرا اٹھا اور اس نے ایک شخص کو منتخب کر کے بھیجا اور کہا: سمجھا بہکا کر حُر کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرو اور اپنی چالبازی اور فریب کاری انتہا کو پہنچا دو۔ پھر بھی ناکامی ہو تو اس کا سر کاٹ کر لے آؤ۔ وہ شخص چلا اور حُر سے آکر کہنے لگا، اے حر! تیری عقل و دانائی پر ہم فخر کیا کرتے تھے مگر آج تو نے کمال نادانی کی کہ اس لشکرِ جَرَّار سے نکل کر یزید کے انعام و اکرام پر ٹھوکر مار کر چند بیکس مسافروں کا ساتھ دیا جن کے ساتھ نانِ خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے۔ حر نے کہا: "اے بے عقل ناصح تجھے اپنی نادانی پر رنج کرنا چاہیے کہ تو نے طاہر کو چھوڑ کر نجس کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلہ میں دنیائے فانی کے آرام کو ترجیح دی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا پھول فرمایا ہے۔ میں اس گلستانِ رسالت پر جان قربان کرنے کی تمنا رکھتا ہوں، رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کونَین میں کون سی دولت ہے۔" کہنے لگا: "اے حُر! یہ تو میں بھی خوب جانتا ہوں

لیکن ہم لوگ سپاہی ہیں اور آج دولت و مال یزید کے پاس ہے۔" حُر نے کہا:"اے کم ہمت! اس حوصلہ پر لعنت۔"

اب اس کو یقین ہو گیا کہ اس کی چَرْب زبانی حُر پر اثر نہیں کر سکتی، اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت اس کے دل میں اتر گئی ہے اور اس کا سینہ آلِ رسول علیہ السلام کی محبت سے بھرا ہوا ہے، کوئی مکر و فریب اس پر نہ چلے گا۔ باتیں کرتے کرتے ایک تیر حُر کے سینہ پر کھینچ مارا، حُر نے زخم کھا کر ایک نیزہ کا وار کیا جو سینہ سے پار ہو گیا اور زِین سے اٹھا کر زمین پر پٹک دیا۔ اس شخص کے تین بھائی تھے، یکبار گی حُر پر دوڑ پڑے، حر نے آگے بڑھ کر ایک کا سر تلوار سے اڑا دیا۔ دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زِین سے اٹھا کر اس طرح پھینکا کہ گردن ٹوٹ گئی۔ تیسرا بھاگ نکلا اور حر نے اس کا تعاقب کیا، قریب پہنچ کر اس کی پشت پر نیزہ مارا وہ سینہ سے نکل گیا، اب حر نے ابنِ سعد کے لشکر پر حملہ کیا اور خوب زور کی جنگ ہوئی، لشکر ابن سعد کو حر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ جانباز صادق دادِ شجاعت دے کر فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جان فدا کر گیا۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حر کو اٹھا کر لائے اور اس کے سر کو زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے پاک دامن سے اس کے چہرے کا غبار دور فرمانے لگے، ابھی رَمَقِ جان باقی تھی، ابنِ زَہرا کے پھول کے مہکتے دامن کی خوشبو حر کے دماغ میں پہنچی، مَشامِ جاں معطر ہو گیا، آنکھیں کھول دیں، دیکھا کہ ابن رسول کی گود میں ہے۔ اپنے بَخْت و مقدر پر ناز کرتا ہوا فردوس بریں کو روانہ ہوا۔ (سوانح کربلا ص۱۴۶۔۱۴۸)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حر کے ساتھ اس کے بھائی اور غلام نے بھی دادِ شجاعت دے کر اپنی جانیں اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قربان کیں۔ پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے اب صرف خاندان اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم باقی ہیں اور دشمنان بد باطن کی انہیں پر نظر ہے یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نثار ہیں۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس چھوٹے سے لشکر میں سے اس مصیبت کے وقت میں کسی نے بھی ہمت نہ ہاری رُفَقا اور مَوالی میں سے کسی کو بھی اپنی جان پیاری نہ معلوم ہوئی، ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا یا دشمنوں کی پناہ چاہتا۔ جان نثارانِ امام نے اپنے صدق و جانبازی میں کھرے اترے، ہر ایک کی تمنا تھی اور ہر ایک کا اصرار تھا کہ پہلے جاں نثاری کو ان کو موقع دیا جائے، عشق و محبت کے متوالے شوق شہادت میں مست تھے، تنوں کا سر سے جدا ہونا اور راہِ خدا میں شہادت پانا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا، ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسرے کے دلوں میں شہادتوں کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔ (روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۲۰۵۔۲۱۶ ملخصاً وملتقطاً)

اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نوجوانوں نے خاکِ کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت و جواں مردی کے وہ بے مثال نُقوش ثَبَت فرمائے جن کو مٹانا بہت مشکل ہے۔ اب تک نیاز مندوں اور عقیدت مندوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنھوں نے عَلَم بردارانِ شجاعت کو خاک و خون میں لِٹا کر اپنی بہادری کے غُلْغُلے دکھائے تھے اب اسد اللہ کے

شیرانِ حق کا موقع آیا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدانِ کربلا کو اپنا مسکن بنایا۔

ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اٹھے، اسد اللہ تلواریں تھیں یا شِہابِ ثاقِب کی آتش بازی، جاں شکار حملوں نے کربلا کی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کر دیا اور خشک ریگستان سرخ نظر آنے لگا۔ نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا، ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا، ان کی تیغ بے نیام موت کا پیام تھی اور نوکِ سناں قضا کا فرمان، تلواروں کی چمک نے نگاہیں خِیرہ کر دیں اور حرب و ضرب کے جوہر دیکھ کر کوہ پیکر ترساں وہراساں ہو گئے۔ کبھی اول دستِ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں معلوم ہوتا تھا کہ سوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے کبھی مَیْسَرَہ کی طرف رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مردوں کی جماعت کھڑی تھی جو اشارہ کرتے ہی لوٹ گئی۔ صاعقہ کی طرح چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب کر نکلتی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے رہتے تھے۔ اس طرح خاندان امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھا دکھا کر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جان قربان کرتے چلے جارہے تھے۔ خیمہ سے چلتے تھے تو **بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ** -**ترجمہ کنز الایمان:** بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ (پ۴،اٰل عمرٰن:۱۶۹) کے چمنستان کی دلکش فضاء ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی، میدانِ کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزندانِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملوں نے دشمن کے ہوش اڑادیئے، ابنِ سعد نے اعتراف کیا کہ اگر فریب کاریوں سے کام نہ لیاجاتا یاان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایک ایک نوجوان تمام لشکر کوبرباد کرڈالتا، جب وہ مقابلہ کیلیے اٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ قہرالٰہی آرہاہے۔الحاصل اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نونہالوں اور ناز کے پالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر وسناں کی بارش میں حمایتِ حق سے منہ نہ موڑا، گردنیں کٹوائیں ،خون بہائے، جانیں دیں مگر کلمۂ ناحق زبان پر نہ آنے دیا، ایک ایک کرکے تمام شہزادے شہید ہوتے چلے گئے۔

علی اکبر کی شہادت

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب **"سوانحِ کربلا"**

میں لکھتے ہیں:اب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کے نورِ نظر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہیں، میدان کی اجازت چاہتے ہیں، مِنَّت وسَماجَت ہورہی ہے، عجیب وقت ہے، چہیتا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتاہے اور اس پر اصرار کرتاہے جس کی کوئی ہٹ، کوئی ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی جاتی، جس نازنین کو کبھی پدرِ مہربان نے انکاری جواب نہ دیاتھا آج اس کی یہ تمنا یہ التجادل وجگر پر کیااثر کرتی ہوگی۔ اجازت دیں تو کس بات کی! گردن کٹانے اور خون بہانے کی! نہ دیں تو

چمنستانِ رسالت کا وہ گلِ شاداب مرجھایا جاتا ہے مگر اس آرزومندِ شہادت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوقِ شہادت نے ایسا وارفتہ بنادیا تھا کہ چاروناچار حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دینی ہی پڑی۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کیا، اسلحہ اپنے دست مبارک سے لگائے، فولادی مِغْفَر سر پر رکھا، کمر پر پٹکا باندھا، تلوار حمائل کی، نیزہ سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا اس وقت اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیبیوں بچوں پر کیا گزر رہی تھی جن کا تمام کنبہ وقبیلہ برادر وفرزند سب شہید ہو چکے تھے اور ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا۔ ان تمام مصائب کو اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رضائے حق کے لیے بڑے اِسْتِقْلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انہیں کا حوصلہ تھا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمہ سے رخصت ہوکر میدان کارزار کی طرف تشریف فرما ہوئے، جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا، خوشبو سے میدان مہک گیا، چہرہ کی تجلی نے معرکۂ کارزار کو عالَمِ انوار بنادیا۔

(روضۃ الشہداء(مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۲۱۶۔۳۳۴ ملخصاً وملتقطاً)

نور نگاہ فاطمۂ آسماں جناب
صبرِ دلِ خدیجۂ پاکِ ارم قباب
لختِ دل امام حسین ابنِ ابو تراب
شیر خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب
گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب

چہرہ سے شاہزادہ کا اٹھا جبھی نقاب
مہر سپہر ہوگیا خجلت سے آب آب

کاکل کی شام رخ کی سحر موسم شباب
سنبل نثار شام فدائے سحر گلاب
شہزادۂ جلیل علی اکبرِ جمیل
بستان حُسن میں گل خوش منظر شباب

پالا تھا اہل بیت نے آغوش ناز میں!
شرمندہ اس کی ناز کی سے شیشۂ حباب
صحرائے کوفہ عالَمِ انوار بن گیا!
چمکا جو رن میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب

خورشید جلوہ گر ہوا پُشتِ سَمَنَد پر
یا ہاشمی جوان کے رُخ سے اٹھا نقاب
صولت نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز خواں
جرأت نے باگ تھامی شجاعت نے کی رکاب

چہرہ کو اس کے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں
دل کانپ اٹھے ہوگیا اعداء کو اضطراب
سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے
غیظ و غضب کے شعلوں سے دل ہوگئے کباب

نیزہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں
یا اژدہا تھا موت کا یا اسوء العقاب
چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کردیا
اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب

کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں
ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
میدان کار لرزہ براندام ہوگئے
شیرا فگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب

کہنہ پیکروں کو تیغ سے دو پارہ کردیا
کی ضرب خَود پر تو اڑا ڈالا تا رکاب
تلوار تھی کہ صاعقۂ برق بار تھا
یا ازبرائے رجم شیاطین تھا شہاب

چہرہ میں آفتاب نبوت کا نور تھا
آنکھوں میں شان صولت سرکار بو تراب
پیاسا رکھا جنہوں نے انہیں سیر کردیا
اس جود پر ہے آج تری تیغ زہر آب

میداں میں اس کے حسن عمل دیکھ کر نعیم
حیرت سے بد حواس تھے جتنے تھے شیخ و شاب

میدانِ کربلا میں فاطمی نوجوان پُشتِ سَمَنْد پر جلوہ آرا تھا، چہرہ کی تابش ماہِ تاباں کو شرمارہی تھی، سرو قامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستانِ حسن بنادیا، جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہورہی تھیں، یہ چہرۂ تاباں اس روئے درخشاں کی یاد دلارہا تھا۔ ان سنگدلوں پر حیرت جو اس گلِ شاداب کے مقابلہ کا ارادہ رکھتے تھے، ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نونہال کو تکلیف پہچانا چاہتے تھے۔ یہ اسد اللہ شیر میدان میں آیا، صفِ اعداء کی طرف نظر کی، ذوالفقارِ حیدری کو چمکایا اوراپنی مبارک زبان سے رَجز شروع کی:

اَنَا عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیِّ　نَحْنُ اَھْلُ الْبَیْتِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ

جس وقت شاہزادۂ عالی قدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رَجز پڑھی ہو گی کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستانِ کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہو گا۔ ان مدعیانِ ایمان کے دل پتھر سے بدرجہا بدتر تھے جنہوں نے اس نوبادۂ چمنستانِ رسالت کی زبانِ شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتشِ عِناد سَرد نہ ہوئی اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔ لشکریوں نے عمرو بن سعد سے پوچھا: یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خِیرہ کر رہی ہے اور جس کی ہیبت و صَولَت سے بہادروں کے دل ہراساں ہیں، شانِ شجاعت اس کی ایک ایک ادا سے ظاہر؟ کہنے لگا: یہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں، صورت و سیرت میں اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر لشکریوں کو کچھ پریشانی ہوئی اور ان کے دلوں نے ان پر ملامت کی کہ اس آقازادے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل آنا اور ایسے

جلیل القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک بے مروتی کرنا نہایت سفلہ پن اور بد باطنی ہے، لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید کے انعام و اکرام و طمعِ دولت و مال کی حرص نے اس طرح گرفتار کیا تھا کہ وہ اہل بیت اطہار کی قدرو شان اور اپنے افعال و کردار کی شامت و نحوست جاننے کے باوجود اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کرکے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باغی بنے اور آل رسول کے خون سے کنارہ کرنے اور اپنے دارین کی روسیاہی سے بچنے کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی، شاہزادۂ عالی وقار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مبارز طلب فرمایا صف اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی، کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا، معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود اور ساکت ہے۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا کہ اے ظالمانِ جفاکار! اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو، مگر کس کو ہمت تھی کہ آگے بڑھتا۔ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دشمنان خونخوار میں سے کوئی ایک آگے نہیں بڑھتا اور ان کو برابری کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے دشمن کے لشکر پر حملہ کیا، جس طرف نکل جاتے صفوں کی صفیں ہٹادیتے، ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرادیئے، بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، کبھی نیزے کی ضرب تھی، کبھی تلوار کا وار تھا، شہزادۂ اہلِ بیت کا حملہ نہ تھا عذابِ الٰہی کی بلائے عظیم تھا۔

دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستانِ اہلِ بیت کے گلِ شاداب کو پیاس کا غلبہ ہوا، باگ موڑ کر والدِ ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا: یَا اَبَتَاہُ! اَلْعَطَشُ اے

پدرِ بزرگوار! پیاس کا بہت غلبہ ہے۔ غلبہ کی کیا انتہا تین دن سے پانی بند ہے، تیز دھوپ اور اس میں جانبازانہ دوڑ دھوپ، گرم ریگستان، لوہے کے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں وہ تمازتِ آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں۔ شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنۂ شہادت کو دیا جاتا، دستِ شفقت سے چہرہ کا گرد و غبار صاف کیا اور اپنی انگشتری فرزندِ ارجمند کے دَہان اقدس میں رکھدی۔ پدرِ مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوئی پھر شہزادہ نے میدان کا رخ کیا پھر آواز دی: "هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ" کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے۔

عمرو بن سعد نے طارق سے کہا: بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو، اس نے پہلی مرتبہ مبارز طلب کیا تو تمہاری جماعت میں کسی کو ہمت نہ ہوئی پھر وہ آگے بڑھا تو صفیں کی صفیں درہم برہم کرڈالیں اور بہادروں کو کاٹ کر رکھ دیا، بھوکا ہے، پیاسا ہے، دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے، خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم جماعت میں سے کسی کو مقابلہ کرنے کی تاب نہیں۔ تف ہے تمہارے دعوائے شجاعت پر، تو میدان میں پہنچ کر مقابلہ کرکے فتح حاصل کر تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو نے یہ کام انجام دیا تو عبد اللہ ابن زیاد سے تجھ کو موصل کی حکومت دلادوں گا۔ طارق نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزندِ رسول اور اولادِ بتول سے مقابلہ کرکے اپنی عاقبت بھی خراب کروں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفا نہ کرے تو نہ میں دنیا کا رہا نہ دین کا۔ ابن سعد نے قسم کھائی اور پختہ قول و قرار کیا۔ اس پر حریص طارق

موصل کی حکومت کی لالچ میں گلِ بستانِ رسالت کے مقابلہ کے لیے چلا، سامنے پہنچتے ہی شہزادۂ والا تبار پر نیزہ کا وار کیا۔ شاہزادۂ عالیجاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا نیزہ رد فرما کر سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکمالِ ہنر مندی گھوڑے کو ایڑھ دے کر اس کو روندھ ڈالا اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں۔ یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمرو بن طارق کو طیش آیا اور وہ گھوڑا دوڑا کر شہزادہ پر حملہ آور ہوا شاہزادہ نے ایک ہی نیزہ میں اس کا کام بھی تمام کیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لیے شعلہ کی طرح شہزادہ پر دوڑ پڑا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھالیا اور زمین پر اس زور سے پٹکا کہ اس کا دم نکل گیا، شہزادہ کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہو گیا۔ ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع ابن غالب کو شہزادہ کے مقابلہ کیلیے بھیجا، مصراع نے شہزادہ پر حملہ کیا، آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کٹ گئی دو ٹکڑے ہو کر گر گیا، اب کسی میں ہمت نہ رہی تھی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا، ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل اور ابن نوفل کو ایک ایک ہزار سواروں کے ساتھ شاہزادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یکبارگی حملہ کرنے کیلیے بھیجا۔ شاہزادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک بھگا دیا۔

اس حملہ میں شہزادہ کے ہاتھ سے کتنے بدنصیب ہلاک ہوئے، کتنے پیچھے ہٹے، آپ پر پیاس کی شدت بہت ہوئی، پھر گھوڑا دوڑا کر پدرِ عالی قدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں

حاضر ہو کر عرض کیا: اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ بابا! پیاس کی بہت شدت ہے۔ اس مرتبہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اے نورِ دیدہ! حوضِ کوثر سے سیر ابی کا وقت قریب آگیا ہے، دستِ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آسکتی ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے۔" یہ سن کر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور دشمن کے لشکر پر حملہ کرنے لگے، اس مرتبہ لشکرِ اشرار نے یکبارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ آپ بھی حملہ فرماتے رہے اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک وخون میں لوٹتے رہے لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چکنا چور کر دیا تھا اور چمنِ فاطمہ کا گلِ رنگیں اپنے خون میں نہا گیا تھا، پیہم تیغ وسنان کی ضربیں پڑ رہی تھیں اور فاطمی شہسوار پر تیر و تلوار کی بارش برس رہی تھی، اس حالت میں آپ پشت زین سے روئے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاکِ کربلا پر استراحت کی۔ اس وقت آپ نے آواز دی: یَا اَبَتَاہُ! اَدْرِکْنِیْ اے پدرِ بزرگ وار! مجھ کو لیجئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑا بڑھا کر میدان میں پہنچے اور جانباز نونہال کو خیمہ میں لائے، اس کا سر گود میں لیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھ کھولی اور اپنا سر والد کی گود میں دیکھ کر کہنے لگے: اے پدر بزرگوار! میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں بہشتی حوریں شربت کے جام لیے انتظار کر رہی ہیں۔ یہ کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کی۔ (روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۲۱۶۔۳۳۴ ملخصاً وملتقطاً)

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اہل بیت کا صبر و تحمل اللہ اکبر! امید کے گل نو شگفتہ کو کمھلایا ہوا دیکھا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، ناز کے پالوں کو قربان کر دیا اور شکر الٰہی بجالائے، مصیبت پر مصیبت ہے، فاقہ پر فاقہ ہے، پانی کا نام و نشان نہیں، بھوکے پیاسے فرزند تڑپ تڑپ کر جانیں دے چکے ہیں، جلتے ریت پر فاطمی نونہال ظلم و جفا سے ذبح کئے گئے، عزیز و اقارب، دوست و احباب، خادم، موالی، سب آئین وفا ادا کر کے دوپہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قافلہ میں سناٹا ہو گیا ہے۔ جن کا کلمہ کلمہ تسکینِ دل و راحتِ جان تھا وہ نور کی تصویریں خاک و خون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں۔ آل رسول نے رضا و صبر کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ بڑے سے لے کر بچے تک مبتلائے مصیبت تھے۔ (سوانح کربلا ص ۱۵۲۔۱۵۹)

علی اصغر کی شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے فرزند علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی کمسن ہیں، شیر خوار ہیں، پیاس سے بیتاب ہیں، شدتِ پیاس سے تڑپ رہے ہیں، ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے، پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے، اس چھوٹے بچے کی خشک ننھی زبان باہر آتی ہے، بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور پیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں، کبھی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھلاتے ہیں۔ نادان بچہ کیا جانتا ہے کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے۔ ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہوا جاتا ہے کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ جانتا تھا کہ ہر چیز یہ لا کر دیا کرتے تھے۔ میری اس بے کسی کے وقت بھی پانی

پہنچائیں گے ، چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی۔ والدہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی اس کو گود میں لے جایئے اور اس کا حال ظالمانِ سنگدل کو دکھایئے اس پر تو رحم آئے گا۔ اس کو تو چند قطرے دے دیں گے۔ یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے لائق ہے۔ اس سے کیا عداوت ہے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چھوٹے نورِ نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہِ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ اپنا تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جور و جفا کے نذر کر چکا اور اب اگر آتش بغض و عناد جوش پر ہے تو اس کے لیے میں ہوں۔ یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دو۔

جفاکارانِ سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا۔ بجائے پانی کے ایک بدبخت نے تیر مارا جو علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلق چھیدتا ہوا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو میں بیٹھ گیا۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تیر کھینچا، بچہ نے تڑپ کر جان دی، باپ کی گود سے ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا ہے، خون میں نہا رہا ہے، اہل خیمہ کو گمان ہے کہ سیاہ دلانِ بے رحم اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے اور اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی لیکن جب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شگوفۂ تمنا کو خیمہ میں لائے اور اس کی والدہ نے پہلی نظر میں دیکھا کہ بچہ میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں، سکون کا عالم ہے، نہ وہ اضطراب ہے نہ بے

قراری، گمان ہوا کہ پانی دے دیا ہوگا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا، فرمایا: وہ بھی ساقی کوثر کے جامِ رحمت و کرم سے سیراب ہونے کے لیے اپنے بھائیوں سے جا ملا، اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرمائی۔

(روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۳۳۸)(سوانح کربلا ص۱۶۰۔۱۶۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَنَوَالِہٖ

رضا و تسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالمِ ملائکہ بھی حیرت میں آگیا ہوگا۔

آیا نہ ہوگا اس طرح حسن و شباب ریت پر
گلشنِ فاطمہ کے تھے سارے گلاب ریت پر
عشق میں کیا بچایئے عشق میں کیا لٹایئے
آلِ نبی نے لکھ دیا سارا نصاب ریت پر
پیاسا حسین کو کہوں اتنا تو بے ادب نہیں
لمسِ لبِ حسین کو ترسا ہے آب ریت پر
جتنے سوال عشق نے آلِ رسول سے کیے
ایک کے بعد اک دیے سارے جواب ریت پر
آلِ رسول کا کام تھا آلِ رسول ہی کر گئے
کوئی نہ لکھ سکا ادیب ایسی کتاب ریت پر

(7)---امامِ حسین کی شہادت

اے عاشقانِ اہلبیت! اب وہ وقت آیا کہ جاں نثار ایک ایک کرکے رخصت ہو چکے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جانیں قربان کر گئے، اب تنہا حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ بھی بیمار و ضعیف۔ باوجود اس ضعف و ناطاقتی کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہا دیکھ کر میدانِ کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کیلیے نیزہ دست مبارک میں لیا لیکن بیماری، سفر کی کوفت، بھوک پیاس، متواتر فاقوں اور پیاس کی شدت سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔

زین العابدین کو سپردِ امانت

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جانِ پدر! لوٹ آؤ، میدان جانے کا قصد نہ کرو، میں کنبہ قبیلہ، عزیز و اقارب، خدام، موالی جو ہمراہ تھے راہِ حق میں نثار کر چکا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ ان مصائب کو اپنے جد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا۔ تمہاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں، اہلِ بیت علیہم الرضوان کو وطن تک کون پہنچائے گا، بیبیوں کی نگہداشت کون کریگا، جَدّ و پِدَر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی، قرآن کریم کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا، میری نسل کس سے چلے گی، حسینی سیدوں علیہم الرضوان

کا سلسلہ کس سے جاری ہو گا، یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں۔ دودمانِ رسالت و نبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو، تمہاری ہی طلعت سے دنیا مُستَنیر ہو گی۔ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دلدادگانِ حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیب حق کے انوار و تجلیات کی زیارت کریں گے۔ اے نورِ نظر! لختِ جگر! یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں، میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہوگے، تمہیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے۔ (سوانح کربلا ص ۱۶۲)

امامِ حسین کی روانگی

حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے بھائی تو جاں نثاری کی سعادت پاچکے اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آغوشِ رحمت و کرم میں پہنچے، میں تڑپ رہاہوں۔ مگر اس کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کے لیے تیار ہوئے، قبائے مصری پہنی اور عمامۂ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سر پر باندھا، سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپر پشت پر رکھی، حضرت حیدرِ کَرَّار کی ذوالفقارِ آبدار لیا۔ اہلِ خیمہ نے اس منظر کو کس آنکھوں سے دیکھا ہو گا، امام میدان جانے کیلیے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہا کو پہنچتی ہے اور اُن کا سردار اُن سے طویل عرصہ کیلیے جدا ہوتا ہے، ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے، نونہالانِ اہل بیت علیہم الرضوان کے گرد یتیمی منڈلائی پھر رہی

ہے، ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے، دکھے ہوئے اور مجروح دل امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی سے کٹ رہے ہیں، بیکس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرۂ دل افروز پر نظر کر رہا ہے، سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ترسی ہوئی آنکھیں پدرِ بزرگ وار کا آخری دیدار کر رہی ہیں، آن دو آن میں یہ جلوے ہمیشہ کیلیے رخصت ہونے والے ہیں، اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں، حسرت ویاس کی تصویریں ساکت کھڑی ہوئی ہیں، نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تابِ حرکت، نورانی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں اور خاندانِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے رحمت و کرم کے سایۂ گُستَر کو رخصت کر رہا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اہل بیت کو تلقین صبر فرمائی۔ رضائے الٰہی پر صابر و شاکر رہنے کی ہدایت کی اور سب کو سپردِ خدا کر کے میدان کی طرف رخ کیا، اب نہ قاسم ہیں نہ ابو بکر و عمر نہ عثمان و عون نہ جعفر و عباس علیہم الرضوان جو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فدا کریں۔ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آرام کی نیند سو گئے جو حصولِ شہادت کی تمنا میں بے چین تھے۔ تنہا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور آپ ہی کو دشمنوں کے مقابل جانا ہے۔

خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے، حق و صداقت کا روشن آفتاب سرزمینِ شام میں طلوع ہوا، امیدِ زندگانی و تمنائے زیست کا گرد و غبار اس کے جلوے کو چھپا نہ سکا، حُبِّ دنیا و آسائشِ حیات کی رات کے سیاہ پردے آفتابِ حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہو گئے، باطل

کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں سے کافور ہو گئی، مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرزند راہِ حق میں گھر لٹا کر، کنبہ کٹا کر سر بکف موجود ہے۔

یہ کون ذی وقار ہے بلا کا شہسوار ہے
لباس ہے پھٹا ہوا غبار سے اٹا ہوا
تمام جسم نازنیں چھدا ہوا کٹا ہوا
پھر بھی ہے ڈٹا ہوا
یہ نبی کا نورِ عین ہے
یہ بالیقیں حسین ہے

دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں ذرہ برابر بھی ان کا وزن نہیں۔ آپ نے ایک رَجز پڑھی جو آپ کے ذاتی و نسبی فضائل پر مشتمل تھی اور اس میں شامیوں کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناخوشی و ناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا۔

امام حسین کا خطبہ

اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: "اے قوم! خدا سے ڈرو، جو سب کا مالک ہے، جان دینا، جان لینا سب اس کے قدرت و اختیار میں ہے۔ اگر تم خداوندِ عالَم جَلَّ جَلَالُہٗ پر یقین رکھتے اور میرے جدّ حضرت سید انبیا محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزانِ عدل قائم

ہو گی، اعمال کا حساب کیا جائے گا، میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن کی شفاعت گنہگاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امید وار ہیں وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے خونِ ناحق کا بدلہ چاہیں گے، تم میرے اہل و عیال، اعزہ و اطفال، اصحاب و موالی میں سے سَتَّر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو، خبر دار ہو جاؤ کہ عیشِ دنیا میں پائیداری و قیام نہیں، اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپے آزار ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں۔ اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہیں۔ اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَرَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللہِ۔ (روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۳۴۱-۳۴۴ ملخصاً)

امامِ حسین کے خطبہ کا اثر

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ گوہر فِشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت لوگ رو پڑے، دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسرِ ظلم و جفا ہیں اور حمایتِ باطل کے لیے انہوں نے دارین کی روسیاہی اختیار کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر ہیں۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ایک ایک جنبش دشمنانِ حق کے لیے آخرت کی رسوائی و خواری کا مُوجِب ہے اس لیے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا اور ظالمانِ بد باطن نے بھی ایک لمحہ کیلیے اس سے اثر لیا، ان کے بدنوں پر ایک ہلکی جھر جھری سی آگئی اور ان کے دلوں پر ایک بجلی سی چمک گئی، لیکن شمر وغیرہ بد سیرت و پلید

طبیعت کچھ متأثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے، کہنے لگے کہ آپ قصہ کو ختم کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعارض نہ کریگا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انجام معلوم تھا لیکن یہ تقریر اِقامَتِ حُجَّت کیلیے فرمائی تھی کہ انہیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔

سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ نظر، خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لختِ جگر بے کسی بھوک پیاس کی حالت میں آل واصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی کا زخم دل پر لیے ہوئے گرم ریگستان میں بیس ہزار کے لشکر کے سامنے تشریف فرماہے، تمام حجتیں قطع کر دی گئیں، اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعداء کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتادیا ہے کہ میں بقصدِ جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادۂ جنگ نہیں ہے اب بھی موقع دو تو واپس چلا جاؤں۔ مگر بیس ہزار کی تعداد امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے کس و تنہا دیکھ کر جوشِ بہادری دکھانا چاہتی ہے۔

(روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۳۴۴۔۳۴۵ ملخصًا)

امامِ حسین کی شجاعت

جب حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطمینان فرمایا کہ سیاہ دلانِ بدباطن کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہا اور وہ کسی طرح خونِ ناحق و ظلمِ بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جس کو میرے مقابلہ کے لیے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو۔ مشہور بہادر اور یگانہ پہلوان جن کو سخت وقت کیلیے محفوظ رکھا گیا تھا

میدان میں بھیجے گئے۔ ایک بے حیا ابنِ زہرا کے مقابل تلوار چمکاتا آتا ہے، امامِ تشنہ کام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آبِ تیغ دکھاتا ہے، پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے، غرور و قوت میں سرشار ہے، کثرتِ لشکر اور تنہائی امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نازاں ہے، آتے ہی حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تلوار کھینچتا ہے، ابھی ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرب فرمائی، سر کٹ کر دور جا پڑا اور غرورِ شجاعت خاک میں مل گیا۔ دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں ہنر مندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادرانِ کوہ شکن شام و عراق میں میری بہادری کا غُلغُلَہ ہے اور مصر و روم میں، میں شہرۂ آفاق ہوں، دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں، آج تم میرے زور و قوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔ ابن سعد کے لشکری اس متکبرِ سرکش کی باتوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کریگا۔ لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھوک پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے، صدموں نے ضعیف کر دیا ہے ایسے وقت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غالب آجانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ جب سپاہِ شام کا گستاخ جفاجو، سرکشانہ گھوڑا کوداتا سامنے آیا، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے، ہوش میں ہو، اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغِ خون سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے کس و کمزور دیکھ کر حوصلہ مندیوں کا اظہار کر رہے ہو، نامردو! میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔

شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار کا وار کیا، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا وار بچا کر کمر پر تلوار ماری، معلوم ہوتا تھا کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔ اہل شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اب اور تو کوئی باقی ہی نہ رہا، کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی حالت، دھوپ کی تپش کمزور کر چکی ہے، بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو ایک ایک مقابلہ کیا جائے، کوئی تو کامیاب ہو گا اس طرح نئے نئے دم بدم شیر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا۔ کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالی، کسی کے ہاتھ پر مارا تو قلمی تراش دیا، خود و مِغْفَر کاٹ ڈالے، کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر پٹک دیا، کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔

زمینِ کربلا میں بہادرانِ کوفہ کا کھیت بو دیا

امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے زمینِ کربلا میں بہادرانِ کوفہ کا کھیت بو دیا، نامورانِ صف شِکَن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرمادیا، نعشوں کے انبار لگ گئے، بڑے بڑے فخر روزگار بہادر کام آگئے، لشکر اعداء میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن و اطفال کو بیوہ و یتیم بنا کر چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لیجا سکے گا، موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کرو۔ بڑے بڑے پہلوان حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ سے عاجز آئے اور یہی صورت

اختیار کی اور ماہِ چرخِ حقانیت پر جور و جفا کی تاریک گھٹا چھا گئی اور ہزاروں جوان دوڑ پڑے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیر لیا اور تلوار برسانی شروع کی اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری کی ستائش ہو رہی تھی اور آپ خونخواروں کے درمیان میں اپنی تیغِ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے۔ جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پرّے کے پرّے کاٹ ڈالے۔ دشمن ہیبت زدہ ہو گئے اور حیرت میں آ گئے کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملہ جانِستان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں۔ ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور دشمنوں کا سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح بادِ خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔ ابن سعد اور اس کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں۔ کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی، تمام نامورانِ کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکیں۔ تاریخِ عالَم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ اہل کوفہ کو ہمیشہ رسوائے عالَم کرتا رہے گا، کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہماری ساری فوج بھی اس شیرِ حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی، بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیروں کی بارش برسائی جائے اور جب خوب زخمی ہو چکیں تو نیزوں کے حملوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے۔ تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں۔

گھوڑے کی زین سے فرشِ زمین پر

حسین ابن علی نے کربلا کے تپتے ہوئے ریگزار کے اندر وہ عزیمت کی داستانیں رقم

کیں، مگر چاروں طرف سے ہزاروں تیروں کی بوچھار ہونے لگی، اور ایک تنہا سید زادہ، کسی نے نیزہ مارا، کسی نے تیر مارا، جب حضرت امام حسین گھوڑے کی زین سے نیچے اترے تو اس وقت آپ کے بدن پر تینتیس زخم تلواروں کے تھے، چوتیس زخم نیزے کے، اور محتاط روایات کے مطابق جب بعد میں آپ کا پیراہن اتارا گیا، تو اس کے اندر ایک سو تیرہ سوراخ تیروں کے نکلے، اور وہ تیر جسم میں پیوست تھے، اور جب گھوڑے کی زین سے فرش زمین پر گرے تو لگا جیسے رحل سے قرآن گر گیا ہو، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ جب گھوڑے کی زین سے فرشِ زمین پر گرے تو وہ جو تیر جسم میں چبھے تھے، وہ اور پیوست ہو گئے، خون مشک بو ریت کے ذروں پر بہنے لگا، گویا اسلام کا دل دھرتی کے اوپر ہے، کائنات سکتے میں آگئی، کربلا کی دھرتی کا کلیجہ کانپ رہا ہے۔

جب مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ حسین نہ رہا

حضرت ام سلمہ کو حضور ﷺ نے کربلا کی مٹی دی تھی، اور کہا: جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حسین شہید کر دیا گیا ہے، وہ مدینے کے اندر خواب دیکھتی ہیں، کہ آقا کریم علیہ السلام کی داڑھی مبارک کے اندر گرد مبارک پڑی ہوئی ہے اور بال الجھے ہوئے ہیں، گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئیں کہ کیا ماجرا ہے؟ اور جلدی سے اس شیشی کو دیکھا تو وہ شیشی کی مٹی جو اس میں رکھی ہوئی تھی وہ خون بن گئی ہے، اور آپ نے کہا: اہل مدینہ سن لو! حضرت امام حسین شہید کر دیے گئے ہیں۔(معجم کبیر، ج۳، ص۱۰۸، حدیث:۲۸۱۷-۲۸۱۹ مفہوماً)

اپنا خون چہرے پر مل لیا

ادھر امام حسین خون اور خاک کے اندر تڑپ رہے ہیں اور آپ کے جسم نازک پر برچھیوں، تیروں اور تلواروں کے ساتھ لوگ وار کر رہے ہیں، سنان بن انس آگے بڑھا، لیکن سر کاٹنے کی ہمت نہ پڑی، اس نے نیزہ مارا اور آپ کے گلے کے قریب وہ نیزہ پار کر گیا، اور خون کا فوارہ پھوٹا، ذرہ بن شریک نے آپ کی پیشانی پر نیزہ مارا، آپ گھبرا کے گرے، اٹھے اور پھر گر گئے، اور پھر آپ نے اپنی پیشانی سجدے میں رکھ دی، اپنا خون جو چہرے پر تھا اس کو مل لیا، حسین نے سرخ رنگ کے خون کا خضاب اپنی ڈاڑھی پر لگا لیا، کہ کل میں اپنے نانا کو یہ رنگت بھی دکھاؤں گا، وہ غریب و سادہ اور رنگی داستان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رقم کر رہے ہیں۔

خون سے داڑھی رنگ گئی

خون سے داڑھی رنگ گئی، اور آپ کے ماتھے کے اوپر ذرہ بن شریک نے جو نیزہ مارا تھا اس سے آپ سنبھل نہ سکے، اٹھ کے پھر نیچے گرے، پیشانی کو سجدے میں رکھا، اور سجدے میں رکھ کر اللہ کی بارگاہ میں آخری لفظ جو میرے امام کی زبان سے نکلے، ان کو اپنے دلوں کی تختیوں پر نوٹ کر لو، دیکھو اللہ تعالی کے نبی حضرت خلیل نے دعا مانگی تھی: اے میرے مالک! اے میرے مالک! میں اس جگہ پر اپنی اولاد کو چھوڑ کر اور آباد کر کے جا رہا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ وہ نماز کو قائم رکھیں، آج اس دعا کی تکمیل کا منظر لوگوں کے سامنے ہے کہ ایک سو تیرہ تیر جسم میں چبھے، تلواروں کے گھاؤ اور وہ بھی راوی کہتے ہیں کہ

ایک ایک گھاؤ میں کتنے کتنے تلواروں کے زخم تھے، اور نیزوں کی نوکیں جسم میں چبھی ہوئی تھیں، آپ کے کلیجے کے اندر نیزے کی نوک کو توڑ دیا گیا تھا۔

اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا، سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا: سر کاٹ لے۔ اس کا ہاتھ کانپا۔ سنان ولد الشیطان بولا: "تیرا ہاتھ بے کار ہو" اور خود گھوڑے سے اتر کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جگر پارے، تین دن کے پیاسے کو ذبح کیا اور سر مبارک جدا کر لیا۔ شہادت جو دلہن بنی ہوئی سرخ جوڑا، جنتی خوشبوؤں سے بسائے اسی وقت کی منتظر بیٹھی تھی، گھونگھٹ اٹھا کر بے تابانہ دوڑی اور اپنے دولھا حسین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ (آئینۂ قیامت ص ۸۵)

حسین کے لب پر آخری کلمات یہ تھے

اے عاشقانِ امامِ حسین! اللہ کی بارگاہ میں امام کے آخری لفظ تھے: ''اَللّٰھُمَّ رَضیً بِقَضَائِكَ وَ صَبْرًا عَلٰی بَلَآئِكَ وَ تَسْلِیْمًا لِاَمْرِكَ سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' مالک! بھائی، بیٹے، بھتیجے، بھانجے، جاں نثار، اعیان و انصار سب کچھ لٹا کے، عباس کے بازو کٹا کے، جو جاسکتے تھے انہیں بھیج کے، جو جا نہیں سکتے تھے ان کو خود اٹھا کے، خیمے کے اندر بچیاں یتیم ہو گئی ہیں، سہاگ اجڑ گئے ہیں، میرے مالک! سب کچھ لٹا کے، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا گھر اجڑ گیا، ایک ایک پتی گر گئی، جن کو بلایا گیا تھا، آج ان کی میزبانی تیر و تلوار اور نیزوں سے کی گئی، لیکن مالک! تو نے دیکھا! میری زبان پر ہائے نہیں آئی، میں نے اف تک نہیں کیا:

زخم پہ زخم کھا کے جی خون جگر کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی یہ عشق ہے دلگی نہیں

محبت میں سب کچھ سہنا پڑتا ہے

یہ محبت ہے، یہاں لوگ مظلوم بھی ہوتے ہیں، یہاں لوگ سولی پر بھی چڑھتے ہیں، حکم ہوتا ہے: خبردار! اگر آہ کی تو صابروں سے نام کاٹ دوں گا، کہا مالک! "اَللّٰهُمَّ رَضیً بِقَضَائِكَ" جو تقدیر تھی میں اس پر راضی ہو گیا، "وَصَبْرًا عَلٰى بَلَائِكَ" مالک! تو نے دیکھا، میں نے صبر بھی کیا، "وَتَسْلِيْمًا لِاَمْرِكَ" مجھے مالک اعتراض بھی کوئی نہیں، جو تیرا حکم تھا میں نے اس کو تسلیم بھی کر لیا، "سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" مالک تو بڑا ہے، تو بڑا ہے، حسین سب کچھ لٹا کے، بچے لٹا کے،، بازو کٹا کے، گھر اجاڑ کے، مالک! تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے اور اتنا کچھ کرنے کے باوجود بھی تجھ پر راضی ہے، میرے مالک! تو بھی بتا، تو بھی حسین سے راضی ہوا ہے کہ نہیں ہوا ہے، شاعر لکھتا ہے:

اس پیاسے پر علی شیر خدا کو ناز ہے
اس نواسے پر محمد مصطفی کو ناز ہے
اوروں نے بھی سجدے کیے پر اس کا عجب انداز ہے
اس نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے
اے حسین ابن علی تم پر سلام

شہادت کا یہی وہ وقت تھا

دوپہر کا وقت تھا جب خاندان نبوت لٹ رہا تھا، اے عاشقانِ امامِ حسین! آؤ مل کر کربلا والے آقا کے حضور عرض کرتے ہیں:

اے حسین ابن علی تم پر سلام
نازش آل نبی تم پر سلام
تم پہ لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام
اے شہیدان محبت کے امام
لالہ گوں لالہ بدن لالہ کفن
اے چمن اندر چمن اندر چمن
زندگی ہی زندگی تیری حیات
اے حیات اندر حیات اندر حیات
افتخار ملت بیضا ہے تو
رب کعبہ کی قسم ہے یکتا ہے تو
فخر کا دل میں دریچہ باز کرنا چاہیے
جن کا تو آقا ہے ان کو ناز کرنا چاہیے

ہم واہ حسین والے ہیں آہ حسین والے نہیں ہیں:

واہ حسین تیری عظمتوں کو سلام

کوہِ ہمالیہ کا بھی کلیجہ پھٹ جاتا، لیکن اتنے، زخم کلیجے پر، جواں بیٹے کی لاش کو کندھوں پر اٹھاکے لانا کوئی مذاق تو نہیں ہے، حضرت امام حسین نے جبر کے خلاف کھڑے ہو کر قیامت تک کے لیے ایک راہِ عمل چھوڑا۔

ڈاکٹر اقبال خراج پیش کرتا ہے

ڈاکٹر اقبال خراج پیش کرتے ہوئے کہتا ہے: کہ عشق غیور کے چہرے پر جو سرخی اور باغ پن ہے وہ حسین ابن علی کے خون کا صدقہ ہے، قیامت تک کے لیے جبر کے خلاف جتنی بھی قومیں اٹھیں گی، اور جتنے بھی لوگ میدانِ عمل میں آئیں گے، سب کا قائد حسین ابن علی ہو گا۔

اگر تمہارا قاعد حسین ہے تو آگے بڑھو

کسی نے ہندوستان کی جنگِ آزادی کی لڑائی میں اپنی قوم سے کہا تھا، بر تانوی سمراج کے خلاف کھڑے ہو جاؤ، تو قوم نے کہا کہ کیسی بات کرتے ہو، ان کے پاس اتنی بڑی حکومت ہے کہ ان کی سلطنت میں سورج طلوع اور غروب ہو تا ہے، ہتھیار ان کے پاس بم و بارود اور بندوق ان کے پاس ہم تو بے ہتھیار ہیں، ان سے ٹکرانا حماقت ہے، خود کشی کرنے کے مترادف ہے، تو اس نے کہا: کیا تمہارے سامنے حسین ابن علی کا کردار موجود نہیں ہے۔ انہیں کا نام لے کر کھڑے ہو جاؤ، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ انگریزوں کی غلامی سے لوگوں کو رہائی ملی۔

حسینی ایسے ہوتے ہیں اور ایسے نہیں ہوتے

آج پوری دنیا کے اندر ظلم اور جبر کی ہوائیں چل رہی ہیں، اور اس وقت امت مسلمہ کو کردار حسین ادا کرنے کی ضرورت ہے، اگر ہم نام حسین ابن علی کا لیں اور کرتوت اور عمل یزید والے ہوں، تو یہ حضرت امام حسین سے منافقت ہے، اگر میں نامِ حسین لیتا ہوں تو گھر بھی اجڑ جائے تب بھی حق کا پرچم کبھی نہ گرنے دوں، میں اور آپ اس عزم کے ساتھ میدان عمل میں اتریں، اور عشقِ حسین اور محبتِ حسین کی عملی تصویر بن کر زمانے کو دکھا دیں کہ حسینی ایسے ہوتے ہیں، حسینی نمازی ہوتے ہیں، حسینی متقی ہوتے ہیں، حسینی حقوق اللہ کو ادا کرنے والے ہوتے ہیں، حسینی حقوق العباد کو ادا کرنے والے ہوتے ہیں، حسینی شرابی نہیں ہوتا، حسینی زانی نہیں ہوتا، حسینی جواری نہیں ہوتا، حسینی دھوکے باز نہیں ہوتا، حسینی وعدہ خلافی کرنے والا نہیں ہوتا، حسینی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوتا، حسینی ادھر کی ادھر لگانے والا، چغلی کھانے اور غیبت کرنے والا نہیں ہوتا، حسینی لڑائی جھگڑے کرنے والا نہیں ہوتا، حسینی ماں باپ کا نافرمان نہیں ہوتا، حسینی تو بااخلاق ہوتا ہے، حسینی سلیم الفطرت ہوتا ہے، حسینی سلیم الطبیعت ہوتا ہے، حسینی حسین کی چلتی پھرتی تصویر کا نام ہے، حسینی زمانہ کو حسین کا درس دینے والا ہوتا ہے، سچا عاشقِ رسول ﷺ ہوتا ہے۔

نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو رہا ہے، بے شرم کوفیوں نے سنگدلی سے محترم مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ بالآخر امامِ مظلوم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

ظالموں کو اس پر بھی صبر نہ آیا

ظالموں کو اس پر بھی صبر نہ آیا، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس مبارک اتار کر آپس میں بانٹ لیا۔ عداوت کی آگ اب بھی نہ بجھی، اہل بیت علیہم الرضوان کے خیموں کو لوٹا، تمام مال اسباب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صاحبزادیوں کا زیور اتار لیا، کسی بی بی کے کان میں ایک بالی بھی نہ چھوڑی۔ اللہ واحد قہار کی ہزار ہزار لعنتیں ان بے دینوں کی شقاوت پر، زیور درکنار اہل بیت کے سروں سے ڈوپٹے تک اتار لیئے، اب بھی مردودوں کو چین نہ پڑا، ایک شقی ناری جہنمی پکارا: "کوئی ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کو گھوڑوں سے پامال کردے؟" دس مردود گھوڑے کوداتے دوڑے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود کے پالے، مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سینے پر کھیلنے والے کے تنِ مبارک کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا کہ سینہ وپشتِ نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔(آئینۂ قیامت ص ۸۵۔۸۶)

(8)۔۔۔شہادت کے بعد کے کچھ واقعات

محرم ۶۱ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز ۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن کی عمر میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دارِ ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہی۔ ابن زیاد بدنہاد نے سرِ مبارک کو کوفہ کے کوچہ وبازار میں پھروایا اور اس طرح اپنی بے حمیتی وبے حیائی کا اظہار کیا پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانباز شہدا علیہم الرضوان کے سروں کو اسیرانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شمر ناپاک کی ہمراہی میں یزید کے پاس دمشق بھیجا، یزید نے سرِ مبارک اور اہلِ بیت کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور وہاں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، ومن صغار الصحابۃ، الحسین الشہید... الخ، ج۴، ص۴۲۹)

حسین اور ان کے رفیقوں علیہم الرضوان کا خون

اس واقعۂ ہائلہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ ہوا اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ امام احمد و بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ایک روز میں دو پہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سنبل معنبر و گیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں، دست مبارک میں ایک خون سے بھری شیشی ہے۔ یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہو گیا، میں نے عرض کیا: اے آقا! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: حسین اور ان کے رفیقوں علیہم الرضوان کا خون ہے، میں اسے آج صبح سے اٹھاتا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس تاریخ و وقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس... الخ، الحدیث: ۲۵۵۳، ج۱، ص۶۰۶)

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقتل میں گیا تھا

حاکم نے بیہقی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کے سرِ مبارک وریشِ اقدس پر گردو غُبار ہے، عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: ابھی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقتل میں گیا تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب من رأی فی منامہ...الخ، باب ماجاء فی رؤیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام، ج۷، ص۴۸)

آسمان سے خون برسا

بیہقی وابو نعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو آسمان سے خون برسا۔ صبح کو ہمارے مٹکے، گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔

(الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر فی فضائل اہل البیت...الخ، الفصل الثالث، ص۱۹۴)

بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ سات روز تک آسمان خون رویا، اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

(الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر فی فضائل اہل البیت...الخ، الفصل الثالث، ص۱۹۴)

بیہقی وابو نعیم نے زہری سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس روز شہید کئے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالکوائن...الخ، باب ماروی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبد اللہ الحسین...الخ، ج۶، ص۴۷۱)

بیہقی نے امِ حبان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن اندھیرا ہو گیا اور تین روز کامل اندھیرا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

(البدایۃ والنہایۃ، سنۃ احدی وستین، فصل فی یوم مقتل الحسین رضی اللہ عنہ، ج۵، ص۱۰۷ ملتقطاً)

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تیری انتہا کے بعد
قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شاہ است حسین بادشاہ ہست حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنا لا الہ است حسین

اللہ پاک کی امامِ حسین رضی اللہ عنہ پر کروڑوں رحمتیں ہوں اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　　　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(12) یزید اور یزیدیوں کا انجام

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

(1)۔۔۔شہادت کے بعد کے واقعات

(2)۔۔۔سرِ انور کہاں دفن کیا گیا؟

(3)۔۔۔یزید کا انجام

(4)۔۔۔ابنِ زیاد کا دردناک انجام

(5)۔۔۔یزیدوں کا برا انجام

(6)۔۔۔خولی بن یزید کا دردناک انجام

(7)۔۔۔مختار اور نبوت کا دعوی

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(12) یزید اور یزیدیوں کا انجام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْف وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ رسول! ہم درودِ پاک پڑھنے کی بے شمار برکتیں، رحمتیں، سعادتیں، مغفرتیں سنتے رہتے ہیں لہذا جہاں درودِ پاک کے پڑھنے والے کو بہت کچھ ملتا ہے وہیں درودِ پاک نہ پڑھنے والے کو دونوں جہان میں نقصان و خسران کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بے برکتی، نحوست اس کا مقدر بنتی ہے آیئے میں آپ کو بتاتا چلوں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درودِ پاک نہ پڑھنا کتنا نقصان کا باعث ہے۔ چنانچہ

دعوتِ اسلامی کے اِشاعَتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کے مَطْبُوعہ ۳۹ صفحات پر مشتمل رسالے **"بُرے خاتمے کے اَسْباب"** کے صفحہ نمبر ایک پر سبع سنابل کے حوالے سے منقول ہے، ایک شخص کو اِنتِقال کے بعد کسی نے خَواب میں سر پر مجوسیوں (یعنی آتَش پرستوں) کی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا تو اِس کا سبب پوچھا، اُس نے جواب دیا: جب کبھی **محمدِ مصطفٰی** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ و سلَّمْ کا نامِ مبارَک آتا میں **دُرُود شریف** نہ پڑھتا تھا اِس گُناہ کی نُحُوست سے مجھ سے مَعْرِفت اور اِیمان سَلب کر لیے گئے یعنی چھین لیے گئے ہیں۔

(سبع سنابل، ص ۳۵)

اے عاشقانِ رسول! ہمیں بھی اللہ پاک کی بے نِیازی اور اس کی **خُفْیہ تَدْبیر** سے ڈرتے رہنا چاہیے اور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر **دُرُود شریف** پڑھنے میں غَفْلَت نہیں کرنی چاہیے۔آج سے پہلے ہو سکتا ہے بارہا ایسا ہوا ہو کہ ہم نے نامِ اقدس سن کر یا بول کر **دُرُود شریف** نہ پڑھا ہو۔چونکہ یہ رِعایت مَوجُود ہے کہ اگر اس وَقت نہ پڑھے تو بعد میں بھی پڑھ سکتا ہے لہٰذا اب پڑھ لے اور آئندہ کوشش کرکے اُسی وَقت پڑھ لیا کرے ورنہ بعد میں پڑھ لے۔

دُرودِ پاک پڑھنے کا شَرْعی حُکْم

صَدْرُ الشَّرِیعہ، بَدْرُ الطَّرِیقہ حضرتِ علّامہ مولانا مُفْتی محمد اَمجد علی اَعْظمی عَلَیْہ رَحْمَۃُ اللہ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''عُمر میں ایک مرتبہ **دُرُود شریف** پڑھنا فرض ہے اور ہر جلسۂ ذِکر میں **دُرُود شریف** پڑھنا واجِب خواہ خُود نامِ اَقدس لے یا دوسرے سے سُنے۔ اگر ایک مَجلس میں سو بار ذِکر آئے تو ہر بار **دُرُود شریف** پڑھنا چاہیے۔ اگر نامِ اقدس لیا یا سُنا اور **دُرُود شریف** اُس وَقت نہ پڑھا تو کسی دوسرے وَقت میں اس کے بدلے کا پڑھ لے۔''

(بہارِ شریعت، ۱/۵۳۳)

ہر دَم مِری زباں پہ دُرُود و سلام ہو
میری فُضُول گوئی کی عادَت نِکال دو

اے عاشقانِ اہلبیت! حُضُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر **دُرُود و سلام** پڑھنے کے جہاں بے شُمار فَضائِل وبَرَکات ہیں، وہیں نامِ اَقدس سُن کر سُستی و غَفْلَت کے باعث **دُرُود شریف** نہ پڑھنا نہ صِرف عظیم سَعادَت سے مَحرومی کا باعث ہے بلکہ ہَلاکت وبربادی اور

اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ چُنانچہ

رَحمتِ الٰہی سے دُور

حضرتِ سَیِّدُنا کَعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ ایک مرتبہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مِنْبر کے قریب آجاؤ۔'' ہم **مِنْبر شریف** کے قریب حاضِر ہوگئے، جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے زِینے پر قَدَمِ مُبارَک رکھا تو اِرشاد فرمایا: ''آمین۔'' جب دوسرے زِینے پر قَدَمِ مُبارَک رکھا تو ارشاد فرمایا: ''آمین۔'' اور جب تیسرے زِینے پر قَدَمِ مُبارَک رکھا تو بھی ارشاد فرمایا: ''آمین۔'' پھر جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **مِنْبر شریف** سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: ''یا رسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آج ہم نے آپ سے ایسی بات سُنی ہے جو پہلے کبھی نہ سُنی تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جبریلِ امین عَلَیہ السَّلام میرے پاس حاضِر ہوئے اور عرض کی: جس نے رَمَضان کا مہینہ پایا اور اس کی مَغفِرت نہ ہوئی وہ (اللہ کی رَحمت سے) دُور ہو۔ تو میں نے کہا: آمین۔ فَلَمَّا رَقَّيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بُعْداً لِّمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، قُلْتُ آمِيْن، یعنی جب میں نے دوسرے زِینے پر قَدَم رکھا تو جبریلِ امین علیہ السَّلام نے عرض کی: ''جس کے سامنے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذِکر ہوا اور اس نے آپ پر دُرُود نہ پڑھا وہ بھی (اللہ کی رَحمت سے) دُور ہو۔ تو میں نے کہا: ''آمین۔ پھر جب میں نے تیسرے زِینے پر قَدَم رکھا تو جبریلِ امین علیہ السلام نے عرض کی: جس

نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا پھر اُنہوں نے اسے جنّت میں داخل نہ کیا تو وہ بھی (اللہ کی رَحمت سے) دُور ہو۔ تو میں نے کہا: "آمین۔

(مستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب لعن اللہ العاق لوالدیہ...الخ، ۵/ ۲۱۲، حدیث: ۷۳۳۸)

مُفسّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرت مُفْتی احمد یار خان نعیمی (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہ القوی) اس حدیثِ پاک کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: یعنی ایسا مُسلمان ذلیل وخوار ہو جائے جو میرا نام سُن کر دُرُود نہ پڑھے۔ عربی میں اس بَددُعا سے مُراد اِظہارِ ناراضی ہوتا ہے حقیقتاً بَددُعا مراد نہیں ہوتی، مطلب یہ ہے کہ جو بِلا محنت دس رَحمتیں دس دَرَجے دس مُعافیاں حاصل نہ کرے بڑا بے وقُوف ہے۔" (مراۃ، ۲/ ۱۰۲)

اللہ اکبر! اے عاشقانِ رسول! سنا آپ نے کہ درودِ پاک نہ پڑھنے والا کتنا بڑا بے وقوف ہے کہ بلا محنت ملنے والے ثواب کو ضائع کر کے نقصان و خسران کا حقدار ہوتا ہے۔ آیئے اب میں آپ کو چند ایسی احادیث سناتا ہوں جن میں درودِ پاک نہ پڑھنے کے نقصانات بیان کیے گیے ہیں چنانچہ: اللہ کے آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

{۱} جو لوگ اپنی مجلس سے اللہ کے ذِکر اور نبی (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) پر دُرُود شریف پڑھے بغیر اُٹھ گئے تو وہ بدبودار مردار سے اُٹھے۔

(شُعَبُ الْاِیمان ج۲ ص۲۱۵ حدیث ۱۵۷۰)

{۲} جس کے پاس میرا ذِکر ہوا اور اُس نے مجھ پر دُرُودِ پاک نہ پڑھا اُس نے جنت کا راستہ چھوڑ دیا۔ (مُعجَم کبیر ج۳ ص۱۲۸ حدیث ۲۸۸۷)

{۳} اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذِکر ہو اور وہ مجھ پر دُرودِ

پاک نہ پڑھے۔(ترمذی ج۵ ص۳۲۰ حدیث ۳۵۵۶)

{٤} جس کے پاس میرا ذِکر ہو اور وہ مجھ پر دُرُود شریف نہ پڑھے تو وہ لوگوں میں سے کنجوس ترین شخص ہے۔(مُسندِ امام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۴۲۹ حدیث ۱۷۳۶)

{٥} جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے ، اللہ کا ذِکر اور نبی (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) پر دُرُود شریف نہ پڑھے وہ قِیامت کے دِن جب اُس کی جزا دیکھیں گے تو اُن پر حسرت طاری ہو گی، اگرچہ جنت میں داخل ہو جائیں۔(ایضاً ج ۳ ص ۴۸۹ حدیث ۹۹۷۲)

{٦} جس کے پاس میرا ذِکر ہوا اور اُس نے مجھ پر دُرُود شریف نہ پڑھا اُس نے جفا کی۔(مُصَنَّفعَبدُ الرَّزّاق ج ۲ ص ۱۴۲ حدیث ۳۱۲۶)

{٧} جس کے پاس میرا ذِکر ہوا اور اُس نے مجھ پر دُرُودِ پاک نہ پڑھا تحقیق وہ بد بخت ہو گیا۔(عَمَلُ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ لابن السُّنّی ص ۲۳۶ حدیث ۳۸۱)

{٨} جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں پھر اُس میں نہ اللہ کا ذِکر کرتے ہیں اور نہ ہی اُس کے نبی (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) پر دُرُود پاک پڑھتے ہیں قیامت کے دن وہ مجلس اِن کے لیے باعث حسرت ہو گی۔اللہ چاہے تو اِن کو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔(ترمذی ج ۵ ص ۲۴۷ حدیث ۳۳۹۱)

ہم اہلِ فرش نہ کیوں کر پڑھیں درود ان پر
فرشتے عرش سے آ کر درود پڑھتے ہیں

درود بھیجتا ہے ان پہ خود خدا ان کا
فرشتے اور پیمبر درود پڑھتے ہیں
جو پڑھ رہے ہیں پرندے تو اس میں حیرت کیا
نوید ان پہ تو کنکر درود پڑھتے ہیں

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

دین پے قربان ہو گئے کربلا والے
سر وہ ہے جو کٹے اسلام کی خدمت کے لیے
آبرو وہ جو گے دین کی عظمت کے لیے
ہر دنیٰ چیز ہوا کرتی ہے اعلیٰ پے نثار
جسم ہے جاں کے لیے جان ہے عترت کے لیے
کیوں جھکے سامنے ادنیٰ کے وہ ذاتِ عالی
جس کا ہر نقشِ قدم قبلہ ہوا امت کے لیے
جو کہ آغوشِ پیمبر میں پھلا پھولا تھا
کربلا میں وہ کٹا دیں کی حفاظت کے لیے
ہاشمی باغ ہوا ہاشمی خوں سے سیراب
باغِ زہرہ کٹا اس باغ کی نزہت کے لیے

استقامت پے فدا ہو تیری اے دستِ حسین
نہ گیا ہاتھ میں بے دیں کے بیعت کے لیے

کھل گیا اس سے اگر حق پے نہ ہوتے اصحاب
دست حسنین نہ لڑتا کبھی بیعت کے لیے

اس دوگانہ پے فدا ساری نمازیں جس میں
دھار حُلقوم پے سر خم ہو عبادت کے لیے

سالک اصحاب تو نورانی ہیں اور آل ہے نور
نور کو نوری ہی لائق تھا معیت کے لیے

بیان کا موضوع

اے عاشقانِ اہلِ بیت! ذکرِ شہدائے کربلا جاری و ساری ہے، ماہِ محرم الحرام کی جلوہ گری ہے اور آج ہم یزید اور یزیدیوں کے انجام کے متعلق چند باتیں سنیں گے:

(1)۔۔۔شہادت کے بعد کے واقعات

(2)۔۔۔سرِ انور کہاں دفن کیا گیا؟

(3)۔۔۔یزید کا انجام

(4)۔۔۔ابنِ زیاد کا دردناک انجام

(5)۔۔۔یزیدوں کا برا انجام

(6)۔۔۔خولی بن یزید کا دردناک انجام

(7)۔۔۔ مختار اور نبوت کا دعوی

(1)۔۔۔شہادت کے بعد کے واقعات

نور کا سُتون اور سفید پرندے

اے عاشقانِ اہلبیت! امام عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ **تَعَالٰی** عَنْہ کی شہادت کے بعد آپ کے خیمے کو لوٹ لیا گیا، با پردہ اور باوقار خواتین کو قیدی بنا لیا گیا، عابدِ بیمار حضرتِ زین العابدین رضی اللہ عنہ کو زنجیروں میں جکڑ دیا، اور امامِ حسین کے سرِ منوّر کو نیزے پر بلند کر کے یزیدیوں نے میدانِ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق یزید پلید کے پاس لے گئے اور اس دوران سرِ انور سے کئی کرامات کا ظُہور ہوا۔ اِمامِ عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ **تَعَالٰی** عَنْہ کا **سرِ انور** رُسوائے زمانہ یزیدی بدبخت "خولی بن یزید" کے پاس تھا، وہ رات کے وَقت کوفہ پہنچا۔ گورنر ہاؤس کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ لہذا یہ **سرِ انور** کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ ظالم نے **سرِ انور** کو بے ادَبی کے ساتھ زمین پر رکھ کر ایک بڑا برتن اس پر اُلٹ کر اس کو ڈھانپ دیا اور اپنی بیوی کے پاس جا کر کہا: میں تمہارے لیے زمانے بھر کی دولت لایا ہوں، وہ دیکھ! حُسین ابن علی کا سر تیرے گھر پر پڑا ہے۔ اس کی عورت بگڑ کر بولی: "تجھ پر خدا کی مار ہو! لوگ تو سیم وزر (یعنی چاندی اور سونا) لائیں اور تو فرزندِ رسول کا مبارَک سَر لایا ہے۔ خدا کی قسم! اب میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی۔ یہ کہہ کر اپنے بچھونے سے اُٹھی اور جِدھر سرِ انور تشریف فرما تھا اُدھر آ کر بیٹھ گئی۔ اُس کا بیان ہے: **خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اُس برتن تک ستون کی طرح چمک رہا تھا اور سفید پرندے اس کے اِردگرد منڈلا رہے تھے۔**

جب صبح ہوئی تو خولی بن یزید سرِ انور کو ابنِ زِیادِ بدنِہاد کے پاس لے گیا۔ (اَلکامل فی التّاریخ ج۳ ص۴۳۴)

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنت کی
سُواری آنے والی ہے شہیدانِ مَحَبَّت کی

سرِ اقدس کی تِلاوت

صحابیِ رسول حضرتِ سیِّدُنا زَید بن اَرقَم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے: جب یزیدیوں نے حضرتِ امامِ عالی مقام، سیِّدُنا **امامِ حُسین** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے **سرِ انور** کو نیزے پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا اس وَقت میں اپنے مکان کے اوپر والے حصّے پر تھا۔ جب **سرِ مبارَک** میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ **سرِ پاک** نے پارہ ۱۵ سُوْرَۃُ الْکَہَف کی آیت نمبر ۹ تِلاوت فرمائی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا(۹) (پ۱۵، الکہف:۹)

ترجَمۂ کنزُالایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ (یعنی غار) اور جنگل کے کَنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

(شَواہِدُ النُّبُوَّۃ ص۲۳۱)

اِسی طرح ایک دوسرے بُزُرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ جب یزیدیوں نے سرِ مبارَک کو نیزے سے اُتار کر ابنِ زِیادِ بدنِہاد کے مَحَل میں داخِل کیا، تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مقدّس ہونٹ ہل رہے تھے اور زَبانِ اقدس پر پارہ ۱۳ سُوْرَۃُ اِبْرَاهِیْم کی آیت نمبر ۴۲ کی تلاوت جاری تھی۔

وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ

ترجَمۂ کنزالایمان: اور ہر گز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

(کراماتِ صحابہ ص۲۴۶)

عبادت ہو تو ایسی ہو تلاوت ہو تو ایسی ہو
سرِ شبّیر تو نیزے پہ بھی قراں سناتا ہے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

تابعی بزرگ حضرتِ سیِّدُنا مِنْہال بن عَمْرو رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کہتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب **امام حُسین** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سرِ انور کو لوگ نیزے پر لیے جاتے تھے اُس وَقت میں "دِمَشْق" میں تھا۔ سرِ مبارَک کے سامنے ایک شخص سُوْرَۃُ الْکَھَف پڑھ رہا تھا جب وہ آیت نمبر ۹ پر پہنچا:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا(۹) (پ۱۵، الکھف:۹)

ترجَمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ (یعنی غار) اور جنگل کے کَنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

اُس وَقت اللہ کریم نے قُوّتِ گویائی (یعنی بولنے کی طاقت) بخشی تو سرِ انور نے بزبانِ فصیح فرمایا:

اَعْجب مِنْ اَصْحَابِ الْکَھْفِ قَتْلِی وَحَمْلِی

اصحابِ کہف کے واقعے سے میرا شہید ہونا اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

(ابن عساکر ج۶۰ ص۳۷۰)

سر شہیدانِ مَحَبَّت کے ہیں نیزوں پر بُلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہلِ بیت

اے عاشقانِ اہلبیت! صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی اپنی کتاب **"سوانح کربلا"** میں یہ حِکایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: در حقیقت بات یِہی ہے، کیونکہ **اَصحابِ کَہف** پر کافِروں نے ظلم کیا تھا اور **حضرتِ امامِ عالی مقام** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ان کے نانا جان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمّت کے لوگوں نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا! آل واَصحاب عَلَیہِمُ الرِّضْوَان کو حضرتِ امامِ پاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے شہید کیا۔ پھر خود حضرتِ امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کیا، اہلِ بیتِ کِرام عَلَیہِمُ الرِّضْوَان کو اَسیر (یعنی قیدی) بنایا، سرِ مبارَک کو شہر شہر پھرایا۔ **اَصحابِ کہف** سالہاسال کی طویل نیند کے بعد بولے یہ ضَرور عجیب ہے مگر سرِ انور کا تنِ مبارک سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا عجیب تر ہے۔
(سوانح کربلا ص۱۷۵)

خون سے لکھا ہوا شعر

یزید پلید کے ناپاک لشکری جب سیِّدُنا **امام حُسین** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سرِ مبارَک کو لے کر چلے اور پہلی منزل میں ٹھہر کر نَبِیذ یعنی کھجور کا شِیرہ پینے لگے۔ (ایک اور روایت میں ہے: وَھُمْ یَشْرَبُوْنَ الْخَمْر یعنی وہ شراب پینے لگے) اِتنے میں ایک **لوہے کا قلم** نُمُودار (یعنی ظاہر) ہوا اور اُس نے **خون** سے یہ شِعر لکھا:

اَ	تَرْجُوْ	اُمَّةٌ	قَتَلَتْ	حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ	جَدِّهٖ	يَوْمَ	الْحِسَابِ	

کیا حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قاتل یہ بھی امّید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت ان کے نانا جان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت پائیں گے ؟ (معجم کبیر ج۳ص۱۲۳حدیث۲۸۷۳)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور سرورِعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اعلانِ نُبوّت فرمانے سے تین سو سال پہلے یہ شعر ایک پتّھر پر لکھا ہوا ملا۔ (اَلصَّواعِقُ الْمُحْرِقَۃ ص۱۹۴)

سرِ انور کی کرامت سے راہِب کا قَبولِ اسلام

اے عاشقانِ اہلبیت! جب یزیدی لشکر امامِ حسین کے سرِ انور کو یزید پلید کے پاس دمشق لے جارہے تھے تو راستے میں **ایک** نصرانی راہب (یعنی کرسچین عبادت گزار) کے گرجاگھر سے گزرے اس راہب نے گرجاگھر سے سر انور کو دیکھا تو لوگوں سے پوچھا یہ کس کا سر ہے، انہوں نے بتایا: کہ یہ امامِ حسین کا سر ہے، نواسۂ رسول کا سر ہے، راہب نے کہا: ''تم بُرے لوگ ہو، کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہوسکتے ہو کہ ایک رات یہ سرِ انور میرے پاس رہے۔'' وہ لالچی لوگ بھلا کیسے انکار کرسکتے تھے انہیں تو دنیا کی دولت ہر چیز سے اچھی نظر آرہی تھی، لہٰذا انہوں نے قَبول کرلیا۔ راہِب نے **سرِ مبارَک** کو لیا، بڑے احترام کے ساتھ دھویا، خوشبو لگائی، رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا، ایک نور بلند ہوتا پایا۔ راہِب نے وہ رات رورو کر کاٹی، صبح ہوتے ہی اسلام لایا اور گرجاگھر، اس کا مال ومتاع چھوڑ کر اپنی زندگی اہلِ بیت کی خدمت میں گزار دی۔ (اَلصَّواعِقُ الْمُحْرِقَۃ ص۱۹۹)

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دُکانِ اہلِ بیت

دِرہم و دِینار ٹھیکریاں بن گئے

یزیدیوں نے لشکرِ امام عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ان کے خیموں سے جو دِرہم و دِینار لوٹے تھے اور جو راہب سے لیے تھے اُن کو تقسیم کرنے کیلیے جب **تھیلیوں کے مُنہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب دِرہم و دِینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے** اور اُن کے ایک طرف پارہ ۱۳ سُوْرَۃُ اِبْرٰاهِیْم کی آیت نمبر ۴۲

وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ

ترجَمۂ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ (پاک) کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

اور دوسری طرف پارہ ۱۹ سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء کی آیت نمبر ۲۲۷

وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (۲۲۷)

ترجَمۂ کنزالایمان: اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

تحریر تھی۔ (اَلصَّوَاعِقُ الْمُحْرِقَۃ ص۱۹۹)

تم نے اُجاڑا حضرتِ زَہرا کا بوستاں
تم خود اُجڑ گئے تمہیں یہ بد دعا ملی
رُسوائے خَلق ہو گئے برباد ہو گئے
مَردودو! تم کو ذلّتِ ہر دَوسَرا ملی

اے عاشِقانِ صحابہ و اہلِ بیت ! یہ قدرت کی طرف سے ایک درسِ عبرت تھا کہ بد بختو! تم نے اِس فانی دنیا کی خاطر دین سے مُنہ موڑا اور اٰلِ رسول پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑا۔ یاد رکھو! دین سے تم نے سخت بے پرواہی برتی اور جس فانی و بے وفا دُنیا کے حُصول کے لیے ایسا کیا وہ بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی اور تم خَسِرَ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃ (یعنی دنیا میں بھی نقصان اور آخرت میں بھی نقصان) کا مصداق ہوگئے۔

دنیا پرستو دین سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عَیش و طَرَب کی ہوا ملی

اے عاشقانِ اہلبیت! تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے جب کبھی عَمَلًا دین کے مقابلے میں اِس فانی دنیا کو ترجیح دی تو اس بے وفا دنیا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور جنہوں نے اس فانی دنیا کو لات مار دیا اور قراٰن و سنّت کے احکامات پر مضبوطی سے قائم رہے اور دین و ایمان سے منہ نہیں موڑا بلکہ اپنے کردار و عمل سے یہ ثابت کیا۔

سر کٹے کنبہ مرے سب کچھ لٹے
دامنِ احمد ہاتھوں سے نہ چھٹے

تو دنیا ہاتھ باندھ کر ان کے پیچھے پیچھے ہوگئی اور وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوئے۔ میرے آقا **اعلیٰ حضرت** رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں:

وہ کہ اس در کا ہوا، خلقِ خدا اُس کی ہوئی
وہ کہ اس در سے پھرا، اللہ اُس سے پھر گیا

مغفِرت سے مایوسی کی لرزہ خیز حکایت

اے عاشقانِ اہلبیت! اب خوب توجہ کے ساتھ ایک لرزہ خیز واقعہ سنیئے چنانچہ:

حضرتِ سیّدُنا ابو محمد سُلَیمان اَعْمَش کُوفی تابعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: میں حجِ بیتُ اللہ کے لیے حاضِر ہوا، دَورانِ طواف ایک شخص کو دیکھا کہ غِلافِ کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا کہہ رہا تھا: "یا اللہ **پاک! مجھے بخش دے، یااللہ پاک مجھے بخش دے اور میں گُمان کرتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔**" میں اس کی اِس عجیب سی دُعا پر بَہُت **مُتَعَجِّب** ہوا کہ سُبْحٰنَ اللہِ الْعَظِیم آخر اِس کا ایسا کون سا گناہ ہے جس کی بخشش کی اِس کو اُمّید نہیں، مگر میں طواف میں مصروف رہا۔ دوسرے پھیرے میں بھی سنا تو وہ یہی کہہ رہا تھا۔

میری حیرانی میں مزید اضافہ ہوا۔ میں نے طواف سے فارِغ ہو کر اس سے کہا: تُو ایسے عظیم مقام پر ہے جہاں بڑے سے بڑا گناہ بھی بخشا جاتا ہے اگر تُو اللہ کریم سے **مغفِرت اور رَحمت** مانگتا ہے تو اس سے اُمّید بھی رکھ، کیونکہ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ کے بندے! تو کون ہے؟ میں نے کہا: میں سُلَیمان اَعْمَش ہوں! اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک طرف لے گیا اور کہنے لگا: **میرا گناہ بَہُت بڑا ہے۔** میں نے کہا: کیا تیرا گناہ پہاڑوں، آسمانوں، زمینوں اور عرش سے بھی بڑا ہے؟ کہنے لگا: ہاں! ہاں! میرا گناہ بَہُت زیادہ بڑا ہے! **افسوس!** اے سُلَیمان! میں اُن ستّر بدنصیب آدَمیّوں میں سے ایک ہوں جو حضرتِ امامِ عالی مقام، امامِ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سرِ انور کو یزیدِ پلید کے پاس لائے تھے۔ یزیدِ پلید نے اس **مبارَک سر** کو شہر کے باہَر لٹکانے کا حکم دیا۔ پھر اس کے حکم سے اُتارا گیا اور

سونے (Gold) کے طَشت میں رکھ کر اس کے آرام کرنے کے کمرے (Bedroom) میں رکھا گیا۔ آدھی رات کے وَقت یزیدِ پلید کی زوجہ کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ **امامِ عالی مقام** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے **سرِ انور سے لے کر آسمان تک ایک نورانی شُعاع جگمگا رہی ہے!** یہ دیکھ کر وہ سخت خوف زدہ ہوئی اور اس نے یزیدِ پلید کو جگایا اور کہا: اُٹھ کر دیکھو، میں ایک عجیب و غریب منظر دیکھ رہی ہوں، یزید نے بھی اس روشنی کو دیکھا اور خاموش رہنے کیلیے کہا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے **سرِ مبارَک** نکلوا کر دِیبائے سبز (ایک عمدہ قسم کے سبز کپڑے) کے خیمے میں رکھوا دیا اور اس کی نگرانی کے لیے ستّر آدمی مقرّر کر دیئے، میں بھی ان میں شامل تھا۔ پھر ہمیں حکم ہوا جاؤ کھانا کھا آؤ۔ جب سورج غروب ہو گیا اور کافی رات گزر گئی تو ہم سو گئے۔ میں نے دیکھا کہ آسمان پر ایک بڑا بادَل چھایا ہوا ہے اور اس میں سے گڑگڑاہٹ اور پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی سی آواز آرہی ہے پھر وہ بادَل قریب ہوتا گیا یہاں تک کہ زمین سے مل گیا اور اس میں سے ایک مرد نُمُودار ہوا جس پر جنت کے دو حُلّے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک فَرش اور کُرسیاں تھیں، اس نے وہ فَرش بچھایا اور اس پر کُرسیاں رکھ دیں اور پکارنے لگا: **اے ابوالبشر! اے آدم** (عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام) **! تشریف لایئے۔** ایک نہایت حسین و جمیل بُزُرگ تشریف لائے اور **سرِ مبارک** کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: ”سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے ولی! سلام ہو تجھ پر اے بقیۃُ الصّالحین! زندہ رہے تم سعید ہو کر، شہید ہوئے تم طرید یعنی خلف ہو کر، پیاسے رہے حتّٰی کہ اللہ پاک نے تمہیں ہم سے ملا دیا۔ اللہ پاک تم پر رحم فرمائے اور تمہارے قاتل کے لیے بخشش نہیں، تمہارے قاتِل کے لیے

کل قِیامت کے دن دوزخ کا بَہُت بُرا ٹھکانا ہے۔''

یہ فرما کر وہ اُن کرسیوں میں سے ایک کرسی پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک اور بادَل آیا وہ بھی اِسی طرح زمین سے مل گیا اور میں نے سُنا کہ ایک مُنادی نے ندا کی: **اے نبیُّ اللہ! اے نوح** (عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام)! **تشریف لائیے**۔ ناگاہ ایک صاحِبِ وَجاہت زَردی مائل چہرے والے بُزُرگ دو جنّتی حُلّے پہنے ہوئے تشریف لائے اور اُنہوں نے بھی وُہی الفاظ ارشاد فرمائے اور ایک کُرسی پر بیٹھ گئے۔ پھر ایک اور بڑا بادَل آیا اور اس میں سے **حضرت سیّدُنا ابراہیم خلیلُ اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نُمُودار ہوئے، اُنہوں نے بھی وُہی کلمات فرمائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے اِسی طرح **حضرتِ سیّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اور **حضرتِ سیّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام تشریف لائے اور اِسی طرح کے کلمات ارشاد فرما کر کُرسیوں پر جلوہ اَفروز ہو گئے۔ پھر ایک بَہُت ہی بڑا بادَل آیا اُس میں سے **حضرتِ محمد مصطفٰے** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور **حضرتِ بی بی فاطِمہ** اور **حضرتِ امام حَسَن مُجتَبٰی** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور **ملائکہ** نُمُودار ہوئے۔ پہلے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **سرِ انور** کے پاس تشریف لے گئے اور **سرِ مبارَک** کو سینے سے لگایا اور بَہُت روئے۔ پھر حضرتِ بی بی فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دیا، اُنہوں نے بھی سینے سے لگایا اور بَہُت روئیں۔ پھر حضرت آدم صَفِیُّ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے نبیِّ رَحمت، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آ کر یوں تعزیت کی:

اَلسَّلَامُ عَلَی الْوَلَدِ الطَّیِّبِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْخَلْقِ الطَّیِّبِ، اَعْظَمَ اللهُ اَجْرَكَ وَ اَحْسَنَ عَزَاءَكَ فِي اِبْنِكَ الْحُسَيْنِ۔

"سلام ہو پاکیزہ فطرت و خصلت والے پاک فرزند پر، اللہ پاک آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے اور آپ کے شہزادۂ گرامی حسین (کے اس امتحان) میں اَحسن یعنی بہترین صبر دے۔"

اسی طرح **حضرتِ سیّدُنا نُوح نَجِیُّ اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام، **حضرتِ سیّدُنا ابراہیم خلیلُ اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام، **حضرتِ سیّدُنا موسیٰ کلیمُ** عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام، **حضرتِ سیّدُنا عیسٰی روحُ اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے بھی تعزیت فرمائی۔

پھر سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چند کلمات ارشاد فرمائے۔ پھر ایک فرِشتے نے اللہ پاک کے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب آکر عرض کی: **اے ابو القاسم** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! (اس واقعۂ ہائلہ سے) ہمارے دل پاش پاش (یعنی ٹکڑے ٹکڑے) ہوگئے ہیں۔ میں آسمانِ دنیا پر مُوَکَّل (مُ۔وَک۔کَل یعنی ذمہ دار) ہوں۔ اللہ کریم نے مجھے آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِطاعت (یعنی جیسا فرمائیں ویسا کرنے) کا حکم دیا ہے اگر آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مجھے حکم فرمائیں تو میں ان لوگوں پر آسمان ڈھادوں اور ان کو تباہ وبرباد کر دوں۔ پھر ایک اور فرِشتے نے آکر عرض کی: **اے ابو القاسم** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! میں دریاؤں پر مُوَکَّل

(یعنی ذمہ دار) ہوں، اللہ پاک نے مجھے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرمائیں تو میں ان پر طوفان برپا کر کے ان کو تَہس نَہس (یعنی برباد) کر دوں۔ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے فرشتو! ایسا کرنے سے باز رہو۔ **حضرتِ سیِّدُنا حسن مجتبیٰ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے (سوئے ہوئے چوکیداروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں) عرض کی: **نانا جان!** یہ جو سوئے ہوئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو میرے بھائی (حُسین) کے **سرِ انور** کو لائے ہیں اور یہی نگرانی پر بھی مقرّر ہیں۔ تو نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اے میرے رب کے فِرشتو! میرے بیٹے کے قتل کے بدلے میں ان کو قتل کر دو۔“ **تو خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ چند ہی لمحوں میں میرے سب ساتھی ذبح کر دیئے گئے۔** پھر ایک فِرشتہ مجھے ذبح کرنے کے لیے بڑھا تو میں نے پکارا، **اے ابو القاسم** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! مجھے بچایئے اور مجھ پر رحم فرمایئے! اللہ کریم آپ پر رحم فرمائے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فِرشتے سے فرمایا: ”اسے رہنے دو۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میرے قریب آ کر فرمایا: تو ان ستّر (۷۰) آدمیوں میں سے ہے جو سر لائے تھے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے کندھے میں ڈال کر مجھے منہ کے بل گرا دیا اور فرمایا: ”اللہ **پاک تجھ پر نہ رحم کرے اور نہ تجھے بخشے**، اللہ **پاک تیری ہڈّیوں کو نارِ دوزخ میں جلائے۔**“ تو یہ وجہ ہے کہ میں اللہ پاک کی رحمت سے نااُمّید ہوں۔

(شامِ کربلا ص ۲۶۷ تا ۲۷۰ بحوالہ نور الابصار ص ۱۴۹ ملخصاً)

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کُشتگانِ اہلِ بیت

(2)۔۔۔سرِ انور کہاں دفن کیا گیا؟

اے عاشقانِ اہلبیت! امامِ عالی مقام، حضرتِ سیِّدُنا **امامِ حُسین** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے **سرِ انور** کے مدفن (یعنی دفن ہونے کی جگہ) کے بارے میں اِختِلاف ہے۔ **"طبقاتِ ابن سعد"** میں ہے: **امامِ عالی مقام امامِ حُسین** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے **سرِ انور** کو جنت البقیع شریف میں حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ زَہرا کے پہلو (Side) میں دَفن کر دیا گیا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد ج ۵ ص ۱۸۴)

بعض کا کہنا ہے کربلا میں **سرِ انور** کو جَسَدِ مبارَک سے ملا کر دَفن کیا۔
(تذکرۃ الخواص ج ص ۲۶۵)

بعض کہتے ہیں کہ: "یزید نے حکم دیا تھا کہ امام حُسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے **سرِ انور** کو شہروں میں پھراؤ۔ پھرانے والے جب **عسقلان** پہنچے تو وہاں کے امیر نے اُن سے لے کر دَفن کر دیا۔"

بعض کہتے ہیں کہ "جب عسقلان پر فرنگیوں (یعنی یورپیوں) کا غلبہ ہوا تو طلائع بن رزیک (جس کو صالح کہتے ہیں) نے **تیس ہزار دینار** دے کر فرنگیوں سے **سرِ انور** لینے کی اجازت حاصِل کی اور مع فوج و خُدّام ننگے پاؤں وہاں سے ۸ جُمادی الآخر ۵۴۸ھ بروز اتوار مِصر میں لایا۔ **اُس وَقت بھی سرِ انور کا خون تازہ تھا اور اُس سے مُشک کی سی خوشبو آتی تھی۔** پھر اُس نے سبز حَریر (یعنی ہرے رنگ کے ریشم) کی تھیلی میں آبنُوسی کُرسی پر رکھ کر اِس

کے ہم وزن مُشک و عنبر اور خوشبو اس کے نیچے اور ارد گرد رکھوا کر اس پر **مشہد حسینی** بنوایا، جو قاہرہ (مصر) میں خان خلیلی کے قریب مشہور ہے۔" (نورالابصار للشبلنجی ص۱۴۷۔۱۴۹ وغیرہ ملخّصاً)

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لُٹ رہا ہے کاروانِ اہلِ بیت

سرِ مُبارَک کی چمک دَمَک

ایک روایت یہ بھی ہے کہ **سرِ انور** یزیدِ پلید کے خزانہ ہی میں رہا۔ جب بنو اُمَیّہ کے بادشاہ سلیمان بن عبدُ الملک کا دَورِ حکومت (۹۶ھ تا ۹۹ھ) آیا اور ان کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے **سرِ انور** کی زیارت کی سعادت حاصِل کی، اس وَقت **سرِ انور** کی مبارَک ہڈّیاں سفید چاندی کی طرح چمک رہی تھیں، اُنہوں نے خوشبو لگائی اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرِستان میں دَفن کروادیا۔ (شام کربلا ص۲۴۹، ابن عساکر ج۶۹ ص۱۶۱)

چہرے میں آفتابِ نُبُوّت کا نور تھا
آنکھوں میں شانِ صَولتِ سرکارِ بُو تُراب

اے عاشقانِ اہلبیت! اب یزیدیوں کا بھیانک انجام بھی سنتے چلیئے:

(3)۔۔۔یزید کا انجام

یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بد نصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام علیہم الرضوان کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر زمانے میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام حقارت کے ساتھ لیا جائے گا۔

یہ بد باطن، سیاہ دل، ۲۵ھ میں امیر معاویہ کے گھر مَیْسُون بنت بَحْدَل کلبیہ کے پیٹ

سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بد نما، کثیر الشعر، بد خُلق، تُند خُو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب، گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بیہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب ٦٠ ھ میں بمقامِ دِمَشق لَقْوَہ میں مبتلا ہوکر وفات پائی۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد یزید تختِ سلطنت پر بیٹھا

یزیدِ پلید کا دل چُونکہ دنیائے ناپائیدار کی مَحَبَّت سے سرشار تھا اس لیے وہ شہرت و اقتِدار کی ہَوَس میں گرِفتار ہو گیا۔ اور اِس ہوَس نے اسے اس کے انجام سے غافِل کرکے امامِ عالی مقام اور آپ کے رُفقا عَلَیہِمُ الرِّضْوَان کے خونِ ناحق کروانے تک پہنچا دیا۔ جس اقتدار کی خاطر اُس نے کربلا میں ظلم و ستم کی آندھیاں چلائیں وہ اِقتِدار اُس کے لیے کچھ زیادہ ہی ناپائیدار ثابت ہوا۔ بدنصیب یزید صِرف تین برس چھ ماہ تختِ حُکومت پر شیطنت (یعنی شرارت و خباثت) کرکے ربیعُ الاوّل 64ھ کو مُلکِ شام کے شَہر "حِمص" کے علاقے حوّارین میں 39 سال کی عمر میں مر گیا۔

یزید پلید کی مَوت کا ایک سَبَب یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ وہ ایک رُومی النَّسل لڑکی کے عِشق میں گرفتار ہو گیا تھا مگر وہ لڑکی اَندرُونی طور پر اِس سے نَفرت کرتی تھی۔ ایک دِن رَنگ رَلیاں مَنانے کے بَہانے اس نے یزید کو دُور ویرانے میں تَنہا بُلایا، وہاں کی ٹھنڈی ہواؤں نے یزید کو بدمَست کر دیا۔ اس دوشیزہ نے یہ کہتے ہوئے کہ جو بے غیرت و نابکار اپنے نبی کے

نَواسے کا غَدّار ہو وہ میرا کب وفادار ہو سکتا ہے، خَنۡجَرِ آبدار کے پے دَرۡپے وار کر کے چیر پھاڑ کر اس کو وَہیں پھینک دِیا۔ چند روز اس کی لاش چیل کوّوں کی دعوت میں رہی۔ بالآخِر ڈھونڈتے ہوئے اُس کے اَہالی موالی (یعنی نوکر چاکر) وَہاں پہنچے اور گڑھا کھود کر اُس کی سَڑی ہوئی لاش کو وہیں داب آئے۔ (اوراق غم ص ۵۵۰)

وہ تخت ہے کس قبر میں وہ تاج کہاں ہے؟
اے خاک بتا زورِ یزید آج کہاں ہے؟

(4)۔۔۔ابنِ زیاد کا دردناک انجام

اے عاشقانِ اہلبیت! یزیدِ پلید کی وہ چنڈال چوکڑی (یعنی فسادی گروپ) جس نے میدانِ کربلا میں گلشنِ رسالت کے مَدَنی پھولوں کو خاک و خون میں تڑپایا تھا۔ اُن کا بھی عبرتناک انجام ہوا۔ یزیدِ پلید کے بعد سب سے بڑا مجرم کوفے کا گورنر عُبیدُ اللہ ابنِ زیاد تھا۔ اِسی بدنِہاد (یعنی بدخو، بری فطرت والے شخص) کے حکم پر امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور آپ کے اہل بیتِ کرام عَلَیہِمُ الرِّضْوَان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ نیرنگیٔ دنیا (یعنی دنیا کے دھوکے) کا تماشا دیکھئے کہ مختار ثقفی کی ترکیب سے ابراہیم بن مالک اَشۡتَر کی فوج کے ہاتھوں دریائے فرات کے کَنارے صرف 6 برس کے بعد یعنی ۱۰ مُحرَّمُ الحرام 68ھ کو ابنِ زیادِ بدنِہاد انتہائی ذلّت کے ساتھ مارا گیا! لشکریوں نے اس کا سر کاٹ کر "ابراہیم" کو پیش کر دیا اور ابراہیم نے "مختار" کے پاس کوفہ بھجوادیا۔ (سوانح کربلا ص ۱۸۲ مُلَخَّصاً)

جب سرِ مَحشر وہ پوچھیں گے بُلا کے سامنے
کیا جوابِ جُرم دو گے تم خدا کے سامنے

رونے والا کوئی نہ تھا

دارُالْاِمارت (Capital) کُوفہ کو آراستہ کیا گیا اور اُسی جگہ ابنِ زِیادِبد نِہاد کا سرِ ناپاک رکھا گیا جہاں ٦ برس قَبل امامِ عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا **سرِپاک** رکھا گیا تھا۔ اِس بدنصیب پر رونے والا کوئی نہیں تھا بلکہ اس کی موت پر جشن منایا جارہا تھا۔

ابنِ زیاد کی ناک میں سانپ

تابعی بزرگ حضرتِ سیِّدُنا عُمَارَہ بن عُمَیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے روایت ہے کہ جب عُبَیدُ اللّٰہ ابن زِیاد کا سَر مع اس کے ساتھیوں کے سروں کے لاکر رکھا گیا تو میں ان کے پاس گیا۔ اچانک غُل پڑ گیا: ''آگیا! آگیا!!'' میں نے دیکھا کہ ایک **سانپ** آرہا ہے، سب سروں کے بیچ میں ہوتا ہوا ابنِ زِیاد کے ناپاک نتھنوں میں داخل ہو گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر چلا گیا حتّٰی کہ غائب ہو گیا۔ پھر غُل پڑا: ''آگیا! آگیا!!'' دو یا تین بار ایسا ہی ہوا۔

(ترمذی ج۵ ص۴۳۱ حدیث ۳۸۰۵)

(5)۔۔۔یزیدیوں کا برا انجام

اے عاشقانِ اہلبیت! ابنِ زیاد، ابنِ سَعد، شمر، قَیس ابن اَشْعَث کِندی، خولی ابنِ یزید، سِنان ابنِ اَنَس نَخعی، عبدُ اللّٰہ ابن قَیس، یزید بن مالِک اور باقی تمام اَشْقِیا جو حضرتِ سیِّدُنا امامِ عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قتل میں شریک تھے اور ساعی (یعنی کوشش کرنے والے) تھے طرح طرح کی عُقُوبتوں (یعنی اَذِیّتوں) سے قتل کئے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔ (سوانح کربلا ص ۱۸۳)

کب تلک تم حُکومت پہ اتراؤ گے
ظالمو! بعد مرنے کے پچھتاؤ گے
کب تک آخِر غریبوں کو تڑپاؤ گے
تم جہنَّم کے حق دار ہو جاؤ گے

(6)۔۔۔خولی بن یزید کا دردناک انجام

دنیا کی مَحَبَّت اور مال وزر کی ہَوَس انسان کو اندھا اور انجام سے بے خبر کر دیتی ہے۔ بدبخت خولی بن یزید نے دُنیا ہی کی مَحَبَّت کی وجہ سے مظلومِ کربلا کا **سرِ انور** تن سے جُدا کیا تھا۔ مگر چند ہی برس کے بعد اِس دنیا ہی میں اُس کا ایسا خوفناک انجام ہوا کہ کلیجا کانپ جاتا ہے چُنانچِہ چند ہی برس کے بعد مختار ثقفی نے قاتِلینِ امامِ حسین کے خلاف جو انتِقامی کاروائی کی اس ضِمن میں صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولیٰنا سیِّد محمد نعیم الدّین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: مختار نے ایک حکم دیا کہ کربلا میں جو شخص (لشکرِ یزید کے سپہ سالار) عمرو بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سُن کر کوفہ کے جَفاشِعار سُورما (یعنی ظالم و ناانصاف بہادُر) بصرہ بھاگنا شروع ہوئے۔ مختار کے لشکر نے ان کا تَعاقُب (یعنی پیچھا) کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا، لاشیں جَلا ڈالیں، گھر لُوٹ لیے۔ ''خولی بن یزید'' وہ خبیث ہے جس نے حضرتِ امامِ عالی مقام، سیِّدُنا امامِ حُسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا **سرِ مبارَک** تنِ اقدس (یعنی جسمِ اقدس) سے جُدا کیا تھا۔ یہ رُوسیاہ بھی گرِفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا، **مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سُولی چڑھایا، آخر آگ میں**

جھونک دیا۔ اِس طرح لشکرِ ابنِ سعد کے تمام اَشرار (یعنی شریروں) کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کُوفی جو حضرتِ امامِ عالی مقام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

اے تِشنگانِ خونِ جوانانِ اہلِ بیت
دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کُتّوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کیے
گھورے پہ بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی
رُسوائے خَلق ہو گئے برباد ہو گئے
مردودو! تم کو ذلّتِ ہر دَوسرا ملی
تم نے اُجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستاں
تم خود اُجڑ گئے تمہیں یہ بد دُعا ملی
دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عیش و طَرَب کی ہوا ملی
آخِر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
سر کٹ گئے اماں نہ تمہیں اِک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دَم سزا ملی

(سَوانحِ کربلا ص۱۸۱)

سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے

مختار ثقفی نے چُن چُن کر یزیدیوں کا صَفایا کیا۔ ظالموں کو کیا معلوم تھا کہ **خونِ شُہَدا** رنگ لائے گا اور سلطنت کے پُرزے اُڑ جائیں گے۔ ہر ایک شخص جو قتلِ امام میں شریک ہوا ہے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گا۔ **وہی فرات کا کنارہ ہو گا، وہی عاشورا کا دن، وہی ظالموں کی قوم ہو گی اور مختار کے گھوڑے انہیں رَوندتے ہوں گے۔** ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے، گھر لُوٹے جائیں گے، سُولیاں دی جائیں گی، لاشیں سڑیں گی اور دنیا میں ہر شخص تف تف کرے گا۔ اُن کی ہلاکت پر خوشی منائی جائے گی۔ مَعرِکۂ جنگ میں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں کی ہو گی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کتوں کی طرح انہیں جان بچانی مشکل ہو گی، جہاں پائے جائیں گے مار دیئے جائیں گے۔ دنیا اور قِیامت میں ان پر نفرت و ملامت کی جائے گی۔ (سوانح کربلا ص۱۸۴)

دیکھے ہیں یہ دن اپنے ہی ہاتھوں کی بدولت
سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے

(7)۔۔۔مُختار اور نُبُوَّت کا دعویٰ

اے عاشقانِ اہلبیت! اب ذرا مختار ثقفی کے بارے میں سنیئے: اللہ پاک کی خفیہ تدبیر کو کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ مختار ثقفی جس نے قاتِلینِ حُسین کو چن چن کر مارا اور مُحِبّینِ حُسین کے دل جیتے مگر ایک روایت یہ ہے کہ اُس نے **نُبُوَّت کا دعویٰ** کر دیا تھا اور کہنے

لگا: ”میرے پاس وَحی آتی ہے۔“ (مسند امام احمد ۱/ ۴۷۳ حدیث ۱۹۰۹، شرح مسلم للنووی ۸/ ۱۰۰، فتح الباری ۷/ ۵۱۵، (مرقاۃ المفاتیح ۱۰/ ۳۴۲، اشعۃ اللمعات ۴/ ۶۳۶، الصواعق المحرقۃ ص ۱۹۸، فیض القدیر ۲/ ۶۰۰۔)

وَسوَسہ: اگر یہ قول درست ہے تو یہاں وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اتنا زبردست مُحِبِّ اہل بیت کس طرح گمراہ ہو کر مُرتَد ہو سکتا ہے؟ کیا کسی ایسے کو بھی ایسے شاندار کارنامے کرنے کی توفیق حاصِل ہو سکتی ہے؟

وَسوَسے کا علاج: اللہ کریم بے نیاز ہے۔ اُس کی **خفیہ تدبیر** سے ہم سبھی کو ڈرنا چاہیے کہ نہ جانے ہمارا اپنا کیا بنے گا! دیکھئے! **شیطان** بھی بَہُت زبردست عالم و فاضِل اور عابِد تھا۔ اس نے ہزاروں برس عبادت کی تھی مگر وہ کافِر و ملعُون ہو گیا۔

بلعم بن باعورا بھی بَہُت بڑا عالم، عابِد و زاہِد اور مُستَجابُ الدَّعوات (یعنی جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں) ان میں سے تھا۔ اُس کو **اسمِ اعظم** کا علم تھا، اپنی جگہ بیٹھ کر روحانیت کے سبب عرشِ اعظم کو دیکھ لیا کرتا تھا مگر شقاوت (یعنی بد بختی) جب غالب آگئی تو بے ایمان ہو کر مر گیا اور کُتّے کی شکل میں داخِلِ جہنَّم ہو گا۔

ابنِ سَقا جو کہ ذہین ترین عالم و مُناظر تھا مگر **وقت کے غوث** کی بے ادَبی کا مُرتکِب ہو گیا بالآخِر نصرانی (یعنی کرسچین) شہزادی کے عشق میں مبتلا ہو کر کرسچین مذہب قبول کرنے کے بعد ذلّت کی موت مر گیا۔ اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک حضرتِ محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی فرمائی کہ میں نے **یحییٰ بن زَکَرِیّا** (عَلَیْہِمَا السَّلَام) کے بدلے ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) افراد مارے تھے اور تمہارے نواسے کے بدلے ایک لاکھ چالیس ہزار ماروں گا۔ (اَلْمُستَدرَک ج۳ ص ۴۸۵ حدیث ۴۲۰۸)

تاریخ شاہد ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا **یحییٰ بن زَکَرِیّا** عَلَیۡہِما الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لیے اللہ پاک نے بُخْت نَصَّر جیسے ظالم کو مقرّر کیا جو خُدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اِسی طرح حضرتِ امامِ عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خونِ ناحَق کا بدلہ لینے کیلیے اللہ پاک نے **مختار ثقفی** جیسے کذّاب (یعنی بہت بڑے جھوٹے) کو مقرّر فرمایا۔

(شامِ کربلا ص۲۸۵ بتغیر)

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

دنیا میں ہو رہا ہے شہرہ حسین کا
کربل میں کٹ گیا تھا جو کنبہ حسین کا

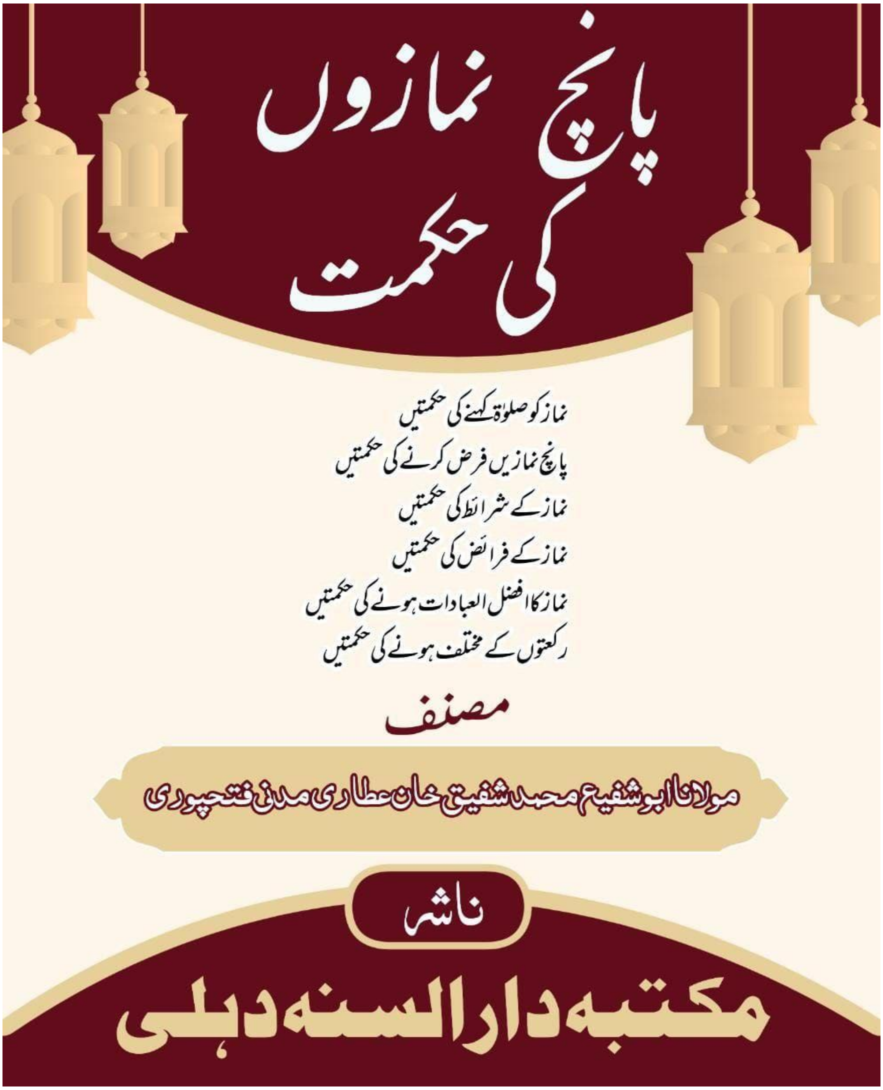
میدانِ کربلا میں کِیا جو حسین نے
سب سجدوں میں اہم ہے وہ سجدہ حسین کا

باطل کے آگے سر نہ جھکایا کٹا دیا
کربل میں دیکھا دنیا نے جذبہ حسین کا

جاں دے دی پر لعیں کی امامت نہ کی قبول
دیکھے تو کوئی عقل سے رتبہ حسین کا

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تیری انتہا کے بعد

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(13) دسویں محرم الحرام کے فضائل

آپ اس بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے:

درود شریف کی فضیلت
خیراتِ عاشوراء کی برکات
شبِ عاشوراء کا وسیلہ کام آگیا
عاشوراء کے روزے کے فضائل
یومِ عاشوراء کی مُبارک نسبتیں
یومِ عاشوراء کے اعمال
یومِ عاشوراء اور ہم
گھر میں کھانا نہ بنانا
سارا سال گھر میں بَرَکت
کربلا والوں کے غم کے متعلّق ایک فتویٰ
تعزیہ داری کرنا کیسا ہے؟

مصنف
مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

(13) دسویں محرم الحرام کے فضائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ　　وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود شریف کی فضیلت

اے عاشقانِ رسول! ہر دور اور ہر زمانے میں ہر آدمی کی ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہر کام میں کامیابی کے زینے چڑھتا رہے، اسے کامیابی ملتی رہے ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے اور آدمی کامیابی کو پانے کے لیے ہر ممکنہ کوشش بھی کرتا ہے، محنت اور جدوجہد بھی کرتا ہے مگر ان تمام تر کوششوں کے باوجود وہ ناکام ہو جاتا ہے۔

اگر میں آپ سے پوچھوں کہ اصل میں کامیابی کیا ہے؟ تو شاید ہر شخص اپنے اپنے طور پر بے شمار چیزیں گنوانے لگے، کہ اس دور میں مال کا ہونا کامیابی ہے، دنیوی آسائش کا ملنا کامیابی ہے، صحتمند و تندرست ہونا کامیابی ہے، بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنا کامیابی ہے وغیرہ وغیرہ

مگر یہ تمام کامیابیاں صرف دنیوی کامیابیاں ہیں جو کہ جلد ختم ہو جانے والی ہیں، اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے، اصل کامیابی دنیا سے ایمان سلامت لے کر جانا ہے۔ اصل کامیابی قبر کے سوالات کے صحیح جوابات دینا ہے، اصل کامیابی قبر کے عذاب سے

بچ جانا ہے، اصل کامیابی قیامت کی گرمی سے بچ جانا ہے، اصل کامیابی قیامت کے عذابات سے بچ جانا ہے، اصل کامیابی نامۂ اعمال کا سیدھے ہاتھ میں مل جانا ہے، اصل کامیابی قیامت کے حساب و کتاب میں کامیاب ہونا ہے، اصل کامیابی پل صراط سے امن کے ساتھ گزر جانا ہے، اصل کامیابی مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت کا مل جانا ہے، اصل کامیابی و کامرانی تو اللہ پاک کی بارگاہ میں سرخرو ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں راحت پانا ہے۔ اے عاشقانِ رسول! اصل کامیابی وہ ہے جس کو اللہ الرحمٰن نے اپنے قرآن میں بیان فرمایا ہے: چنانچہ پارہ ۴، سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۸۵ میں ارشاد ہوا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ (پ۴، آل عمران، ۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے، جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا(یعنی کامیاب ہوا) اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

پس جو اللہ پاک کی رضا حاصل کر کے تمام عذابات اور دوزخ سے بچا کر، مغفرت و بخشش کا پروانہ لیے جنت میں داخل ہوا اصل میں وہی کامیاب ہے۔ لہٰذا بخشش و مغفرت کی دعا کرتے اور دوسروں سے کرواتے رہنا چاہیئے، کہ یہ ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے چنانچہ

امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مدینے شریف میں بچوں سے فرمایا کرتے:

بچو! دُعا کرو عمر بخشا جائے، عمر کی مَغْفِرَت ہو جائے۔ (فضائلِ دُعا، ص ۱۱۲)

اللہ اکبر! اللہ کریم فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی اس ادا کے صَدقے ہم سب کی مَغْفِرَت فرمائے۔ بہر حال بچوں سے دُعائے مَغْفِرَت کے الفاظ کہلوانے چاہییے اگرچہ بچوں کو دُعائے مَغْفِرَت کی سمجھ نہ بھی آئے۔ دُعائے مَغْفِرَت کے معنٰی تو بچے تو بچے بڑے بھی نہیں سمجھتے ہوں گے۔ مغفرت کے معنٰی ہیں: یا اللہ! تُو اس کے گناہ مُعاف کر دے، اس کے گناہ بخش دے۔

اے عاشقانِ رسول! بخشش و مغفرت کی دعا کرتے اور کرواتے رہنا چاہیئے لیکن ہماری اپنی دعا یا دوسرے کی دعا قبول ہو جائے اس کی کوئی گارنٹی نہیں، اسی طرح اگر کوئی ہمارے لیے مغفرت کی دعا کرے تو کتنی دیر؟ چند سکینڈ، چند منٹ، چند گھنٹا، چند دن، بس اور زیادہ سے زیادہ اپنی موت تک، مرنے کے بعد تو کوئی کسی کے لیے دعا نہیں کر سکتا بلکہ مردہ خود دوسروں کی دعاؤں کا محتاج رہتا ہے۔

لیکن کیا میں آپ کو ایک ایسا عمل نہ بتاؤں جس سے آپ کے لیے بخشش و مغفرت کی دعا ایک دن، ایک مہینہ، ایک سال نہیں بلکہ ہزاروں سال تک ہوتی رہے، مرنے کے بعد بھی ہوتی رہے، بغیر وقفہ، بغیر رکے ہر لمحہ ہر گھڑی ہوتی رہے، دم بدم ہوتی رہے، کوئی عام آدمی نہیں، جنات نہیں، حیوانات نہیں بلکہ اللہ پاک کے معصوم فرشتے جو نہ کھاتے ہیں۔ نہ پیتے ہیں، نہ سوتے ہیں، جن کی عمروں کا ہم اور آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے، جو گناہوں سے

پاک و صاف ہیں ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول و مصروف رہتے ہیں وہ ہمارے لیے بخشش و مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔

اللہ اکبر! وہ کیسا عمل ہو گا جس کا بدلہ اتنا بڑا ہے۔ آیئے میں آپ کو وہ عمل بتاتا ہوں، یہ عمل ایسا ہے جو روزانہ نہیں کرنا، ہفتے میں نہیں کرنا، مہینے میں نہیں کرنا، سال میں نہیں کرنا بلکہ عمر میں صرف ایک بار کرنا ہے، جب آپ اس کو کر لیں گے تو اس وقت سے صبحِ قیامت تک اللہ کے معصوم فرشتے آپ کے لیے بخشش و مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے۔ چنانچہ میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری اپنے رسالے **"ضیائے درود و سلام"** میں لکھتے ہیں:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے: جس نے کتاب میں مجھ پر دُرُودِ پاک لکھا، جب تک میرا نام اس میں رہے گا فرشتے اس کے لئے اِسْتِغْفار (یعنی بخشش کی دُعا) کرتے رہیں گے۔

(معجم اوسط، باب الالف من اسمہ احمد، ۱/۴۹۷، حدیث: ۱۸۳۵)

سبحٰن اللہ! اے عاشقانِ اہلبیت! آج محفل سے جانے کے بعد ایک کاپی لیجیئے گا اور اس میں اپنے نبی، اللہ کے آخری نبی، محمدِ عربی ﷺ کا نام بلکہ یہ الفاظ لکھ لیں "صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد" اور پھر اس کاپی کو سنبھال کر رکھ دیں، جب تک اس کاپی میں اللہ کے آخری نبی ﷺ کا نام مبارک لکھا رہے گا اللہ کے معصوم فرشتے آپ کے لیے بخشش کے دعا کرتے رہیں گے۔

اے عاشقانِ رسول! ذرا اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عطا پر غور تو کیجیے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے امتیوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ عمل عطا فرمایا ہے، آج کل تو اولاد بھی مرنے کے بعد چند بار ایصالِ ثواب کر کے بھول جاتی ہے، جس اولاد کو زندگی بھر خون پسینے کی کمائی کھلاتے رہے، جس کی ہر خواہش پوری کی، جس کو مال دیا، جس کو گھر بار دیا، چھوٹے سے بڑا کیا، اتنے احسانات کرنے کے بعد ہماری اولاد تیجہ، دسواں، بیسواں، چالسواں اور برسی کر کے اپنے کاموں میں مشغول ہو کر ہمیشہ کے لیے بھول جائے گی۔

لیکن یہ عمل کیا ہوا ہو گا تو ہمارے مرنے کے سیکڑوں ہزاروں سال بعد جب تک اس کاغذ کے ٹکڑے میں محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نامِ مبارک محفوظ رہے گا بخشش و مغفرت کی دعا ہوتی رہے گی۔ چاہے ہم کھا پی رہے ہوں یا کام کر رہے ہوں، بیٹھے ہوں یا کھڑے ہوں، چل رہے ہوں یا رکے ہوئے ہوں، گھر میں ہوں یا باہر ہوں، صحتمند ہوں یا بیمار، یہاں تک کی جگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں، ہر وقت، ہر گھڑی، ہر لمحہ مغفرت کی، بخشش کی دعا ہوتی رہے گی۔ ان شاء اللہ

تیرے کرم سے اے کریم مجھے کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں
خدا کے بعد محمد کا نام لیتے رہو
ہر ایک کام میں برکت درودِ پاک سے ہے

درودِ پاک ہی خاکی کا کل اثاثہ ہے
یہ ساری دولت و ثروت درودِ پاک سے ہے

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب!		صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

اے عاشقانِ اہلبیت! اسلامی سال کا آغاز مُحَرَّمُ الْحَرَام کے بابرکت مہینے سے ہوتا ہے، ربِّ کریم نے ہمیں اسلامی سال کے اس پہلے مہینے میں ہی خوب نیکیاں کرنے اور اجر و ثواب حاصل کرنے کے کثیر مواقع عطا فرمائے ہیں، اسی مناسبت سے آج ہم مُحَرَّمُ الْحَرَام کے فضائل، اس میں عبادت کرنے کی برکتیں، روزے رکھنے، مسلمانوں سے خیر خواہی کرنے اور راہِ خُدا میں خرچ کرنے کے فضائل کے ساتھ ساتھ اس ماہِ مقدّس میں بزرگوں کی عبادات کرنے کے واقعات بھی سُنیں گے، اللہ کرے کہ ہم سارا بیان دِلجمعی اور اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ سننے کی سعادت حاصل کرلیں۔

آیئے! سب سے پہلے مُحَرَّمُ الْحَرَام کی شان و عظمت اور اس کی فضیلت کے بارے میں ایک واقعہ سنتے ہیں: چنانچہ

خیراتِ عاشوراء کی برکات

یومِ عاشوراء (یعنی ۱۰ مُحَرَّمُ الْحَرَام) کو ملکِ "رَے" (موجودہ ایران کی راجدھانی تہران) میں کسی قاضی کے پاس ایک سائل یعنی مانگنے والا آکر عرض گزار ہوا کہ میں ایک غریب و عِیال دار آدمی ہوں، آپ کو یومِ عاشوراء کا واسطہ! میرے لیے ۱۰ کلو روٹیاں، ۵ کلو گوشت اور ۲ درہم (یعنی چاندی کی اشرفیوں) کا انتظام فرمادیجئے۔ قاضی نے ظہر کے بعد آنے

کا کہا۔ جب فقیر وقتِ مقرر پر آیا تو عصر میں بُلایا۔ وہ عصر کے بعد پہنچا پھر بھی کچھ نہ دیا، خالی ہاتھ ہی ٹَرخا دیا۔ فقیر کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ رنجیدہ رنجیدہ ایک غیر مسلم کے پاس پہنچا اور اس سے کہا: آج کے مقدس دن کے صدقے مجھے کچھ دے دو۔ اس نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ تو فقیر نے عاشوراء کے کچھ فضائل بیان کیے۔ جسے سُن کر اُس غیر مسلم نے کہا: آپ نے بہت ہی عظمت والے دن کا واسطہ دیا ہے، اپنی ضَرورت بیان کیجئے۔ سائل نے اس سے بھی وُہی ضَرورت بیان کر دی۔

اُس آدمی نے گندم کی ۱۰ بوریاں، ۱۰۰ کلو گوشت اور ۲۰ دِرہم (یعنی چاندی کی اشرفیاں) پیش کرتے ہوئے کہا: یہ آپ کے اَہل و اولاد کے لیے زندگی بھر ہر ماہ اس دن کی فضیلت کے صدقے مقرر ہے۔ رات کو قاضی صاحب نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: نظر اُٹھا کر دیکھ! جب نظر اُٹھائی تو ۲ عالیشان محل نظر آئے، ایک چاندی اور سونے کی اینٹوں کا اور دوسرا سُرخ یاقوت کا تھا۔ قاضی نے پوچھا: یہ دونوں محل کس کے ہیں؟ جواب ملا، اگر تم سائل کی ضَرورت پوری کر دیتے تو یہ تمہیں ملتے، مگر چونکہ تم نے اُسے (خالی ہاتھ) لوٹا دیا تھا اس لیے اب یہ دونوں محل فُلاں غیر مُسلم کے ہیں۔ قاضی صاحب بیدار ہوئے تو بہت پریشان تھے۔ صبح ہوئی تو غیر مسلم کے پاس گئے اور اس سے دریافت کیا کہ کل تم نے کون سی ''نیکی'' کی ہے؟ اس نے پوچھا، آپ کو کیسے علم ہوا؟ قاضی صاحب نے اپنا خواب سنایا اور پیشکش کی کہ مجھ سے ایک لاکھ درہم لے لو اور کل کی ''نیکی'' مجھے بیچ دو۔ تو اس

غیر مسلم نے کہا: میں رُوئے زمین کی ساری دولت لے کر بھی اسے فروخت نہیں کروں گا، اللہ پاک کی رحمت وعنایت بہت خوب ہے۔ یہ کہنے کے بعد وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (روض الریاحین، الحکایۃ السابعۃ والعشرون۔۔۔الخ، ص ۲۷۵)

اے خُدائے مصطفٰے میں، تری رحمتوں پہ قُرباں
ہو کرم سے میری بخشش، بطُفیلِ شاہِ جِیلاں

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ رسول! بیان کردہ واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ عاشوراء کے دن کے بڑے فضائل ہیں، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کی دِل جُوئی کرنا، مشکل وقت میں اس کے کام آنا بہت عمدہ اور ربِّ کریم کا پسندیدہ عمل ہے، کسی مُسلمان کی پریشانی دُور کرنا عرش کا سایہ پانے والے اعمال میں سے ایک بہت ہی پیارا عمل ہے، جی ہاں! آیئے! قاسمِ نعمت، مالک جنّت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پیارا پیارا فرمانِ عالیشان سُنتے ہیں: چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ کریم کے عرش کے سِوا کوئی سایہ نہیں ہو گا، تین شخص اللہ کریم کے عرش کے سائے میں ہوں گے۔ عرض کی گئی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: (۱) وہ شخص جو میرے اُمّتی کی پریشانی دُور کرے (۲) میری سُنّت کو زِندہ کرنے والا (۳) مجھ پر کثرت سے دُرود شریف پڑھنے والا۔ (البدور السافرۃ للسیوطی، ص ۱۳۱ حدیث: ۳۶۶)

معلوم ہوا کہ مسلمان کی پریشانی دُور کرنا بہت فائدہ مند کام ہے۔ جبکہ کسی کی دِل آزاری کرنا یعنی بِلا اجازتِ شرعی دل دُکھانا اور اس کی حاجت روائی نہ کرنا بُرا عمل اور نعمتِ

الٰہی سے محروم کرنے والا عمل ہے، اس غیر مسلم نے ایک مسلمان کی دِل جُوئی کی، اللہ پاک کی مشیّت کہ اس نے اپنے فضل سے اس دِل جُوئی کا اُسے یہ صِلہ دیا کہ اسے دولتِ ایمان جیسی انمول نعمت عطا کر دی اور دوسری طرف وہ مسلمان قاضی جس نے فقیر کی دِل جُوئی نہ کی اور اسے خالی ہاتھ لوٹا دیا وہ جنت کی عظیم نعمتوں اور محلات سے محروم ہو گیا، ذرا سوچئے! جب ایک غیر مسلم کو مسلمان کی دل جوئی کرنے پر ایمان جیسی عظیمُ الشّان اور انمول نعمت نصیب ہو سکتی ہے، جنت کا اعلیٰ محل مُقدّر بن سکتا ہے، دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل ہو سکتی ہیں ؟ تو جو مسلمان ہو، آقا کریم، محبوبِ ربِّ عظیم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ و اٰلِہٖ وَسَلَّم کا اُمّتی ہو، وہ اگر کسی کی دل جوئی کرے، مصیبت میں کسی کے کام آئے، پریشانی میں کسی کا سہارا بنے، غم اور تکلیف کے وقت کسی کا ساتھ دے، مشکل وقت میں کسی کی حاجت روائی کرے تو یقیناً اللہ کریم ایسے مسلمان کو بھی بے شمار برکتیں عطا فرمائے گا۔

یہ مسئلہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ غیرِ نبی کا خواب شریعت میں دلیل نہیں ہوتا اور ہر مانگنے والے فقیر کو دینا جائز بھی نہیں۔ جن کا کام ہی صرف بھیک مانگ کر کمانا ہے، جنہیں پیشہ ور (Professional) بھکاری بھی کہتے ہیں، ان کو خیرات دینا ثواب نہیں بلکہ گناہ کا کام ہے۔ سوال کرنے والے کے پاس کھانے یا پہننے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ سوال کر سکتا ہے، اسی طرح یہ سب کچھ ہے مگر کوئی خاص ضرورت مثلاً دوا وعلاج کے لیے رقم درکار ہو تو اور بات ہے، لیکن سوچ سمجھ کے ہی خیرات دی جائے۔

بہر حال ہمیں چاہیے کہ مسلمانوں کی دِل جوئی کرنے والے اعمال بجالائیں، مسلمانوں کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچیں۔ آیئے! دل جوئی کی تعریف سنتے ہیں:

شب عاشوراء کا وسیلہ کام آگیا

دعوتِ اسلامی کے مکتبۃُ المدینہ کی کتاب "حکایتیں اور نصیحتیں" صفحہ ۴۵۷ پر ہے: بصرہ میں ایک مال دار (Rich man) آدمی رہتا تھا۔ ہر سال شبِ عاشوراء کو اپنے گھر میں لوگوں کو جمع کرتا جو قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے اور اللہ پاک کا ذکر کرتے۔ اسی طرح رات بھر تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی کا سلسلہ جاری رہتا۔ پھر وہ شخص سب کو کھانا پیش کرتا۔ مساکین کی خبر گیری کرتا۔ بیواؤں اور یتیموں سے بھی اچھا سلوک کرتا۔ اس کا ایک پڑوسی تھا جس کی بیٹی اپاہج تھی۔ اس لڑکی نے اپنے باپ سے پوچھا: اے میرے والدِ محترم! ہمارا پڑوسی ہر سال اس رات لوگوں کو کیوں جمع کرتا ہے؟ اور پھر سب مل کر تلاوتِ قرآن اور ذکر کرتے ہیں۔ باپ نے بتایا: یہ عاشوراء کی رات ہے، اللہ پاک کی بارگاہ میں اس کے بہت زیادہ فضائل ہیں۔ جب سب گھر والے سو گئے تو بچی سحری تک بیدار رہ کر قرآنِ عظیم کی تلاوت اور ذکرِ الٰہی سنتی رہی۔ جب لوگوں نے قرآنِ حکیم ختم کر لیا۔ تو وہ لڑکی اس طرح دعا مانگنے لگی: یااللہ! تجھے اس رات کی حُرمت کا واسطہ اور ان لوگوں کا واسطہ جنہوں نے ساری رات تیرا ذکر کرتے ہوئے جاگ کر گزاری ہے! مجھے عافیت عطا فرما دے، میری تکلیف دور کر دے اور میرے دل کی شکستگی (یعنی ٹوٹنا) دور فرما دے۔ ابھی اس کی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کی تکلیف اور بیماری ختم ہو گئی اور وہ اپنے پاؤں پر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جب باپ نے اس کو پاؤں پر کھڑے ہوئے دیکھا تو پوچھا:

اے میری بیٹی! تجھ سے اس رنج و غم اور مصیبت کو کس نے دُور کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: اللہ کریم نے مجھ پر اپنی رحمت کا بادل برسایا اور انعامات و نوازشات میں ذرہ بھر بخل نہ کیا۔ اے میرے والدِ محترم! میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اس رات کا وسیلہ پیش کیا تو اس نے میری تکلیف دور فرمادی اور میرے جسم کو صحیح فرمادیا۔

(الروض الفائق فی المواعظ والرقائق، المجلس الثانی والاربعون...الخ، ص۲۳۶)

تری رَحمتوں پہ میں قربان یا ربّ
مِرے بال بچّے مِری جان یا ربّ

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیب!		صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ رسول! بیان کردہ واقعہ سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ عاشوراء کی رات دعائیں قبول (Accept) ہوتی ہیں، دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے بُزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِم شبِ عاشوراء کو عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے، وہ نیک لوگ دوسروں کو بھی جمع کرکے ربِّ کریم کا ذکر کرتے، تلاوتِ قرآن کرتے، یتیموں اور بیواؤں کی حاجت روائی کرتے، غریب و مسکین لوگوں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور اس رات کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے اور اپنے رزقِ حلال سے نذر و نیاز کرتے تھے، لہٰذا ہمیں بھی اس رات کو عبادت میں اور دن کو روزے کی حالت میں گزارنا چاہیے۔ کیونکہ عاشوراء کے دن کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس دن روزہ رکھنے کی بڑی برکتیں ہیں، خود ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اِس دن روزہ رکھنے کی ترغیب ارشاد فرمائی

ہے، آیئے! عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کے فضائل پر تین فرامینِ مُصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سنتے ہیں:

عاشوراء کے روزے کے فضائل

(۱)۔۔۔ارشاد فرمایا: عاشوراء کا روزہ رکھو اس دن انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روزہ رکھتے تھے۔(جامع صغیر، ص ۳۱۲، حدیث: ۵۰۶۷)

(۲)۔۔۔ ارشاد فرمایا: یومِ عاشوراء کا روزہ رکھو اور اِس میں یہودیوں کی مخالَفَت کرو، اس سے پہلے یا بعد میں بھی ایک دن کا روزہ رکھو۔(مسند امام احمد، ۱/۵۱۸ حدیث: ۲۱۵۴)

یادرکھئے! جب بھی عاشورے کا روزہ رکھیں تو ساتھ ہی نویں یا گیارہویں مُحَرَّمُ الحرام کا روزہ بھی رکھ لینا بہتر ہے اگر کسی نے صرف ۱۰ محرم الحرام کا روزہ رکھا تب بھی جائز ہے۔

(۳)۔۔۔ ارشاد فرمایا: مجھے اللہ پاک پر گمان ہے کہ عاشوراء کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دے گا۔(مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام۔۔۔الخ، ص ۴۵۴، حدیث: ۲۷۴۶)

تیرے کرم سے اے کریم! کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہماری تنگ ہے، تیرے یہاں کمی نہیں

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیب!   صَلَّی اللہُ عَلٰی مُحَمَّد

یومِ عاشوراء کا احترام جانور بھی کرتے ہیں:

اے عاشقانِ رسول! عاشوراء ایسا مبارک دن ہے کہ انسان تو انسان چَرِند و پَرِند حتّٰی کہ وحشی جانور بھی اس کا احترام کرتے ہیں اور اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ بھی رکھتے ہیں۔ آیئے! بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم کے چند مشاہدات و ملفوظات ملاحظہ کیجئے:

(۱)۔۔۔حضرت سیِّدُنا قیس بن عباد رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وحشی جانور عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔

(لطائف المعارف ، وظائف شهر الله المحرم ، المجلس الثانی فی فضل یوم عاشوراء ، ص۵۷)

(۲)۔۔۔حضرت سیِّدُنا فتح بن شخرف رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں روزانہ چیونٹیوں کے لیے روٹی توڑ کر ڈالتا تھا، جب عاشوراء کا دن آتا تو چیونٹیاں اسے نہ کھاتیں۔

(لطائف المعارف ، ص۵۷-مجموع فیہ رسائل للحافظ ناصر الدین ، اللفظ المکرم بفضل عاشوراء المحرم، ص۷۴)

(۳)۔۔۔حضرت ابو الحسن علی بن عمر قزوینی رَحْمَۃُ الله عَلَیْہ فرماتے ہیں: یومِ عاشوراء کو چیونٹیاں بھی روزہ رکھتی ہیں۔

(مجموع فیہ رسائل للحافظ ناصر الدین ، اللفظ المکرم بفضل عاشوراء المحرم، ص۷۴)

(۴)۔۔۔عباسی خلیفہ اَلْقَادِرُ بِاللّٰہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا تو اُسے بہت حیرت ہوئی، اس نے حضرت سیِّدُنا ابو الحسن قزوینی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: عاشوراء کے دن چیونٹیاں روزہ رکھتی ہیں۔

(لطائف المعارف ، وظائف شهر الله المحرم ، المجلس الثانی فی فضل یوم عاشوراء ، ص۵۷)

(۵)۔۔۔حضرت علامہ ابنِ ناصرُ الدِّین دِمشقی رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ (وفات: ۸۴۲ھ) لکھتے ہیں: ۱۰ محرّمُ الحرام کو ایک شخص گاؤں آیا، لوگ اُس وقت جانور ذبح کر رہے تھے، اُس نے وجہ پوچھی تو گاؤں والوں نے بتایا: آج وحشی جانور روزے سے ہیں، ہمارے ساتھ چلو ہم تمہیں دکھاتے ہیں۔ انہوں نے اُس آدمی کو ایک باغ میں لے جا کر کھڑا کر دیا اس کا بیان ہے: عصر کے بعد ہر طرف سے وحشی جانور آنے لگے اور باغ کو گھیر لیا، ان کے سر

آسمان کی طرف اُٹھے ہوئے تھے، کسی ایک نے بھی (اس گوشت میں سے) کچھ نہیں کھایا، جوں ہی سورج غروب ہوا وہ وحشی جانور گوشت پر ٹوٹ پڑے اور جلدی سے سب کچھ کھاگئے۔(مجموع فیہ رسائل للحافظ ناصرالدین ، اللفظ المکرم بفضل عاشوراء المحرم،ص۴۷)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

اے عاشقانِ رسول! ہم یومِ عاشوراء یعنی ۱۰ محرم الحرام کے فضائل و برکات سُن رہے ہیں، یومِ عاشوراء کے فضائل میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اِس دن اللہ پاک نے ۱۰ انبیائے کرام کو مختلف اعزازات واکرامات سے نوازا تھا۔ وہ اعزازات کیا تھے، آیئے! سنتے ہیں: چنانچہ

یومِ عاشوراء کی مُبارک نسبتیں

(۱)۔۔۔اسی دن حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی مدد فرمائی گئی اور فرعون اوراس کے پیروکار ہلاک ہوئے۔

(۲)۔۔۔اسی دن حضرت سَیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کشتی(Ship)"جُودی پہاڑ" پر ٹھہری۔

(۳)۔۔۔اسی دن حضرت سَیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔

(۴)۔۔۔اسی دن حضرت سیّدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی توبہ قبول ہوئی۔

(۵)۔۔۔اسی دن حضرت سَیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کنویں سے نکالے گئے۔

(۶)۔۔۔اسی دن حضرتِ سَیِّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی اور اسی دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو آسمان پر اُٹھایا گیا۔

(۷)۔۔۔اسی دن حضرت سَیِّدنا داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی توبہ قبول ہوئی۔

(۸)۔۔۔اسی دن حضرت سَیِّدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی۔

(۹)۔۔۔اسی دن حضرت سَیِّدنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی بینائی کا ضُعف دُور ہوا۔

(۱۰)۔۔۔اسی دن حضرت سَیِّدنا اِدریس عَلَیْہِ السَّلَام کو آسمان پر اُٹھایا گیا۔

(۱۱)۔۔۔اسی دن اللہ پاک نے حضرت سَیِّدنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی آزمائش دُور فرمائی۔

(۱۲)۔۔۔اسی دن حضرت سَیِّدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو بادشاہت عطا ہوئی۔

(عمدۃ القاری، کتاب الصوم، تحت الباب صیام یوم عاشوراء، ۸/ ۲۳۳ ملخصًا)

اے عاشقانِ رسول! یقیناً عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ جو چیز جتنی معزز ہو، اُسے اتنی ہی اہمیت دی جائے، ابھی ہم نے یومِ عاشوراء میں ہونے والے اعزازات اور اہم واقعات کو سُنا، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دن بہت اہمیت کا حامل ہے، لہٰذا ہمیں بھی اسے اتنی ہی اہمیت دینی چاہیے، اسے غفلت میں نہیں گزارنا چاہیے، اسے لایعنی کاموں میں نہیں کھپانا چاہیے، بلکہ اس دن خوب خوب نیک اعمال کرنے چاہئیں، اس دن زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنی چاہئیں، یومِ عاشوراء کو کون سے نیک اعمال بجالانے چاہیئے، آیئے! سنتے ہیں: چنانچہ

یومِ عاشوراء کے اعمال

حضرت سَیِّدنا علامہ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ۱۰ محرّم

بہت عظمت والا دن ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ جس قدر ممکن ہو اچھے کام کیے جائیں ۔ بھلائیوں کے اس موسم کو غنیمت جانو اور غفلت سے بچو۔

(التبصرۃ لابن جوزی، المجلس الاول فی ذکر عاشوراء والمحرم، ۲/۸ ملتقطا)

(۱)۔۔۔یومِ عاشوراء کا روزہ رکھئے اور اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں محرمُ الحرام کا روزہ بھی ملا لیجئے تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو سکے۔

(مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس۔۔۔الخ، ۱/۵۱۸، حدیث: ۲۱۵۴ ماخوذا)

(۲)۔۔۔حضرت سیّدُنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا فرمان ہے: عاشوراء کے دن جو ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو اس کی طرف اللہ پاک نظر فرمائے گا اور جس کی طرف رحمٰن نظر فرمائے اُسے کبھی عذاب نہیں دے گا۔

(حاشیۃ النور فی فضائل الایام والشھور، المجلس الحادی عشر فی فضل عاشوراء، ص ۱۲۴)

(۳)۔۔۔اِس دن توبہ و اِستغفار کیجئے اور بارگاہِ الٰہی سے توبہ پر قائم رہنے کی بھیک طلب کیجئے۔

(۴)۔۔۔والدین کا اِکرام کیجئے۔

(۵)۔۔۔غُصّے پر قابو رکھئے۔

(۶)۔۔۔نوافل کی کثرت کیجیے۔

(۷)۔۔۔سُرمہ لگائیے۔

(النور فی فضائل الایام والشھور، المجلس الحادی عشر فی فضل عاشوراء، ص ۱۲۳)

(۸)۔۔۔یومِ عاشوراء کو بالخصوص اِثْمِدْ سُرمہ لگایئے،اس کی برکت سے آنکھیں نہیں دُکھیں گی، جیسا کہ نبیِّ رحمت،شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:جو شخص یومِ عاشوراء اِثْمِدْ سُرمہ آنکھوں میں لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی بھی نہ دُکھیں گی۔(شعب الایمان،باب فی الصیام،صوم التاسع مع العاشر،۳/۳۶۷،حدیث:۳۷۹۷)

(۹)۔۔۔اسی طرح ۱۰ محرّمُ الحرام کو فضولیات سے بچئے۔

(۱۰)۔۔۔رشتہ داروں سے ملاقات کیجئے۔

(۱۱)۔۔۔خوشبو(fragrance)لگایئے۔

(۱۲)۔۔۔روزہ داروں کو افطار کروایئے۔

(۱۳)۔۔۔قرآنِ پاک کی تلاوت کیجئے۔

(۱۴)۔۔۔ستّر بار سُبْحٰنَ اللّٰہ کا وِرد کیجئے۔

(۱۵)۔۔۔یتیم کے سَر پر شفقت سے ہاتھ پھیریئے۔

(۱۶)۔۔۔ناراض مسلمانوں میں صلح کروایئے۔

(۱۷)۔۔۔ہوسکے تو خوفِ خدا سے آنسو بہایئے۔(مرقع کلیمی،ص۱۹۰ملتقطا)

کاش لب پر مرے رہے جاری
ذِکر آٹھوں پہر تِرا یا ربّ
چشمِ تر اور قلبِ مُضطر دے
اپنی اُلفت کی مے پِلا یا ربّ

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!   صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

یومِ عاشوراء اور ہم

اے عاشقانِ رسول! ہمیں چاہیے کہ یومِ عاشوراء نہ صرف خود بلکہ اپنے گھر والوں (family members) کو بھی ان اعمال کو بجالانے اور ربِّ کریم کی رضا حاصل کرنے والے نیک اعمال کی ترغیب دلائیں، یادرکھئے! جس طرح یومِ عاشوراء کو نیک کام کرنے کا ثواب زیادہ ہے، اسی طرح گناہ کرنے کا عذاب بھی زیادہ ہے، مگر افسوس! فی زمانہ علمِ دین سے دُوری اور جہالت کی وجہ سے اس دن کو بھی ہم عام دنوں کی طرح غفلت اور فضولیات کے ساتھ ساتھ گناہوں میں گزارتے ہیں، نہ نیک اعمال کی کوئی فکر ہوتی ہے نہ اس دن کی تعظیم کی، بلکہ ہر طرف بے پردگی کے نظارے ہوتے ہیں، کہیں گلیوں بازاروں میں تو کہیں قبرستان میں بے پردہ عورتیں گُھوم رہی ہوتی ہیں اور ایک تعداد ہے جو بد نگاہی کے گناہ میں بھی جاپڑتی ہوگی، اسی طرح ۱۰ محرم الحرام کو بعض گھروں میں طرح طرح کی خرافات اور فضول رسم و رواج میں قیمتی وقت ضائع کیا جاتا ہے، آیئے! محرم الحرام اور بالخصوص یومِ عاشوراء میں کی جانے والی خرافات (یعنی بُرائیوں) اور فضول رسموں کے متعلق سنتے ہیں: چنانچہ

گھر میں کھانا نہ بنانا

۱۰ محرم الحرام کو بعض عورتیں گھر میں روٹی نہیں بناتیں اور نہ ہی گھر کی صفائی ستھرائی کرتی ہیں اور نہ ہی جھاڑو دیتی ہیں اور بعض تو ایسی ہیں کہ پورے دس دن گھر میں آگ نہیں جلاتیں اور آگ جلانے کو ناجائز و حرام سمجھتی ہیں، ۱۰ دن گزر جانے کے بعد کھانا

بناتی ہیں۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات اس کے الٹ ہے چنانچہ

سارا سال گھر میں بَرَکت

مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنّان فرماتے ہیں: مُحرَّم کی نویں اور دسویں کو روزہ رکھے تو بہت ثواب پائے گا، بال بچوں کیلئے دسویں مُحرَّم کو خوب اچھے اچھے کھانے پکائے تواِنْ شَآءَاللہ سال بھر تک گھر میں بَرَکت رہے گی، بہتر ہے کہ کھچڑ اپکا کر حضرتِ شہید کربلا سیِّدُنا امامِ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی فاتحہ کرے بہت مجرب (یعنی آزمایا ہوا) ہے۔ (اسلامی زندگی ص ۱۳۱)

اے عاشقانِ اہلبیت! دیکھا آپ نے محرم کی نویں اور دسویں تاریخ کو اچھے اچھے کھانے پکانے کی کتنی برکت ہے کہ اس سے سال بھر تک گھر میں برکت رہتی ہے مگر ہم عورتوں کی بات مان کر باطل رسموں پر عمل کرکے اس برکت سے محروم رہ جاتے ہیں اور پھر سال بھر تنگدستی اور غریبی کا رونا روتے رہتے ہیں۔

یاد رکھئے! ہمارے دینِ اسلام میں ان باطل رسومات کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ اسلام ایسا دین ہے جو گزشتہ اور موجودہ تمام باطل، بے ہودہ اور واہیات رسموں کو ختم کرتا ہے۔ نیکیاں کرنے اور شریعتِ مُطَہّرہ پر عمل کی ترغیب دلاتا ہے، مگر افسوس صد افسوس! فی زمانہ یہ خلافِ شرع رسمیں ہمارے معاشرے اور گھروں میں بڑے زور و شور سے پھیلتی جارہی ہیں، ہم میں سے کئی ان رسموں میں ملوّث ہیں اور اپنی ماں، بہن، بیوی، بیٹی اور بہو کو ان خرافات (یعنی بُرائیوں) میں ملوّث (Involved) دیکھ کر بھی ٹَس سے مَس نہیں ہوتے اور نہ ہی ان رسموں کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب کوئی دین کا درد

رکھنے والا اسلامی بھائی ہمیں نیکی کی دعوت دے اور سمجھائے کہ یہ رسمیں تو جائز نہیں تو ان پر غصہ اور ناراضی کا اظہار کیا جاتا ہے اور ان کو یہ کہہ کر خاموش کروا دیا جاتا ہے کہ تم تو کل کے بچے ہو، تم نے تو ابھی پڑھنا لکھنا سیکھا ہے۔ تمہیں کیا پتہ یہ رسمیں تو ہمارے باپ دادا سے چلی آرہی ہیں۔

یاد رکھئے! ہر وہ کام جو ناجائز ہو وہ اس لیے جائز نہیں ہو جاتا کہ کسی کے باپ دادا نے کیا تھا، ہمارے مسلمان ہونے کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے خاندان میں، اپنے علاقے میں، اپنے محلے میں اور اپنے گھر میں پائی جانے والی ہر رسم کو شریعت کے مطابق کریں، اگر وہ جائز ہو تو اسے کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر وہ ناجائز ہو تو اسے فوراً سے بیشتر ترک کر دینا چاہیے۔

اسی طرح ایک غلط رسم یہ بھی ہے کہ لوگ کہتے ہیں: محرم غم کا مہینہ ہے لہذا اس میں غم ظاہر کرنے کے لئے نہ نیا لباس پہنو اور نہ کوئی نیا کاروبار شروع کرو، شادی بیاہ سے بھی روکتے ہیں، اور بعض لوگ تو محرم کی ایک تاریخ سے دس تاریخ تک اپنے کام کاج میں بھی نہیں جاتے اور خیال کرتے ہیں کہ اگر ان دنوں میں کام کیا تو مصیبتوں میں پڑ جائیں گے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اسی طرح کا ایک سوال اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کیا گیا جو کہ فتاویٰ رضویہ میں موجود ہے چنانچہ

کربلا والوں کے غم کے متعلّق ایک اہم فتویٰ

سُوال: اہلِ سنّت وجماعت کو عَشَرۂ محرَمُ الحرام میں رنج و غم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کون سا سنی ہو گا جسے واقِعۂ ہائلۂ کربلا (یعنی کربلا کے خوف ناک قصّے) کا غم نہیں یا اُس کی یاد سے اس کا دل محزون (یعنی رنجیدہ) اور آنکھ پُرنم (یعنی اشک بار) نہیں، ہاں

مصائب (یعنی مصیبتوں)میں ہم کو صبر کا حکم فرمایا ہے، جزع فزع (یعنی رونے پیٹنے)کو شریعت منع فرماتی ہے، اور جسے واقعی دل میں غم نہ ہو اُسے جھوٹا اظہارِ غم رِیا ہے اور قصداً غم آوری و غم پروری (یعنی جان بوجھ کر غم کی کیفیت پیدا کرنا اور غم پالے رہنا) خلاف رِضا ہے جسے اس کا غم نہ ہو اسے بے غم نہ رہنا چاہئے بلکہ اس غم نہ ہونے کا غم چاہیے کہ اس کی محبت ناقص ہے اور جس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص۔ (فتاوٰی رضویہ ج۲۴ص۴۸۶تا۴۸۸ملخصًا)

اعلیٰ حضرت، امام احمد رضاخان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”(ذِکرِ شہادت میں)نہ ایسی باتیں کہی جائیں جس میں ان کی بے قدری یاتوہین نکلتی ہو۔“

(فتاوٰی رضویہ ج۲۳ص۷۳۸)

تعزیہ داری کرنا کیسا ہے؟

اے عاشقانِ اہلبیت! اسی طرح محرم میں کی جانے والی ایک خرافات تعزیہ داری بھی ہے چنانچہ اس کے متعلق حکیم الامت، مفسرِ شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ”اسلامی زندگی“ نامی کتاب میں لکھتے ہیں:

تعزیہ داری اور عَلَم نکالنا کودنا، ناچنا، یہ وہ کام ہیں جو یزیدی لوگوں نے کئے تھے کہ امام حسین و دیگر کو شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سر نیزوں پر رکھ کر ان کے آگے کودتے ناچتے خوشیاں مناتے ہوئے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق یزید پلید کے پاس لے گئے۔ باقی اہلِ بیت نے نہ کبھی تعزیہ داری کی اور نہ عَلَم نکالے، نہ سینے کوٹے نہ ماتم کئے۔ لہٰذا اے مسلمانوں ان مبارک دنوں میں یہ کام ہر گز نہ کرو ورنہ سخت گنہگار ہوگے۔ خو د بھی ان جلوسوں اور ماتم میں شریک نہ ہو اور اپنے بچوں اپنی بیویوں، دوستوں کو بھی

روکو، رافضیوں کی مجلس میں ہر گز شرکت نہ کرو۔ بلکہ خود اپنی سنّیوں کی مجلسیں کرو جس میں شہادت کے سچے واقعات بیان ہوں۔ (اسلامی زندگی ص ۷۴۔۷۵)

اسی طرح ایک خرافات محرم میں کئے جانے والے غلط کاموں کی منت ماننا بھی ہے ، بہارِ شریعت میں ہے : ''عَلَم اور تعزیہ بنانے اور پَیک بننے اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور (منّت کی) بدّھی (یعنی پٹکا یا پھولوں کا ہار یا گلے میں پہننے کا ایک دھاگا) پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیوں پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات (یعنی بیہودہ رسموں) کی منّت سخت جہالت ہے ایسی منّت ماننی نہچاہیے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے۔''

(بہار شریعت، منت کا بیان، ج ۲، حصہ ۹، ص ۳۱۸)

اے عاشقانِ اہلبیت ! آیئے نیت کیجیئے کہ ان شاء اللہ ان خرافات سے بچ کر اللہ پاک کی عبادت کر کے ماہِ محرم کی برکات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ۔ ان شاء اللہ۔ اللہ پاک ہمیں دین کی سمجھ اور شریعت کے بتائے ہوئے طریقوں پر چل کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

مصنف کی دیگر کتب کا تعارف

(1)۔۔۔خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ اوّل

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ جس میں ٦ بیان پیر ثاقب رضا مصطفائی اور ٦ بیان مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے شامل ہیں۔

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطاب ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
1	عظمتِ رسالتِ مآب ﷺ	1	محمد ﷺ اللہ کے مظہر ہیں
2	ذکر کی فضیلت اور اس کے اثرات	2	جمیع عالم برائے مصطفیٰ ﷺ
3	ولی کی پہچان	3	امت کا معنیٰ اور اس کا مفہوم
4	سنّت اور بدعت	4	امت محمدیہ کی عمر کم کیوں رکھی گئی
5	نورِ حسّی اور نورِ معنوی	5	اعلیٰ حضرت کا عشق رسول ﷺ
6	تفسیر سورۂ تکاثر	6	تفسیر سورۂ کوثر: محبوب ہم نے تم کو سب کچھ دیا

خطیبِ اوّل: **مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی**

خطیبِ ثانی و مرتب: **مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(2)۔۔۔خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ دوم

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ جس میں ٦ بیان پیر ثاقب رضا مصطفائی اور ٦ بیان مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے شامل ہیں۔

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطابات ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
7	حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے	7	شانِ مصطفیٰ ﷺ
8	منیٰ سے کربلا تک	8	مصطفیٰ ﷺ دنیا کی جان ہیں
9	آ ؤدر تواب پے روتے ہوئے آؤ	9	اللہ عزوجل سے محبت کیجئے

10	اہلِ تقویٰ اور جنت	10	ماں باپ کے حقوق
11	فلسفۂ رمضان	11	اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا چرچا رہے گا
12	تفسیر سورۂ بلد	12	تفسیر سورۂ عصر، قیامت کا بیان

خطیبِ اوّل: **مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی**

خطیبِ ثانی و مرتب: **مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(3)---خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ سوم

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ جس میں ۶ بیان پیر ثاقب رضا مصطفائی اور ۶ بیان مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے شامل ہیں۔

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطابات ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
13	اثبات وجودِ باری تعالیٰ	13	حدیث کی اہمیت
14	نفس اور شیطان	14	نسبت کا بیان
15	اسلام میں احترام آدمیت	15	سرکار ﷺ آ گئے
16	ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے	16	اللہ عزوجل کے نام پر مانگنا
17	مقصدِ حج	17	آؤ توبہ کریں
18	تفسیر سورۂ مائدہ	18	تفسیر سورۂ ملک، موت وحیات

خطیبِ اوّل: **مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی**

خطیبِ ثانی و مرتب: **مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(4)۔۔۔القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر

عقائد کے متعلق ۱۳۰۰ سال پرانی امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اہم کتاب "الفقہ الاکبر" کی آسان اردو شرح ہے مزید باطل فرقوں کے مختصر تعارف وعقائد کا بھی بیان شامل ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...عقائد کے کتنے اور کون کون سے امام ہیں؟

☆...اللہ پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

☆...واحد اور احد میں کیا فرق ہے؟

☆...کیا اللہ عدد کے اعتبار سے ایک ہے؟

☆...کیا اللہ اپنی مخلوق کے مشابہ ہے؟

☆...اللہ کی صفات ذاتی اور فعلی کیا ہیں؟

☆...حادث اور قدیم کا کیا معنی ہے؟

☆...قرآن کے مخلوق ہونے، نہ ہونے کی بحث

☆...اللہ کی صفات قدیم کیسے ہیں؟

☆...اہل سنت کی نشانی درزمانۂ امام اعظم

☆...کیا زمین گھومتی ہے؟

☆...اللہ کا کسی کو گمراہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟

☆...بندوں کے افعال کا خالق کون ہے؟

☆...کیا گناہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں؟

☆...مرتکب کبیرہ کے بارے میں معرکۃ الآرا بحث

☆کیا تمام قرآنی فضیلت میں برابر ہیں؟...

☆...۷۳ فرقوں کے بارے میں مختصر معلومات اور ان کے عقائد۔

☆...اگلے مہینے کا چاند کب نظر آئے گا معلوم کرنے کا فارمولا

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(5)۔۔۔صرف کے دلچسپ سوالات

علمِ صرف کی بہترین کتاب جس میں صرف کے قاعدوں کی علتیں اور افعال کے مختلف صیغوں کی وجہ و حکمت بیان کی گئی ہیں، مزید مراح الارواح کا متن مع اعراب وترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...وزن کے لئے "ف،ع،ل" کو کیوں خاص کیا گیا؟

☆... فعل ماضی کے ۱۴ صیغے ہی کیوں آتے ہیں؟

☆... فعل ماضی مبنی ہے حالانکہ اس کے آخر میں حرکت ہے؟ ☆... فعل مضارع معرب کیوں ہوتا ہے؟

☆... فعل مضارع بنانے کے لئے حروف اتین کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟ ☆... فعل امر کو مضارع سے ہی کیوں بناتے ہیں؟

☆... ثلاثی مجرد کے اسم فاعل میں الف کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟ ☆... اسم مفعول بنانے میں میم کا اضافہ کیوں کیا گیا؟

☆... صیغوں کی تعلیل کرنے کے آسان ۱۶ قاعدے ☆... نون تثنیہ اور تنوین میں فرق

☆... ان چیزوں کا بیان جن سے ثقل لازم آتا ہے ☆... ان چیزوں کا بیان جن سے خفت پیدا ہوتی ہے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(6)۔۔۔قصور کس کا ہے؟

کئی لڑکیاں پیدا ہونے کے بعد لوگ کہتے ہیں "اس عورت کو طلاق دے دو" آخر لڑکیوں کی پیدائش میں قصور کس کا ہے؟ مرد کا، یا عورت کا، اس کتاب میں اور اسلام اور سائنس کی روشنی میں بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے مزید دلچسپ سوالات وجوابات بھی ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... زمانۂ جاہلیت کی کچھ یادیں ☆... پانچ لرزہ خیز واردات

☆... بیٹیوں کے فضائل ☆... سائنس کیا کہتی ہے؟

☆... دلچسپ سوالات وجوابات ☆... عِلْمُ الْجَنِیْن کیا ہے؟

☆... بچے کی پیدائش کا سبب کیا ہے؟ ☆... بچے کی پیدائش کا مرحلہ

☆... بے اولادی کے 4 روحانی علاج ☆... اولادِ نرینہ کے روحانی علاج

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(7)۔۔۔امّتِ محمدیہ کے سوالات اوران کے قرآنی جوابات

حضرتِ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امتِ محمد صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے کم سوال کسی امت نے نہ کیئے کہ امتِ محمد صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے صرف ۱۴ سوالات کیئے۔(التفسیر الکبیر جلد ۳ ص ۱۰۲) اس کتاب میں ان سوالات کے جوابات کے ساتھ ساتھ مختصر تشریح بھی بیان کی گئی ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆۔۔۔امتِ محمدیہ کے ۱۴ سوالات
☆۔۔۔انفال کا معنی
☆۔۔۔چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی حکمت
☆۔۔۔حضورِ اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو روح کا علم حاصل ہے
☆۔۔۔شراب حرام ہونے کا ۱۰ انداز میں بیان
☆۔۔۔ذوالقرنین کے تین سفر
☆۔۔۔جوئے کے دنیوی نقصانات
☆۔۔۔سدِ سکندری کب ٹوٹے گی؟
☆۔۔۔حَیض کی حکمت
☆۔۔۔اہلِ ایمان کی شفاعت کی دلیل
☆۔۔۔بندوک کی گولی سے شکار کرنے کا شرعی حکم
☆۔۔۔شفاعت سے متعلق (۵) اَحادیث
☆۔۔۔نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم دیا گیا ہے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(8)۔۔۔نصاب مسائلِ نماز

امامت ٹیسٹ کی تیاری کرنے کے لئے بہترین کتاب جس میں نماز کے بنیادی مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆۔۔۔اپنی ضرورت کا علم سیکھنا فرض ہے! ☆۔۔۔حصولِ علم کے ذرائع ☆۔۔۔چندے کے مسائل
☆۔۔۔شرائطِ نماز
☆۔۔۔فرائضِ نماز
☆۔۔۔واجبات نماز
☆۔۔۔مفسداتِ نماز
☆۔۔۔مکروہاتِ نماز
☆۔۔۔مسائلِ سجدۂ سہو

☆...امامت کی شرائط ☆...اقتداء کی شرائط ☆...مسائلِ نمازِ جمعہ
☆...مسائلِ نمازِ عیدین ☆...مسائلِ معذورِ شرعی ☆...جماعت کا ایک اہم مسئلہ
☆...مسائلِ شرعی مسافر ☆...مسائلِ نمازِ جنازہ ☆...مسائلِ سجدۂ تلاوت
☆...مسائلِ اذان واقامت ☆...مسائلِ لقمہ ☆...چاند کب نکلے گا؟

مرتب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(9)---آسان فرض علوم

فرض علوم پر مشتمل جدید انداز کی آسان ترین کتاب جس میں عقائدِ اہلسنت کو عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور مسائل کو نہایت آسان کر کے عوام کے پڑھنے کے قابل بنایا گیا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...کتاب العقائد ☆...تہتر فرقوں کا بیان ☆...کتاب الطہارۃ
☆...کتاب الصلوۃ ☆...کتاب الجنائز ☆...کتاب الصوم
☆...کتاب الزکوۃ ☆...کتاب الحج ☆...کتاب النکاح
☆...کتاب الطلاق ☆...کتاب الاضحیہ ☆...کتاب القسم
☆...کتاب الحدود ☆...حلال طریقے سے کمانے کا بیان

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(10)---قرآنی سورتوں کے مضامین

قرآنِ عظیم کی (۱۱۴) سورتوں کے متعلق اجمالی دلچسپ معلومات پر مشتمل یہ کتاب ہے جو اپنے اعتبار سے بہت علمی کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...سورت کا مقامِ نزول ☆...آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

☆... سورت کا نام رکھے جانے کی وجہ　☆... سورت کے فضائل
☆... سورت کے مضامین　☆... پچھلی سورت کے ساتھ مناسبت
☆... اور رنگ برنگے مدنی پھول

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(11)---سب سے پہلے سب سے آخر

دلچسپ معلومات کا ایک اچھوتا انداز "سب سے پہلے فلاں کام کس نے کیا" پر مشتمل کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... سب سے پہلے کس نے منبر پر خطبہ پڑھا؟ ☆... سب سے پہلے کس نے راہِ خدا میں جہاد کیا؟
☆... سب سے پہلے کس نے ثرید تیار کیا؟　☆... سب سے پہلے ترازو کس نے بنایا؟
☆... سب سے پہلے کس نے ہتھیار بنائے؟　☆... سب سے پہلے "اَمَّا بَعْدُ" کس نے کہا؟
☆... سب سے پہلے اسلام میں مسجد کس نے بنائی؟ ☆... سب سے پہلے اسلام میں سولی کس کو دی گئی؟
☆... سب سے پہلے اسلام میں خطبہ کون سا پڑھا گیا؟ ☆... سب سے پہلے کس نے تاج شاہی سر پر رکھا؟
☆ راہب کے ۶۲ سوالات اور ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات ☆

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(12)---میری سنّت میری امّت

ان احادیث کا مجموعہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی سنت اور اپنی امت کا تذکرۂ دلنواز فرمایا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... میری سنت کو زندہ کرنے کا مطلب　☆... میری سنت میں سے یہ چیزیں ہیں
☆... میری سنت سے جس نے محبت کی　☆... میری سنت میں جس کا سکون ہو

☆...میری امت کا سلام
☆...میری امت میں ایسا شخص پیدا فرمایا
☆...میری امت کے لئے امان ہیں
☆...میری امت کی گوشہ نشینی
☆...پچھلی امتوں کی بیماریاں

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(13)---موت کے وقت

مرنے والے کو موت کے وقت پیش آنے والے درد ناک و عبرت ناک معاملات پر مشتمل واقعات کا مجموعہ ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...موت کے وقت
☆...موت کا وقت
☆...نزع کا عالم
☆...نزع کے عالم
☆...وصال کا وقت
☆...وصال کے وقت
☆...وفات کا وقت
☆...وفات کے وقت
☆...انتقال کا وقت

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(14)---شارق الفلاح شرح نور الایضاح

درسِ نظامی کے کورس میں داخلِ نصاب کتاب ''نور الایضاح'' کی آسان اردو شرح ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مصنف کا تعارف
☆... شارح کا تعارف
☆... فقہی اصطلاحات
☆... بنیادی باتیں
☆... صاحبِ نور الایضاح کے غیر مفتی بہ اقوال
☆... عبارت مع اعراب
☆... سلیس اردو ترجمہ
☆... سوالاً جواباً عبارت کی شرح

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(15)---مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ

غفلت اڑا کر فکرِ آخرت پیدا کرنے والے واقیات کا مجموعہ بنام "ما فعل اللہ بک" یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے کیونکہ اس کتاب میں ان واقعات کو جمع کیا گیا ہے جن میں خواب دیکھنے والا مرنے والے سے مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِكَ(یعنی اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟) کے ذریعہ سوال کر کے مرنے کے بعد پیش آنے والے معاملات دریافت کرتا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...اولیاء اپنے پیروکاروں کی شفاعت کریں گے
☆...دنیا میں سب سے زیادہ رونے والے حضرات
☆...ایک رقت انگیز رخصتی
☆...چالیس سال تک گناہ نہیں کیا
☆... شہوت پرستی کے مختلف انداز
☆...لوگوں کی چار اقسام
☆... دنیا کی چھ چیزیں اور ان کی حقیقت
☆...سفید بالوں کی فضیلت
☆...ناپ تول میں کمی کا وبال
☆... حوریں پانے کا عمل
☆... قربِ الٰہی پانے کا طریقہ
☆...رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پھلوں کو چوما کرتے تھے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(16)---کیا حال ہے؟

دلچسپ و عبرت ناک واقعات کا مجموعہ بنام "کیا حال ہے؟

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... پہلا باب: کیا حال ہے
☆...دوسرا باب: صبح کس حال میں کی
☆... تیسرا باب: آپ کیسے ہیں؟
☆...چوتھا باب: کیسے ہو؟

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(17)۔۔۔عقائد کی حکمتیں

اس کتاب میں عقائدِ اہلسنت کی عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ اچھوتے انداز میں حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆۔۔۔حکمت کیا ہے
☆۔۔۔حکمت کہاں اور کیسے ملتی ہے
☆اللہ پاک کا ہونا کیوں ضروری ہے؟۔۔۔
☆۔۔۔اللہ پاک کا اولاد سے پاک ہونے کی حکمتیں
☆۔۔۔اللہ کو اللہ کہنے کی حکمتیں
☆۔۔۔کیا اللہ پاک سوتا بھی ہے؟
☆۔۔۔اللہ کا مکان سے پاک ہونے کی حکمتیں
☆۔۔۔اللہ پاک کے کل کتنے نام ہیں؟

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(18)۔۔۔پانچ نمازوں کی حکمت

اس کتاب میں نماز اور ارکانِ نماز کی عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ اچھوتے انداز میں حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆۔۔۔قرآن میں لفظِ صلوۃ کتنی بار آیا؟
☆۔۔۔نماز کے اعظم الفرائض ہونے کی چھ حکمت
☆۔۔۔نماز کو صلوۃ کہنے کی چار حکمت
☆۔۔۔نماز کے افضل العبادات ہونے کی پانچ حکمت
☆۔۔۔نماز کی برکات
☆۔۔۔پانچ نمازوں کے فرض ہونے کی سات حکمت
☆۔۔۔انسانی زندگی کی پانچ حالت
☆۔۔۔سورج کی پانچ حالت
☆۔۔۔نماز کے شرائط و فرائض کی حکمتیں
☆۔۔۔قبلہ مقرر کرنے کی چار حکمت
☆۔۔۔کعبہ کو قبلہ مقرر کرنے کی نو حکمت
☆۔۔۔نمازوں کی رکعتوں کے مختلف ہونے کی حکمتیں
☆۔۔۔احکامِ الٰہی کے مختلف ہونے کی حکمت
☆۔۔۔پانچ نمازوں کے ناموں کی حکمت

☆... فرضوں کے ساتھ سنن کی حکمت　　☆... اعمالِ نماز کا شرعی جائزہ

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(19)---کامیابی کے 10 اصول

مایوسی کا خاتمہ کر کے کامیابی کی جانب گامزن کرنے والے اصولوں کا مجموعہ بنام "کامیابی کے دس اصول" یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے کیونکہ اس کتاب میں ان اصولوں کو جمع کیا گیا ہے جن سے مایوسی کا خاتمہ ہونے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ کر کچھ کر گزرنے کا جذبہ نُو پیدا ہوتا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مثبت سوچ رکھنے والا ہو　　☆... نظم و ضبط کے ساتھ رہنے والا ہو

☆... لوگوں کے مزاج کو پرکھنے کی صلاحیت رکھنے والا ہو ☆... اپنے کام کو شوق و لگن کے ساتھ کرنے والا ہوں

☆... ناکام لوگوں سے سبق حاصل کرنے والا ہو　　☆... سخت محنت کرنے والا، اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے والا ہو

☆... کام کو بانٹنے والا ہو　　☆... خدار اور متوکل ہو

☆... آخرت کی فکر کو مقدم رکھنے والا ہو　　☆... ان سب کا سرچشمہ خوفِ خدا والا ہو

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(20)---تدریس کے 26 طریقے

جدید دور میں جدید و قدیم تدریس کے طریقوں کا مجموعہ بنام "تدریس کے 26 طریقے" اس کتاب میں تدریس کے طریقوں کے ساتھ ساتھ اپنی تدریس کو بہتر اور مقبولِ عام بنانے کے فارمولے بھی بیان کئے گئے ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... تدریس کے نکات　　☆... تدریس کے ۲۶ طریقے

☆...درجے کی ترقی کے فارمولے
☆... طلبا کے درمیان کئے جانے والے بیان
☆...انوکھی باتیں
☆...انوکھے سوالات
☆...انوکھی حکایات
☆...انوکھی حکمتیں

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(21)---رفیق التدریس

استاد کو تدریس کے اعلی منصب کی جانب لے جانے والی ایک نمایاں تحریر جس میں تدریس میں نکھار پیدا کرنے والی چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں چھ ابواب ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆...**پہلا باب:** 63انوکھی معلومات
☆...**دوسرا باب:** 63انوکھے سوالات
☆... **تیسرا باب:** 63انوکھے چٹکلے
☆...**چوتھا باب:** 63انوکھی پہیلیاں
☆...**پانچواں باب:** 63 انوکھی حکمتیں
☆...**چھٹا باب:** 63انوکھی حکایات

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(22)---عرفان الاثار شرح معانی الاثار

فقہ حنفی کی دلائل پر مشتمل احادیث کی مستند کتاب معانی الاثار کی اردو شرح ہے جو درسِ نظامی میں داخلِ نصاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مصنف کا تعارف
☆...شارح کا تعارف
☆... متن مع اعراب
☆... متن کا سلیس اردو ترجمہ
☆... اختلافِ فقہائے کرام مع دلائل
☆...ترجیحاتِ مذہبِ احناف

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(23)۔۔۔شفیق المصباح شرح مراح الارواح

دعوتِ اسلامی کے جامعات المدینہ کے نصاب میں شامل علمِ صرف کی مشہور و معروف کتاب بنام "مراح الارواح" کی آسان اردو شرح ہے جس میں عربی عبارت پر اعراب و اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ سوالاً جواباً تشریح پیش کی گئی ہے جو اپنے اعتبار سے بڑی مفید و دلچسپ کتاب ہے۔

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(24)۔۔۔شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو حصہ اول

دعوتِ اسلامی کے جامعات المدینہ کے درجۂ اولی کے نصاب میں شامل علمِ نحو کی مشہور و معروف کتاب بنام "خلاصۃ النحو" کی تمارین کو حل کیا گیا ہے۔

مرتب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(25)۔۔۔شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو حصہ دوم

دعوتِ اسلامی کے جامعات المدینہ کے درجۂ اولی کے نصاب میں شامل علمِ نحو کی مشہور و معروف کتاب بنام "خلاصۃ النحو" کی تمارین کو حل کیا گیا ہے۔

مرتب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(26)۔۔۔تسلیم التوقیت

یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے کہ اس میں چار علوم کو یکجا کیا گیا ہے: (۱)۔علمِ توقیت۔(۲)۔علمِ فلکیات۔(۳) علمِ تقویم۔(۴)۔ علمِ طب۔ان چار علوم کے متعلق ایک اہم اور آسان تصنیف ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... علمِ توقیت ☆... علمِ فلکیات

☆... علمِ تقویم ☆... علمِ طب

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(27)۔۔۔نور المغیث شرح تیسیر مصطلح الحدیث

درسِ نظامی کے درجۂ سادسہ میں داخلِ نصاب اصولِ حدیث کی بہترین کتاب "تیسیر مصطلح الحدیث" کی اردو شرح بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مصنف کا تعارف ☆... شارح کا تعارف

☆... عربی عبارت مع اعراب ☆... عربی عبارت کا آسان اردو ترجمہ

☆... عربی عبارت کی شرح ☆... سوال وجواب

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(28)۔۔۔کلام الوقایہ شرح شرح الوقایہ

علمِ فقہ کی شاندار کتاب ''شرح الوقایہ'' کی اردو شرح بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... عربی عبارت مع اعراب
☆... عربی عبارت کا اردو سلیس ترجمہ
☆... متن کی شرح
☆ ... مفتی بہ اقوال کی نشاندہی
☆... اختلافِ ائمہ
☆... ترجیحات احناف

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(29)۔۔۔فیضانِ شریعت کورس

صرف 30 منٹ کی کلاس میں عقائد، عبادات، معاملات، منجیات، مہلکات اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے متعلق بہت کچھ سیکھنے کا منفرد کورس

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... فیضانِ شریعت کورس کے فوائد

☆... فیضانِ شریعت کورس کے جدول چلانے کا طریقہ کار

پہلا باب ☆... عقائد کے 19 بیانات
دوسرا باب ☆... عبادات کے 19 بیانات
تیسرا باب ☆... معاملات کے 19 بیانات
چوتھا باب ☆... مُنْجِیَات کے 19 بیانات
پانچواں باب ☆... مُھْلِکَات کے 19 بیانات
چھٹا باب ☆... سنتیں اور آداب

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(30)۔۔۔فیضانِ قرآن کورس

90دن میں صرف 30منٹ کی کلاس میں قرآن، اذکارِ نماز، دعا، سنتیں اور آداب سیکھنے کا منفرد کورس

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... فیضانِ قرآن کورس کے فوائد

☆... فیضانِ قرآن کورس کے جدول چلانے کی رہنمائی

☆... مدنی قاعدہ کے 22اسباق

☆...22 کاموں کی سنتیں اور آداب

☆...23 دعائیں

☆...10 قرآنی سورتوں کا حفظ و مشق

☆... اذکارِ نماز کا حفظ و مشق

☆...5 کلمے، ایمانِ مجمل و ایمانِ مفصل کا حفظ و مشق

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(31)۔۔۔آسان خطباتِ محرم

ماہِ محرم میں کی جانے والی تقریروں کا آسان اور دلچسپ معلوماتی گلدستہ بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

1☆... دین اسلام کی خوبیاں

2☆... سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم

3☆... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

4☆... حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

5☆... حضرتِ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

6☆... حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

7☆... حضرتِ مولی علی رضی اللہ عنہ

8☆... حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

9☆... حضرتِ امامِ حسن رضی اللہ عنہ

10☆... حضرتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ

11☆... شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ

12☆... یزید اور یزیدیوں کا انجام

13☆... دسویں محرم الحرام کے فضائل

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(32)۔۔۔اعلی حضرت کا چرچا رہے گا

اعلی حضرت کا تذکرۂ دل نواز قرآن، حدیث اور میٹھ کی روشنی میں خطباتِ شفیقی جلد دوم کا ایک منفرد بیان بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... درود شریف کی انوکھی فضیلت
☆... اولیاء اللہ کے تذکرے کیوں باقی رہتے ہیں؟
☆... بادشاہوں کے مقبروں کا حال
☆... اولیاء کے مزاروں کا حال
☆... تذکرے باقی رہنے کے چند اسباب
☆... اولیائے کرام کے تذکرے زمین و آسمان میں
☆... فنا ہو کر 9 کا عدد بن جاتا ہے
☆... اس لیے مخلوق اولیاء کا عرس مناتی ہے
☆... اولیاء پر رب نوازشات
☆... 9 کے عدد کی چار عجیب باتیں
☆... اعلی حضرت کے پاس سب کچھ ہے
☆... بارگاہِ مصطفی ﷺ سے مشین عطا ہوئی
☆... اعلی حضرت کے سونے کا منفرد انداز
☆... اعلی حضرت کے فنافی الرسول ہونے کی دلیل
☆... ہر وقت نبی ﷺ کی ثنا
☆... دورانِ میلاد بیٹھنے کا انداز
☆... تعارفِ اعلی حضرت
☆... منقبتِ اعلی حضرت

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(33)۔۔۔محمد اور احمد کے اسرار

اللہ پاک کے آخری نبی، محمدِ عربی ﷺ کے مبارک نام ''محمد'' اور ''احمد'' کی لاجواب تشریح پر مشتمل ''خطباتِ شفیقی'' حصہ اول کا ایک منفرد بیان بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... درود شریف کی انوکھی فضیلت
☆... اللہ پاک کے تین ہزار نام
☆... حضور ﷺ کے ۱۴۰۰ نام
☆... محمد ﷺ اللہ کے مظہر ہیں

☆...اسمِ محمد اسمِ اللہ کا مظہر
☆...چار میں عجیب لطف ہے
☆...نقطہ عیب ہے
☆...مشدد حرف لانے کی حکمت
☆...صفاتِ محمد صفاتِ خدا کا مظہر
☆...افعالِ محمد افعالِ خدا کا مظہر
☆...ہر چیز میں محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نور ہے
☆...خصائصِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کتنے ہیں؟
☆...حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چار نام حمد سے مشتق ہیں
☆...احمد نام رکھنے کی وجہ

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(34)---تنظیمی نصاب وبیانات

مجلس امامت کورس میں داخلِ نصاب کتاب بنام

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...12 دینی کاموں کی تفصیل
☆...سنتیں اور آداب
☆...انفرادی کوشش کی ترغیبات
☆...اجتماعِ پاک کی دعائیں
☆...فیضانِ تجوید کے اسباق
☆...امام کے ۳۰ مدنی پھول
☆...اذکارِ نماز
☆...درودِ تاج
☆...بیاناتِ عصر
☆...بیاناتِ مغرب

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

کلام

منقبتِ صِدّیقِ اکبر

یقینا مَنبعِ خوفِ خدا صِدّیقِ اکبر ہیں
حقیقی عاشقِ خیرُالورٰی صدّیقِ اکبر ہیں

بِلا شک پیکرِ صبر و رِضا صدّیقِ اکبر ہیں
یقینا مخزنِ صِدق و وفا صدّیقِ اکبر ہیں

نہایت مُتقی و پارسا صِدّیقِ اکبر ہیں
تقی ہیں بلکہ شاہِ اَتقیا صِدّیقِ اکبر ہیں

جو یارِ غار محبوبِ خدا صدّیقِ اکبر ہیں
وُہی یارِ مزارِ مصطفٰے صدّیقِ اکبر ہیں

طبیبِ ہر مریضِ لادوا صدّیقِ اکبر ہیں
غریبوں بے کسوں کا آسرا صدّیقِ اکبر ہیں

امیرالمؤمنیں ہیں آپ امامُ المسلمیں ہیں آپ
نبی نے جنّتی جن کو کہا صدّیقِ اکبر ہیں

سبھی اَصحاب سے بڑھ کر مقرّب ذات ہے ان کی
رفیقِ سرورِ اَرض و سما صدیقِ اکبر ہیں

عمر سے بھی وہ افضل ہیں وہ عثماں سے بھی ہیں اعلیٰ
یقینا پیشوائے مُرتَضٰی صدّیقِ اکبر ہیں

امامِ احمد و مالِک، امامِ بُو حنیفہ اور
امامِ شافعی کے پیشوا صدّیقِ اکبر ہیں

سبھی عُلمائے اُمّت کے، امام و پیشوا ہیں آپ
بِلا شک پیشوائے اَصفیا صدّیق اکبر ہیں

خدا ئے پاک کی رحمت سے انسانوں میں ہر اک سے
فُزوں تر بعد از کُل انبیا صدّیقِ اکبر ہیں

ہلاکت خیز طُغیانی ہو یا ہوں موجیں طوفانی
نہ ڈوبے اپنا بیڑا ناخدا صِدّیقِ اکبر ہیں

بھٹک سکتے نہیں ہم اپنی منزل ٹھوکروں میں ہے
نبی کا ہے کرم اور رہنما صدّیقِ اکبر ہیں

گناہوں کے مرض نے نیم جاں ہے کر دیا مجھ کو
طبیب اب بس مرے تو آپ یا صدّیقِ اکبر ہیں

نہ گھبراؤ گنہگارو تمہارے حشر میں حامی
محبِّ شافِعِ روزِ جزا صِدّیقِ اکبر ہیں

نہ ڈر عطارؔ آفت سے خدا کی خاص رحمت سے
نبی والی ترے، مُشکلکُشا صدّیقِ اکبر ہیں



منقبتِ فاروقِ اعظم

خدا کے فَضْل سے میں ہوں گدا فاروقِ اعظم کا
خدا اُن کا محمد مصطفٰے فاروقِ اعظم کا

کرم اللہ کا ہر دم نبی کی مجھ پہ رَحمت ہے
مجھے ہے دو جہاں میں آسرا فاروقِ اعظم کا

پسِ صدّیقِ اکبر مصطفٰے کے سب صحابہ میں
ہے بے شک سب سے اونچا مرتبہ فاروقِ اعظم کا

گلی سے ان کی شیطاں دُم دبا کر بھاگ جاتا ہے
ہے ایسا رُعْب ایسا دبدبہ فاروقِ اعظم کا

صحابہ اور اہلِ بیت کی دل میں محبت ہے
بَفیضانِ رضا میں ہوں گدا فاروقِ اعظم کا

رہے تیری عطا سے یا خدا! تیری عنایت سے
ہمارے ہاتھ میں دامن سدا فاروقِ اعظم کا

بھٹک سکتا نہیں ہرگز کبھی وہ سیدھے رستے سے
کرم جس بَخْت وَر پر ہو گیا فاروقِ اعظم کا

خدا کی خاص رحمت سے محمد کی عنایت سے
جہنَّم میں نہ جائے گا گدا فاروقِ اعظم کا

سدا آنسو بہائے جو غَمِ عشقِ محمد میں
دے ایسی آنکھ یارب! واسِطہ فاروقِ اعظم کا

مجھے حجّ و زیارت کی سعادت اب عنایت ہو
وسیلہ پیش کرتا ہوں خدا فاروقِ اعظم کا

الٰہی! ایک مدّت سے مِری آنکھیں ترستی ہیں
دکھا دے سبز گنبد واسِطہ فاروقِ اعظم کا

شہادت اے خدا! عطّارؔ کو دیدے مدینے میں
کرم فرما الٰہی! واسِطہ فاروقِ اعظم کا

منقبتِ عثمانِ غنی

ملی تقدیر سے مجھ کو صَحابہ کی ثنا خوانی
ملا ہے فیضِ عثمانی مِلا ہے فیضِ عثمانی

رکھا مَحصور ان کو بند ان پر کر دیا پانی
شہادت حضرتِ عثمان کی بے شک ہے لاثانی

نبی کے نور دو لیکر وہ ذُوالنُّورَین کہلائے
انہیں حاصل ہوئی یوں قُربتِ محبوبِ رحمانی

تمہیں کو جامعِ قرآن کا حق نے دیا منصب
عطا قرآں کو کر کے جمع کی اُمّت کو آسانی

خدا بھی اور نبی بھی خود علی بھی اس سے ہیں ناراض
عَدو اُن کا اُٹھائے گا قِیامت میں پریشانی

عداوت اور کینہ ان سے جو رکھتا ہے سینے میں
وُہی بد بخت ہے مَلعون ہے مردود شیطانی

مجھے اپنی سخاوت کے سمندر سے کوئی قطرہ
عطا کر دو نہیں درکار مجھ کو تاجِ سلطانی

سُخن آکر یہاں عطارؔ کا اِتمام کو پہنچا
تِری عظمت پہ ناطِق اب بھی ہیں آیاتِ قرآنی

منقبتِ مولی علی

یا علیؑ المرتضیٰ مولیٰ علی مشکلکُشا
آپ ہیں شیر خدا مولیٰ علی مشکلکُشا

صاحِبِ لُطف و عطا مولیٰ علی مشکلکُشا
ہیں شہیدِ با وفا مولیٰ علی مشکلکُشا

پیکرِ خوفِ خدا اے عاشقِ خیرُ الورٰی
تم سے راضی کبریا مولیٰ علی مشکلکُشا

بعدِ خُلفائے ثَلاثہ سب صَحابہ سے بڑا
آپ کو رُتبہ ملا مولیٰ علی مشکلکُشا

قَلعۂ خیبر کا دروازہ اُکھاڑا آپ نے
مرحبا! صد مرحبا! مولیٰ علی مشکلکُشا

پیکرِ جُود و سخا تُو میں فقیر و بے نوا
تو ہے داتا میں گدا مولیٰ علی مشکلکُشا

شَبّر و شَبّیر کے والد ہو تم ماں فاطِمہ
سیِّد و سردارِ ما مولیٰ علی مشکلکُشا

میں گناہوں کا مریض اور آپ ہیں میرے طبیب
دیجئے مجھ کو شِفا مولیٰ علی مشکلکُشا

جان کو خطرہ ہے میری دشمنوں سے ہر گھڑی
المدد شیر خدا مولیٰ علی مشکلکُشا

حیدرِ کرّار! لے کے آؤ تیغِ ذُوالفِقار
زورِ دشمن بڑھ چلا مولیٰ علی مشکلکُشا

مغفِرت کروایئے جنت میں لے کے جایئے
واسِطہ حَسنَین کا مولیٰ علی مشکلکُشا

دل سے دنیا کی مَحبَّت دُور کر کے یا علی!
دیدو عشقِ مصطَفٰے مولیٰ علی مشکلکشا

از پئے غوثُ الورا ہم کو نَجف بُلوایئے
ہو کرم یا مُرتَضیٰ مولیٰ علی مشکلکُشا

شَبَّر و شَبِّیر کے بابا مجھے دیدار ہو
خواب میں اب آپ کا مولیٰ علی مشکلکُشا

اشکبار آنکھیں عطا ہوں دل کی سختی دور ہو
دیجئے خوفِ خدا مولیٰ علی مشکلکُشا

ایک ذرّہ اپنی اُلفت کا عنایت کر مجھے
اپنا دیوانہ بنا مولیٰ علی مشکلکُشا

بھیک لینے کیلئے دربار میں منگتا ترا
لے کے کشکول آ گیا مولیٰ علی مشکلکُشا

کیوں پھروں در در بھلا خیرات لینے کیلئے
میں فقط منگتا تِرا مولیٰ علی مشکلکُشا

کیجئے حق سے دعا ایمان پر ہو خاتمہ
خیر سے عطّاؔر کا مولیٰ علی مشکلکُشا

منقبتِ مولیٰ علی

وظیفہ کرتے جانا ہے علی مولیٰ علی مولیٰ
لبوں پر روز لانا ہے علی مولیٰ علی مولیٰ

اگر پوچھے کوئی تیرا زمانے میں ہے مولا کون
تجھے کھل کے بتانا ہے علی مولیٰ علی مولیٰ

اگر کمزور کے بازو میں طاقت تم کو لانی ہے
یہی نعرہ لگانا ہے علی مولیٰ علی مولیٰ

غم دنیا سے چھٹکارا اگر تم چاہتے ہو تو
یہ ورد اپنا بنانا ہے علی مولیٰ علی مولیٰ

علی ابن ابی طالب تمہاری راہ میں مجھ کو
یہ دل اپنا بچھانا ہے علی مولیٰ علی مولیٰ

تمہارے واسطے سورج بھی الٹا پھر گیا اک دن
یہ رتبہ بھی یگانہ ہے علی مولیٰ علی مولیٰ

علی مشکل کشا ہے تو بھلا ان مشکلوں سے کیوں
مجھے کیا خوف کھانا ہے علی مولیٰ علی مولیٰ

یہاں عادت بنالو اپنی ذکر مرتضیٰ کر کے
لحد میں کام آنا ہے علی مولیٰ علی مولیٰ

کرو تم جب بھی اصحابِ نبی کا ذکر اے بیخود
تصور میں بسانا ہے علی مولیٰ علی مولیٰ

شاعر وسیم بیخود مانڈلوی ، بھیلواڑہ راجستھان

مَنقَبَتِ خاتونِ جنّت

بتاؤں میں تمہیں کیا شان و شوکت فاطمہ کی ہے
یہ دنیا فاطمہ کی ہے وہ جنت فاطمہ کی ہے

سرِ محشر خدائے پاک سے جو بخشوا کر کے
چلے خلدِ بریں لے کر وہ نسبت فاطمہ کی ہے

سکونِ مصطفٰی ہے وہ، قرارِ مرتضٰی ہیں وہ
میرے حسنین پر بھی تو یہ شفقت فاطمہ کی ہے

جھکا لو اہلِ محشر اپنے سر کو اور نگاہوں کو
یہ اعلاں جس کی خاطر وہ طہارت فاطمہ کی ہے

بقا ہے مذہبِ اسلام جس سے آج دنیا میں
رسولِ پاک کے دیں پر وہ دولت فاطمہ کے ہے

زمانے میں علی والے صدارت کرتے جائیں گے
قیامت تک زمانے میں حکومت فاطمہ کی ہے

جدھر جائیں اُدھر سادات کی پاتے ہیں خوشبو ہم
زمانے میں مہکتی ہے وہ نکہت فاطمہ کی ہے

مقامِ فاطمہ، عورت نہ کوئی پا سکی بیخود
جدا یہ شان سب سے تا قیامت فاطمہ کی ہے

وسیم بےخود مانڈلوی۔مانڈل ضلع بھیلواڑہ راجستھان

منقبت حَسن ابنِ علی

راکبِ دوشِ شہنشاہِ امم
یا حَسَن ابنِ علی! کردو کرم!

فاطِمہ کے لال حیدر کے پِسَر!
اپنی اُلفت دو مجھے دو اپنا غَم

اپنے نانا کی مَحبّت دیجئے
اور عطا ہو قلبِ مُضطَر چشمِ نم

اے سخی ابنِ سخی اپنی سخا
سے دو حصہ سیِّدِ عالی حَشَم

آل و اصحابِ نبی سے پیار ہے
ساری سرکاروں کے در پر سر ہے خَم

یاحَسَن! ایماں پہ تم رہنا گواہ
عبدِ حق ہُوں خادِمِ شاہِ اُمَم

میرا دل کرتا ہے میں بھی حج کروں
ہو عطا زادِ سفر چشمِ کرم!

دین کی خدمت کا جوش و وَلوَلہ
ہو عنایت یا امامِ مُحترم!

اے شہیدِ کربلا کے بھائی جان!
دُور ہوں عطّارؔ کے رنج و اَلَم

منقبت امام حسین

پھر بُلا کربلا، یاشہِ کربلا
اپنا روضہ دکھا، یاشہِ کربلا

تیرے دربار کو، اس کے انوار کو
آہ! کب پاؤں گا، یاشہِ کربلا

کوچۂ پاک کو، خَس کو خاشاک کو
چوموں آکر شہا، یاشہِ کربلا

ازپئے چار یار، اے شہِ ذی وقار
اپنا شیدا بنا، یاشہِ کربلا

خواب میں آیئے، جلوہ دکھلایئے
ازپئے مصطفٰی، یاشہِ کربلا

اس گنہگار کو، خوار و بدکار کو
جیسا بھی ہے نبھا، یاشہِ کربلا

ابنِ شاہِ عرب! مرضِ عِصیاں سے اب
دیدو مجھ کو شفا، یاشہِ کربلا

ایک مظلوم کو اپنے مغموم کو
آفتوں سے چھُڑا، یاشہِ کربلا

دل کو مل جائے چَین المدد یاحُسین
ہوں بَہُت غمزدہ، یاشہِ کربلا

اب ہو رخصت خَزاں ، کِھل اُٹھے گُلْ سِتاں
وہ چلا دو ہوا، یاشہِ کربلا

ذُوالفقارِ علی، جب عَدُو پر چلی
قَہر سا چھا گیا، یاشہِ کربلا

سن لو فریاد کو آؤ امداد کو
ابنِ مُشکلکشا یاشہِ کربلا

جانبِ کربلا کاش! عطارؔ کا
چل پڑے قافِلہ، یاشہِ کربلا

منقبت امام حسین

سر وہ ہے جو کٹے اسلام کی خدمت کے لیے
آبرو وہ جو گُمے دین کی عظمت کے لیے

جو کہ ہے دل سے جگر پارۂ زہرہ پہ نثار
خُلد ہے اس کے لیے اور وہ جنت کے لیے

ناؤ ہیں آلِ نبی نجم ہیں اَصحابِ رسول
لِلّٰہِ الحمدُ کہ مژدہ ہے یہ امت کے لیے

چیز ہوا کرتی ہے اَعلیٰ پہ نثار ہر دنیٰ
جسم ہے جاں کے لیے جان ہے عترت کے لیے

جھکے سامنے اَدنیٰ کے وہ ذاتِ عالی کیوں
جس کا ہر نقشِ قدم قبلہ ہو اُمت کے لیے

نونہالِ چمنِ مصطفوی مرتضوی
جسے قدرت نے چنا زینتِ جنت کے لیے

جو کہ آغوشِ پیمبر میں پھلا پھولا تھا
کربلا میں وہ کٹا دیں کی حفاظت کے لیے

ہاشمی باغ ہوا ہاشمی خوں سے سیراب
باغِ زہرہ کٹا اس باغ کی نزہت کے لیے

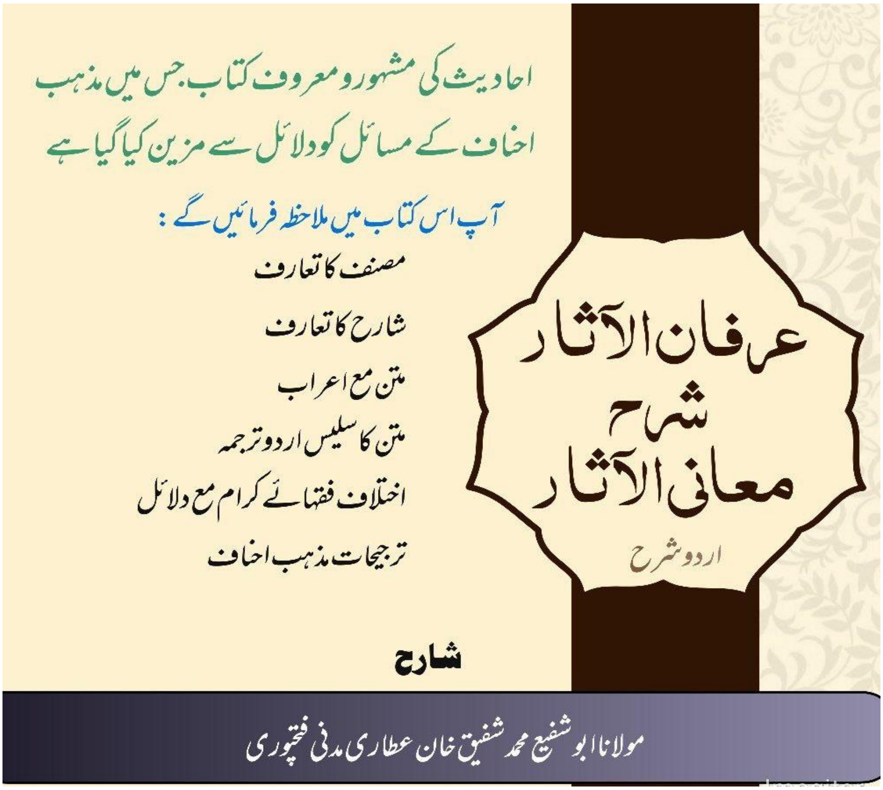
اِستقامت پہ فدا ہیں تری اے دَستِ حسین
نہ گیا ہاتھ میں بے دین کے بیعت کے لیے

اس دوگانہ پہ فدا ساری نمازیں جس میں
دَھارِ حلقوم پہ سر خم ہو عبادت کے لیے

کھل گیا اس سے اگر حق پہ نہ ہوتے اصحاب
دستِ حسنین نہ بڑھتا کبھی بیعت کے لیے

سالکؔ اَصحاب تو نورانی ہیں اور آل ہے نور
نور کو نوری ہی لاحق تھا معیت کے لیے

دیوانِ سالک



منقبت اَہل بیت

باغ جنت کے ہیں بہرِ مَدح خوانِ اَہلِ بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دُشمنانِ اَہلِ بیت

کس زباں سے ہو بیاں عز و شانِ اَہل بیت
مَدح گوئے مصطفی ہے مَدح خوانِ اَہل بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اَہل بیت

مصطفیٰ عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں
ہے بلند اِقبال تیرا دُودمانِ اَہل بیت

اُن کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اَہل بیت

مصطفی بائع خریدار اس کا اَللّٰہ مشتری
خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اَہل بیت

رَزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حُسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے اِمتحانِ اَہل بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اَہل بیت

حوریں کرتی ہے عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دولھا بنا ہے ہر جوانِ اَہل بیت

ہو گئی تحقیق عید دید آبِ تیغ سے
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اَہل بیت

جمعہ کا دن ہے کتابیں زِیست کی طے کر کے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگان اَہل بیت

اے شبابِ فصلِ گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اَہل بیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اَندھیر ہے
دن دِہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اَہل بیت

خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اَہل بیت

خاک پر عباس و عثمانِ علمبردار ہیں
بیکسی اب کون اُٹھائے گا نشانِ اَہل بیت

تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
پیاس کی شدت میں تڑپے بے زبانِ اَہل بیت

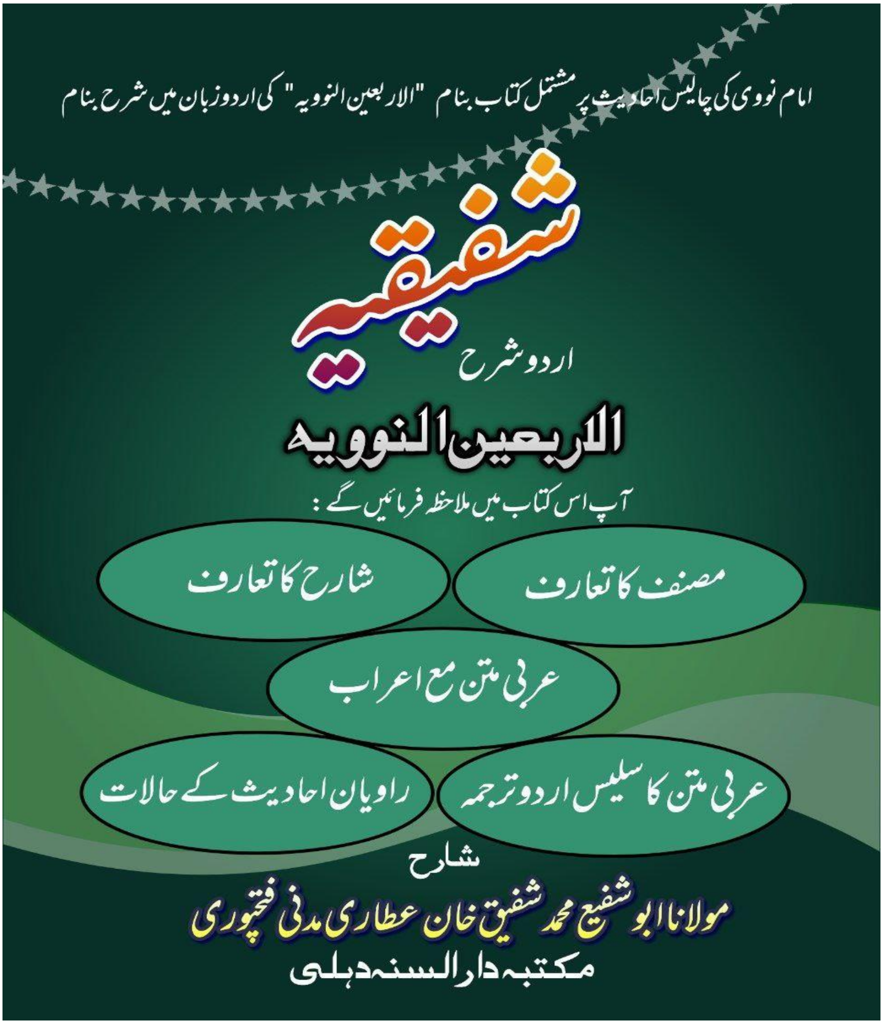
قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
وارثِ بے وارثاں کو کاروانِ اَہل بیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اَہل بیت

وقت رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
لو سلامِ آخری اے بیوگانِ اَہل بیت

اَبر فوجِ دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے
فاطمہ کا چاند مہر آسمانِ اَہل بیت
کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اَہل بیت
باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اَہل بیت
حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر ہے یارب میانِ اَہل بیت
کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بیکسی
آج کیسا ہے مریضِ نیم جانِ اَہل بیت
گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اَہل بیت
سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اَور اُونچی کی خدا نے قدر و شانِ اَہل بیت
دولت دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دُکانِ اَہل بیت
زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنانِ اَہل بیت
اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کر گئے
کونسی بستی بسائی تاجرانِ اَہل بیت

اَہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعْنَۃُ اللہِ عَلَیْکُم دشمنانِ اَہل بیت
بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اَہل بیت



سلام

کربلا کے جاں نثاروں کو سلام
فاطِمہ زَہرا کے پیاروں کو سلام
مصطفٰے کے ماہ پاروں کو سلام
نوجوانوں گُلُ عِذاروں کو سلام
کربلا تیری بہاروں کو سلام
جاں نثاری کے نظاروں کو سلام
یاحسین ابنِ علی مُشکل کُشا
آپ کے سب جاں نثاروں کو سلام
اکبر و اصغر پہ جاں قربان ہو
میرے دل کے تاجداروں کو سلام
قاسم و عبّاس پر ہوں رحمتیں
کربلا کے شہسُواروں کو سلام
جس کسی نے کربلا میں جان دی
ان سبھی ایمانداروں کو سلام
بھوکی پیاسی بیبیوں پر رحمتیں
بھوکے پیاسی گُلُ عِذاروں کو سلام
بھید کیا جانے شہادت کا کوئی
اُن خُدا کے رازداروں کو سلام

بے بسی میں بھی حیا باقی رہی
سب حُسینی پردہ داروں کو سلام

رحمتیں ہوں ہر صحابی پر مُدام
اور خُصُوصًا چار یاروں کو سلام

بیبیوں کو عابِدِ بیمار کو
بے کسوں غم کے ماروں کو سلام

ہو گئے قرباں محمد اور عَون
سیِّدہ زَینب کے پیاروں کو سلام

کربلا میں ظلم کے ٹوٹے پہاڑ
جن پہ ان سب دل فِگاروں کو سلام

اٰل و اصحابِ نبی کے جس قدَر
چاہنے والے ہیں ساروں کو سلام

یاخدا! اے کاش! جاکر پھر کروں
کربلا کے سب مزاروں کو سلام

تین دن کے بھوکے پیاسے آپ کی
یانبی! آنکھوں کے تاروں کو سلام

جو حُسینی قافلے میں تھے شریک
کہتا ہے عطارؔ ساروں کو سلام

سلام

میرے حسین تجھے سلام میرے حسین تجھے سلام
السلام یا حسین السلام یا حسین

جن کا جھولا فرشتے جھلاتے رہے
لوریاں دے کے نوری سلاتے رہے
جن پہ سفّاک خنجر چلاتے رہے
جن کو کاندھوں پہ آقا بٹھاتے رہے
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

میرے حسین تجھے سلام میرے حسین تجھے سلام
السلام یا حسین السلام یا حسین

جس کا نانا دو عالم کا مختار ہے
جو جوانانِ جنّت کا سردار ہے
جس کا سر دشت میں زیرِ تلوار ہے
جو سراپائے محبوبِ غفّار ہے
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

میرے حسین تجھے سلام میرے حسین تجھے سلام
السلام یا حسین السلام یا حسین

جن کو دھوکے سے کوفے بلایا گیا
جن کو بیٹھے بٹھائے ستایا گیا
جن کے بچوں کو پیاسا رولایا گیا
جن کے گردن پہ خنجر چلایا گیا
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

میرے حسین تجھے سلام میرے حسین تجھے سلام
السلام یا حسین السلام یا حسین

جس نے حق کربلا میں ادا کر دیا
اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا
گھر کا گھر سپرد خدا کر دیا
جس نے امّت کی خاطر فدا کر دیا
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

میرے حسین تجھے سلام میرے حسین تجھے سلام
السلام یا حسین السلام یا حسین

جس کو دوشِ نبی پر بیٹھایا گیا
جس کا جنت سے جوڑا منگایا گیا
جس کے بیٹے کو قیدی بنایا گیا

جس کو تیروں سے چھلنی کرایا گیا
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

میرے حسین تجھے سلام میرے حسین تجھے سلام
السلام یا حسین السلام یا حسین

کر چکا وہ ادیب اپنی حجت تمام
لے کے اللہ اور اپنے نانا کا نام
کوفیوں کو سنایا خدا کا کلام
اور فدا ہو گیا جانِ خیر الانام
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

میرے حسین تجھے سلام میرے حسین تجھے سلام
السلام یا حسین السلام یا حسین

